

وَاتَّعَظَ مِنَ الْبَيِّنَاتِ لِسَعْدًا (الدرر)

خطبات امیر مہربان

دوم

رجب المرجب، شعبان، رمضان
شوال، ذوالقعدہ، ذوالحجہ

دفاع الدرس

شہید ملت اسلامیہ مفتوح اسلام

علامہ ضیاء الرحمن فاروقی رحمہ اللہ

ترتیب:

حافظ محمد نذیر قاسمی

ناجیہ وفاق المدارس العربیہ پاکستان

مکتبہ شریعت اسلامیہ



خطبات منبر و محراب

ترتیب

مولانا حافظ
محمد ندیم قاسمی ایم اے

افادات

شہید ملت اسلامیہ مؤرخ اسلام
علامہ ضیاء الرحمن فاروقی رحمۃ اللہ علیہ

انتساب

تحریک ناموس صحابہؓ کے بانی
بطل حریت

حضرت مولانا علامہ

عبدالشکور فاروقی لکھنؤی

کی سعی جمیلہ کے نام



ڈیزائن و ترتیب: حافظ محمد اقبال

فہرست

رجب المرجب کے خطبات

۹	حضرت صالح علیہ السلام	○
۲۹	معراج مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم	○
۵۵	محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم	○
۷۵	سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ	○
۱۱۱	سنت اور بدعت	○

شعبان المعظم کے خطبات

۱۵۷	حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مشن میں کامیاب	○
۱۷۱	حضرت اسماعیل علیہ السلام	○
۱۸۷	عظمت قرآن مجید	○
۲۰۳	آمد رمضان المبارک	○

فہرست

رمضان المبارک کے خطبات

- | | | |
|-----|--------------------------------------|---|
| ۲۲۷ | فضائل رمضان المبارک | ○ |
| ۲۵۱ | اسباب غزوہ بدر | ○ |
| ۲۶۹ | غزوہ بدر | ○ |
| ۲۹۳ | اسباب فتح مکہ | ○ |
| ۳۱۳ | فتح مکہ | ○ |
| ۳۳۵ | سیدنا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ | ○ |

شوال المکرم کے خطبات

- | | | |
|-----|---|---|
| ۳۶۱ | مخدومہ اسلام سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا | ○ |
| ۳۸۹ | غزوہ اُحد | ○ |
| ۴۱۱ | غزوہ اُحد اور شہادت حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ | ○ |
| ۴۳۵ | پیدائش حضرت موسیٰ علیہ السلام | ○ |

فہرست

ذی قعدہ کے خطبات

- ۴۵۱ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور خدمتِ خالق ○
- ۴۶۵ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام ○
- ۴۸۱ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور جادوگر ○
- ۵۰۳ فلسفہ حج ○

ذوالحجہ کے خطبات

- ۵۲۳ مواعد اعظم حضرت ابراہیم علیہ السلام ○
- ۵۴۹ امتحان خلیل علیہ السلام ○
- ۵۶۱ تفسیر بیت اللہ ○
- ۵۷۵ واقعہ قربانی ○
- ۵۹۱ سیرت و شہادت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ○

حضرت صالح علیہ السلام

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

وَإِلَى ثمود آخاهم صلیاً قَالَ يَقَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُمْ مِنْ
إِلَهِ غَيْرِهِ قَدْ جَاءَكُمْ بَيِّنَةٌ مِنْ رَبِّكُمْ هَذِهِ نَاقَةُ اللَّهِ
لَكُمْ آيَةٌ فَذُرُّوهَا تَأْكُلْ فِي أَرْضِ اللَّهِ وَلَا تَمَسُّوهَا بِسُوءٍ
فَيَأْخُذَكُمْ عَذَابُ الْيَوْمِ ٧٦ وَادْكُرُوا إِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَاءَ
مِنْ بَعْدِ عَادٍ وَبَوَّأَكُمْ فِي الْأَرْضِ تَتَّخِذُونَ مِنْ سُهولِهَا
قُصُورًا وَتَنْحِتُونَ الْجِبَالَ بُيُوتًا فَادْكُرُوا الْآيَةَ اللَّهِ وَلَا تَعْشَوْا
فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ ٧٧ قَالَ الْبَلَاءُ الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا مِنْ
قَوْمِهِ لِلَّذِينَ اسْتُضِعِفُوا لِمَنْ آمَنَ مِنْهُمْ أَتَعْلَمُونَ
أَنَّ صِلَاحًا مُرْسَلٌ مِنْ رَبِّهِ قَالُوا إِنَّا بِمَا أُرْسِلَ بِهِ مُؤْمِنُونَ ٧٨
قَالَ الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا إِنَّا بِالَّذِي آمَنْتُمْ بِهِ كَافِرُونَ ٧٩
فَعَقَرُوا النَّاقَةَ وَعَتَوْا عَنْ أَمْرِ رَبِّهِمْ وَقَالُوا يُصْلِحُ آتِنَا

يَا تَعْدُنَا إِن كُنْتَ مِنَ الْمُرْسَلِينَ ۖ فَآخِذْ تَهُمُ الرِّجْفَةُ
فَأَصْبَحُوا فِي دَارِهِمْ جَثِيئِينَ ۖ فَتَوَلَّى عَنْهُمْ وَقَالَ يَاقَوْمِ لَقَدْ
أَبْلَغْتُكُمْ رَسُولَ رَبِّي وَنَصَّيْتُ لَكُمْ وَلَكِنْ لَا تُحِبُّونَ الصَّحِيحِينَ ۖ

(پارہ ۸ سورۃ الاعراف آیت ۷۳ تا ۷۹)

ﷺ
الصلوة
العظمیٰ

ترجمہ:

”اور شمود کی طرف بھیجا ان کے بھائی صالح کو، بولا اے میری قوم، بندگی کرو اللہ کی، کوئی نہیں تمہارا معبود اس کے سوا، تم کو پہنچ چکی ہے دلیل تمہارے رب کی طرف سے، یہ اونٹنی اللہ کی ہے، تمہارے لئے نشانی، سو اس کو چھوڑ دو کہ کھائے اللہ کی زمین میں اور اس کو ہاتھ نہ لگاؤ بری طرح، پھر تم کو پکڑے گا عذاب دردناک اور یاد کرو جبکہ تم کو سردار کر دیا عاد کے پیچھے اور ٹھکانہ دیا تم کو زمین میں، کہ بناتے ہو نرم زمین میں محل اور تراشتے ہو پہاڑوں کے گھر، سو یاد کرو احسان اللہ کے، اور مت مچاتے پھر زمین میں فساد، کہنے لگے سردار جو متکبر تھے اس کی قوم میں غریب لوگوں کو جو ان میں ایمان لا چکے تھے۔ کیا تم کو یقین ہے کہ صالح کو بھیجا ہے اس رب نے، بولے ہم کو تو جو وہ لے کر آیا اس پر یقین ہے، کہنے لگے وہ لوگ جو متکبر تھے جس پر تم کو یقین ہے ہم اس کو نہیں مانتے، پھر انہوں نے کاٹ ڈالا اونٹنی کو اور پھر گئے اپنے رب کے حکم سے، اور

بولے اے صالح لے آہم پر جس سے تو ہم کو ڈراتا تھا۔ اگر تو رسول ہے۔ پس آ پکڑا ان کو زلزلہ نے، پھر صبح کو رہ گئے اپنے گھر میں اوندھے پڑے، پھر صالح الٹا پھر ان سے اور بولا اے میری قوم میں پہنچا چکا ہوں تم کو پیغام اپنے رب کا اور خیر خواہی کی تمہاری لیکن تم کو محبت نہیں خیر خواہوں سے۔“

تمہید:

بزرگو، دوستو اور عزیز ساتھیو!

آپ کو معلوم ہے کہ کئی جمعوں سے انبیاء کرام علیہم السلام کے واقعات اور ان کے مقدس عنوان پر جمعہ کا خطبہ ہو رہا ہے پچھلے جمعہ حضرت ایوب علیہ السلام کا واقعہ آپ کے سامنے آچکا ہے اور اس سے پچھلے جمعہ حضرت سلیمان علیہ السلام اور ملکہ بلقیس کا بڑا ہی معرکہ الآراء واقعہ آپ سن چکے ہیں۔

آج بھی اللہ کے ایک جلیل القدر پیغمبر حضرت صالح علیہ السلام کا نہایت ہی دلچسپ واقعہ آپ حضرات کے سامنے بیان کیا جا رہا ہے، میں نے جو آپ کے سامنے قرآن کریم کی آیات تلاوت کی ہیں، ان تمام کا تعلق حضرت صالح علیہ السلام کے ساتھ ہے، اور ان کی نافرمان قوم کے ساتھ ہے۔

ایک جلیل القدر پیغمبر کا تذکرہ:

اللہ تعالیٰ نے حضرت صالح علیہ السلام کو جلیل القدر پیغمبر بنا کر مبعوث فرمایا اور ان کو قوم ثمود کی طرف اللہ تعالیٰ نے بھیجا۔

قوم ثمود ایک بڑی قوم ہے اور یہ عرب اور شام کا جو ملک ہے اس کے درمیان میں ایک بستی ہے جس کو آج کل فج الناقة کہتے ہیں اس علاقے میں یہ قوم آباد تھی، سعودی عرب سے شام کی طرف جائیں تو جہاں سعودی عرب کی حدود ختم ہوتی ہیں اور شام کی حد

شروع ہوتی ہے، تو وہاں جو قوم آباد تھی اور اس قوم کو قوم نمود کہتے ہیں اور تاریخ کی تمام کتابوں میں اس قوم کا ذکر ہے۔

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے تقریباً گیارہ مقامات پر حضرت صالح علیہ السلام کا ذکر فرمایا ہے اور گیارہ مقامات پر ان کی تبلیغ ان کے کارنامے ان کی خدمات پر مشتمل ہیں۔

نافرمان مٹ گئے:

لیکن جب ان کی قوم نے پیغمبر کی دعوت کو تسلیم نہ کیا، نبی کی بات کو رد کیا، پیغمبر کا مذاق اڑایا، نبی کو دھوکہ دیا، پیغمبر کو دھکے دیئے، تو اللہ تعالیٰ نے قوم پر ایسا عذاب مسلط کیا کہ قوم تباہ و برباد ہوئی کہ قرآن کی زبان میں کان لم یغفوا فیہا قرآن کہتا ہے کہ اس قوم پر عذاب مسلط کئے جانے کے بعد وہ قوم ایسی تباہ ہوئی کہ بعد میں آنے والے لوگ جب وہاں سے گزرتے تھے تو وہ سمجھتے تھے کہ شاید یہاں کوئی بستی آباد نہ تھی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب اس بستی سے گزرے:

بخاری شریف میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک واقعہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ جارہے ہیں، تو جب اس جگہ پر پہنچے۔ اونچی نیچی زمین تھی، تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے ایک کونے میں پڑاؤ ڈالا اور وہاں کھانا لگا کر شروع کر دیا۔

حدیث شریف میں آتا ہے کہ انہوں نے سالن پکایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ وحی خبر ملی کہ یہاں حضرت صالح علیہ السلام کی قوم تباہ ہوئی تھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہانڈیوں کو الٹ دیا جائے اور سارا سالن زمین پر گرادیا جائے، جلدی کرو اور اس بستی سے نکلو کہیں ہم عذاب میں مبتلا نہ ہو جائیں۔

(بخاری جلد ۱، ص ۴۷۸۔ فتح الباری ج ۲، ص ۲۶۷، زرقانی)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو حکم دیا کہ جس قدر جلدی ہو اس بستی کو

چھوڑ دو۔ جو قوم اللہ تعالیٰ کی پکڑ میں آتی ہے اس جگہ کو بھی اللہ تعالیٰ عبرت بنا کر دنیا کے سامنے پیش کرتا ہے کہ وہ جگہ عبرت والی ہے۔

قوم نے نبی کا مذاق اڑایا، خدا کی دعوت کا مذاق اڑایا، پیغمبر کے دین کا مذاق اڑایا، اللہ تعالیٰ نے ایسا کتبے میں قوم کو کس دیا کہ اس قوم کا نام و نشان صفحہ ہستی سے مٹا دیا۔

حضرت صالح علیہ السلام کی قوم کو تبلیغ:

قرآن کا کیا انداز ہے، قرآن نے کس انداز سے حضرت صالح علیہ السلام کی دعوت کا ذکر کیا یہ لفظ دیکھو..... والی ثمود اناھم صالحا..... جب میں نے قوم ثمود کی طرف ان کی قوم میں سے ان کے بھائی حضرت صالح علیہ السلام کو پیغمبر بنا کر بھیجا۔ قرآن کہتا ہے کہ حضرت صالح علیہ السلام نے کہا..... قال یا قوم اعبدوا اللہ..... نبی نے ساری قوم کو جمع کر کے فرمایا۔ اے میری قوم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو..... مالکم من الہ غیرہ..... اللہ تعالیٰ کے سوا.....

کوئی مشکل کشا نہیں

کوئی حاجت روا نہیں

کوئی بگڑی بنانے والا نہیں

کوئی نفع دینے والا نہیں

کوئی نقصان پہنچانے والا نہیں

مالکم من الہ غیرہ..... کوئی معبود نہیں اس کے سوا، یعنی اللہ تعالیٰ کے نبی

نے اپنے آپ کو بھی خدا کا غیر ثابت کیا کہ میں بھی نہیں، کوئی اور نبی بھی نہیں!

حضرت صالح علیہ السلام، حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے درمیان دنیا

میں بھیجے گئے، حضرت ابراہیم علیہ السلام سے پہلے اور حضرت نوح علیہ السلام کے بعد کس علاقے میں

ہستی میں جو شام اور عرب کے درمیان واقع ہے۔

قوم کو جمع کر کے پیغمبر دعوت دے رہا ہے، پیغمبر کہتا ہے:

.....قال يا قوم اعبدوا الله.....

اے میری قوم! اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو، اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی معبود نہ بناؤ۔
لیکن قوم کیا کہتی ہے یہ ہمارے ہاتھوں کی بنائی مورتیں، ہمارے ہاتھوں کے
بنائے ہوئے خدا، ہمارے ہاتھوں کے بنائے ہوئے جسے، یہ ہمارے خدا ہیں، یہ
ہمارے مشکل کشا ہیں، یہ ہمارے داتا ہیں، یہ ہمارے غوث الاعظم ہیں، یہ ہمارے
دادرس ہیں، یہ ہمارے لیے سب کچھ کر سکتے ہیں، بیٹا بیٹی دیں گے، نفع و نقصان یہی
دیں گے۔

لیکن اللہ تعالیٰ کا پیغمبر آیا۔ اور پیغمبر نے فرمایا:

.....يا قوم اعبدوا الله مالكم من اله غيره.....

اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی الہ نہیں، نبی نے یہ نہیں کہا کہ میں تمہاری بگڑی بنا دوں
گا، میں تمہیں نفع دے دوں گا، میں تمہارا نقصان پورا کر دوں گا، میں تمہاری مشکل کشائی
کر دوں گا، میں تمہارے دکھوں کا سہارا بن جاؤں گا، یہ نہیں کہا، بلکہ فرمایا.....مالکم
من اله غيره..... اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی خالق و مالک نہیں۔

حضرت صالح علیہ السلام نے خدا کا تعارف کرایا:

آگے حضرت صالح علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی تعریف کی، اللہ تعالیٰ کا تعارف کرایا،
تا کہ لوگوں میں اندھیرا نہ رہ جائے کہ جس خدا کی دعوت پیش ہو رہی ہے وہ خود خدا کون
ہے؟

حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا:

.....هو انشاكم من الارض.....

وہ خدا ہے کہ جس نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا ہے..... واستعمرکم
فیہا..... اور اس خدا نے تمہیں اس زمین پر آباد کیا..... فاستغفروہ ثم
توبوا لیه..... اس خدا کے سامنے اپنے گناہوں کی معافی مانگو، تم اسی خدا کی طرف متوجہ ہو

جاؤ..... ان ربی قریب مجیب..... وہ خدا ہر وقت تمہاری آہوں کو سننے والا جاننے والا ہے، دکھوں کو دور کرنے والا ہے، اس خدا سے بڑھ کر مشکلات کو دور کرنے والا کوئی نہیں، یہ اس خدا کا تعارف ہے۔

اور دیکھو کہ آگے قوم نے کیا کہا؟ ساری قوم جمع ہے، ہزاروں لوگ موجود ہیں، چوہدری موجود ہیں، کلغیوں والے موجود ہیں، پیسے والے موجود ہیں، دولت والے موجود ہیں، علاقے کے زمیندار موجود ہیں، سرمایہ دار موجود ہیں، اور ان سرمایہ داروں میں، ان پیسے والوں میں، ایک فقیر پیغمبر، ایک کھدر پوش پیغمبر، ایک غریب پیغمبر، کھڑا ہو کر کہتا ہے اے قوم یہ جو تم پتھر کی مورتیوں کو خدا بناتے ہو تم دھوکے میں پڑ گئے ہو، ان کو چھوڑو اور ایک خدا کے دروازے پر آؤ۔

قرآن کہتا ہے کہ ساری قوم نبی کے سامنے کھڑی ہو گئی، ساری قوم پیغمبر سے کہنے لگ گئی، پیغمبر سے جھگڑا کرنے لگ گئی، کیا ہے جو لفظ قوم نے اس نبی کے سامنے دھرے اللہ تعالیٰ نے ان کو قرآن کے ٹیپ میں محفوظ کر دیا، تاکہ دنیا پھر یہ کلمات نہ دہرائے، اس قوم کے سرمایہ داروں والا کلمہ نہ دھرا سکے۔

قوم کیا کہتی ہے، فرمایا..... قالوا یا صالح..... ساری قوم نے کہا اے صالح..... قد كنت فينا مرجوا..... اے نبی ہمیں تمہاری باتوں میں شک ہے..... قبل هذا اتنهننا ان نعبد ما يعبد اباؤنا..... اے پیغمبر تو ہمیں کیوں کہتا ہے بتوں کی پوجا نہ کرو۔ ان بتوں کو تو ہمارے بڑے لوگ پوجتے رہے۔

اے نبی صالح تو ہمیں کیوں ان مورتیوں سے روکتا ہے، یہ تو ہمارے آباؤ اجداد کے خدا ہیں..... واننا لفي شك مما تدعونا اليه..... اللہ تعالیٰ نے اس قوم کی نافرمانی اور بد بختی کا ذکر بھی کیا ہے۔

معجزے کا معنی و مفہوم:

میرے دوستو!

اللہ تعالیٰ ہر قوم میں نبی مبعوث کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ نبی کے ہاتھوں سے معجزات صادر کراتا ہے۔

معجزے کا مطلب ہے کہ کوئی ایسا واقعہ جو عقل میں نہ آئے، ایسا کام جو خرق عادت ہو، اور وہ واقعہ اللہ تعالیٰ کی مرضی سے صادر ہوتا ہے، نبی کی مرضی سے نہیں ہوتا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے معجزے کا مطالبہ:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو جہل کو کہا کہ اسلام قبول کر لے اس نے انکار کیا، جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم معراج سے واپس آئے تو ابو جہل نے کہا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو نے واقعی بیت المقدس دیکھا اور آسمانوں کی سیر کی، تو ہمارے سامنے آسمان تک اڑ کر دکھا آسمانوں کی طرف ہمیں اڑتا ہوا نظر آئے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے پیغمبر اگر اس کو اڑتا ہوا دکھا بھی دیا تو پھر بھی اس کے دل پر ایسی مہر ہے کہ یہ اسلام قبول نہیں کرے گا۔

اگر نبی کو اختیار ہوتا تو نبی آسمانوں پر چڑھ جاتے، نظر آ جاتے، معجزہ اللہ تعالیٰ کی مرضی سے صادر ہوتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آسمان کے چاند کی طرف انگلی کی، تو چاند دو ٹکڑے ہو گیا جب اللہ نے چاہا ٹکڑے ہو گیا جب نہیں چاہا نہیں ہوا۔

قوم کا مطالبہ اللہ تعالیٰ نے پورا کیا:

معجزے کا مطلب ہوتا ہے ”عاجز کرنا“ جو عقل میں نہ آئے وہ معجزہ ہے، اور اللہ کی یہ بھی عادت ہے کہ جب کوئی قوم نبی سے معجزہ طلب کرتی ہے اور اللہ تعالیٰ اس قوم کے معجزہ طلب کرنے کے بعد پھر انہیں معجزہ دے دیتا ہے نبی کو اس کے بعد، اگر قوم نافرمان ہو جائے تو پھر اس قوم کو ہلاک کر دیا جاتا ہے۔

قرآن پاک میں جن قوموں کی تباہی کا ذکر کیا گیا، وہ ساری ایسی قومیں تھیں کہ قوم نے نبی سے معجزہ مانگا کہ معجزہ دکھاؤ اور کہا..... قد جاء تکم بینة من ربکم..... قوم نے کہا کہ اے صالح ہم تیری بات سننے کیلئے، تیری بات ماننے کیلئے، تجھ پر ایمان لانے کیلئے تیار ہیں، لیکن ایک شرط ہے کہ اس پہاڑ سے حاملہ اونٹنی پیدا کر۔ جب قوم نے کہا۔

قرآن نے کہا کہ اے نبی ہم تیری بات سننے کیلئے تیار ہیں اور ماننے بھی کیلئے تیار ہیں، تو پہاڑ سے اونٹنی پیدا کر، اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے صالح تو پریشان نہ ہو، اس قوم سے ایک دفعہ تصدیق کر لے واقعی تم ایمان لے آؤ گے، تو اونٹنی پیدا کرنا اللہ تعالیٰ کیلئے کون سا مشکل ہے۔

ساری قوم نے کہا کہ اگر تو واقعی اونٹنی پیدا کر دے گا، تو ہم اسی جگہ پر تیرا کلمہ پڑھ لیں گے، یہ بات کہنے کی دیر تھی اسی وقت آسمانوں سے جبرائیل آیا اور فرمایا کہ اے پیغمبر اس پہاڑ کی طرف دیکھو..... هذه ناقة الله لکم اية..... پہاڑ سے اونٹنی نکل آئی اور وہ حاملہ ہے اور اس نے چند لمحوں میں بچے کو جنم دیا، وہ اونٹنی بچے سمیت آ کر قوم کے سامنے کھڑی ہو گئی..... هذه ناقة الله لکم اية..... ناقة عربی میں اونٹنی کو کہتے ہیں، یہ ہے اونٹنی..... لکم اية..... یہ تمہارے لئے اللہ کی نشانی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قوم ہود کا ذکر کیا:

جو چیز اللہ تعالیٰ کی نشانی کے طور پر ظاہر ہوتی ہے نبی سے، نبی فرماتے ہیں کہ اے قوم میں نے تمہارے کہنے پر اللہ تعالیٰ کے حکم سے یہ اونٹنی پہاڑ سے نکال دی۔ تاکہ تمہیں پتہ چل جائے کہ خالق و مالک وہی ہے۔ جس کی طرف میں تمہیں بلانے آیا ہوں کہ مورتیاں تمہیں کچھ نہیں دے سکتیں۔

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا..... واذکروا اذ جعلکم خلفاء من بعد عاد و بواکم فی الارض..... اے قوم اگر تم نے اس اونٹنی کے پیدا کرنے کے بعد میرے نبی

کی نافرمانی کی، تو پھر اپنے سے پہلے گزری ہوئی نافرمان قوموں کا حال بھی میں تمہیں بتانا چاہتا ہوں۔

فرمایا..... من بعد عاد و بوا کہ فی الارض..... ایسی قوم بھی تم سے پہلے گزری ہے کہ جس کی طرف میرا پیغمبر ہود علیہ السلام آئے اور اس قوم کا نام قوم عاد تھا، قوم عاد نے میرے نبی سے معجزہ مانگا اور خدا نے معجزہ دکھلایا، اس کے بعد اس قوم نے انکار کر دیا، فرمایا اے دنیا کے لوگو یاد رکھو..... تتخذون من سہو لہا قصورا..... اگر تم بھی اس قوم کی طرح میری نافرمانی کرو گے تو تم تباہ و برباد ہو جاؤ گے، وہ قوم بھی بڑے بڑے محلات میں رہتی تھی، تم بھی بڑے بڑے محلات بناتے ہو..... قصور قصر کی جمع ہے، اس کا معنی ہے محل، تم بھی بڑے بڑے محلات میں رہتے ہو، اور آگے فرمایا:

.....وتنحتون الجبال بیوتا.....

اور تم پہاڑوں کو تراش کر اس میں اپنی رہائش بناتے ہو۔

یہ پہاڑ بھی میرے

یہ محلات بھی میرے

یہ دنیا بھی میری

یہ جہاں بھی میرے

یہ سنگ بھی میرے

یہ عرش بھی میرا

یہ فرش بھی میرا

یہ بستی بھی میری

یہ سبزہ زار بھی میرے

یہ کھیت بھی میرے

اے صالح کی قوم اس کے باوجود تم نے میرے نبی کا انکار کر دیا، تو برا ہی تمہارا

انجام ہوگا۔

جب قوم نہ مانی تباہ ہوئی:

جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے قوم ان نعمتوں کو یاد کرو:

.....ولا تعثوا فی الارض مفسدین

زمین میں فساد نہ مچاؤ، انکار خدا نہ کرو، اب ساری نشانیاں آگئیں، نبی بھی تمہارے پاس آئے ہیں، تمہارے مطالبے پر یہ اونٹنی بھی پیدا ہوگئی، اونٹنی کا بچہ پیدا ہو گیا، اب تم اس نبی کا انکار نہ کرنا۔ یہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، لیکن قوم نہ مانی۔

چند غریب ایمان لائے:

لیکن قرآن کہتا ہے..... قال الملا الذین استکبروا من قومہ للذین استضعفوا لمن امن منهم..... جب اونٹنی پیدا ہوگئی تو اسی جگہ چند غریبوں نے حضرت صالح علیہ السلام کا کلمہ پڑھ لیا، لیکن قوم کے.....

چوہدریوں نے
سرمایہ داروں نے
جاگیرداروں نے
پیسے والوں نے
کلیغیوں والوں نے

..... اس قوم کے غریب لوگوں کے گریبان کو پکڑ لیا۔

جو بڑے متکبر سرمایہ دار تھے، انہوں نے ایمان دار غریبوں سے کہا کہ..... لمن امن منهم اتعلمون ان صالحا مرسل منهم..... اور غریب لوگو! تم اتنے کچے نکلے، کتنے تھوڑے دل والے نکلے کہ ایک اونٹنی کو دیکھ کر اس صالح کے پیچھے لگ گئے، ہم تو ایک لمحے کیلئے بھی اس صالح کو ماننے کیلئے تیار نہیں..... ان صالحا مرسل من ربہ..... اتنی

جلدی مان گئے صالح کو تہی..... قالوا انا بما ارسل بہ مومنون..... ساری قوم میں سے جو چند غریب لوگ تھے، جن کی اس علاقے میں حیثیت کوئی نہ تھی، وہ پھٹے ہوئے کپڑوں والے، وہ غریب لوگ جو تھوڑی تعداد میں تھے، انہوں نے چوہدریوں سے کہا اے چوہدریو! تم مانو یا نہ مانو، ہم تو اس پر ایمان لا چکے ہیں، تم نے.....

اپنی دولت پر ناز کیا ہے

اپنے پیسے پر ناز کیا ہے

اپنے سرمایہ پر ناز کیا ہے

ہمیں اپنے پیغمبر کی صداقت پر ناز ہے، ہم نے کہا کہ معجزہ مانگا، اونٹنی پیدا ہو گئی، بچہ پیدا ہو گیا۔

اونٹنی قتل کرنے کے منصوبے بنے:

اب اس علاقے میں پانی محدود تھا، تھوڑا پانی تھا، سرمایہ داروں کے جانور بھی تھے، تو حضرت صالح علیہ السلام نے قوم کے چوہدریوں سے کہا کہ یہ اونٹنی اللہ تعالیٰ کی نشانی ہے اور تمہارے کہنے پر اللہ تعالیٰ نے اس کو پہاڑ سے پیدا کیا ہے، اس کا احترام کرنا تم پر فرض ہے، اس کے پانی اور چارہ کیلئے انتظام کرنا، قوم نے وعدہ کر لیا۔

طے ہو گیا کہ ایک دن اس ندی اور نالے سے اس اونٹنی اور بچے نے پانی پینا ہے اور ایک دن ہمارے جانور پانی پیئیں گے، ایک دن یہ چارہ کھائیں گے اور ایک دن ہمارے جانور چارہ کھائیں گے، لیکن یہ جو چوہدری سرمایہ دار، جاگیر دار، ان کے اندر منافقت تھی، دس پندرہ دن گزر گئے، تو ایک دوسرے سے کہنے لگے یا یہ عجیب اونٹنی ہمارے گلے پڑ گئی، اب اس اونٹنی کا احترام تو فرض تھا پوری امت اور قوم پر۔

اللہ نے اس اونٹنی کا بار بار ذکر کیا ہے، فرمایا..... ویا قوم هذه ناقة الله لكم اية فذروها تاكل في ارض الله ولا تمسوها بسوء..... اے قوم کے لوگو! یہ اللہ تعالیٰ کی نشانی موجود ہے، اس کی بے عزتی نہ کرنا اس کو تکلیف نہ پہنچا..... اس کو بری

نظر سے نہ دیکھنا اور بری نیت سے اس کو ہاتھ نہ لگانا۔۔۔۔۔ فیأخذکم عذاب الیم
۔۔۔۔۔ قریب ہے ایسا نہ ہو کہ تم پر عذاب مسلط ہو جائے۔

جب پیسے والا آدمی پیسے کے نشے میں مدھوش ہوتا ہے، تو اس کو کوئی خبر نہیں ہوتی کہ میں کیا کر رہا ہوں۔

نشد و چیزوں کا بڑا سخت ہوتا ہے ایک پیسے کا ایک کرسی کا، پیسے کا نشہ بڑا عجیب ہے، کرسی کا نشہ بھی بڑا عجیب ہے، پیسے والوں کے نشے بھی ہم نے دیکھے کرسی والوں کے نشے بھی ہم نے دیکھے، پاکستان میں کتنے لوگ آئے کہ کرسی پر بیٹھے تو بھول گئے خدا اور رسول کو، تو پھر اللہ تعالیٰ نے کرسی کو الٹ دیا۔

بستیاں اجر گنیں

بادشاہت قانی ہے؟ روساء قانی ہیں؟

کری والوں کو دیکھو، چوہدریوں کو دیکھو، پیسے والوں کو دیکھو، دولت والوں
کو دیکھو، راستے چھوڑ دو، وزیر صاحب آرہے ہیں، صدر صاحب آرہے ہیں، راستہ
چھوڑ دو۔

خواجہ دل محمد مجذوب کہتا ہے:

غرور تھا نمود تھی ہٹو بچو کی تھی صدا
آج تم سے کیا کہوں لحد کا بھی پتہ نہیں
بڑے بڑے کلغیوں والے آئے، پیسے والے آئے، دولت والے آئے،
اس پاکستان کی تاریخ میں دیکھو، طوطی بولتا تھا، ان کی اجازت سے پتہ نہیں مل سکتا تھا،
ان کے آنے کے وقت کوئی سڑک پر چل نہیں سکتا تھا، بڑی عجیب بات کہی خواجہ
صاحب نے:

غرور تھا نمود تھی ہٹو بچو کی تھی صدا
آج تم سے کیا کہوں لحد کا بھی پتہ نہیں
وہ لوگ جن کی محفلوں میں ہزاروں رنگ کے فانوس تھے
جالے ہیں ان کی قبر پر اور نشان کچھ بھی نہیں
آدمی کا جسم کیا ہے جس پر شیدا ہے جہاں
ایک مٹی کی عمارت ایک مٹی کا نشان
خون کا نگارا بنا یا اینٹ جس میں ہڈیاں
چند سانسوں پر کھڑا ہے یہ خیالی آسمان
موت کی پرزور آندھی آکے جب ٹکرائے گی
یہ عمارت ٹوٹ کر پھر خاک میں مل جائے گی

جب معجزے کا مذاق اڑایا:

کوئی نام نہیں، چوہدری تخت پر بیٹھا۔ ہے، بادشاہ تخت پر بیٹھا ہے، چوہدری موجود ہیں، وزیر موجود ہیں، سرمایہ دار موجود ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ اے قوم کے لوگو!..... اتعلمون..... تم نے اس صالح کو نبی کیوں مانا۔۔۔۔۔ صالح امرسل من ربہ..... کیا واقعی صالح تمہارے نزدیک اللہ کا نبی ہے اور یہاں نے کہا کہ ہاں ہم نے صالح کو نبی مان لیا، اس لئے کہ اس کے ہاتھوں سے اونٹنی والا معجزہ ہماری آنکھوں نے دیکھ لیا، تو سردار کہنے لگے کہ ہم تو نہیں مانتے، جو کچھ سرداروں نے کہا قرآن نے وہ بھی نقل کر دیا، بادشاہ نے جو کچھ کہا قرآن نے وہ بھی نقل کر دیا..... قال الذین استکبروا انا بالذی امنتم بہ کافرون..... جس کا تم نے کلمہ پڑھا، ہم تو اس کا کلمہ نہیں پڑھ سکتے، وہ چوہدری اور روساء سرمایہ دار، جو چند لمحے پہلے کہتے تھے کہ اونٹنی پیدا کر دے، ہم تیرا کلمہ پڑھ لیں گے، اب غریبوں نے جب کلمہ پڑھ لیا نبی کا معجزہ دیکھ کر، تو چوہدریوں نے کہا کہ ہم نہیں پڑھتے۔

اور اس کے بعد انہوں نے فیصلہ کیا کہ اس اونٹنی کو راستے سے ہٹاؤ یہ روزانہ چارہ ختم کر جاتی ہے اور پانی سارا پی جاتی ہے۔

معجزے کے طالب خاکستر ہوئے:

دو آدمی صبح نماز سے پہلے منہ اندھیرھے چھپ کر بیٹھ گئے پہاڑ کی اوٹ میں، اونٹنی صبح کو پہاڑ سے اترتی تھی، شام کو پہاڑ پر چڑھ جاتی تھی، منہ اندھیرے جب اونٹنی پہاڑ سے اترنی تو ان دونوں نے آگے بڑھ کر اس اونٹنی کے پاؤں کاٹ دیئے اور اس کا منہ کاٹ دیا۔

تو قرآن نے کہا..... فاعقروا الناقة..... اونٹنی کے پاؤں اور منہ کاٹا اور جب اللہ تعالیٰ کی نشانی کو ٹکڑے کیا، تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے صالح اپنے امتیوں کو کہہ کہ چاہے دس

ہیں، چاہے پانچ ہیں کہ تین دن کے اندر اندر یہ بستی چھوڑ دیں، پھر میں جانوں یا سرمایہ دار جائیں..... اے بستی کے لوگو، اوچو ہد ر یو، سرمایہ دارو، اوبادشاہو، اوزیریو، اوپارلیمنٹ کے ممبرو، اے ارکان دولت، اوپیے پرناز کرنے والے، شراب پینے والے، عیاش لوگو، یاد رکھو تم نے اونٹنی کا منہ کاٹا اس کے پاؤں کاٹے اب خدا کا غضب آ کر رہے گا، عذاب آئے گا، اور تمہیں تباہ کرے گا، تمہاری نسلوں کو ختم کرے گا، تمہیں اوندھے منہ لٹا دے گا، تمہارا نام بھی صفحہ بستی سے مٹا دے گا، یہ اعلان تھا۔

اپنے منہ سے معجزہ مانگا، خود نبی سے کہا کہ اے نبی لا معجزہ، نبی معجزہ لایا تو قوم مذاق کرنے لگی، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ انہوں نے خدا کا مذاق اڑایا، انہوں نے خدا کو لاچار سمجھا، خدا کو بے چارہ سمجھا، خدا کو اہمیت نہ دی، خدا کے ساتھ بغاوت کی، خدا کو خدا نہ جانا، اے نبی اب تو پیچھے ہٹ جا میں جانوں اور یہ قوم جانے۔
قرآن نے کہا:

.....فَعَقَرُوا النَّاقَةَ وَعَتُوا عَنْ أَمْرِ رَبِّهِمْ.....

انہوں نے اونٹنی کی ٹانگیں کاٹ دیں، پاؤں کاٹ دیئے اور اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی اور نافرمانی کر کے قوم کھڑی ہو گئی، اس کے منہ کو کاٹ کر چوہدہری کھڑے ہو گئے، چوہدہری کیا کہتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ کو نقل کیا کہ جو کھلی نافرمانی کے بعد بادشاہوں نے اور اس ملک کے سرداروں نے دھرایا..... فرمایا..... وقالوا یا صالح انتنا بما تعدنا ان كنت من المرسلین..... اے صالح اگر تو سچا نبی ہے، تو لا ہمیں عذاب میں مبتلا کر کے دکھا ایسی نافرمان قوم تھی۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے صالح تو اور تیرا کلمہ پڑھنے والے دو تین دن کے اندر اندر اس شہر کو خالی کر دیں، پھر میں دیکھوں گا یہ چوہدہری اس دنیا میں کیسے رہتے ہیں۔
انہوں نے اونٹنی کے ساتھ ظلم کر کے عیش و عشرت کرنا شروع کر دی، مذاق اڑانا شروع کر دیا، شراب کے نشے میں دھت ہو گئے، پیغمبر کو دھکے دینے شروع کر دیئے، نبی کو گالیاں دینا شروع کر دیں۔

قرآن مجید کہتا ہے کہ دوسرا دن گزر گیا۔ تیسرا دن ہوا، بعض روایات میں ہے کہ جس دن انہوں نے پاؤں کو کاٹا اسی وقت نبی سے فرمایا کہ اب یہ بستی چھوڑ دے، علاقہ چھوڑ دے، نبی اپنے امتیوں کو لیکر باہر نکلا، تو تین دن میں پہلا دن ایسا ہوا کہ صبح کو لوگ اٹھے تو ان کا رنگ زرد تھا، دوسرے دن لوگ اٹھے تو ان کا رنگ سرخ تھا، تیسرے دن لوگ اٹھے تو ان کا رنگ سیاہ ہو گیا، اور رات کو جب سیاہ شکلوں کے ساتھ سوئے صبح اٹھے.....

نہ کوئی بستی تھی

نہ کوئی چوہدری تھا

نہ کوئی سرمایہ دار تھا

اور دنیا والوں نے دیکھا کہ ایسے ہو گئے، قرآن کہتا ہے..... کَانَ لَمْ یَغْنُوا فِیْهَا..... ایسے وہ علاقہ ہو گیا کہ جیسے وہاں کبھی دنیا آباد ہی نہیں ہوئی تھی، اس بستی کا نام و نشان مٹ گیا۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو حکم دیا کہ اس علاقے کو زیر و زبر کر، ان لوگوں کو تباہ کر دے، ان پر عذاب آیا اور یہ وہ بستی ہے کہ جس کو فوج الناقة کہتے ہیں، آج بھی ملک شام کے قریب یہ بستی موجود ہے۔

اور آگے فرمایا..... فَاخَذْتَهُمُ الرِّجْفَةُ..... ایک بجلی کا کڑکا آیا اور ساری قوم ایک رات میں تباہ و برباد ہو گئی..... رَجْفَةٌ..... کہتے ہیں ایسے بجلی کے کڑکے کو کہ جس میں ہر چیز خاک اور سیاہ بن جاتی ہے..... فَاصْبَحُوا فِیْ دَارِهِمْ جَاثِمِیْنَ..... اوندھے منہ گر گئے اور ان کے اوپر محلات آ گئے..... اور ان کا نام و نشان اس دھرتی سے ختم ہو گیا۔

اور آگے فرمایا..... فَتَوَلَّى عَنْهُمْ..... حضرت صالح علیہ السلام نے اس بستی کے گرد کے لوگوں کو جمع کیا اور جمع کر کے فرمایا..... وَقَالَ یَا قَوْمُ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسًا رِیسی..... اے قوم کے لوگو میں نے چورہدیوں کو اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچایا، لیکن انہوں نے نبی کے پیغام کا مذاق اڑایا..... وَنَصَحْتُ لَكُمْ..... میں نے ان کو بڑی نصیحتیں

کیس.....ولکن لا تحبون الناصحین.....اس قوم کے لوگوں نے نہ مانا۔

حضرت صالح علیہ السلام کا سرداروں سے خطاب:

اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت صالح علیہ السلام ان مردہ لاشوں پر آئے اور لاشوں سے خطاب کیا اور لاشوں سے خطاب کر کے کہا اب بتاؤ کہ تم سچے تھے یا نبی سچا تھا؟

ایک صحابی نے کہا اے صالح یہ تو مر گئے ہیں۔ فرمایا اس وقت اللہ تعالیٰ نے ان کو میری باتیں سمجھنے کی طاقت عطا فرمائی ہے لیکن یہ جواب نہیں دے سکتے۔
نبی وہاں سردار کے پاس کھڑا ہے، نبی وزیروں کے سامنے کھڑا ہے، وہ سب اوندھے منہ پڑے ہوئے ہیں، محلات گرے ہوئے ہیں، تخت و تاج ختم ہو چکا ہے، اور زیبائش و آرائش ختم ہو چکی ہے اور نبی ان سے ہم کلام ہوتا ہے۔

نبی کیا کہتا ہے.....لقد ابلغتکم رسالۃ ربی.....اے میری قوم کے لوگو بتاؤ کیا میں نے تم کو خدا کا پیغام پہنچایا تھا یا نہیں.....ونصحت لکم.....میں نے تمہیں نصیحت کی تھی یا نہیں؟.....ولکن لا تحبون الناصحین.....لیکن تم نصیحتوں کو پسند ہی نہیں کرتے، تمہارا حشر آج بھی دنیا دیکھتی ہے اور یہ تمہارا حشر قیامت تک کے لئے عبرت بن جائے گا کہ جو نبیوں کا مذاق اڑاتے ہیں، وہ قومیں صفحہ ہستی سے مٹ جایا کرتی ہیں۔ اس قوم اور بستی کا نام و نشان مٹا دیا گیا۔

یہ حضرت صالح علیہ السلام کا انتہائی معرکہ الآراء واقعہ تھا جس کو قرآن کی زبان میں آپ کے سامنے نقل کیا گیا اور آخر میں اللہ تعالیٰ نے اسی لفظ کو دہرایا:

واخذ الذین ظلموا.....

اللہ تعالیٰ نے ان کو ان کے ظلم کی وجہ سے پکڑا کہ انہوں نے ظلم کیا تھا، انہوں نے زیادتی کی تھی نہ پہلے نبی سے کہا کہ معجزہ دکھاؤ، جب نبی نے معجزہ دکھایا تو پھر نبی کا مذاق اڑایا، یہ چھوٹی سی بات ہے؟

اور پھر اس اونٹنی کی ٹانگیں کاٹ دیں اور اس کے بعد حضرت صالح علیہ السلام سے کہا کہ عذاب لے آؤ تو پھر بھی اللہ تعالیٰ عذاب نہ لائے؟

ایسے وہ بستی ہو گئی کہ جیسے اس بستی میں کوئی آباد نہ ہوا تھا..... الا..... اللہ تعالیٰ نے فرمایا خبردار..... ان ثمود کفروا ربهم..... ثمود کی قوم نے اللہ تعالیٰ کا انکار کیا تھا اور دنیا نے ان کا حشر دیکھ لیا..... الا بعد الثمود..... اور ثمود کی قوم خدا سے بہت دور نکل گئی تھی۔

جب کوئی قوم خدا سے دور نکل جاتی ہے تو اس قوم کا یہ حشر ہوتا ہے لیکن آپ میں سے بہت سے لوگ سوچتے ہوں گے کہ ہماری قوم خدا سے تھوڑی دور نکل گئی؟ ہم پر عذاب کیوں نہیں آتا؟

گھر گھر میں فحاشی کے اڈے، گھر گھر میں عریانی کا سیلاب، یہ وی سی آر کے طور پر جو گندگی ہے گھر گھر میں موجود ہے اور آج کی نئی نسل کا اور اس قوم کے وارثوں کا، مستقبل کے وارثوں کا، جس کو ہم قوم کی امانت کہتے ہیں، اس قوم کی امانت کا یہ حال ہے کہ یہ قوم تباہ و برباد ہو رہی ہے اور فحاشی عام ہے اور عریانی ہے اور ان کو روکنے والا کوئی نہیں۔

مجھے بتاؤ یہ گانے اللہ تعالیٰ سے اعلان جنگ ہیں کہ نہیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ گانا گانے والے پر لعنت۔ ان تمام بد معاشریوں کے بعد بھی لوگ کہتے ہیں کہ ہم پر عذاب نہیں آتا، کئی تو سوچتے ہوں گے؟

شکر کرو کہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا مانگی تھی اے اللہ! میری امت کو اس طرح تباہ نہ کرنا کہ بعد کے یہودی اور عیسیٰ کی میری امت کا مذاق اڑائیں، یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا قبول ہو گئی۔

ورنہ ہم بھی تباہ ہوئے ہوتے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کا اثر ہے کہ ہم بچ گئے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا ہم پر پہرہ دے رہی ہے، آمنہ کے دریتیم کی دعا ہے کہ جو رات کو دعا کرتے تھے:

.....اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ اَمْتِيْ.....

اے اللہ میری امت کو بخش دے۔

لیکن اب قوم کا حال دیکھ لو کوئی تو اس نبی ﷺ کے ساتھ وفا ہو، وفا کرو اس محبوب دو عالم ﷺ کے ساتھ، اللہ تعالیٰ ہمیں سمجھ اور عمل کی توفیق بخشے۔ (آمین)

وَآخِرُ دَعْوَانَا اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ۝



معراج مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
 سُبْحَنَ الَّذِي أَسْرَى بِعَبْدِهِ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ
 إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصَا الَّذِي بَرَكْنَا حَوْلَهُ لِنُرِيَهُ مِنَ الْإِنشَاءِ إِنَّهُ
 هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ ①

(پارہ ۱۵، سورۃ بنی اسرائیل، آیت: ۱)

صَلَّى اللّٰهُ
 الْعَظِيمُ

ترجمہ:

”پاک ذات ہے جو لے گیا اپنے بندہ کو راتوں رات مسجد حرام سے مسجد
 اقصیٰ تک جس کو گھیر رکھا ہے ہماری برکت نے تاکہ دکھلائیں اس کو کچھ
 اپنی قدرت کے نمونے، وہی سننے والا دیکھنے والا ہے۔“

اشعار:

وہ آئے جن کے آنے کی زمانے کو ضرورت تھی
 وہ آئے جن کی آمد کے لئے بے چین فطرت تھی

وہ آئے نغمہ داؤد میں جن کا ترانہ تھا
 وہ آئے گریہ یعقوب میں جب کا فسانہ تھا
 وہ آئے جن کی خاطر مضطرب تھی وادی بطحا
 وہ آئے جن کے قدموں کے لیے کعبہ ترستا تھا
 وہ آئے جن کو حق نے گود میں خلوت کی پالا تھا
 وہ آئے جن کے دم سے عرش اعظم پر اجالا تھا

تمہید:

قابل صدا احترام بزرگوار ساتھیو! آج ہم معراج النبی ﷺ کے عنوان پر گفتگو کریں گے۔

معراج عربی زبان کا لفظ ہے عربی میں معراج کا معنی ہے..... سیڑھی..... اور ایک آدمی سیڑھی پہ جب چڑھتا ہے..... تو اونچا ہو جاتا ہے، اور سیڑھی پر چڑھنے سے پہلے وہ نیچے ہوتا ہے، لیکن معراج کی نسبت حضور ﷺ کی طرف ہے..... حضور ﷺ تو پہلے ہی اوپر ہیں، حضور ﷺ تو پہلے ہی اس درجے پر ہیں جہاں سیڑھی پر چڑھ کر آدمی نے جانا ہے..... تو پھر آپ کو معراج کیوں کرایا گیا؟

معراج کا معنی ہے، چڑھنا اور ایک آدمی جب چڑھتا ہے..... تو اونچی جگہ پر چلا جاتا ہے لیکن ایک آدمی سیڑھی پر چڑھے بغیر اونچی جگہ پر ہو تو اس کا چڑھنا کیسا؟ سیڑھی پر چڑھے بغیر حضور ﷺ اس درجے پر ہیں جہاں چڑھ کر آدمی جاتا ہے، تو پھر معراج کرانے کی آپ کو کیا ضرورت تھی..... یہ بات قابل غور ہے..... معراج تیری اور میری وجہ سے ہے..... اور قرآن پاک نے کہا:

.....لنریہ من ایا تننا.....

ہم اپنے پیغمبر ﷺ کو..... جو عظمت پر پہلے سے بیٹھا ہے اس کو نئی نئی نشانیاں دکھائیں۔

معراج کا معنی یہ ہے:

لنریہ من آیاتنا..... ہم اس کو وہ نشانیاں دکھائیں گے..... جو عرش عظمت پر بیٹھنے والے پیغمبر ﷺ کے لیے موزوں ہیں، حضور ﷺ کی جگہ پر تو پہلے سے ہیں..... سیڑھی میرے اور تیرے لیے ہے..... پیغمبر اگر آسمانوں پر نہ بھی جاتے..... تب بھی حضور ﷺ کا مقام اتنا ہی اونچا ہوتا، یہ بات نہیں کہ معراج کی وجہ سے آپ کو اونچا درجہ ملا..... یہ ایسے ہی ہے..... جو فلسفہ مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا کہ حضور ﷺ کی عظمت جو ہے وہ ذاتی ہے، عظمت نبوت جو ہے ذاتی ہے اور یہ زمانے اور مقام کی محتاج نہیں.....

حضور ﷺ کی عظمت زمانے اور مقام کی محتاج کیسے۔ جیسے دیکھو..... ایک نماز کی صف ہو..... امام کا رتبہ اونچا ہوگا کہ اگر وہ آگے مصلے پر آئے..... مصلے پر نہ آئے تو اس کا مرتبہ اونچا نہیں، حضور ﷺ معراج کی رات نبیوں کے امام بنے..... اگر امام نہ بھی بنتے..... تب بھی ان کو وہی مرتبہ حاصل ہوتا..... جو امام بنے بغیر ہوتا ہے..... جو آج نماز کا امام ہے، وہ مصلے پر آئے تو مرتبہ ملے..... لیکن میرا پیغمبر ﷺ آئے یا نہ آئے..... مرتبہ وہی ہے اسے عظمت ذاتی کہتے ہیں، لوازم ذاتی میں شامل ہے!

عظمت، زمانے اور مکان کی محتاج نہیں..... اسی طرح ہے..... کہ حضور ﷺ معراج پر گئے ہیں..... نہ جاتے تب بھی عظیم تھے..... حضور ﷺ نبی آخر میں آئے..... آخر میں نہ آتے تب بھی عظیم تھے، مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے یہی فلسفہ ”تخذیر الناس“ میں لکھا ہے کہ حضور ﷺ آخر میں آئے..... اس وجہ سے آپ کو مرتبہ حاصل نہیں..... اگر حضور ﷺ کے بعد کوئی اور نبی ہوتا..... یا حضور ﷺ شروع کے پیغمبر ہوتے..... اور بعد میں ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء ہوتے..... تب بھی حضور ﷺ کا مقام ساری کائنات سے اونچا تھا..... حضور ﷺ کے بعد اگر کوئی نبوت کا جھوٹا دعویٰ کرے..... وہ تو خود مردود ہو گیا اس دعویٰ کرنے سے، حضور ﷺ کی عظمت میں کوئی

فرق نہیں پڑا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات:

پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے بڑے معجزات چار ہیں

پہلا معجزہ..... قرآن ہے

دوسرا معجزہ..... معراج ہے

تیسرا معجزہ..... ختم نبوت ہے۔

چوتھا معجزہ..... صحابہ رضی اللہ عنہم کا وجود ہے

یہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے چار بڑے معجزات ہیں، چار معجزات کے علاوہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بڑے معجزات ہیں اور ان کی تعداد ۱۹۸ ہے جس کو ابن سیرین نے نقل کیا..... اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات دو ہزار سے بھی زائد ہیں، چھوٹے بڑے..... ان کا بھی ذکر کتابوں میں ہے؟

چار کا عدد:

لیکن بڑے معجزات چار ہیں.....

اور بڑی کتابیں بھی چار ہیں.....

اور کعبے کی دیواریں بھی چار ہیں.....

اور بڑے فرشتے بھی چار ہیں.....

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بڑے دوست بھی چار ہیں.....

یہ پیغمبر کے معجزات کی بات ہے..... دیکھیں..... حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بڑے معجزات کتنے ہیں.....؟ (چار)..... پہلا معجزہ قرآن..... اور یہ قرآن جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ملا..... اور کسی کو نہیں ملا۔ حالانکہ کتابیں تو اور بھی نبیوں پر آئیں..... تو جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر آئی..... اس طرح اور کسی پر نہیں آئیں۔

معجزے کی تعریف:

معجزے کا معنی عاجز کرنے والا..... یعنی ایسی خرق عادت اور ایسا واقعہ جو کسی اور سے صادر نہ ہو سکے وہ ہے معجزہ..... تو یہ قرآن حضور ﷺ کا معجزہ ہے..... باقی کتابیں بھی اتریں، تورات اتری..... انجیل اتری..... زبور اتری..... قرآن اتر..... تورات موسیٰ علیہ السلام پر اترنے لگی تو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو کہا موسیٰ! طور پہاڑ پہ جاؤ، چالیس دن کا چلہ کرو پھر کتاب ملے گی۔

زبور اترنے لگی تو حضرت داؤد علیہ السلام سے کہا کہ اپنے عبادت خانے میں بیٹھیں انتظار کریں آٹھ مہینے انتظار کیا پھر کتاب ملی.....

انجیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اترنے لگی تو فرمایا اپنے گھر کی بیٹھک میں سونے والے کمرے میں بیٹھ جاؤ، اسی عبادت خانے میں..... باہر نہیں نکلنا..... تمہیں کتاب دوں گا یہ کتابیں تین اس طرح آئیں.....

لیکن..... قرآن اس طرح نہیں آیا..... کہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ سے یہ کہا ہو کہ اے میرے محمد ﷺ اپنے گھر میں بیٹھ جا، فلاں پہاڑ پر جاؤ، نہیں۔

حضور ﷺ مکے میں تھے تو قرآن مکہ میں بھیج دیا

حضور ﷺ مدینہ میں تھے تو قرآن مدینہ میں بھیج دیا

حضور ﷺ غار میں تو قرآن غار میں

حضور ﷺ بازار میں تو قرآن بازار میں

حضور ﷺ بدر میں تو قرآن بدر میں

حضور ﷺ احد میں تو قرآن احد میں

حضور ﷺ خیبر میں تو قرآن خیبر میں

حضور ﷺ تبوک میں تو قرآن تبوک میں

حضور ﷺ ذوالعشرہ میں تو قرآن ذوالعشرہ میں
 حتیٰ کہ حضور ﷺ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بستر پر قرآن بھی حضرت
 عائشہ رضی اللہ عنہا کے بستر پر!
 یہ معجزہ ہے معجزہ اول، پہلا معجزہ ہے اس معجزے کو دیکھو کہ اس طرح
 کسی کے ساتھ نہیں ہوا۔

معجزہ دوم ختم نبوت:

اور دوسرا معجزہ کیا ہے؟ ختم نبوت
 حضور ﷺ فرماتے ہیں ایک محل بن رہا ہے نبیوں کا، وہ محل مکمل ہو گیا، اس
 میں ایک اینٹ باقی ہے اور وہ اینٹ میں ہوں اور مجھے اللہ تعالیٰ نے اس کے
 ساتھ نصب کر دیا محل مکمل ہو گیا اب کسی اینٹ کی جگہ خالی نہیں ہے، جب جگہ
 خالی نہیں تو نبی آئے گا کہاں سے؟
 یہ پیغمبر ﷺ کا معجزہ ختم نبوت ہے کہ اور بھی نبی آئے لیکن حضور ﷺ جیسے
 آئے ایسے کوئی نہیں آیا حضور ﷺ نے آنا تھا، دنیا نے بننا تھا، حضور ﷺ کے
 لیے کائنات سجائی گئی، محفل کو سنوارا گیا، حضور ﷺ نے آنا تھا، حضور ﷺ کے لیے سب
 کچھ کیا گیا تو یہ ختم نبوت ہے اور
 ختم نبوت پیغمبر ﷺ کے چہرے سے ظاہر ہے
 ختم نبوت قرآن کے لفظوں سے ظاہر ہے
 ختم نبوت پیغمبر ﷺ کے کلام سے ظاہر ہے
 ختم نبوت مکے اور مدینے کی اداؤں سے ظاہر ہے

ختم نبوت ایک ایسا اعجاز ہے ایک ایسا معجزہ ہے میرے رسول ﷺ کا
 کہ پوری کائنات میں کسی کو نہیں ملا۔

سرور کائنات بحیثیت عالمی نبی ﷺ

ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء آئے

کوئی نبی بستی کے لئے

کوئی قوم کے لیے

کوئی محلے کے لیے

کوئی علاقے کے لیے

میرے پیغمبر ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا..... اے پیغمبر ﷺ اعلان کر دو!

یا ایہا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعاً

میں کائنات میں ذرے ذرے کا نبی ﷺ

شجر و حجر کا نبی ﷺ

شمس و قمر کا نبی ﷺ

شمال و جنوب کا نبی ﷺ

مشرق و مغرب کا نبی ﷺ

تحت الثریٰ کا نبی ﷺ

عرش معلیٰ کا نبی ﷺ

باقی نبی علاقوں کے نبی..... اے میرے محمد ﷺ تو عرش کا بھی نبی..... فرش کا

بھی نبی۔

عالمی نبی ﷺ کی عالمی کتاب:

کسی کتاب کے لیے یہ نہیں کہا گیا کہ یہ پوری دنیا کی ہدایت کا ذریعہ ہے

اگر تورات اتری..... تو بنی اسرائیل کے لیے.....

انجیل اتری..... تو بنی اسرائیل کے لیے.....

زور اتری۔ تو کھان کی بستیوں کے لیے۔

لیکن۔۔۔ جب۔۔۔

قرآن مجید اتر ا۔۔۔ تو اللہ تعالیٰ نے ہدی للقوم نہیں کہا۔۔۔ بلکہ ہدی
للعالمین کہا۔۔۔ سارے جہانوں کے لئے ہدایت کہا۔۔۔ کیوں۔۔۔ اللہ تعالیٰ نے
فرمایا۔۔۔

میں رب العالمین ہوں۔۔۔

محمد ﷺ رحمت اللعالمین ہیں۔۔۔

جو کتاب اتری۔۔۔ وہ کتاب۔۔۔ ہدی للعالمین ہے۔۔۔

ساری کائنات کا پیغمبر یہ ہے، ختم نبوت۔۔۔ یہ ختم نبوت کا اعجاز ہے، نبی ﷺ
کا اعجاز ہے، پیغمبر ﷺ کا اعجاز ہے، یہ ختم نبوت وہ معجزہ ہے کہ جو کائنات میں اور کسی پیغمبر
ﷺ کو نہیں ملا، نبی ﷺ کے بڑے معجزات چار۔۔۔ پہلا معجزہ قرآن، دوسرا معجزہ ختم
نبوت، تیسرا معجزہ معراج۔۔۔ معراج کا واقعہ میں ابھی آپ کو سنانا ہوں۔۔۔ اس سے
پہلے ہم چوتھے معجزے کی بات کریں۔

چوتھا معجزہ۔۔۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا وجود

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا وجود پیغمبر ﷺ کا چوتھا معجزہ ہے

پیغمبر ﷺ کا ایک ایک صحابی۔۔۔ نبی ﷺ کا معجزہ ہے

ابوبکر رضی اللہ عنہ کی صداقت۔۔۔ نبی ﷺ کا معجزہ ہے

عمر رضی اللہ عنہ کی عدالت۔۔۔ نبی ﷺ کا معجزہ ہے

عثمان رضی اللہ عنہ کی سخاوت و شرافت۔۔۔ نبی ﷺ کا معجزہ ہے

علی رضی اللہ عنہ کی شجاعت۔۔۔ نبی ﷺ کا معجزہ ہے

حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت۔۔۔ نبی ﷺ کا معجزہ ہے

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی سیاست۔۔۔ نبی ﷺ کا معجزہ ہے

اور حطلہ رضی اللہ عنہ کی شہادت۔۔۔ نبی ﷺ کا معجزہ ہے

حسین رضی اللہ عنہ کی عظمت ————— نبی ﷺ کا معجزہ ہے
 ایک ایک صحابی کا کمال ————— نبی ﷺ کا معجزہ ہے
 صحابہ رضی اللہ عنہم کی نمازیں ————— نبی ﷺ کا معجزہ ہے
 صحابہ رضی اللہ عنہم کے روزے ————— نبی ﷺ کا معجزہ ہے
 صحابہ رضی اللہ عنہم کا حج ————— نبی ﷺ کا معجزہ ہے
 صحابہ رضی اللہ عنہم کے کمالات ————— نبی ﷺ کا معجزہ ہے
 دو سو چھپن صحابہ پیغمبر ﷺ کی زندگی میں شہید ہوئے — ان کی شہادتیں
 نبی ﷺ کا معجزہ ہے — کیوں؟ — کیسے معجزہ؟ — وہ شہید ہوئے — ان کے خون
 سے خوشبو آئی — یہ نبی ﷺ کا معجزہ ہے —

پیغمبر ﷺ کی ایک ایک اداء ————— نبی ﷺ کا معجزہ ہے اور صحابہ رضی اللہ عنہم کا وجود
 نبی ﷺ کی اداء ہے — پیغمبر ﷺ کی صداقت کتنی اونچی ہے، کتنی بلند ہے؟ — لیکن
 اس صداقت کو جسم کی شکل میں دیکھنا ہے — تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو دیکھو —
 پیغمبر ﷺ کی عدالت کو جسم کی شکل میں دیکھنا ہے — تو عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو
 دیکھو —

نبی ﷺ کی سخاوت کو جسم کی شکل میں دیکھنا ہے — تو عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو
 دیکھو —
 پیغمبر ﷺ کی شجاعت کو جسم کی شکل میں دیکھنا ہے — تو علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو
 دیکھو —

نبی ﷺ کی شہادت کو دیکھنا ہے — حسین رضی اللہ عنہ کی عظمت کو دیکھو —
 پیغمبر ﷺ کے زہد و تقویٰ کو دیکھنا ہے — تو ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کو دیکھو —
 پیغمبر ﷺ کے ترک دنیا کو دیکھنا ہے — تو سلیمان قاری رضی اللہ عنہ کو دیکھو —
 اور پیغمبر ﷺ کے جہاد کو دیکھنا ہے — تو خالد ابن ولید رضی اللہ عنہ کو دیکھو —
 پیغمبر ﷺ کی عظمتوں کو دیکھنا ہے — تو ایک لاکھ چوالیس ہزار صحابہ رضی اللہ عنہم کو دیکھو —

بڑے معجزے کتنے ہیں.....؟ (چار)

تین بیان ہو گئے اور چوتھا معجزہ معراج ہے.....!

معراج کی کیا ضرورت تھی۔۔۔۔۔؟ یہ معجزہ ہے، معجزہ جو ہوتا ہے اس کا معنی ہے کہ ایسا خرق عادت اور ایسا کام جو کسی کے بس میں نہ ہو، پیغمبر ﷺ کی بیوی خدیجہ رضی اللہ عنہا فوت ہو گئی نبی ﷺ پریشان ہو گئے، چچا فوت ہو گیا نبی ﷺ پریشان ہو گئے، بچے فوت ہو گئے نبی ﷺ پریشان ہو گئے، اب اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ کو تسلی دینے کے لئے معراج کر رہا ہے۔ جب بچہ پریشان ہو جاتا ہے تو آدمی کہتا ہے، آب و ہوا تبدیل کریں، اتنی پریشانی پیغمبر کو کہ نبی ﷺ نے حزن کا سال قرار دے دیا، اس سال کو غم کا سال قرار دینے کے بعد۔۔۔۔۔ اسی وقت جبرائیل آیا جس دن پیغمبر ﷺ نے اعلان کیا یہ جو سال ہے، یہ عام الحزن ہے۔۔۔۔۔ غم کا سال۔۔۔۔۔ تو تھوڑی دیر کے بعد حضرت جبرائیل علیہ السلام آیا کہ اللہ تعالیٰ نے عرش پہ آپ کو بلایا ہے۔۔۔۔۔ غم کا سال قرار دینے والے۔۔۔۔۔ آعرش پہ۔۔۔۔۔ تیری آب و ہوا تبدیل ہو جائے اور تجھے ایسی سیر کراؤں۔۔۔۔۔ کہ ایسی سیر تو دنیا میں کسی کے حصے میں نہ آئی ہو اور سیر کیسے ہو۔۔۔۔۔؟

.....لنریہ من ایاتنا.....

نشانیوں میری ہوں گی چہرہ تیرا ہوگا۔۔۔۔۔

اور معراج کا جو فلسفہ ہے۔۔۔۔۔ اس قلم نے بہت ساری چیزیں دنیا میں واضح کر دیں اور ابھی میں آپ کو معراج کا واقعہ سناؤں گا۔۔۔۔۔ آپ حیران ہوں گے۔۔۔۔۔ کہ اس معراج میں سارا اسلام کا عقیدہ ظاہر ہو گیا۔۔۔۔۔ اور توحید ساری قدم قدم پر آ گئی۔۔۔۔۔

ضرورت ہی نہیں کسی اور چیز کی، اب آپ دیکھیں..... قرآن نے معراج کو تین جگہ بیان کیا..... قرآن نے پہلے اشارہ کیا معراج کا..... کیا کہا.....؟

انا ارسلنک شہدا.....

شہد عربی میں کہتے ہیں گواہ کو..... اچھا جو لفظ ہے شہید کا..... جو آدمی اللہ کے راستے میں مارا جاتا ہے اسے شہید کہتے ہیں..... شہاد اور شہید..... دونوں کا معنی ایک ہے..... شہاد کا معنی بھی گواہ..... اور شہید کا معنی بھی گواہ.....!!

شہاد اور شہید میں فرق:

اس میں فرق کیا ہے.....؟ اسم فاعل اور صفت مشبہ میں..... شہاد کا معنی گواہ اور شہید کا معنی بھی گواہ، جب آدمی اللہ تعالیٰ کے راستے میں مارا جاتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کے پاس پہنچ کر اللہ تعالیٰ کی گواہی دیتا ہے، اس لیے اسے کہتے ہیں شہید..... اور شہاد کا معنی بھی گواہ اور شہید کا معنی بھی گواہ!

قرآن نے کہا:

..... انا ارسلنک شہدا.....

”اے پیغمبر ﷺ! تو گواہ ہے“

لیکن یہ نہیں بتایا کہ کس چیز کا گواہ ہے..... صرف یہ کہا تو گواہ ہے ایک آدمی کہنے لگا یا رجو گواہ ہوتا ہے وہ موقع پر ہوتا ہے..... تو حضور ﷺ کو اللہ تعالیٰ گواہ کہہ رہے ہیں..... تو جب حضور ﷺ گواہ ہوئے تو حضور ﷺ ہر جگہ ہوئے..... میں نے کہا موقع پر ہونا اور بات ہے..... اور ہر جگہ ہونا اور بات ہے..... اگر گواہ کا معنی ہر جگہ ہے تو عدالتوں میں جتنے گواہ پیش ہوتے ہیں..... تو یہ سارے حاضر و ناظر ہو گئے..... تو اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا.....

..... انا ارسلنک شہدا.....

”اے پیغمبر ﷺ! تو گواہ ہے“

گواہ ہوتا ہے موقع کا..... صرف یہ کہا..... اے پیغمبر ﷺ تو گواہ ہے، یہ نہیں

بتایا کس چیز کا گواہ..... اور نماز میں آپ کیا پڑھتے ہیں.....؟

اشھدان لا الہ الا اللہ واشھدان ان محمدا عبده ورسوله

میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے بندے اور رسول ہیں.....

تو جب میں گواہی دیتا ہوں..... محمد ﷺ اللہ کے بندے اور رسول ﷺ ہیں تو

آپ نے محمد مصطفیٰ ﷺ کو دیکھا.....؟ (نہیں)

تو کیسے گواہی دے رہے ہیں.....؟ او گواہ تو موقع پر ہوتا ہے..... اور آپ

کہتے ہیں کہ میں گواہی دیتا ہوں محمد ﷺ اللہ کے بندے اور رسول ہیں آپ میں سے اگر

کسی نے دیکھا ہے تو بتاؤ..... اگر نہیں دیکھا تو گواہی کیسی.....؟ کیسے گواہی دیتے

ہو.....؟ کہتے ہو کہ گواہ ہر جگہ موجود ہوتا ہے، اگر یہ ہر جگہ ہوتا ہے تو تم میں سے کسی نے

دیکھا ہے پیغمبر ﷺ کو؟..... تو گواہی کیسے دے رہے ہو.....؟ ہر نماز میں کہتے ہو.....

اشھدان لا الہ الا اللہ واشھدان ان محمدا عبده

ورسوله.....

میں گواہی دیتا ہوں محمد ﷺ اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔

آپ نے تو نہ محمد ﷺ کو اللہ تعالیٰ کا بندہ بنتے دیکھا..... اور نہ اللہ تعالیٰ کا رسول

بنتے دیکھا..... نہ ان کو آپ نے جا کر دیکھا..... جب دیکھا ہی نہیں تو گواہی کیسی.....

کیوں نماز میں کہتے ہو میں گواہی دیتا ہوں.....؟ کس چیز کی گواہی..... اگر گواہ ہر جگہ ہوتا

ہے، گواہ موقع پر ہی ہوتا ہے تو گواہی کیسی؟

انا ارسلنک شاحدا

اے پیغمبر تو گواہ ہے

تو..... نام لے کر محمد مصطفیٰ ﷺ کو کہا تو گواہ ہے..... تو اور کسی پیغمبر کو نہیں

کہا..... تو گواہ ہے..... حضور ﷺ کو کہا.....

گواہی کی اقسام:

گواہی دو قسم کی ہوتی ہے..... آپ کے علاقے میں اگر کوئی قتل ہو جائے تو ایک ہوتا ہے چشم دید گواہ..... اور ایک ہوتا ہے نشانیوں کا گواہ، عدالت میں ڈاکٹر بھی گواہی دیتا ہے..... حالانکہ ڈاکٹر نے تو قتل ہوتے نہیں دیکھا..... وہ گواہی کیا دیتا ہے کہ میں نے پوسٹ مارٹم کیا..... واقعی قتل ہوا..... لیکن اس نے قتل ہوتے نہیں دیکھا..... اس نے نشانی دیکھی..... تو گویا ایک ہوتا ہے چشم دید گواہ..... اور ایک ہوتا ہے نشانیوں کا گواہ..... یہ دو قسم کی گواہی ہوئی۔

ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کرام ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی گواہی دی..... اللہ تعالیٰ کی نشانیاں دیکھ کر..... اور محمد مصطفیٰ ﷺ نے گواہی دی موقع پر جا کر۔
میں اور واضح کرتا ہوں، میں گواہی دیتا ہوں محمد ﷺ اللہ کے بندے اور رسول ہیں..... میں نے نبی ﷺ کو نہیں دیکھا میں نے نشانیوں کو دیکھا ہے..... میں نے کیا دیکھا؟ میں نے!

مکہ دیکھا..... حضور ﷺ کی گواہی دے دی۔
مدینہ دیکھا..... نبی ﷺ کی گواہی دے دی۔
حالانکہ نبی ﷺ کو نہیں دیکھا مکہ مدینہ دیکھ کر گواہی دے دی، میں اور تو نشانیوں کے گواہ ہیں.....

اور حضور ﷺ کی گواہی کا ذکر آئے..... تب بھی گواہی دو قسم پر ہے۔

اللہ کی گواہی کا ذکر آئے گا تب بھی گواہی دو قسم پر ہے۔

اللہ کی گواہی..... ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء نے نشانیاں دیکھ کر دی.....

حضور ﷺ نے موقع پر جا کر دی.....

صحابہ رضی اللہ عنہم نبی ﷺ کی نبوت کے چشم دید گواہ:

اور جب حضور ﷺ کی نشانیاں کی گواہی کی بات آئی تو حضور ﷺ کی

گواہی آپ اور میں نے نکالتیاں دیکھ کر دی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے موقع پر جا کر دی،
اگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کہتے ہیں کہ۔

اشھدان محمد عبدہ ورسولہ.....

کہ میں گواہی دیتا ہوں..... محمد ﷺ اللہ کے بندے اور رسول ہیں
اور جو بھی مقدمہ ہے وہ گواہ پر قائم ہے..... گواہ نہ ہو مقدمہ نہیں..... سول
کورٹ سے لے کر بائی کورٹ، سپریم کورٹ تک..... فلاں عدالت کے گواہ بیٹھ گئے.....
مقدمہ ختم، دس قتل ہوئے ہیں گواہ بیٹھ گئے..... تو مقدمہ ختم، تو اللہ تعالیٰ کی جو الوہیت
ہے..... اس الوہیت کے ساتھ رسالت کا ذکر کر کے بطور گواہ کے پیغمبروں کو ذکر کیا۔

لا الہ الا اللہ آدم صلی اللہ کہا.....

لا الہ الا اللہ نوح نجی اللہ کہا.....

لا الہ الا اللہ ابرہیم خلیل اللہ کہا.....

لا الہ الا اللہ آخر میں محمد رسول اللہ کہا

لا الہ الا اللہ..... اکیلا ہوتا..... محمد رسول اللہ..... اکیلا ہوتا..... تب
بھی بات ٹھیک تھی..... لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنی الوہیت کے ساتھ رسالت کے کلمے کو ملا کر
دنیا کو کہا..... لا الہ الا اللہ..... مانو، کیونکہ گواہ..... محمد رسول اللہ ہے۔

محمد مصطفیٰ ﷺ کا نام بطور گواہ کے ہے باقی نبیوں کا نام بھی بطور گواہ کے ہے،
اگر گواہ نہ ہو تو کیس ختم ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی الوہیت کا جو کیس ہے..... وہ رسول اللہ
ﷺ کی گواہی پہ کھڑا کر دیا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مجھے مانو کس دلیل سے، اس گواہ سے
محمد ﷺ سے..... یہ گواہ ہے اس سے پوچھو میں ہوں یا نہیں ہوں..... اس لیے
مذکور ﷺ کو خطاب کرنے کہا!

انا ارسلنک شہدا.....

”اے پیغمبر تو گواہ ہے“

تو گواہ کیسے..... باقی نبی بھی گواہ..... تو بھی گواہ.....
 آدم علیہ السلام نے گواہی دی..... جنت سے نکل کر
 نوح علیہ السلام نے گواہی دی..... طوفان کی موجوں میں اتر کر
 زکریا علیہ السلام نے گواہی دی..... آ رہے کے نیچے چڑھ کر
 ابراہیم علیہ السلام نے گواہی دی..... آتش نمرود میں گر کر
 اسماعیل علیہ السلام نے گواہی دی..... چھری کے نیچے آ کر
 موسیٰ علیہ السلام نے گواہی دی..... دریائے نیل کی موجوں میں اتر کر
 ایوب علیہ السلام نے گواہی دی..... آزمائش میں آ کر
 یونس علیہ السلام نے گواہی دی..... مچھلی کے پیٹ میں آ کر
 یوسف علیہ السلام نے گواہی دی..... کنوئیں میں جا کر
 یعقوب علیہ السلام نے گواہی دی..... چالیس سال رو کر
 عیسیٰ علیہ السلام نے گواہی دی..... جیل میں جا کر
 اور..... محمد مصطفیٰ علیہ السلام نے گواہی دی..... عرش پہ آ کر
 اسی کو قرآن مجید نے کہا..... انا ارسلناک شاحدا..... اے پیغمبر مصطفیٰ علیہ السلام تو گواہ ہے!

مالک میں ہوں، گواہ تو ہے
 خالق میں ہوں، گواہ تو ہے
 رزاق میں ہوں، گواہ تو ہے
 بگڑی میں بناتا ہوں، گواہ تو ہے
 عزت میں دیتا ہوں، گواہ تو ہے
 ہر جگہ موجود میں ہوں، گواہ تو ہے
 عزت میں دیتا ہوں، گواہ تو ہے
 کائنات میری ہے، گواہی تیری ہے
 عظمت میری ہے، گواہی تیری ہے

ربوبیت میری ہے، گواہی تیری ہے
الوہیت میری ہے، گواہی تیری ہے
قدوسیت میری ہے، گواہی تیری ہے
مجھ پر خدائی ختم تھہ پر مصطفائی ختم !!

انارسلنك شاہدا..... اے پیغمبر ﷺ تو گواہ ہے،

میری الوہیت کا گواہ ہے۔ میری ربوبیت کا گواہ ہے اور معراج کی رات
آسمانوں پر جانے کا فلسفہ یہ تھا..... کہ تو عرش پر آئے تو موقع دیکھے..... جو گواہ ہوتا ہے
علنی..... موقع دیکھتا ہے، آپ عدالت میں جاتے ہیں نا تو جج کیا پوچھتا ہے؟..... کہتا
ہے موقع دیکھا ہے، اگر حضور ﷺ عرش پر نہ جاتے، تو چشم دید گواہ کیسے ہوتے، چشم دید
کیلئے موقع دیکھنا ضروری ہے، اور چشم دید گواہ عدالت میں آتا ہے، اس سے پوچھا جاتا
ہے..... کہ تیرا نام کیا ہے، تیرا کام کیا ہے؟ تیرا مقام کیسا ہے؟ تیرا کاروبار کیسا ہے؟ آؤ
قرآن میں دیکھیں، حضور ﷺ چشم دید گواہ ہیں..... تو قرآن میں حضور ﷺ کی اداؤں کا
اللہ نے ذکر کیا..... صفات کا ذکر کیا اور قرآن کے بارے میں کہا..... نزل علی محمد
وهو الحق من ربهم۔

..... یہ بھی قرآن نے کہا.....

پیغمبر ﷺ کے چہرے کا ذکر آیا..... قرآن نے والضحیٰ کہا

پیغمبر ﷺ کی زلفوں کا ذکر آیا..... قرآن نے والیل کہا

نبی ﷺ کے دانتوں کا ذکر آیا..... قرآن نے یسین کہا

نبی ﷺ کی آنکھوں کا ذکر آیا..... قرآن نے معاذغ البصر وما طغی کہا

پیغمبر ﷺ کے سینے کا ذکر آیا..... قرآن نے الم نشرک لك صدرک کہا

نبی ﷺ کی چادر کا ذکر آیا..... قرآن نے یا ایہا المدثر کہا

پیغمبر ﷺ کے زمانے کا ذکر آیا..... قرآن نے والعصر کہا

نبی ﷺ کی صفوں کا ذکر آیا..... قرآن نے انا ارسلناک شاحداً کہا، مبشراً کہا، نذیراً کہا، داعیاً الی اللہ کہا، باذنہ وسراجاً منیراً، کہا
 قرآن نے کیوں کہا؟ اس لیے کہ اس گواہ کا تعارف ہو جائے، یہ میری الوہیت کا چشم دید گواہ ہے، میری گواہی اس نے دینی ہے..... اس نے ایک ایک بات کا قرآن میں ذکر کیا..... اور پھر اللہ نے چشم دید گواہ کو موقع دکھانے کے لئے عرش پہ بلایا اور ذکر کیا گیا۔ معراج کے موقع پر اسریٰ بعبدہ کیوں کہا؟

سبحان الذی اسریٰ بعبدہ..... یہ تو ذکر فرمایا..... سبحان الذی اسریٰ بنبیہ..... سبحان الذی اسریٰ بمحمدہ..... کیوں نہیں کہا.....؟ میں کہہ رہا ہوں۔
 چھوٹی سی بات نہیں ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے پیغمبر ﷺ کا تعارف کیسے کرایا؟..... وہ ذات جو لے گئی اپنے بندے کو..... لے گئی اپنے بندے کو!! ہے تو وہ رسول لیکن رسولوں کا سردار ہے، پیغمبروں کا رئیس ہے، شافع محشر، ساقی کوثر، حوض کوثر کا ساقی، لیکن اللہ تعالیٰ نے جب عرش پر جانے کا ذکر کیا..... تو کہا.....

اسریٰ بعبدہ.....

اپنے بندے کو لے گیا

کیوں کہا..... یہ قابل غور بات ہے، اور جب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو آسمان سے واپس کیا..... تو اس وقت بھی یہی کہا.....

فاوحی الیٰ عبدہ ما ووحیٰ

اللہ تعالیٰ نے جو دینا تھا اپنے بندے کو دے دیا۔

وہاں بھی بندہ کہا..... یہاں بھی بندہ کہا..... پیغمبر ﷺ کو عرش پر اللہ تعالیٰ لے جا رہے ہیں اور لے جانے سے پہلے تعارف کراتے ہیں قرآن میں..... قرآن میں پیغمبر ﷺ کا نام محمد ﷺ بھی ہے، رسول بھی ہے، منزل بھی ہے، مدثر بھی ہے، لیکن جب عرش پر لے جانے لگے..... معراج پر..... تو اس وقت نہ محمد ﷺ کہا..... نہ رسول اللہ ﷺ کہا..... نہ نبی کہا اور نہ کوئی اور لفظ بولا..... بلکہ کہا:

سبحان الذی اسری بعبده

اپنے بندے کو لے گیا

جب آسمانوں سے واپس کیا تو کہا

فاوحی الی عبده ما ووحی

تو لے جاتے وقت بھی بندہ کہا..... واپس کرتے وقت بھی بندہ کہا..... کیوں
کہا؟ نبی کیوں نہیں کہا؟ ہزاروں نشانیاں قرآن نے رسول اللہ ﷺ کو دیں، لیکن واقعہ
معراج میں لفظ بندے کا بولا..... کیوں بولا ہے؟ آپ چاہتے ہو کہ میں اس حقیقت سے
پردہ اٹھاؤں؟

اللہ تعالیٰ کو پتہ تھا..... جب میں کسی پیغمبر ﷺ کو عزت دیتا ہوں تو لوگوں کا
ہاضمہ اتنا کمزور ہے کہ اس کی جنس بدل دیتے ہیں اللہ نے فرمایا دیکھو
میں نے حضرت عزیر علیہ السلام کو عزت دی..... تو یہودیوں نے کہا یہ اللہ تعالیٰ کا
بیٹا ہے.....

میں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو عزت دی..... تو عیسائیوں نے کہا..... یہ اللہ
تعالیٰ کا بیٹا ہے.....

یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بغیر باپ کے پیدا کیا..... تو عیسائیوں نے کہا یہ تو اللہ
تعالیٰ کا بیٹا ہے..... یعنی اس کی انسانوں والی جنس بدل دی۔

میں نے فرشتوں کو عزت دی..... تو یہودیوں نے کہا..... یہ اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں
ہیں..... تو گویا کہ فرشتوں کی جنس بدل دی..... نبی کریم ﷺ کی جنس بدل دی..... اور
اب!

میں اپنے محمد ﷺ کو آسمانوں پر لے جا رہا ہوں..... اور پاکستان اور
ہندوستان کے لوگوں کا..... ہاضمہ بڑا کمزور ہوگا..... اگر میں یہاں..... اب محمد ﷺ
کا لفظ بولوں..... کل کو پھر کہیں گے یہ تو اللہ تعالیٰ کا بیٹا بن گیا تھا..... یہ تو اللہ تعالیٰ کا کٹرا
بن گیا تھا..... ان کا ہاضمہ بڑا کمزور ہے..... اس لیے جاتے وقت کہا کہ اے لوگو! دیکھو

جس کو میں عرش پر لے جا رہا ہوں.....

اسریٰ بعبدہ ”میرا بندہ ہے“

میری عبودیت رکھتا ہے

مجھے سجدہ کرتا ہے

میری توبہ بندگی کرتا ہے

جب میں لے جا رہا ہوں..... دیکھو یہ بندہ ہے، جب واپس کر رہا ہوں

دیکھو یہ بندہ ہے۔

سبحان الذی اسریٰ بعبدہ لیلاً.....

سیر کرائی راتوں رات اپنے بندے کو.....

لفظ اسریٰ کے معانی:

اسریٰ عربی کا لفظ ہے، عربی میں اسریٰ کا معنی ہے ”رات کو سیر کرانا“.....

لیکن پھر لیل کا لفظ بولا..... لیل کا معنی بھی رات ہے..... لیل کو دوبارہ بولا..... کیوں

بولا؟..... اسریٰ بعبدہ.....

راتوں رات سیر کرائی..... رات کے وقت سیر کرائی..... یہ ختم ہو گئی بات،

لیکن آگے پھر..... لیل کہا..... یعنی دو مرتبہ رات کا ذکر کیا..... مطلب یہ ہے کہ جب کسی

بات کو پکا کرنا ہوتا ہے..... اس کو دو مرتبہ ذکر کرنا اللہ تعالیٰ کی سنت ہے، حالانکہ اسریٰ

کے اندر رات کا معنی موجود ہے..... بات کو پکا کرنے کے لئے دو مرتبہ ذکر کیا ہے..... یہ

اللہ تعالیٰ کی سنت ہے۔

سبحان الذی اسریٰ بعبدہ لیلاً

پاک ہے وہ ذات..... جو راتوں رات اپنے بندے کو لے گئی..... کہاں لے

گئی؟..... من المسجد الحرام الی المسجد الاقصی..... مسجد حرام سے یعنی خانہ

کعبہ سے لے گئی..... مسجد اقصیٰ تک..... اور لے کون گئی؟

حاضر و ناظر صرف اللہ ہے:

اگر یہ مانوں کہ حضور ﷺ ہر جگہ ہیں تو لے کیسے گئے؟ جو لوگ غلط فہمی کی بنیاد پر یہ کہہ دیتے ہیں نا کہ حضور ﷺ ہر جگہ موجود ہیں..... ان کو سوچنا چاہیے..... اس عقیدے کو درست کرو کبھی ہم نے یہ نہیں کہا کہ اللہ تعالیٰ کراچی سے پشاور چلا گیا..... کیونکہ اللہ تعالیٰ کراچی بھی ہے پشاور بھی ہے..... جو ہر جگہ ہو اس کو ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جانے کا خیال نہیں ہو سکتا، اور لے جایا ہی اس کو جاتا ہے..... جو ہر جگہ نہ ہو یہ کہنا کہ.....

من المسجد الحرام..... مسجد حرام سے..... اقصیٰ تک لے گئے،

کہنے کا مقصد یہ ہے کہ جب مسجد حرام میں، حضور ﷺ تھے خانہ کعبہ میں..... تو مسجد اقصیٰ میں نہیں تھے، تو جب مسجد اقصیٰ میں پہنچے تو مسجد حرام میں نہیں تھے..... واقعہ معراج کا بتاتا ہے کہ ہر جگہ اللہ کے سواء کوئی نہیں..... عقیدے کو درست کرو، کسی کی مخالفت مقصد نہیں..... قرآن کو سمجھو کیا ہے..... اور کسی کو ہم برا نہیں کہنا چاہتے..... قرآن سمجھو، قرآن کیا کہتا ہے؟

ہجرت کا مطلب:

ہجرت کی حقیقت یہ ہے کہ ہر جگہ موجود نہ ہو، ہجرت کا معنی ایک جگہ سے دوسری جگہ جانا۔ حضور ﷺ نے ہجرت نہیں کی مکے سے مدینے؟ (کی ہے) اچھا قرآن پاک میں سورتیں دو قسم پر نہیں ہیں؟ مکی اور مدنی!! اگر حضور ﷺ ہر جگہ ہیں تو سورتیں دو قسم پر کیوں ہیں؟ مکی سورۃ..... کا مطلب یہ ہے کہ حضور ﷺ مکے میں تھے تو قرآن اتر ا اور مدینے میں نہیں تھے.....

اور مدنی سورۃ کا مطلب ہے کہ اب حضور اکرم ﷺ مدینہ میں ہیں مکے میں نہیں ہیں.....

اور اگر حضور ﷺ ہر جگہ ہوں تو مکی مدنی سورۃ کا تصور ہی نہیں ہو سکتا..... کہ حضور ﷺ اگر ہر جگہ ہیں..... تو پھر سورۃ کا کسی جگہ قرآن میں اترنے کے مقام کا ذکر ہو ہی نہیں ہو سکتا..... اس عقیدے کو درست کرو، کیوں شرک میں مبتلا ہوتے ہو؟ کیوں من گھڑت باتیں اپناتے ہو؟ قرآن سمجھو، قرآن پڑھو.....!!

تمام انبیاء حضور ﷺ کے انتظار میں:

من المسجد الحرام الى المسجد الاقصی..... مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ

تک

حضور ﷺ کو لے گئے..... اور وہاں کیا ہوا..... وہاں ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء موجود تھے، ان کا وجود مثالی موجود تھا، پیغمبر ﷺ بعد میں پہنچے..... اور جبرائیل نے پیغمبر کے بازو پکڑ کر صفیں چیر کر حضور ﷺ کو لے جا کر مصلے پہ کھڑا کر دیا..... اور جب حضور ﷺ آئے تو نبی ﷺ کے سر پر امامت انبیاء کا تاج رکھ دیا گیا..... آج کے بعد نبی امام الانبیاء بن گئے، ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء موجود ہیں، کوئی اور نبی آگے نہیں آیا، حالانکہ وہ قطاروں میں تھے..... جرات نہیں وہ مصلے پر آئے، معلوم ہوا کہ جس جگہ محمد مصطفیٰ ﷺ موجود ہوں کسی اور نبی کی بھی جرات نہیں کہ آگے آئے..... اور آج پاکستان کا مولوی کہتا ہے حضور ﷺ یہاں موجود ہیں اور خود مصلے پر کھڑا ہے! وہاں تو نبی بھی کھڑے نہیں ہو سکے! (زرقانی جلد ۶، صفحہ ۴۴۔ خصائص کبریٰ جلد ۱، صفحہ ۱۵۴)

میرے بھائیو! عقیدے کو درست کرو کسی پر تنقید کرنا مقصد نہیں۔ میں آپ کو قرآن سمجھا رہا ہوں، عقیدہ سمجھا رہا ہوں، میں اپنے بریلوی بھائیوں کو کہوں گا کہ اپنے آپ کو اہلسنت کے صحیح عقائد پر لاؤ اور قرآن سمجھو۔ ہمارے بھائی ہو، سنی ہو، لیکن غلط فہمی کی بنیاد پر اگر کوئی بات ذہن میں آگئی سن کر اسے تبدیل کرو، قرآن جو کہتا ہے، اس پر عمل کرو..... یہی انسان کا اصل ہے کہ جب قرآن سمجھ میں آ جاتا ہے..... صحیح مسلمان وہ ہے کہ وہ ساری بات سن کر کہتا ہے کہ اب قرآن ہمیں سمجھ میں آ گیا۔

قرآن کیا کہتا ہے..... من المسجد الحرام الى المسجد الاقصی.....
 اگر حضور ﷺ کو ہر جگہ کہیں تو جنگ بدر کیسے ثابت ہوگی، اُحد خندق میں
 حضور ﷺ نہیں گئے، لشکر لے کر..... کون جاتا ہے لشکر لے کر، وہی جاتا ہے جو ہر جگہ نہ
 ہو، اور اگر ہر جگہ ہو تو بدر میں کیسے گئے؟..... بدر میں تو پہلے ہوں گے..... مدینہ میں پہلے
 ہوں گے..... مکہ میں پہلے ہوں گے..... ستائیس جنگیں پیغمبر ﷺ نے لڑیں..... معراج
 پیغمبر ﷺ نے کیا..... ہر جگہ رسول اللہ ﷺ تشریف لے گئے..... مکہ سے مدینہ چلے گئے
 ہجرت کر کے گئے، ہجرت کا واقعہ موجود ہے، صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ساتھ ہے..... سواری
 پر سوار ہو کر گئے، تو جاتا کون ہے؟

کبھی اللہ تعالیٰ بھی گیا ہے؟..... کبھی اللہ تعالیٰ کے بارے میں بھی کہا ہے کہ
 اللہ تعالیٰ!

فلاں جنگ میں چلا گیا؟

فلاں بازار میں چلا گیا؟

فلاں غزوے میں چلا گیا؟

اللہ تعالیٰ کراچی سے پشاور چلے گئے، یا ہندوستان سے پاکستان آ گئے، کبھی سنا
 ہے؟..... کیوں غلط عقیدہ رکھتے ہو؟..... وہ بات کرو جو قرآن و حدیث سے ثابت ہے۔
 میرے بھائیو! جب وہاں رسول اللہ ﷺ پہنچے تو پیغمبر ﷺ کو جبرائیل نے
 مصلے پر کھڑا کیا..... اور نبی ﷺ نے نماز پڑھائی..... یہ وجود مثالی تھا..... حضور ﷺ
 آسمان پر پہنچے، انبیاء سے ملاقاتیں ہوئیں اور جبرائیل امین علیہ السلام ساتھ چھوڑ گئے! جب
 پیغمبر ﷺ آسمانوں پر پہنچے..... تو جبرائیل نے ساتھ چھوڑ دیا..... جبرائیل نے کہا!

اگر موئے یک سر برتر پر
 فروغ تجلی ، بسوزد پر
 حضور ﷺ نے فرمایا:

تو تو میرا دوست ہے، میرے ساتھ چلا تھا، لیکن حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا

..... اگر ایک پر بھی اوپر اڑتا ہوں..... تو اللہ تعالیٰ کی تجلی میرے پروں کو جلا دیتی ہے
..... تو پیغمبر ﷺ اوپر چلے گئے..... جبرائیل نیچے رہ گئے۔

گویا نوریوں کا سردار نیچے رہ گیا اور انسانوں کا سردار اوپر چلا گیا..... جبرائیل
سے بڑا نوری تو کوئی نہیں وہ تو نیچے ہے..... اور بشر کا سردار اوپر چلا گیا۔
سید البشر اوپر چلا گیا اور حضرت جبرائیل علیہ السلام نیچے دیکھتا رہا اور حضرت محمد
مصطفیٰ ﷺ اوپر پہنچ گئے۔

حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ کی شان:

اور جب وہاں پہنچے تو جنت کی سیر کی، اور جنت میں حضور ﷺ نے پاؤں کا
کھٹکا سنا، حضور اکرم ﷺ نے پوچھا یہ کس کا کھٹکا ہے؟..... اللہ تعالیٰ نے بتایا یہ حضرت
بلال حبشی رضی اللہ عنہ جنت میں ٹہل رہے ہیں، تم رسول اللہ ﷺ کی بات کرتے ہوں..... میں
کہتا ہوں جبرائیل علیہ السلام نیچے رہ گیا..... اور بلال رضی اللہ عنہ محمد ﷺ کا غلام عرش کے اوپر پہنچ گیا
..... اور اسی لیے شاعر نے کہا:

فرشتوں سے بہتر ہے انسان بننا
مگر اس میں پڑتی ہے محنت زیادہ
بھائی حضرت بلال رضی اللہ عنہ بھی حضرت جبرائیل علیہ السلام سے اوپر چلا گیا.....

رسول اللہ ﷺ کے دوا، ہم سفر:

پیغمبر ﷺ کی زندگی میں دو سفر بڑے عجیب آئے..... ایک معراج کا سفر ہے
اور ایک ہجرت کا سفر ہے۔

معراج کے سفر میں جبرائیل علیہ السلام نبی ﷺ کا ساتھی تھا..... ہجرت کے سفر میں
صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کا ساتھی تھا۔

سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ معراج کی رات اگر صدیق اکبر

ﷺ کے ساتھ ہوتا..... اس کے پر نہیں جسم بھی جل جاتا..... لیکن کبھی نبی ﷺ کا ساتھ نہ چھوڑتا، اور اب آپ دیکھ لو۔

معراج پہلے ہوا، ہجرت بعد میں ہوئی..... معراج پہلے کیوں ہوا..... تاکہ لوگ اس سفر کے ساتھی کو بھی دیکھیں اور پھر اس سفر کے ساتھی کو بھی دیکھیں، اس رفاقت کو بھی دیکھیں اور یہ بھی دیکھیں کہ یاری دو قسم پر ہے..... ایک یاری موڑ تک ہے..... اور ایک یاری توڑ تک ہے۔

موڑ تک کون جاتا ہے؟..... توڑ تک کون جاتا ہے؟..... حضرت جبرائیل علیہ السلام نے موڑ پر حضرت نبی کریم ﷺ کا ساتھ چھوڑ دیا..... حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ توڑ تک ساتھ ہے.....

صدیق رضی اللہ عنہ اور جبرائیل علیہ السلام میں فرق:

جو مرتبہ صدیق رضی اللہ عنہ کو ملا وہ جبرائیل کو نہیں ملا اس واقعہ سے سنو کہ معراج کی رات پیغمبر ﷺ کے ساتھ جس نے جانا تھا..... اس کو بھی دیکھو ہجرت کی رات جس نے جانا تھا..... اس کو بھی دیکھو معراج کی رات جب نبی ﷺ نے جانا تھا..... تو جبرائیل نبی ﷺ کو جگانے آیا،

اور جس نے ہجرت کی رات جانا تھا..... اس کو نبی ﷺ خود جگانے آیا۔ اور معراج کی رات جب نبی ﷺ کو سواری کی ضرورت پڑی..... تو حضرت جبرائیل علیہ السلام براق لینے چلا گیا..... اور ہجرت کی رات جب سواری کی ضرورت پڑی تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا یہ لذت براق کیا اٹھائے..... خود سواری بن گیا..... اور جس سواری پہ نبی ﷺ سوار ہوا..... وہ سواری کبھی کسی سے پیچھے نہیں رہی..... نبی ﷺ بچپن میں حلیمہ سعدیہ کی سواری پر سوار ہو تو وہ سواری کئی سواریوں کو پیچھے چھوڑ کر آگے چلی گئی۔

اور ہجرت کی رات نبی ﷺ صدیق رضی اللہ عنہ پر سوار ہوا..... تو صدیق رضی اللہ عنہ ساری کائنات کو پیچھے چھوڑ کر آگے چلا گیا..... اور پیغمبر ﷺ جب آسمانوں پر پہنچے اللہ تعالیٰ کے سامنے..... تو کیا ہوا..... قرآن مجید نے تفصیل نہیں بتائی، بلکہ صرف یہ کہا..... فإوحى الى عبده ما أوحى..... اللہ تعالیٰ نے جو کچھ دیا اپنے بندے کو دے دیا..... تمہیں لڑنے جھگڑنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

نبی ﷺ میرا تھا، میں اس کا خدا تھا..... جو میں نے چاہا یا جو اس نے چاہا لے لیا..... بات ختم ہو گئی!!

خدا اور رسول ﷺ کے درمیان تحائف کا تبادلہ:

تحفہ کیا دیا..... حضور ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تین تحفے پیش کئے..... پہلا..... التحیات لله..... التحیات..... جو کلام ہے..... یہ پیغمبر ﷺ کا کلام ہے، جو عرش پر نبی ﷺ نے پیش کیا تھا، جو ہم نماز میں پڑھتے ہیں..... التحیات..... اس کا معنی کہ تمام دنیا کے تحفے پوری دنیا میں جتنے تحفے ہیں..... لله..... اے اللہ تیرے لیے ہیں..... التحیات لله والصلوة..... اور ساری دنیا کی رحمتیں بھی تیرے لیے ہیں..... اور الطیبات..... دنیا میں جتنی پاکیاں ہیں..... وہ بھی تیرے لیے ہیں۔ جب یہ تین تحفے اللہ کے سامنے پیغمبر ﷺ نے پیش کیے تو اللہ نے جواب میں فرمایا..... السلام عليك ايها النبي..... اے نبی ﷺ تجھ پر سلام ہو..... ورحمة الله..... اور تجھ پر رحمت ہو..... وبركاته..... اور تجھ پر برکت ہو۔

تو جواب میں اللہ تعالیٰ نے کتنے تحفے دیئے.....؟ (تین)

تو جب تین تحفے دے کر تین تحفے پیغمبر ﷺ نے لئے، تو اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کو خیال آیا کہ میں تو تحفے لے رہا ہوں، میں نیچے جاؤں گا تو حبشہ کا بلال رضی اللہ عنہ کیا کہے گا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کیا کہیں گے کہ ہمارے لیے کیا لائے ہو، تو پیغمبر ﷺ نے فرمایا..... السلام علينا..... صرف مجھ پر سلام نہ ہو بلکہ میری ساری امت کو سلام ہو

..... السلام علینا ہم پر سلام ہو، نبی کریم ﷺ نے اس موقع پر بھی مجھے اور تجھے
فرا موش نہیں!

اللہ تبارک و تعالیٰ مجھے اور آپ کو حضور ﷺ سے سچی محبت اور غلامی نصیب
فرمائے۔ (آمین)

وَآخِرُ دَعْوَانَا اِنَّ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ○



محسن انسانیت

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا

(پارہ ۴، سورۃ آل عمران، آیت: ۱۶۴)

صَلَّى
عَلَيْهِمُ

ترجمہ:

”اللہ نے احسان کیا ایمان والوں پر جو بھیجا ان میں رسول۔“

حدیث پاک:

وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا یومن

احدکم حتی یکون ہواء تبعالما جنت بہ۔ (مشکوٰۃ)

نبی پاک ﷺ نے فرمایا۔ ”تم میں کوئی بھی اس وقت تک مومن نہیں

ہو سکتا جب تک وہ اپنی خواہش کو میری لائی ہوئی چیزوں کے تابع نہ

کرے۔“

اشعار:

قدم قدم پہ برکتیں نفس نفس پہ رحمتیں
جہاں جہاں سے وہ شفیع عاصیاں گزر گیا
جہاں نظر نہیں پڑی وہاں ہے رات آج تک
وہیں وہیں سحر ہوئی جہاں جہاں گزر گیا

تمہید:

میرے قابل صدا احترام ساتھیو! حضور ﷺ کی آمد اور آپ ﷺ کا مرتبہ، پیدائش سے پہلے کے حالات پر مختصر انداز میں تذکرہ ہو چکا ہے اور گزشتہ جمعہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حالات، آپ کے سامنے بیان کئے گئے تھے۔

حضور ﷺ کی سیرت طیبہ ایک اتھاہ سمندر ہے، سیرت کے بے شمار پہلو ہیں اور ان پہلوؤں میں سے پیدائش سے پہلے کے حالات اور پیدائش کے حالات آئندہ جمعہ بیان ہوں گے۔ ان شاء اللہ

اللہ تعالیٰ نے احسان فرمایا:

میرے بھائیو! ایک بادشاہ کا خواب نقل کر کے میں آپ کے سامنے اگلی بات شروع کرنے والا ہوں۔

پہلے قرآن پاک کی ایک آیت کا ترجمہ آپ ملاحظہ فرمائیں جس کی بنیاد پر آج جمعہ کا بیان ہوگا۔ قرآن پاک کا ارشاد ہے:

.....لقد من الله على المؤمنين اذ بعث فيهم رسولا.....

چودہ سو سال کے تمام مفسرین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ یہ آیت حضور ﷺ کی شان میں نازل ہوئی ہے، ویسے تو حضور ﷺ کی شان میں ہر آیت ہے، لیکن

وضاحت اور صراحت کے ساتھ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے شان بیان فرمائی ہے اور جو حضور ﷺ نے اس انداز میں شان بیان فرمائی ہے وہ قرآن کی کسی دوسری آیت میں نہیں، یہ انداز ہی نرالا ہے۔

اللہ نے فرمایا..... لقد من اللہ..... عربی زبان میں جس لفظ کے ساتھ
..... لقد..... آجائے..... لقد..... کا معنی ہوتا ہے کہ جو آگے بات آرہی ہے اس میں
پوری وضاحت ہے۔ جس بات کے ساتھ لقد آجائے..... قد..... یا..... لقد..... یہ
قرآن پاک کے تاکید الفاظ ہیں۔ ایک..... قد..... اور..... ل..... بھی ہے یعنی یہ پکی
بات ہوگئی کہ یہ جو اگلی بات ہے اس میں شبہ نہ کرنا، یہ کوئی شک والی بات نہیں، بلکہ یہ
یقین والی بات ہے، اللہ تعالیٰ کی ہر بات یقین والی ہے، لیکن اس کے باوجود اللہ تعالیٰ
کبھی کبھی تاکید فرماتے ہیں، تاکہ سننے والے کو یہ بات معلوم ہو کہ اس سے پکی، سچی اور
اچھی کوئی بات نہیں، فرمایا..... لقد..... اس میں کوئی شک نہیں، کس بات میں؟

..... من اللہ علی المومنین اذ بعث فیہم رسولا.....
کہ اللہ تعالیٰ نے ساری انسانیت پر احسان کیا ہے۔ حضور ﷺ کو بھیج کر، یہ
ایک بڑا عمدہ سیرت کا عنوان ہے۔

فرمایا..... لقد من اللہ..... اللہ تعالیٰ نے احسان کیا، انسانوں پر
احسان کیا اور آپ دیکھیں کہ آسمانوں سے چار کتابیں اتریں، بڑی کتب، کون سی
کتب ہیں؟ تورات، انجیل، زبور، قرآن، یہ بڑی کتابیں ہیں، ایک سو ۲۷ صحیفے
اترے ہیں یعنی پیغمبروں پر جو چھوٹے صحیفے آئے ان کا بھی ذکر ہے۔ انہی کتابوں
میں، ان تمام صحیفوں میں اللہ تعالیٰ نے کسی جگہ پر یہ بات نہیں فرمائی کہ میں نے تم پر
احسان کیا۔

آپ دیکھیں کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک اللہ تعالیٰ نے
انسانیت کو پیدا فرمایا اور یہ کبھی نہیں کہا کہ میں نے احسان کیا۔

نعمتیں دیکر اللہ تعالیٰ نے احسان نہ جتلیا:

اب آپ دیکھیں کہ یہ جو ہوا ہے، ہوا کے بغیر میں اور آپ زندہ نہیں رہ سکتے، ایک لمحہ کے لئے زندہ نہیں رہ سکتے، اور اللہ تعالیٰ نے ہوا بنائی ساری دنیا کیلئے اور پھر بھی احسان نہیں جتلیا، یہ نہیں کہا کہ میں نے تمہیں ہوا دی اور ہوا بنائی احسان نہیں جتلیا، پانی بنایا احسان نہیں جتلیا، روٹی بنائی احسان نہیں جتلیا، کپڑے بنائے احسان نہیں جتلیا، آسمان کا سورج بنایا روشنی کیلئے لیکن احسان نہیں جتلیا، چاند بنایا احسان نہیں جتلیا، دن رات بنائے احسان نہیں جتلیا، انسانوں کو عقل بخشی احسان نہیں جتلیا، جانوروں سے انسانوں کو اشرف المخلوقات بنایا اور کائنات کے ذرے ذرے کو انسان کیلئے بنایا احسان نہیں جتلیا، سواونٹ جا رہے ہیں اور سواونٹوں کے آگے ایک آٹھ سال کا بچہ اس کے ہاتھ میں تکمیل پکڑی ہوئی ہے۔ اونٹ کتنا بڑا ہے، انسان کتنا چھوٹا ہے لیکن سواونٹوں کی تکمیل ایک بچہ پکڑ کر لے جا رہا ہے اس کا معنی ہے کہ انسان اشرف المخلوقات ہے، لیکن اتنی بڑی عظمت دے کر اللہ نے احسان نہیں جتلیا۔

اب اتنے بڑے بڑے دریا ہیں، دریاؤں نے سینہ چیر دیا زمین کا، مکانات تباہ ہو جاتے ہیں، فصلیں تباہ ہو جاتی ہیں، لیکن ایک دریا کے اوپر انسان بند باندھتا ہے اور ہیڈ بناتا ہے، اور ایک بٹن آدمی دباتا ہے دریا چل پڑتا ہے، بٹن بند کرتا ہے دریا بند ہو جاتا ہے۔

یعنی اتنا بڑا دریا کہ جو پورے علاقے کو تباہ کر دے، لیکن انسان کو اللہ تعالیٰ نے عقل بخشی، سارے دریا کو انسان نے ہاتھ میں لے لیا، بٹن دبایا تو چل پڑا، نہیں تو نہیں اور آپ دیکھیں کہ اتنا بڑا کارخانہ ہے جس میں دس ہزار مزدور کام کرتے ہیں۔ اور انسان ان دس ہزار مزدوروں کا نگران ہے لیکن بٹن دباتا ہے اتنا بڑا کارخانہ چل پڑتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے اتنی بڑی عقل انسان کو بخشی، اور اتنی بڑی عقل بخشنے کے باوجود، اللہ تعالیٰ نے پوری کتابوں میں، پورے قرآن میں، کہیں نہیں کہا کہ جانوروں میں تمہیں عزت

دے دی اور تم پر میں نے احسان کیا تو اللہ تعالیٰ نے.....

انبیاء بنا کر
اولیاء بنا کر
کتابیں بھیج کر
آسمان بنا کر
زمین بنا کر

..... کہیں بھی اللہ نے احسان نہیں جتلایا.....

اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کا ذکر کیا..... افلا ينظرون الى الابل كيف خلقت..... اے انسان دیکھ میں نے اونٹ کو کیسا بنایا، تیرا نوکر بنادیا..... والی السماء
کیف رفعت..... اور آسمان کو چھت بنایا..... والی الجبال كيف نصبت..... اور
پہاڑوں کو میں نے زمین پر کھڑا کر دیا تاکہ زمین حرکت نہ کرے، بطور میخ کے میں نے
پہاڑ بنادیئے..... والی الارض كيف سطحت..... اور زمین کو میں نے بچھونا بنادیا۔
زمین کو اتنا سخت نہیں بنایا کہ تو اس پر فصل نہ بیج سکے۔ اتنا نرم نہیں بنایا کہ تو چلے تو زمین
میں دھنس جائے۔

ایسا بنایا کہ اگر تو فصل اگانا چاہتا ہے تو فصل اگالے، مکان بنانا چاہتا ہے مکان
بنالے، سڑکیں بنانا چاہتا ہے سڑکیں بنالے۔ ہل چلا کر اس میں بیج ڈال دے، فصلیں اگا
دے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے زمین تیرے لئے بنائی اور فرمایا..... والی
الارض كيف سطحت..... اے انسان تو نہیں دیکھتا کہ میں نے زمین تیرے لئے
بنائی۔ آسمان تیرے لئے، کائنات تیرے لئے، ساری کائنات کے جانور تیرے لئے،
مشینری تیرے لئے، لوہا تیرے لئے اور قرآن نے کہا..... وانزلنا الحديد فيه بأس
شديد و منافع للناس..... تیرے لئے لوہا بنایا اور کہا کہ اس لوہے کو آگ پر رکھ، یہ
موم ہو جائے گا۔

آپ اس حقیقت پر غور فرمائیں۔ یہ حقیقت قرآن نے بیان کی ہے کہ.....

لقد من الله على المؤمنين اذ بعث فيهم رسولا..... الله تعالى فرماتے ہیں کہ میں نے ساری انسانیت پر، مکے کے لوگوں پر نہیں، مدینہ کی بستی پر نہیں، ساری انسانیت پر احسان کیا ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ کو انسانوں میں پیدا کیا ہے، یہ احسان کیا ہے۔

اب یہاں یہ نہیں کہا کہ میں نے امت محمدیہ پہ احسان کیا، یہ نہیں ہے۔ حالانکہ حضور ﷺ کی امت، امت محمدیہ ہے، لیکن قرآن کہنا چاہتا ہے کہ پہلے جو انبیاء گزرے ہیں، یہ جو امتیں گزری ہیں، قیامت کے دن جب شفاعت کا موقع آئے گا تو شافع محشر محمد مصطفیٰ ﷺ ہوں گے، ان امتوں کی سفارش بھی محمد رسول اللہ ﷺ فرمائیں گے۔

اس لئے فرمایا..... لقد من الله على المؤمنين اذ بعث فيهم رسولا..... قیامت تک جتنے لوگ آئیں گے، یا آدم علیہ السلام سے لیکر اب تک جتنے لوگ آئے، سب پر میں نے احسان کیا کہ محمد رسول اللہ ﷺ کو میں نے تمہارے اندر بھیجا ہے، یہ احسان ہے۔ اب دیکھئے۔

اب اللہ فرماتے ہیں کہ ہم نے لوہا عطا فرمایا، اب انسان نے لوہے کے کارخانے بنائے، لوہے سے جہاز بنائے، لوہے سے مشینریاں بنائیں، لوہے سے کئی چیزیں بنائیں۔ اور پھر تم نے سمندروں کو مسخر کر لیا، بحری جہاز بنائے، اب آپ چھوٹا سا ٹکڑا اٹھا کر پھینکو تو وہ ڈوب جاتا ہے، لیکن اتنا بڑا جہاز ہے وہ پانی کے اوپر تیر رہا ہے، وہ نہیں ڈوبتا، یہ کیوں نہیں ہوتا۔ قرآن کہتا ہے..... وترى الفلك فيه مواخر..... میں نے سمندر میں کشتی ڈال دی اور وہ تیر رہی ہے ڈوبتی نہیں ہے، یہ سمندر میں لوہے یا لکڑی کا کمال نہیں، یہ عرش سے خدا کا فیصلہ ہے کہ جس نے انسانوں کی سہولت کیلئے کشتیاں پانی کے اوپر کھڑی کر دیں، فرمایا..... اے دنیا کے لوگو! اس کشتی کو دیکھو، یہ دریا کے پانی پر کھڑی ہے، سینکڑوں نہیں، ہزاروں آدمی بحری جہازوں میں سفر کر رہے ہیں اور وہ جہاز ڈوبتے نہیں، تم ایک پتھر اٹھا کر پانی میں پھینکو تو وہ ڈوب گیا، لیکن یہ جہاز ہزاروں آدمیوں کو لے کر جا رہا ہے یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے۔

انبیاء بھیجے احسان نہیں جتایا:

اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اتنی بڑی عقل تمہیں دی، اتنا بڑا شعور تمہیں بخشا، لیکن اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے تم پر احسان نہیں جتایا، حضرت آدم علیہ السلام بنائے، حضرت موسیٰ علیہ السلام بنائے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام بنائے، سارے انبیاء کرام علیہم السلام بنائے، لیکن احسان نہیں جتایا۔

اشرف المخلوقات کیلئے نعمتیں ہی نعمتیں:

پھر انسان کی سہولت کیلئے کیا کیا چیزیں پیدا فرمائیں؟ سب سے بڑی اور اہم چیز ہوا ہے، اور یہ ہوا سب سے قیمتی چیز ہے۔ انسان کیلئے جس چیز کی سب سے زیادہ ضرورت تھی۔ اس کو مفت میں عام کر دیا۔ اگر پیسے لیکر ہوا ملتی تو ماشاء اللہ پاکستان کی حکومت ہی ہوا بند کر دیتی۔

یعنی جس چیز کے بغیر انسان ایک پل نہیں رہ سکتا اس کو اللہ تعالیٰ نے عام کر دیا، مفت میں، اور دوسرے نمبر پر ضرورت تھی پانی کی۔ اس کو بھی عام کر دیا جہاں سے مرضی نکالو پانی کو۔

سب سے کم ضرورت کس کی تھی سونے کی، اس کو مہنگا کر دیا، سونے کے بغیر بھی زندہ رہ سکتے ہیں، اگر ہوا ایک ہزار روپے کی کلوملتی تو گزارہ ہوتا؟ یا پانی ایک ہزار روپے کا کلوملتا، تو اللہ تعالیٰ نے کائنات میں جس چیز کی سب سے زیادہ ضرورت تھی اس کو سب سے سستا کر دیا اور جس چیز کی ضرورت سب سے کم تھی اس کو مہنگا کر دیا، کوئی پریشانی نہیں۔

یہ اب آپ دیکھیں کہ نہ پانی کی کوئی بات ہے، نہ ہوا کی کوئی بات ہے اور جو چیز سب سے زیادہ ضروری ہے اس کو عام کر دیا اور یہ اللہ تعالیٰ کی عنایت ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے انسان کو کتنا اونچا بنایا، اشرف المخلوقات بنایا، اور اٹھارہ ہزار مخلوقات پیدا کر کے ان کا سردار انسان کو بنایا۔ یہ انسان ساری مخلوقات کا

سردار ہے۔

اللہ تعالیٰ نے احسان بتلایا:

پھر سارے انسانوں کے سردار محمد رسول اللہ ﷺ کو پیدا فرمایا اور حضور ﷺ کو پیدا کر کے اللہ تعالیٰ کو احسان بتلانا پڑا فرمایا..... لقد من الله على المؤمنين اذ بعث فيهم رسولا..... اے دنیا کے لوگو، میں نے جتنی نعمتیں تمہارے لئے بنائیں، لیکن احسان نہیں بتلایا۔

انبیاء بھیجے	احسان نہیں بتلایا
فرشتے آئے	احسان نہیں بتلایا
تورات آئی	احسان نہیں بتلایا
زبور آئی	احسان نہیں بتلایا
انجیل آئی	احسان نہیں بتلایا

میں نے دریا بنائے، کشتیاں بنائیں، مچھلیاں بنائیں، کارخانے بنائے، عقل بخشی، شعور بخشا، علم بخشا، عرفان بخشا اور دانش مندی بخشی، حکمت و دانائی بخشی!

بڑے بڑے ولیوں کو ولایت دی

خطیبوں کو خطابت دی

فقہیہوں کو فقہت دی

عالموں کو علم دیا

سب کچھ دیا لیکن اللہ فرماتے ہیں کہ ایک ایسی چیز تھی کہ جو میرے خزانے میں ایک ہی تھی جس کا نام محمد رسول اللہ ﷺ ہے۔

میرے ہائیو! حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا مانگی تھی اے اللہ! میں تجھ سے آج وہ چیز مانگتا ہوں کہ جو تیرے خزانے میں بھی ایک ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہ کیا، میں تجھ سے محمد ﷺ مانگتا ہوں، چونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسل میں، محمد رسول اللہ ﷺ کو بھیجے گا

فیصلہ عرش سے ہوا۔ اب آپ دیکھیں کہ قرآن کی یہ بات سچی ہوگئی۔ فرمایا:

.....لقد من الله على المؤمنين اذ بعث فيهم رسولا.....

اے انسانو! میں نے تم پر احسان کیا کہ محمد رسول اللہ ﷺ کو تمہارے اندر پیدا کر کے تمہارا سردار بنا دیا۔

یہ انسانوں پر احسان ہوا، دنیا میں کون شخص نہیں مانتا کہ

رسول اللہ ﷺ کی آمد ہم پر احسان ہے

رسول اللہ ﷺ کا آنا ہم پر احسان ہے

رسول اللہ ﷺ کا رہنا ہم پر احسان ہے

وہ آئے جن کے آنے کی زمانے کو ضرورت تھی

وہ آئے جن کی آمد کیلئے بے چین فطرت تھی

وہ آئے نغمہ داؤد میں جن کا ترانہ تھا

وہ آئے گریہ یعقوب میں جن کا فسانہ تھا

وہ آئے جن کیلئے مضطرب تھی وادی بطحا

وہ آئے جن کے قدموں کیلئے کعبہ ترستا تھا

وہ آئے جن کو حق نے گود کی خلوت میں پالا تھا

وہ آئے جن کے دم سے عرش اعظم پہ اجالا تھا

لقد من الله على المؤمنين اذ بعث فيهم رسولا..... پروردگار نے

لوگوں پر احسان نہیں جتلاتا، لیکن محمد مصطفیٰ ﷺ ایسی شخصیت ہیں، یہ موتی ایسا ہے، یہ

ستارہ ایسا ہے، یہ سورج ایسا ہے چونکہ میرے خزانے میں ایک تھا، وہ میں نے انسانوں کو

عطا کر دیا۔ اس لئے فرمایا:

.....لقد من الله على المؤمنين اذ بعث فيهم رسولا.....

اے لوگو! میں نے تم پر احسان کیا ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ تمہیں دے دیا،

تمہارے اندر محمد رسول اللہ ﷺ کو پیدا فرمایا۔

بخت نصر کا خواب اور اس کی تعبیر:

بخت نصر ایک بادشاہ تھا، اس نے بڑے بڑے آدمیوں کو گرفتار کیا، کس جرم میں کہ وہ کلمہ توحید کا اقرار کرتے تھے۔ یہ بڑا دلچسپ واقعہ ہے جو مولانا قاری طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے اور بہت ساری کتابوں میں بھی ہے۔

ان میں ایک پیغمبر تھے حضرت دانیال علیہ السلام، انہوں نے تبلیغ کی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، کوئی مشکل کشا نہیں، حاجت روا نہیں، ان کو بادشاہ نے گرفتار کیا، جن لوگوں نے ان کا کلمہ پڑھا، ان کو بھی گرفتار کیا، گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیا۔

بخت نصر نے خواب دیکھا۔ اس نے جیل کے تمام گرفتار شدہ لوگوں کو بلایا اور ان لوگوں سے کہا کہ جو رات گزری ہے۔ اس رات مجھے ایک خواب آیا ہے اور وہ خواب مجھے بھول گیا ہے، میں تمہارے سامنے اور اس شہر میں جتنے نجومی ہیں ان کے سامنے یہ بات رکھ رہا ہوں کہ وہ خواب بتائیں اور خواب کی تعبیر کیا ہے؟

نجومیوں سے یہ بھی کہا کہ کل تک اگر تم نے مجھے خواب اور اس کی تعبیر نہ بتائی تو میں تمہیں پھانسی دے دوں گا، جو نجومی تھے اور جو لوگ گرفتار بلائے گئے تھے ان کو! نجومیوں اور قیدیوں نے کہا کہ ہم میں سے کوئی شخص اس خواب کی تعبیر بتا سکتا ہے نہ خواب بتا سکتا ہے۔ یہ بات تو بنتی ہے کہ میں نے یہ خواب دیکھا ہے اس کی تعبیر بتاؤ، لیکن وہ کہتا ہے کہ خواب بھی تم بتاؤ اور تعبیر بھی تم بتاؤ، تمام نجومیوں نے اور گرفتار شدگان نے کہا کہ ہم تو تعبیر دے سکتے ہیں خواب نہیں بتا سکتے۔

لیکن انہوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ ہمارے ساتھ اللہ تعالیٰ کا ایک پیغمبر ہے حضرت دانیال علیہ السلام، جو اس وقت جیل میں ہے، اور یہاں دربار میں نہیں آیا۔ انہوں نے کہا کہ ایک اللہ تعالیٰ کا بندہ ہے، وہ خواب بھی بتائے گا اور اس کی تعبیر بھی بتائے گا۔ بادشاہ نے پوچھا وہ کون؟ بتایا گیا حضرت دانیال علیہ السلام۔

بادشاہ نے فوراً حضرت دانیال علیہ السلام کو بلا لیا اور بلا کر کہا دانیال! یہ بتاؤ کہ مجھے

خواب کیا آیا ہے؟ اور اس کی تعبیر بھی بتاؤ، اگر تم بتا دو گے کہ یہ خواب ہے، یہ تعبیر ہے تو میں مان لوں گا کہ تم واقعی اللہ کے سچے نبی ہو۔ اب انہوں نے کہا کہ اگر تم چاہتے ہو تو میں ابھی بتا دوں، یہاں بیٹھے ہوئے، اللہ تعالیٰ کے سچے رسول تھے اور اللہ تعالیٰ کو اس ساری مملکت کی ہدایت مطلوب تھی کہ یونان کا وہ ملک جہاں اللہ تعالیٰ کا یہ پیغمبر آیا پورے ملک کو دین کی بات پہنچانا اللہ تعالیٰ کی مشیت میں داخل تھا۔

بادشاہ نے کہا کہ بتاؤ، انہوں نے کہا کہ خواب تمہیں یہ آیا ہے کہ ایک بہت بڑا بت ہے اور اس بت کا ایک ہاتھ مشرق کی طرف ہے اور ایک مغرب کی طرف ہے، اور وہ پھونک مارتا ہے تو شمال و جنوب تک اس کی پھونک پہنچتی ہے، اور آسمانوں کے قریب تک اس کا قد ہے، اور اس کے بعد تو نے دیکھا کہ ایک پتھر عرب کی سرزمین سے کسی نے پھینکا اور اس کے سر پر پتھر لگا اور وہ گر گیا، اس کے ہاتھ ٹوٹ گئے اور پاش پاش ہو گیا، ریزہ ریزہ ہو گیا، اور جہاں وہ ریزہ ریزہ ہوا وہاں سے ایک روشنی نکلی۔

بادشاہ نے کہا کہ تو واقعی اللہ تعالیٰ کا سچا نبی ہے، مجھے یہی خواب آیا ہے۔ اب اس کی تعبیر کیا ہے؟ حضرت دانیال علیہ السلام نے فرمایا کہ اس کی تعبیر یہ ہے کہ یہ جو بت تھا یہ قیصر و کسریٰ کی حکومت تھی، چونکہ یونان کا اصل مرکز قیصر و کسریٰ تھا، یہ جو بت تھا یہ قیصر و کسریٰ کی حکومت تھی اور مشرق و مغرب اس کے ہاتھوں کا مطلب یہ ہے کہ وہ حکومت پوری دنیا میں پھیلی ہوئی تھی اور عین اس دنیا کے شباب میں، عین اس بت کے شباب میں، جس وقت ساری دنیا میں اس بت کی بات تھی تو اللہ تعالیٰ نے ایک آخر الزمان نبی کو بھیجا ہے کہ جس کے سر پر تو حید کا پتھر لگے گا اور وہ بت پاش پاش ہو جائے گا، اور اس کی سرزمین سے رسول اللہ ﷺ کے دین کی روشنی چمک اٹھے گی، یہ اس کی تعبیر ہے۔

میرے بھائیو! قرآن یہ جو کہتا ہے..... لَقَدْ مِّنَ اللّٰهِ عَلٰی الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ بَعَثَ فِیْہِم رَسُوْلًا..... اور ایک جگہ فرمایا..... هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْہُدٰی وَ الدِّیْنِ الْحَقِّ لِیُظْہِرَہٗ عَلٰی الدِّیْنِ کُلِّہٖ..... محمد رسول اللہ ﷺ کو میں نے اس لئے دنیا میں بھیجا ہے تاکہ دنیا کے تمام دینوں پر اسلام کا غلبہ آجائے، مفسرین کہتے ہیں کہ حضرت

دانیال علیہ السلام کا بیان کردہ خواب اور اس کی تعبیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کے بعد، تمام دنیا کے اطراف میں، مشرق و مغرب، شمال و جنوب میں اسلام کی عظمت کا سورج طلوع ہوا۔

احسان کیسے ہوا؟

لقد من الله على المؤمنين اذ بعث فيهم رسولا..... اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم! ہم نے ساری انسانیت پر احسان کیا، تجھے بھیج کر، اب سوال یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے پر احسان کیوں ہے؟ نبی تو پہلے بھی آئے تھے، وہ بھی تو اللہ تعالیٰ ہی کا پیغام دیتے تھے، وہ تو اللہ تعالیٰ کی توحید کی بات کرتے تھے، تیرے آنے سے احسان کیسے ہوا؟ تیرے آنے پر امتیاز کیسے برتا گیا، تیرے آنے پر وہ کون سی عظمت ہے جو انسانوں کو ملی ہے؟

میرے بھائیو!

قرآن نے کہا..... لقد من الله على المؤمنين اذ بعث فيهم رسولا..... اللہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ شرف بخشا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ساری کائنات کیلئے رسول بن کر آئے۔ ساری کائنات کیلئے ہدایت کا ذریعہ بن کر آئے۔ نہ پہلے کوئی نبی آپ صلی اللہ علیہ وسلم مثل تھا، نہ قیامت کی صبح تک آپ جیسا کوئی پیدا ہوگا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم.....!

ساری کائنات کیلئے رحمت

ساری کائنات کیلئے راہنما

ساری کائنات کیلئے پیامبر

ساری کائنات کیلئے امن کے داعی

عافیت کے داعی..... سکون کے داعی..... چین کے داعی

ساری کائنات دکھوں میں مبتلا تھی، میرے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے آ کر امت کو سکون

بخشا..... نبی اور بھی بڑے آئے، وہ بھی اللہ کا پیغام لے کر آئے، لیکن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کو بھیج کر اللہ نے اس لئے احسان جتایا کہ محمد مصطفیٰ ﷺ کے پاس جو یونورسل پر وگرام ہے وہ کسی اور پیغمبر کے پاس نہیں، اس کے پاس جو وحدت امت کی لڑی ہے، وحدت امت کی قیادت ہے وہ کسی اور کے پاس نہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعا قبول ہوئی:

یہ ایسی بات نہیں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دعا مانگیں کہ اے اللہ! مجھے تو نے بنی اسرائیل کا نبی بنایا۔ اس کے بجائے مجھے محمد مصطفیٰ ﷺ کا امتی بنا دیتا۔ اور وہ دعا قبول ہو گئی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے قرب قیامت میں آنا ہے، تو ان کی دعا کی قبولیت کی وجہ سے جب دوبارہ آئیں گے حضور ﷺ کے امتی کی حیثیت سے آئیں گے اور یہ دعا قبول ہو چکی ہے۔

انبیاء کرام علیہم السلام نے اور بھی دعائیں کی ہیں، لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی یہ دعا بھی قبول ہوئی کہ ان کو اللہ تعالیٰ نے دوبارہ امتی کی حیثیت سے بھیجنا ہے تاکہ اپنے دور کے تو وہ پیغمبر ہیں، لیکن جب حضور ﷺ کے دور میں آئیں گے تو یہاں سکھ سوائے آمنہ کے لعل کے کسی اور کا نہیں چلے گا، یہاں سکھ چلے گا تو محمد رسول اللہ ﷺ کا چلے گا اور کسی کا سکھ چل سکتا ہے؟ (نہیں)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمالین کے رسول ہیں:

میرے بھائیو!

اب دیکھیں تین باتوں کی ہمہ گیر قوت، جہانوں کیلئے عظمت، یہ قرآن سے بات ثابت ہوئی، لیکن قرآن کیا کہتا ہے؟ قرآن کہتا ہے کہ میری ہدایت، یعنی قرآن کی ہدایت جہانوں کیلئے ہے، یہ لفظ تورات و انجیل میں نہیں کہا، وہ لفظ کون سا ہے؟ وہ لفظ ہے..... ہدی للعالمین..... یہ ہدایت ہے جہانوں کیلئے، کیا ہے جہانوں کیلئے (قرآن ہے) ہدایت سے مراد قرآن ہے، یعنی قرآن ہے جہانوں کیلئے، یہ یونورسل

تھیوری ہے، یہ وہ فلسفہ ہے، پوری کائنات کا..... ہدی العالمین..... قرآن جہانوں کیلئے ہدایت ہے، اور جہانوں کیلئے ہدایت نہ تورات ہے، نہ انجیل میں ہے، نہ زبور میں ہے، صرف قرآن میں ہے، قرآن کیوں ہدایت ہے جہانوں کیلئے؟ اس لئے کہ قرآن جس پیغمبر پر اترا، وہ بھی جہانوں کیلئے ہے، اور قرآن بھی..... ہدی العالمین..... اور نبی ہے رحمۃ العالمین..... وہ بھی جہانوں کیلئے اور قرآن بھی جہانوں کیلئے اور پھر ان دونوں کو جس نے بھیجا، وہ بھی..... رب العالمین..... وہ بھی جہانوں کیلئے، تو.....

رب العالمین ہو
یا رحمۃ العالمین ہو
یا ہدی العالمین ہو

فلسفہ ایک ہے، فلاسفی ایک ہے، تھیوری ایک ہے، معنی ایک ہے، کیفیت ایک ہے اور علماء یہ بھی کہتے ہیں کہ رسول اور قرآن دونوں ایک ہیں، یہ بھی لوگوں نے کہا۔ سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ قرآن علم ہے اور نبی عمل ہے۔
قرآن متن ہے نبی تشریح ہے
قرآن اجمال ہے نبی تفصیل ہے
قرآن کتاب میں اللہ تعالیٰ کا کلام ہے
نبی چلتا پھرتا اللہ تعالیٰ کا کلام ہے
اور ہر جگہ نبی کا ذکر ہے جس طرح اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے، اس لئے حفیظ تائب نے کہا ہے:

تکبیر میں کلمے میں نمازوں میں اذان میں
ہے۔ نام الہی سے ملا نام محمد مصطفیٰ
فرماتے تھے آدم کہ مجھے خلد بریں میں
لکھا ہوا طوبیٰ میں ملا نام محمد مصطفیٰ

اسلام کی لذت دل عشاق سے پوچھو
جاں آگئی تن میں جو لیا نام محمد ﷺ

حضور ﷺ انسانوں میں آئے:

تو قرآن پاک میں جو یہ اعلان کیا کہ..... لقد من الله على المؤمنين
اذ بعث فيهم..... انسانیت کے اوپر اللہ تعالیٰ نے احسان عظیم کیا۔ ایک تو یہ ہے کہ
اللہ تعالیٰ احسان فرمائیں۔ یہ اور بات ہے، یہ بھی قابل غور بات کہہ رہا ہوں کہ ایک
ہے اللہ تعالیٰ احسان کریں اور ایک ہے کہ اللہ تعالیٰ احسان جتلائیں دونوں میں فرق
ہے۔

ایک آدمی کسی پر احسان کرتا ہے مجھے پتہ ہے کہ احسان ہو رہا ہے بس ٹھیک
ہے، اور ایک ہے کہ احسان جتلائے، اللہ تعالیٰ کا تو احسان ہے۔

مجھے بنایا احسان ہے

آپ کو بنایا احسان ہے

اور اگر اللہ تعالیٰ ہمیں نہ بناتا، تو اللہ تعالیٰ کو کون پوچھتا، یہ تو احسان ہے، لیکن
اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ کوئی ایسا احسان نہیں کہ جس کو جتلا یا جائے، جتلانے والا احسان
صرف بعثت محمد رسول اللہ ﷺ ہے۔ حضور ﷺ کی جو بعثت والا احسان ہے یہ ہے
جتلانے والا، جسے خدا نے قرآن میں جتلا یا ہے، کیا کہا..... لقد من الله على
المؤمنين اذ بعث فيهم رسولا..... میں نے محمد رسول اللہ ﷺ کو تم میں سے
بھیجا۔

ایک اور مسئلہ اس آیت نے حل کر دیا، ایک تو یہ ہے کہ حضور ﷺ تشریف لائے،
حضور ﷺ آسکتے تھے فرشتوں میں سے بھی، تو ہم پر احسان کیا ہوتا، انسانیت پر کیا ہوتا..... اذ
بعث فيهم..... جو انسانیت ہے اس پر احسان یہ ہے کہ انہی میں سے ایک انسان کو پوری
کائنات کا رہبر میں نے بنا دیا یہ احسان ہے..... اذ بعث فيهم..... انہی میں سے۔

اب کوئی یہ کہے کہ حضور ﷺ کی جنس ہی اور تھی۔ میں کہتا ہوں کہ برگزیدہ جنس انسانوں کے علاوہ فرشتوں کی ہے، لیکن فرشتے تو حضور ﷺ کے غلام ہیں، علامہ اقبال رحمہ اللہ کہتا ہے:

فرشتوں سے بہتر ہے انسان بننا
مگر اس میں پڑتی ہے محنت زیادہ
محنت زیادہ پڑتی ہے، تو حضور ﷺ کو انسانوں میں بھیجا، پہلے انسانوں کو
اشرف المخلوقات کا لقب دیا، پھر انسانوں میں رسول اللہ ﷺ کو بھیج دیا اور انسانوں
سے کہا:

.....اذ بعث فیہم رسولا.....

انسانوں میں سے میں رسول بنا رہا ہوں۔

فرشتوں میں سے حضور رسول بننے تو ہمیں فرشتے کے رسول بننے کا تقاضوں کا پتہ نہ ہوتا مثلاً رات کے وقت ہم لوگ سو رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا حکم آتا کہ اٹھو تہجد کی نماز پڑھو۔ اگر حضور انسانوں میں نہ ہوتے فرشتوں میں ہوتے، تو انسان یہ کہتے کہ اے محمد مصطفیٰ ﷺ آپ کو کیا پتہ کہ سونے میں لذت کتنی ہے۔ آپ ہمیں تو کہہ رہے ہو کہ نماز پڑھو، آپ کو اس سونے کی لذت کا پتہ نہیں ہے۔ آپ کہہ رہے ہیں کہ نماز پڑھو اور ذکر اللہ تعالیٰ کرو اور ہم کھانا کھا رہے ہیں اور آپ کہہ رہے ہیں کہ چھوڑ دو کھانے کو، آؤ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو۔

تو انسان کہتے کہ اے محمد مصطفیٰ ﷺ خدا نخواستہ اگر حضور انسانوں میں نہ ہوتے تو حضور ﷺ کو انسانوں کے تقاضے کا پتہ نہ چلتا۔ انسانیت کی ضروریات کا پتہ نہ چلتا، لیکن اب اللہ تعالیٰ نے انسانوں میں محمد رسول اللہ ﷺ کو بھیج کر محمد مصطفیٰ ﷺ کے بارے میں کہا:

.....یا ایہا المزمحل قم الیل الا قلیلا نصفہ.....

اے میرے محمد مصطفیٰ ﷺ آدھی رات جاگا کرو ساری رات نہ جاگا کرو،

ساری رات عبادت نہ کرو۔

حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ اگر سونے کے مزا کا تجھے پتہ ہے تو مجھے بھی پتہ ہے لیکن میں اس لطف کے باوجود ساری رات خدا کے سامنے مصلے پر روتا ہوں، کمال تو یہی ہے۔

کمال کس میں ہے:

ایک آدمی کی آنکھ ہی نہیں ہے اور میں اس سے پوچھوں کہ تو نے قلم دیکھی ہے؟ وہ کہتا ہے کہ میں نے تو قلم کوئی نہیں دیکھی۔

اور ایک آدمی کی آنکھ ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے قلم نہیں دیکھی، میں نے سینما نہیں دیکھا، تو کمال کس کا ہے؟ (آنکھ والے کا) جس کی آنکھ ہے کمال تو اس کا ہے۔

ایک آدمی میں زنا کی طاقت ہی نہیں، اس کے اندر ایسی قوت ہی نہیں، اس کا زنا نہ کرنا کوئی کمال نہیں۔

ایک آدمی میں کھانے کی چاہت ہے، لیکن نہیں کھاتا کہ میں نے روزہ رکھا ہوا ہے تو کمال اس کا ہے، اور ایک شخص نے کبھی کھایا ہی نہیں، اب کوئی آدمی کہے کہ فرشتوں نے روزہ رکھا، تو کیا کمال کیا؟ وہ تو کھاتے ہی نہیں، کمال ہے؟ (نہیں) فرشتوں کا روزہ رکھنا کوئی کمال ہوا؟ (نہیں) کیوں کہ فرشتے تو ہیں ہی تسبیح کیلئے، کھانا پینا تو ان کی جبلت میں نہیں۔

اب اگر حضور ﷺ فرشتوں میں پیدا کئے جاتے، تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ اتنا بڑا کمال نہ ہوتا، حضور ﷺ کو اللہ نے انسانوں میں پیدا کر کے انسانوں کو بتایا کہ تم بھی سوتے ہو، تم بھی دنیا میں رہتے ہو، لیکن میرے رسول کو دیکھو کہ حضور ﷺ رات کو مصلے پر کھڑے رہتے ہیں اور ان کے پاؤں سوج جاتے ہیں۔

حضور ﷺ کی عبادت و ریاضت کس لئے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا یا رسول اللہ ﷺ! آپ اتنی رات نہ جاگا کریں کہ

آپ کے قدم میں درم آ گئے تھے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ افلا اکون عبدا شکورا..... اے عائشہ خنیخنا! جس خدا نے یتیم کو خاتم الانبیاء بنا دیا ہے کیا میں اس خدا کا شکر ادا نہ کروں۔

اطاعت کرو:

لقد من الله على المؤمنين اذ بعث فيهم رسولا..... اے دنیا کے لوگو! اللہ تعالیٰ نے محمد رسول اللہ ﷺ کو دنیا میں بھیج کر احسان کیا ہے۔ حضور ﷺ کا آنا احسان ہے جب حضور ﷺ کا آنا احسان ہے تو ایک شخص کو بھیج کر اللہ تعالیٰ احسان جتلائے۔ اور اس شخص کی لائی ہوئی بات کو ہم نہ مانیں، مثلاً ہم نماز ہی نہ پڑھیں۔ اللہ تعالیٰ احسان جتلا رہے ہیں اور جو تحفہ حضور ﷺ لیکر آئے اس کا خیال ہی کوئی نہ ہو، تو اس سے بڑی بد نصیبی کوئی نہیں۔

حضور ﷺ کی ولادت کی خوشی ہے:

حضور ﷺ کی ولادت پر جشن منانے کا کیا مطلب ہے؟ اگر جشن کا معنی خوشی کرنا ہے تو میں بھی سمجھتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ کے آنے پر ہر انسان کو خوشی ہے، دنیا کا کوئی کافر ایسا نہیں کہ جو رسول اللہ ﷺ کے آنے پر خوشی نہ کرتا ہو۔

میں کہتا ہوں کہ دنیا میں کوئی یہودی اور عیسائی بھی ایسا نہیں کہ جس کو رسول اللہ ﷺ کے آنے پر خوشی نہ ہو، چہ جائیکہ مسلمان، اگر جشن سے مراد لو بانوں کی بتیاں سلگانا ہے، تو اس کا ذکر نہ کہیں قرآن میں ہے نہ حدیث میں ہے، نہ پیغمبر کی شریعت میں ہے۔

خوشی ہر مسلمان کو ہے، کوئی شخص رسول اللہ ﷺ کی آمد پر ایسا نہیں ہے کہ جس کو خوشی نہ ہو، حضور ﷺ کی آمد پر خوشی کرنا واجب ہے، فرض ہے اور تمام فرائض کی طرح

اہم ہے۔ کوئی ایسا نہیں کہ جس کو نبی ﷺ کے آنے پر ہی خوشی نہ ہو۔

قرآن تو انسانیت پر احسان جتلا رہا ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو بھیج کر احسان کیا اور جس کو اللہ تعالیٰ احسان جتلائے اس کے آنے پر خوشی ہوگی یا نہیں ہوگی؟ (ہوگی) تو کوئی مسلمان ایسا نہیں ہے کہ جس کو خوشی نہ ہو۔

ولادتِ رسول ﷺ پر خوشی کا طریقہ:

لیکن کیا خوشی کا یہی طریقہ ہے جو ہم نے اختیار کیا ہے؟ خوشی کا یہ طریقہ ہے کہ جو چیز رسول اللہ ﷺ لائے اس پر عمل کریں، جو پیغمبر ﷺ نے پیغام دیا اس پر عمل کریں، خوشی کا یہ طریقہ تو نہیں کہ صرف بتیاں جلا لو اور جھنڈیاں لگا دیں اسی کا نام خوشی ہے؟

اس کا مطلب یہ ہوا کہ ایک آدمی کسی کے ہاں مہمان ٹھہرا، سارے گھر والوں نے کھڑے ہو کر استقبال کیا اور کہا جی آیاں نون خوش آمدید، ویلکم، اہلا وسہلا مرحبا..... لیکن تھوڑی دیر کے بعد مہمان کہے کہ مجھے پیاس لگی ہے پانی دو، وہ کہیں کہ آپ کے آنے کی خوشی بڑی ہے لیکن پانی کوئی نہیں۔

حضور ﷺ دنیا میں تشریف لائے، فرمایا نماز پڑھو، کہتے ہیں کہ آپ کے آنے کی خوشی بڑی ہے نماز نہیں پڑھیں گے۔

حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ روزہ رکھو، کہتے ہیں کہ آپ کے آنے کی خوشی بڑی ہے۔ روزہ کی بات کوئی نہیں۔

حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ ملاوٹ نہ کرو، یہ بات نہیں مانتی۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ شرک نہ کرو، بدعت نہ کرو، کہتے ہیں کہ یہ بات چھوڑو، آپ کے آنے کی خوشی بڑی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ نے آنے والے مہمان کا مذاق اڑایا ہے۔ اللہ سمجھ کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

پیغمبر ﷺ کے آنے پر خوشی ہو، لیکن اس خوشی کا مطلب یہ ہے کہ پیغمبر ﷺ کی

بات مانو، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کو سینے سے لگاؤ، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مشن کو سمجھنا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات پر عمل کرنا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں پر عمل کرنا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغام پر عمل کرنا ہے۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ○



سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

فِي صُفْحٍ مُّكْرَمَةٍ ۝ مَرْفُوعَةٍ مُّطَهَّرَةٍ ۝ بِأَيْدِي سَفَرَةٍ ۝
كِرَامٍ بَرَرَةٍ ۝

(پارہ ۳۰، سورۃ عبس، آیت: ۱۶ تا ۱۳)

اللہ
صَدَقَ
الْعَظِيمُ

ترجمہ:

”لکھا ہے عزت کے ورقوں میں اونچے رکھے ہوئے نہایت
ستھرے ہاتھوں کے لکھنے والوں کے جو بڑے درجے والے نیک و
کار ہیں۔“

تمہید:

میرے بھائیو!

آج حضرت سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب کے
سلسلے میں خطبہ جمعہ ہوگا، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت کیا ہے؟ ان کا مرتبہ اور

مقام کیا ہے؟ ان کے کارنامے کس قدر بلند ہیں؟ انہوں نے اسلام کی کس قدر خدمات انجام دی ہیں؟ یہ بہت طویل موضوع ہے، اس کے لئے بڑے بڑے دفاتر اور بڑے بڑے رجسٹر ختم ہو سکتے ہیں، لیکن حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے کمالات کا احاطہ نہیں ہو سکتا۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق مبلغ علم:

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے عنوان پر میں نے آج سے چھ سات سال پہلے ایک مستند کتاب اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ترتیب دی تھی، جس کو پوری دنیا میں بھیجا گیا اور جس کا دسواں ایڈیشن اب شائع ہوا ہے۔ اس کتاب کی ترتیب کیلئے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں جتنی کتابیں مجھے دیکھنے کا موقع ملا کم لوگوں کو ایسا موقع نصیب ہوتا ہے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں جب بھی کوئی خطیب تقریر کرتا ہے..... اللہم اجعل معاویہ ہادیا مہدیا..... اس ایک حدیث سے آگے نہیں بڑھتا، جب بھی کوئی بات آئے گی وہ یہی کہے گا!

بس!! اس کے سوا اسے کچھ معلوم نہیں..... یا پھر وہ یہ کہے گا دیکھو جی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی جنگ ہوئی، جسے جنگ صفین کہتے ہیں، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ اس کا گہرا تعلق ہے..... اس دور کے حالات کی وجہ سے اختلاف ہوا، منافقین کی وجہ سے جنگ چھڑ گئی، اس میں ہزاروں کی تعداد میں انسان شہید ہوئے، یہ ایک تلخ حقیقت ہے..... لیکن اس قدر افسوس ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور سے لے کر آج تک دنیا کے جتنے اسلامی حکمران آئے ہیں، سب سے بڑا دور حکومت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا ہے، اس کی زندگی کے اتنے کارنامے ہیں کہ اس نے ۵۴۰۰ علاقے فتح کیے۔ اتنے علاقے کسی اور نے فتح نہیں کیے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے کارنامے اور فتوحات:

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ۳۶۰۰ علاقے فتح کئے، ان علاقوں کی فہرست دیکھو تو وہ چھوٹے ہیں..... لیکن حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے تو اپنے علاقوں میں قیساریہ جیسا شہر بھی فتح کیا کہ جس شہر کے تین سو بازار تھے..... ایک لاکھ پوئیس روزانہ جس شہر میں گشت کرتی تھی..... اس شہر کو معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے خود جا کر، لشکر کی قیادت کر کے فتح کیا..... اور اس شہر کے چوک میں جو جامع مسجد تعمیر کی وہ جامع مسجد لاہور کی بادشاہی مسجد سے چار گنا بڑی ہے، اور وہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے تعمیر کی..... یہ تو ذکر آیا کہ جنگ صفین ہوئی اور اس میں یہ ہوا، قیساریہ کا نہیں پتہ؟

خانہ کعبہ پہ سب سے پہلا غلاف حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے چڑھایا اس کا کوئی پتہ نہیں؟ بچوں کا نام کمیٹیوں میں درج کرانے کا محکمہ معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ نے جاری کیا..... اس کا بھی کوئی پتہ نہیں۔

ساڑھے سات لاکھ ایکڑ عرب کی اراضی کو پانی دے کر سرسبز و شاداب کر دیا اور محمد مصطفیٰ ﷺ کے مدینے کی بستیوں میں زراعت اور باغبانی کے ایسے جوہر دکھائے کہ جس کی مثال آج تک دنیا میں کوئی پیش نہیں کر سکا..... اس کا ذکر ہی کوئی نہیں، یہ تو پتہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اختلاف ہوا، قاتلان عثمان رضی اللہ عنہ کا بدلہ لینے کے لئے، یہ نہیں پتہ چلا کہ جس کی حکومت شام سے لے کر چین کی سرحدوں تک پھیلی ہوئی تھی، اس وسعت اور جغرافیہ میں رسول اللہ ﷺ کے دین کی کتنی بڑی خدمات سرانجام دی ہیں۔

میں عرض یہ کرنا چاہتا ہوں کہ اس ملک میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں ظلم ہوا..... چودہ سو سالہ تاریخ میں اس مظلوم انسان کے ساتھ جو زیادتی ہوئی وہ کبھی کسی کے ساتھ نہیں ہوئی..... آدمی مر جاتا ہے اس کا گلہ کوئی نہیں کرتا لوگ کہتے ہیں یار چلو فوت ہو گیا چھوڑو، لیکن پیغمبر ﷺ کا سب سے بڑا حکمران صحابی رضی اللہ عنہ۔

چودہ سو سال گزر گئے بی اے کی کتاب کھولو..... تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو

بھونک رہی ہے۔

ایم اے کی کتاب تاریخ کی کھولو..... تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو بھونک

رہی ہے۔

کسی پروفیسر اور لیکچرار کی گفتگو سنو تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو بھونک رہا ہے۔ اور کالے کافر کو دیکھو تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو بھونک رہا ہے۔

تمہیں صفیں نظر آتی ہے..... تمہیں روڈس، صیقلیہ اور افریقہ کے وہ جزیرے نظر نہیں آتے کہ جن جزیروں میں، چالیس ہزار میل کے سمندر میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی فوجوں کے بحری بیڑوں نے ایک ایک جزیرے میں جا کر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا قرآن سنایا..... تمہیں وہ بات نہیں یاد آتی؟

چین کی وہ بستیاں آج بھی موجود ہیں جن بستیوں میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی فوجیں گئیں۔

روس کی وہ سرحدیں بھی موجود ہیں جہاں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی فوجیں گئیں؟

لوگ کہتے ہیں آذربائیجان فتح ہو گیا..... آذربائیجان کو مکمل فتح کرنے والا معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ ہے۔

افغانستان اور پشاور کا فاتح:

افغانستان کے پہاڑوں سے جا کر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بات پوچھو! صفین آپ کو یاد ہے تو اور کیا یاد ہوگا؟ ۴۵ ہجری میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے سنان ابن مسلمہ ایک صحابی رضی اللہ عنہ رسول کو ۱۲ ہزار کا لشکر دے کر افغانستان فتح کرنے کے لئے بھیجا تھا۔

یہ کابل امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فتح کیا تھا
جلال آباد امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فتح کیا تھا

سمرقند امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فتح کیا تھا

غزنی کی بستیاں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فتح کی تھیں

میرے غیور مسلمان بھائیو! یہ پشاور کا شہر بھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فتح کیا تھا۔ فتوح البلدان کھولو علامہ بلاذری کہتا ہے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ۴۵ ہجری میں ۱۲ ہزار فوجوں سے بدھ مت کے حکمران کو قتل کر کے اسلام کا پرچم پشاور پر لہرایا اور اس پشاور کے شہر کو دیکھو جس کو سب سے پہلے بدھ مت کے مذہب سے فتح کرنے والا حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ ہے، اس کی فوجوں کا سپہ سالار ہے، آج چار سہدہ کے قریب جو ”اصحاب بابا“ کے نام سے قبر بنی ہوئی ہے یہ قبر اسی سپہ سالار سنان ابن مسلمہ رضی اللہ عنہ کی ہے، جسے معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ نے بھیجا تھا۔

راجہ بلوچستان کے دو تحفے:

میرے بھائیو!

بلوچستان جس کو تاریخ کی کتابوں میں بلوچستان نہیں کہتے، کسی پرانی تاریخ بلوچستان میں آپ کو نہیں ملے گا، بلوچستان کا ایک شہر ہے قلات اور ایک خضدار ہے، تاریخ کی کتابوں میں انہی کا ذکر ہے، یہاں ایک راجہ تھا، اس راجہ کو کسی نے خبر دی کہ آخر الزمان پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں تشریف لے آئے ہیں، اس نے اپنے چند ساتھیوں کو کہا کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مدینہ جاؤ، میرا سلام کہو اور دیکھو کہ واقعی آخر الزمان پیغمبر ہیں۔

اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم آگئے ہوں تو پھر میں بھی جاؤں گا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ پڑھوں گا، اس راجہ کا ایک وفد قلات سے چلا..... میں قربان جاؤں اس راجہ کی سوچ پر کہ وفد جب روانہ ہونے لگا تو اس نے کہا کہ آخر الزمان پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اگر تمہیں مل جائیں تو ان کو میری طرف سے دو چیزیں تحفے میں دینا۔

علامہ بلاذری کہتا ہے کہ تحفے ہندوستان کے تھے اور وہ چیز عرب کے ملکوں

میں نہیں تھیں۔

دو تحفے..... ایک تحفہ دیا رسول اللہ ﷺ کے لئے ساگوان کی لکڑی کا۔ سب سے اچھی لکڑی کا، سب سے اچھی لکڑی ساگوان کی ہے۔

ایک پھل دیا اس پھل کا نام ہے زنجبیل، عربی زبان میں اسے زنجبیل کہتے ہیں، اردو میں اسے ”ادرک“ کہا جاتا ہے، یہ پھل راجہ نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بھیجا..... ایک کورا گھڑا لے کر اس میں پانی ڈالا، اور اس میں یہ پھل ڈال دیا تاکہ تازہ رہے، رسول اللہ کے پاس یہ تازہ پھل پہنچے، جب مدینہ منورہ میں یہ وفد پہنچا تو رسول اللہ ﷺ مسجد نبوی کے صحن میں تشریف فرما تھے، سوار یوں سے وہ لکڑی اور گھڑا اتارا گیا، حضور ﷺ کی خدمت میں وہ پھل پیش کیا گیا، رسول اللہ ﷺ نے اس پھل کو تناول فرمایا، اور آپ ﷺ نے فرمایا یہ ادرک کا پھل بڑی بیماریوں کا علاج ہے، تو جتنے صحابہ رضی اللہ عنہم وہاں موجود تھے، وہ پھل سارے صحابہ رضی اللہ عنہم میں بانٹا گیا، اور جو لکڑی آئی، حضور ﷺ نے فرمایا ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ جاؤ جہاں میرا بستر پڑا ہے، یہ چٹائی ہے، اس جگہ پر اس ساگوان کی لکڑی کو لے جاؤ، ایک چار پائی بناؤ۔ رسول اللہ ﷺ کی جو چار پائی تھی وہ اسی ساگوان کی لکڑی سے بنائی گئی اور وہاں آپ ﷺ کی چٹائی بچھائی گئی۔

رسول اکرم ﷺ اور خلفاء کی عظمت:

رسول اللہ ﷺ اسی چار پائی پہ آرام فرماتے رہے، جو ساگوان کی لکڑی سے بنائی گئی، اور جو لکڑی بلوچستان سے گئی تھی، حضور اکرم ﷺ کا جنازہ اٹھا تو اسی چار پائی پہ اٹھا، اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بعد میں تشریف لائے ان کا جنازہ بھی اسی چار پائی سے اٹھا، فاروق اعظم رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو ان کو بھی شہید ہونے کے بعد اسی چار پائی پہ رکھا گیا، اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور میں رسول اللہ ﷺ کا سامان نیلام ہوا۔ تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس چار پائی کو چار ہزار درہم میں خرید لیا اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

یہ چار پائی لیکر شام چلے گئے اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا جنازہ بھی اسی چار پائی سے اٹھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم شکل صحابی کی تکریم:

میرے بھائیو! یہ تاریخ کی وہ روشنی ہے جس کا ہمیں دور دور تک کوئی علم نہیں، ایک شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی چار پائی سے اتنی محبت کرتا ہے، وہ نبی سے کتنی محبت کرتا ہوگا۔ کابس ابن ربیعہ رضی اللہ عنہ ایک صحابی ہیں، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو پتہ چلا کہ حضرت کابس ابن ربیعہ رضی اللہ عنہ کی شکل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتی ہے، پتہ چلا کہ کعب ابن ربیعہ رضی اللہ عنہ آ رہا ہے تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ تخت سے نیچے اتر آئے، شہر سے باہر نکل گئے، ان کا استقبال کرنے گئے، اس کے قریب جا کر کہا تو ہے تو میرا سپاہی، لیکن کیونکہ تیرا چہرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتا ہے، اس لیے معاویہ تیرا استقبال کرنے کے لئے شہر سے باہر نکل آیا ہے۔ (کتاب البحر صفحہ ۴۷)

نصف دنیا کا فاتح حکمران سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ:

میرے بھائیو! حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو چودہ سو سال سے بنو امیہ کی دشمنی پر لکھی جانے والی تاریخ نے بھونکا، وہ تاریخ بھونک رہی ہے، امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے کمالات سارے تہہ میں چھپا دیئے گئے..... عظمتیں ویران کر دی گئیں..... رفعتوں پہ تالا لگا دیا گیا..... عظمتوں کو دبیز تہوں کے نیچے چھپا دیا گیا..... اور صرف وہ معاویہ رضی اللہ عنہ یاد رکھا کہ جو جنگ صفین میں قاتلان عثمان سے بدلہ لیتا ہے..... وہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ تو یاد رہا لیکن وہ معاویہ رضی اللہ عنہ یاد نہیں رہا کہ جس نے دنیا میں سب سے بڑی اسلامی سلطنت قائم کی۔

پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا دور نولاکھ مربع میل پر!

ابوبکر رضی اللہ عنہ کا دور گیارہ لاکھ مربع میل پر!

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا دور ۲۲ لاکھ مربع میل پر!

عثمان رضی اللہ عنہ کا دور ۴۴ لاکھ مربع میل پر!

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا دور ۲۲ لاکھ مربع میل پر!

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا دور ۲۲ لاکھ مربع میل پر!

اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا دور ۶۴ لاکھ مربع میل پر!

تمہیں صرف صفین یاد ہے تمہیں ۶۴ لاکھ مربع میل یاد نہیں..... ۶۴ لاکھ مربع میل پوری دنیا کے نصف جغرافیے سے بھی زیادہ ہے..... پوری دنیا کا جغرافیہ ایک کروڑ ۲۰ لاکھ مربع میل ہے..... یہ پوری دنیا کی خشکی کا حصہ ہے، نیولین جیسا جرنیل سپہ سالار کہتا ہے کہ مسلمانوں نے نصف صدی میں نصف دنیا پر حکومت کی، یہ قول صرف حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور پر ثابت آتا ہے ایک کروڑ بیس لاکھ مربع میل میں سے ۶۴ لاکھ مربع میل پر صرف معاویہ رضی اللہ عنہ نے حکومت قائم کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور سے لے کر آج تک ۶۴ لاکھ مربع میل کا خطہ کسی ایک دور میں کسی ایک مسلمان حکمران کے پاس ہے تو دکھا دو!

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو تاریخ کے ترازو پر نہ تولو:

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اتنا بڑا حکمران ہے..... تم تاریخ کی بات کرتے ہو، میں ایک آدمی سے کہتا ہوں کہ یہ تیرے پاس مشک نافہ ہے، عطر ہے، کستوری ہے، تو کستوری لے کر کہاں جاتا ہے، تو وہ جواب میں مجھے کہتا ہے کہ کستوری لے کر میں لکڑی کے ٹال پر تولنے جاتا ہوں..... میں کہوں گا تو بڑا پاگل ہے، تو نے کستوری کی قدر نہیں پہچانی..... کستوری کو بھی کوئی لکڑی کے ٹال پہ تولتا ہے؟ کستوری تولنے کے لئے تو کسی قدر شناس کے پاس جاتا..... کسی جوہری کے پاس جاتا..... اگر ایک کستوری کو لکڑی کے ٹال پہ تولنے والا کستوری کا قدر شناس نہیں ہے..... تو پھر دیکھو کہ سارے صحابہ رضی اللہ عنہم کستوری کی مانند ہیں..... جس طرح کستوری کسی لکڑی کے ٹال پر نہیں تولی جاسکتی، اس طرح صحابہ رضی اللہ عنہم بھی تاریخ کے ٹال پہ نہیں تولے جاسکتے، جس طرح کستوری کے لئے جوہری کی ضرورت ہے اس طرح

صحابہ رضی اللہ عنہم کے لئے بھی قرآن کی ضرورت ہے۔

تیرے پاس تاریخ کا ترازو ہے..... میرے پاس قرآن کا ترازو ہے!
تیرے پاس تاریخ کا ٹال ہے..... میرے پاس قرآن کا جوہری ہے!
تیرے پاس تاریخ کی کہانیاں ہیں..... میرے پاس وحی الہی ہے
تیرے پاس تاریخ کا حوالہ ہے..... میرے پاس محمد مصطفیٰ ﷺ کے کلام کا
حوالہ ہے۔

تیرے پاس تاریخ کا پھیتھڑا ہے..... میرے پاس قرآن کی آیات اور پیغمبر
ﷺ کا فرمان ہے۔

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کا تب وحی ہیں:

ایک لاکھ چوالیس ہزار صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے تیرہ صحابی کا تبتان وحی ہیں، اور اس
پر امت کا اتفاق ہے کہ تیرہ کا تبتان وحی میں چھٹا نمبر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا ہے ایک
مؤرخ علامہ طباطبائی کہتا ہے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ کا تب وحی نہیں تھے، بلکہ وہ رسول اللہ ﷺ
کے خط لکھا کرتے تھے، پیغمبر ﷺ کے منشی تھے، نبی ﷺ کے خطوط بادشاہوں کو لکھتے تھے،
میں نے اس کے ماننے والوں سے کہا او عقل کے اندھے..... تو کہتا ہے وہ نبی ﷺ کا منشی
تھا، نبی ﷺ کا خط لکھتا تھا، پاگل کہیں کے، نبی ﷺ کا خط لکھنے والا بھی کا تب وحی ہے،
کیونکہ پیغمبر ﷺ کا خط بھی وحی ہوتا ہے..... اور آپ کی معلومات میں اضافہ کروں کہ
نبی ﷺ نے ۱۱ خط لکھوائے بادشاہوں کو اور ان ۱۱ خطوط میں سے ۷ خط امیر معاویہ
رضی اللہ عنہ نے لکھے، میں چیلنج کرتا ہوں، دنیائے مؤرخین کو لاؤ میرے پاس بھی تاریخ کا حوالہ
ہے، اس تاریخ کا کس کو انکار نہیں ہے، لاؤ طبقات ابن سعد، اٹھاؤ امام ابن خلدون کی
کتا میں، اٹھاؤ، ۷۰ خط پوری دنیا کے بادشاہوں کو لکھنے والا معاویہ ابن ابی سفیان
رضی اللہ عنہ ہے۔ (اعلام الاسلام صفحہ ۲۶۵)

میرے بھائیو! میں تاریخ کی کہانی نہیں بیان کرتا نہ میں تاریخ کو حوالہ بتاتا

ہوں میں قرآن کی بات کرتا ہوں۔

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ..... قرآن کے آئینے میں:

میرے بھائیو!

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ چھٹے نمبر پر کاتب وحی ہیں، اور کاتبان وحی کی شان اللہ تعالیٰ نے قرآن میں بیان کی ہے، ساری تاریخوں کو ایک طرف رکھو ساری کتابوں کو ایک طرف رکھو..... بعد میں لکھی جانے والی کہانیوں کو ایک طرف رکھو، قرآن سامنے لاؤ..... میرے ہاتھ میں قرآن کا ترازو ہے میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو قرآن کے ترازو پہ تولنا چاہتا ہوں..... تو تاریخ کے ترازو پہ..... تاریخ جو نوے سال بعد لکھی گئی، وہ تاریخ جو بنو امیہ کی دشمنی میں لکھی گئی تو اس تاریخ کی بات کرتا ہے اور میں اس قرآن کی بات کرتا ہوں کہ جو لوح محفوظ پہ رقم تھا جو جبرائیل لانے والا ہے، جس کے بارے میں خدا نے کہہ دیا..... الحمد للک الکتساب لا یریب فیہ..... اس کتاب میں شک ہی نہیں۔

جس کتاب میں شک نہیں، میں اس کا حوالہ پیش کرتا ہوں اور جس کتاب کے ہر صفحے پر شک ہے، تو وہ تاریخ کی کتاب پیش کرتا ہے، میں لا یریب کتاب کی بات کرتا ہوں..... قرآن نے کہا!

فی صحف مکرمة ○ مرفوعة مطهرة ○ بایدی

سفرة ○ کرام بررة ○

قرآن کے صفحات بڑے پاکیزہ ہیں، بڑے بزرگی والے ہیں، بڑی عزت والے ہیں، بڑے بلندی والے اور بڑے پاکیزگی والے ہیں، جن ہاتھوں نے قرآن لکھا وہ ہاتھ بڑے چمکنے والے ہیں۔

قرآن کھول، قرآن نے کہا..... بایدی سفرۃ..... جن ہاتھوں نے قرآن لکھا، وہ ہاتھ بڑے چمکنے والے ہیں، چودہ سو سال پہلے خلاق عالم نے امیر معاویہ

ﷺ کے ہاتھ کو چمکنے والا ہاتھ کہا، اگر بات صرف اتنی ہوتی آج کا اقیہہ باز ابو بکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ کا دشمن معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کا دشمن کہہ سکتا تھا کہ ٹھیک ہے امیر معاویہ کا ہاتھ چمک رہا تھا لیکن اس کی نیت درست نہیں تھی اس کا کردار نفوذ باللہ ٹھیک نہیں تھا ان کے اخلاق ٹھیک نہیں تھے چودہ سو سال پہلے خلاق عالم کو اس بد معاشی کا پتہ تھا، اس کفر کا پتہ تھا، اس عیاری کا پتہ تھا، چودہ سو سال پہلے پروردگار نے اس کفر کا جواب دیا، صرف بایدی سفرۃ نہیں کہا بلکہ آگے یہ بھی کہا کرام بررة اس ”کرام بررة“ کا کیا معنی؟ علماء سے پوچھو ”کرام“ عربی کا لفظ ہے، کرام اسم مبالغہ کا لفظ ہے۔

کرام کا معنی بہت عزت والا،

کرام کا معنی بہت عظمت والا،

کرام کا معنی بہت بزرگی والا،

کہاں سے بزرگی والا، مکہ کے لوگوں سے؟ مدینہ کے لوگوں سے؟ عرب کے لوگوں سے؟ دنیا کے لوگوں سے؟ فرمایا نہیں بایدی سفرۃ جنہوں نے قرآن لکھا ان کا ہاتھ بھی چمکنے والا ”کرام بررة“

”بررة“ کا معنی ساری انسانیت

”بررة“ کا معنی ساری دنیا

”بررة“ کا معنی ساری کائنات

قرآن کہتا ہے بایدی سفرۃ کرام بررة ان کے ہاتھ بھی چمکنے والے جنہوں نے قرآن لکھا، روئے زمین کے بہترین انسان ہیں سب سے اچھے انسان ہیں سب سے اعلیٰ انسان ہیں۔

تاریخ کہے معاویہ رضی اللہ عنہ برا تھا قرآن کہے سب سے اچھا تھا۔

تاریخ کہے معاویہ رضی اللہ عنہ ظالم تھا قرآن کہے عزت والا تھا۔

تاریخ کہے معاویہ رضی اللہ عنہ غاصب تھا قرآن کہے پوری انسانیت ایک طرف

معاویہ رضی اللہ عنہ ایک طرف.....!!

تو ابن خلدون لا، تو مسعودی لا، تو طبری کا حوالہ دے..... میں ”کرامہ بدرۃ“ کو لاتا ہوں، ترازو تیرے ہاتھ میں ہے، ایک پلڑے میں طبری رکھ مسعودی رکھ، مورخ رکھ، بے ایمان قلم کار رکھ..... میں کرامہ بدرۃ کو رکھتا ہوں، تو تاریخ کی بات کرتا ہے میں ”کرامہ بدرۃ“ کی بات کرتا ہوں۔

امیر شام تیزی جاہ و منزلت کی قسم
تیرے نام کا ڈنکا بجا کے چھوڑوں گا
تیرے نام سے جو جلتے ہیں ملحد و زندیق
ان کو جہنم پہنچا کے چھوڑوں گا
میرے ہاتھ میں ترازو ہے، اس کے ایک پلڑے میں تاریخ ہے اور ایک
پلڑے میں قرآن ہے۔

حیات سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کا ایمان افروز واقعہ:

میرے دوستو!

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھے ہیں، ایک شہزادہ آیا اور آکر کہتا ہے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں عیسائیوں کا شہزادہ ہوں، غسان کی ریاست کا ہوں، میرا باپ بادشاہ ہے، میں نے تورات اور انجیل میں اپنے راہبوں اور پادریوں سے سنا ہے کہ آپ آخر الزمان نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، میں اس علاقے میں آیا تھا، تو میں زیارت کے لئے آگیا، جب وہ چلنے لگا تو کہنے لگا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اگر تحفہ اور ہدیہ آپ کو دوں تو آپ قبول کرو گے؟

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ضرور میں تیرا تحفہ قبول کروں گا، اب وہ رخصت ہوتا ہے کہتا ہے، میرا سامان چھ میل کے فاصلے پر ایک جگہ پر پڑا ہے آپ کسی خادم کو میرے ساتھ بھیج دیں جو ہدیہ لے آئے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خصوصی خدام میں حضرت انس رضی اللہ عنہ

کا نام مشہور ہے یا حضرت زید رضی اللہ عنہ کا نام مشہور ہے، لیکن اس وقت ان دونوں میں سے کوئی نہیں تھا، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھے تھے اور ان کی عمر ۲۴ سال تھی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا معاویہ رضی اللہ عنہ جاؤ اس عیسائی کے ساتھ شہزادے کے ساتھ جاؤ، جو چیز تمہیں دے، لے آؤ، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اس شہزادے کے ساتھ چل پڑے، یہ واقعہ تطہیر الجنان میں بڑی تفصیل کے ساتھ لکھا ہے، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ چلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم تھا کہ چلو وہ چل پڑے، جو ان کا دوسری طرف پڑا تھا۔ جو تا نہیں پہنا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے چلو، یہ شہزادہ جارہا ہے، میں اس کے ساتھ چلوں، اب شہزادہ مسجد سے باہر نکلا، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بھی نکلے، عرب کی.....

گرمی ہے

دھوپ ہے

ریت ہے

صحرا ہے

جب باہر مدینہ سے نکلے، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاؤں جلنے لگے تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس شہزادے سے کہا کہ اپنا جوتا مجھے دے دو یا مجھے اپنی سواری پر سوار کر لو، تو اس نے کہا کہ.....

تو کمی ہے

تو نوکر ہے

تو غلام ہے

میں شہزادہ ہوں میں کیوں کو اپنا جوتا کیسے دے دوں؟

دوستو! حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ تو مکے کے سردار ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے لڑکے تھے، لیکن آج حکم تو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ خاموش ہو گئے اور چھ میل تک اس گھوڑ سوار شہزادے کے ساتھ عرب کی دھوپ اور ریت میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بھاگتے رہے، چھ میل کے بعد اس کا پڑاؤ آیا، اس نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو سامان دیا،

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سامان لے کر واپس آئے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا معاویہ رضی اللہ عنہ! تم کیسے گئے اور کیسے آئے؟

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے سارا واقعہ بیان کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم بڑے خوش ہوئے کہ بغیر جوتے کے، دھوپ میں گیا، تجھے اس نے کی کہا تو تو واپس کیوں نہیں آیا؟
حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا! یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حکم آپ کا تھا، میرے تو پاؤں جلتے ہیں، میرا جسم جل جاتا..... معاویہ رضی اللہ عنہ کبھی واپس نہ آتا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے جواب میں فرمایا تھا:

احلم من امتی معاویہ (تاریخ اسلام ذہبی)

”میری امت کا سب سے بڑے حوصلے والا معاویہ بن ابی سفیان

رضی اللہ عنہ ہے۔“

اگر بات صرف اتنی ہوتی تو میں شاید اس کا ذکر نہ کرتا، لیکن اس واقعہ کے وقت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی عمر ۲۴ سال تھی، پورے ۳۶ سال گزر جانے کے بعد جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ دمشق کے تخت پر خلیفہ بنے اور ساری دنیا کے نصف حصے سے زیادہ پر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو حکومت ملی، اور تنہا دنیا میں اتنا بڑا اسلامی حکمران بنا، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی فوجیں ملک غسان کو فتح کرنے گئیں، تین مہینے کے بعد فوج واپس آئی تو مبارک باد پیش کی گئی کہ امیر المومنین! غسان فتح ہو گیا.....!

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دربار میں چھ ہزار قیدی پیش کیے گئے ان کے ہاتھ اور پاؤں رسیوں سے بندھے ہوئے تھے، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان قیدیوں کو دیکھا تو سب سے آگے جو قیدی تھا، وہی غسان کی ریاست کا شہزادہ تھا، پہچان لیا، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا شہزادے کو میرے مہمان نہ لے جاؤ..... ایک مہینہ تک حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اپنے مہمان خانے میں اس کی میزبانی کرتے رہے، اس نے نہیں پہچانا کہ یہ امیر المومنین ہے، یہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ وہی پیغمبر علیہ السلام کا غلام ہے، جس کو میں نے ”کمی“ کہا تھا..... جب ایک مہینے کے بعد، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے تیری وجہ سے

تیرے سارے قیدیوں کو رہا کر دیا اور تجھے بھی رہا کیا!

اب وہ رخصت ہوتا ہے، دس ہزار درہم حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے دیئے، تو وہ لوگوں سے پوچھتا ہے کہ یہ کون ہے انہوں نے بتایا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ہے، ابو سفیان رضی اللہ عنہ کا لڑکا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام ہے، اب اس کے ذہن میں آیا کہ یہ تو وہی نوجوان ہے جس کو میں نے سپننے کے لیے جوتا نہیں دیا تھا اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس میں گیا، تو میں نے اس کو کہا تھا تو ”کمی“ ہے، اب اس کی آنکھیں شرم سے جھک گئیں، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر کہنے لگا امیر المومنین! کیا آپ وہی معاویہ رضی اللہ عنہ ہیں جو میرے ساتھ پیدل گئے تھے؟

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے شہزادے ہاں میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا وہی کمی ہوں، میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا وہی نوکر ہوں..... اس نے کہا میں شرمندہ ہوں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے تجھے پہلی مرتبہ پہچان لیا تھا اور سب کچھ پہچاننے کے بعد میں نے کیا، تیرا اخلاق یہ تھا کہ تو نے مجھے جوتا نہ دیا، شاید تیرے مذہب نے تجھے یہ اخلاق سکھایا ہو اور میرا اخلاق یہ تھا، تو نے جو میرے ساتھ سلوک کیا میں نے تجھے بتلایا بھی نہیں، میں نے وہ تجھے پوچھا بھی نہیں، میں نے پہچان کر تیری رسیاں کھلوائیں، میں نے پہچان کر تیرے ہاتھ کھلوائے اور پہچان کر تجھے مہمان بنایا، پہچان کر تجھے دس ہزار درہم دیئے وہ زار و قطار روتا رہا اور کہنے لگا امیر المومنین میں نے بڑے بڑے بادشاہوں کے دربار دیکھے، تیرے سے زیادہ کوئی حوصلے والا دیکھا، نہ کوئی اخلاق والا دیکھا، مجھے جلدی کلمہ پڑھا کر مسلمان کر دیجئے۔

..... اسی بات کو حضور علیہ السلام نے فرمایا تھا.....

احلم من امتی معاویہ

”میری امت کا سب سے بڑا حوصلے والا معاویہ بن ابی سفیان

رضی اللہ عنہ ہے۔“

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی حکومت چھوٹی سی حکومت تو نہیں تھی

کتنی عجیب بات ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا یوم وفات ۲۲ رجب گزرا ہے،
اگر محرم کی دس تاریخ اس طرح گزری ہو، یا محرم کا مہینہ اس طرح شروع ہوتا تو.....

کوئی مولوی

کوئی پیر

کوئی مقرر

کوئی خطیب

کوئی علامہ

کوئی فہامہ

کوئی مفتی

ایسا نہیں جو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت بیان نہ کرتا ہو، لیکن ۲۲ رجب چودہ
سوسال سے آتا ہے، گزر جاتا ہے،

نہ مولوی کو تکلیف ہوتی ہے

نہ مقرر کو تکلیف ہوتی ہے

نہ پیر کو تکلیف ہوتی ہے

ایک ایسا مرد قلندر، ایک ایسا جری انسان، عظمت و کردار کا ایسا گہر تابدار

جس کے انقلاب سے

جس کے کردار سے

جس کی عظمت سے

جس کی قوت سے

جس کی شوکت سے

جس کی حشمت سے

جس کی ہیبت سے

جس کی سطوت سے

جس کی ثروت ہے

جس کے جمال سے

جس کے رعب سے

قیصر بھی کانپتا تھا

کسریٰ بھی کانپتا تھا

لیکن آج اس کا نام لینے کے لیے کوئی تیار نہیں..... میں چاہتا ہوں کہ تھوڑے سے وقت میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور حکومت کے ان کارناموں کا تذکرہ کروں جو نام طور پر بیان نہیں کئے جاتے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی:

سیدنا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ مکہ کے سردار ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے لڑکے تھے اور بچپن سے ان کے چہرے میں ان کی وجاہت میں سرداری نمایاں تھی، وہ کوئی عام آدمی نہیں تھے، ان کے والدین نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا چہرہ دیکھ کر کہا تھا کہ معاویہ رضی اللہ عنہ تیرا سراور تیری شکل سرداروں جیسی ہے، سیدنا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ۲۳ سال کی عمر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ پڑھا، سیدنا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت والے ہاتھوں میں پانی لے کر میرے چہرے پر چھینٹے مارے اور جب میرے چہرے پر پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ چھینٹے مارے تو اس موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

یا معاویہ ان ولیت الا مرفائق اللہ (بخاری ج ۱، ص ۴۰۹)

اے معاویہ رضی اللہ عنہ! جب تجھے حکومت ملے تو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ اس دن مجھے یقین ہو گیا کہ میری موت اس وقت تک واقع نہیں ہوگی جب تک مجھے اللہ کی طرف سے حکومت عطا نہ ہوگی۔ اگر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت تسلط کی خلافت ہوتی..... یا وہ زبردستی خلیفہ بنتے..... یا

ان کی خلافت ناجائز ہوتی..... تو آج رسول اللہ ﷺ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو فرما دیتے کہ اے معاویہ جب تجھے حکومت ملے تو مت لینا، اس لیے کہ تیرا حق نہیں، پیغمبر ﷺ کا یہ فرمانا کہ اے معاویہ رضی اللہ عنہ جب تجھے حکومت ملے تو اللہ تعالیٰ سے ڈرنا، یہ بات بیٹے کو نصیحت کی طرح ہے باپ نصیحت کرتا ہے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تجھے حکومت ملے تو اللہ تعالیٰ سے ڈرنا، معلوم ہوا کہ پیغمبر ﷺ کی مرضی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی حکومت میں شامل ہے۔

(ابن حجر الاصابہ ج ۳، ص ۱۳۔ سیر اعلام النبلاء ج ۳، ص ۱۳۱)

میرے دوستو! یہ قرآن کی آیت ہے آپ کو وہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ یاد ہے کہ جن کا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے قاتلان عثمان کے بدلے میں اختلاف ہوا؟

میں آج تمہیں وہ معاویہ رضی اللہ عنہ نہ بتاؤں..... جس نے کفر کی بنیادوں کو توڑ دیا؟
جس نے کسریٰ کے محل گرا دیئے، جس نے قیصر کے پرچے اڑا دیئے۔
جس نے کفر کی بنیادوں کو توڑ دیا۔

جس نے یورپ کا دروازہ کھول کر فرانس کے ساحل پر اللہ تعالیٰ کے قرآن کی

آواز دی؟

جس نے سمندروں کا سینہ چیرا
جس نے بحر و بر کو مسخر کیا
جس نے پہاڑوں کو مسخر کیا
جس نے ایوانوں کو لرزہ بر اندام کیا
جس نے یہودیت کی جڑیں کاٹیں
جس نے کفر کی نیندیں اڑا دیں

آپ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اختلاف کی آڑ لے کر اس کی

خدا تہ جہاں جائیں گے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور فرامین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم :

کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا؟

اللہم اجعلہ ہادیامہدیا و اہدبہ (جامع ترمذی ج ۲، ص

۲۳۷- اسد الغابہ ص ۳۸۶)

اے اللہ معاویہ کو ہادی بھی بنا مہدی بھی بنا۔

کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا؟

”اے اللہ معاویہ رضی اللہ عنہ کو کتاب بھی سکھا حساب بھی سکھا اور دوزخ

کے عذاب سے بچا!“ (کنز العمال ج ۷، ص ۸۷)

کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا؟

اے اللہ معاویہ رضی اللہ عنہ کا سینہ علم سے بھر دے۔ (الاصابہ ج ۳، ص ۴۱۳)

کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا؟

احلم من امتی معاویہ (تاریخ اسلام ذہبی)

”میری امت کا سب سے بردبار اور حوصلے والا معاویہ بن ابی

سفیان رضی اللہ عنہ ہے۔“

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا:

معاویہ رضی اللہ عنہ قیامت کے دن اللہ کی عدالت میں اس حال میں پیش ہوگا کہ

اس کے چہرے پر نور ایمان کی چلچل ہوگی۔ (کنز العمال ج ۶، صفحہ ۱۹۰)

کیا یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث نہیں کہ؟

”میری امت میں جو سمندروں میں پہلی جنگ لڑے گا وہ جنتی ہوگا“

تو میں آپ سے پوچھ سکتا ہوں وہ کونسا انسان تھا؟

کس نے جنگ لڑی تھی؟

کس کی فوجیں بحر اوقیانوس میں اتری تھیں؟

وہ کون سا انسان تھا؟

کس نے یورپ کا دروازہ توڑا تھا؟

کون فرانس کے ساحل پر پہنچا تھا؟

کس نے برودلی کا جزیرہ فتح کیا تھا؟

کس نے قیسماریہ کے محلات گرا دیئے تھے؟

کس نے ۳۰۰ بازاروں کے شہر کو مخر کر کے اس کے چمک میں دنیا کی سب

سے بڑی جامع مسجد تعمیر کرائی تھی؟

خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کی فتوحات:

میرے دوستو!

اس وقت پوری دنیا کا جغرافیہ جو جدید اٹلس کے مطابق ہے، وہ ایک کروڑ میں لاکھ مربع میل ہے، اس وقت پوری دنیا میں ایک سو اسی ملک ہیں، اور ۱۸۰ ملکوں میں ۴۵ ملک مسلمانوں کے ہیں اور ۷۰ جزیرے ہیں اس وقت دنیا میں، جو اس وقت سمندروں میں آباد ہیں، اور ایک کروڑ میں لاکھ پوری دنیا کا جغرافیہ ہے، اس کے مطابق اب دیکھئے پاکستان کراچی سے کافغان کی چوٹیوں تک..... یہ پونے تین لاکھ مربع میل پر قائم ہے کتنا بڑا پاکستان ہے، لیکن اس کا جغرافیہ پونے تین لاکھ مربع میل ہے اور اس وقت رقبہ کے اعتبار سے سب سے بڑا اسلامی ملک سعودی عرب ہے، جس کا جغرافیہ نو لاکھ مربع میل ہے اور دوسرے نمبر پر سوڈان ہے، جس کا جغرافیہ ۸ لاکھ مربع میل ہے یہ بنگلہ دیش اڑحائی لاکھ مربع میل پر ہے اور انڈونیشیا سوڈان لاکھ مربع میل پر ہے، چاہے آبادی انڈونیشیا کی سب سے زیادہ ہے اور سعودی عرب کی کل آبادی کراچی سے بھی کم ہے، لیکن جغرافیہ ان ملکوں کا اتنا ہے جو میں نے بتایا ہے، یہ میں اس لئے بتا رہا ہوں، تا کہ میری اگلی بات آپ کو سمجھ آ جائے، یہ پاکستان پونے تین لاکھ مربع میل پر ہے، اب

اس تناظر میں دیکھنے کے بعد آپ دیکھیں کہ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے کتنے کتنے ادوار پر اور کتنی کتنی وسعت پر خلافتیں قائم ہوئیں؟

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو انہوں نے دو سال تین مہینے دس دن تک گیارہ لاکھ مربع پر اسلامی حکومت قائم کی۔

ان کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو انہوں نے دس سال دس مہینے چھ دن تک ساڑھے بائیس لاکھ مربع میل پر اسلامی حکومت قائم کی۔

ان کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بارہ دن کم بارہ سال تک ساڑھے چوالیس لاکھ مربع میل پر اسلامی حکومت قائم کی۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جب شہید ہو گئے تو ان کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پونے پانچ سال تک ساڑھے بائیس لاکھ مربع میل پر اسلامی حکومت قائم کی اور ان کے بعد جب حضرت حسن رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو انہوں نے چھ مہینے تک ساڑھے بائیس لاکھ مربع میل زمین پر اسلامی حکومت قائم کی، اور جب حسن رضی اللہ عنہ اور حسین رضی اللہ عنہ نے ملک شام میں سعد بن عبادہ کے اصرار پر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو اسلامی خلافت سپرد کر دی، اپنی امامت ان کے سپرد کر دی، اپنا اقتدار ان کے سپرد کر کے ان کے ہاتھوں پر بیعت کی، اس کے نتیجے میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ تنہا خلیفہ ہوئے، اس کے بعد انہوں نے ۱۹ سال تک ۶۴ لاکھ ۶۵ ہزار مربع میل زمین پر اسلامی حکومت قائم کی۔

نیولین ایک مغربی اقوام کا جرنیل گزرا ہے..... اس نے لکھا ہے کہ دنیا کو نصف صدی میں مسلمانوں نے فتح کیا اور نصف صدی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور پر محیط ہے۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ترقیاتی امور اور فتوحات کا جائزہ:

۶۴ لاکھ مربع میل دنیا کے نصف سے زائد جغرافیہ کا حصہ ہے، دنیا ایک کروڑ

میں لاکھ مربع میل پر قائم ہے، لیکن امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ۶۳ لاکھ مربع میل زمین پر اسلامی حکومت قائم کرتا ہے، اور آج کا سنی، آج کا مسلمان اس کے دور حکومت سے واقف نہیں، وہ کہتا ہے دیکھو جی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اختلاف ہوا، میں آپ کو بتاؤں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اختلاف ہوا اور وہ اختلاف قاتلان عثمان سے بدلہ لینے کے لئے تھا، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے امیر المومنین آپ پہلے بدلہ لیں، میں پھر بیعت کروں گا، یہ اختلاف تھا، اجتہاد تھا، حضرت علی رضی اللہ عنہ کی رائے اپنی جگہ درست تھی، امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی رائے اپنی جگہ درست تھی، تو ان آراء میں اختلاف پیدا ہوا، اختلاف سے نقصان بھی ہوا، لیکن میں سوال کرتا ہوں کہ آپ اس اتنے سے اختلاف پر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی فتوحات پر پانی پھیر دیں گے؟ ۱۹ سال کے دور حکومت کو بھلا دیں گے؟

آپ یہ بات بھلا دیں گے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے مسجدوں کے مینار سب سے پہلے بنوائے؟

آپ یہ بات بھلا دیں گے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے خانہ کعبہ پر ریشم کا خلاف چڑھایا؟

آپ یہ بات بھلا دیں گے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے عدالتوں میں فتول برانچیں قائم کی؟

آپ یہ بات بھلا دیں گے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے رجسٹریشن کا محکمہ قائم کیا۔

آپ یہ بات بھلا دیں گے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے بری اور بحری فوجوں کی تقسیم کی؟

آپ یہ بات بھلا دیں گی کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے بڑے بڑے بادشاہوں کو لٹکارا؟

آپ یہ بات بھلا دیں گے کہ سب سے بڑے شہر قیساریہ کو امیر

معاویہ رضی اللہ عنہ نے فتح کیا؟

آپ یہ بات بھلا دیں گے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے مکہ اور مدینہ کی ساڑھے سات لاکھ ایکڑ اراضی کو سرسبز بنادیا؟ پانچ نہریں نکال کر پورے عرب کے پہاڑوں کو گلستہ بنا کر اس سارے علاقے میں پوری زمین کو کاشت کے قابل بنادیا؟

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اتنا بڑا جرنیل تھا، اتنا بڑا حکمران تھا، جس نے اس وقت کے روس کے ۷۵ صوبوں پر اسلام کا پرچم لہرایا تھا، آج افغانستان میں جنگ روس نے برپا کی اور مجاہدین نے لڑی اور روس ذلیل و رسوا ہو کر افغانستان کے پہاڑوں سے چلا گیا، لیکن آج افغانستان کے مجاہدوں کو سلام پیش کر کے ان کو مبارک باد دیتا ہوں۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی فوج نے مراکش سے چل کر مکران کو فتح کیا، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی فوج نے شام سے چل کر روس کو فتح کیا، افغانستان کو فتح کیا اور اس کے بعد پشاور کو فتح کر کے برصغیر کے اور ایشیاء کے دروازے پر آ کر محمد مصطفیٰ ﷺ کا قرآن سنایا، آپ اس پیغمبر مصطفیٰ ﷺ کے بصیرت والے صحابی کو کیسے بھول جائیں گے؟

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں بشارت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم:

اگر آج کے ریڈیو اور ٹیلی ویژن حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی کہانیاں بیان نہیں کرتے اگر آج کے اخبارات حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر ایڈیشن نہیں چھاپ سکتے تو مولوی کی زبانیں تو گونگی نہیں ہے، مولوی تو اس کی کہانی بیان کر سکتا ہے، اس کا کردار پیش کر سکتا ہے، اس کے کارنامے دنیا کو بتا سکتا ہے مجھے بتاؤ چلو کسی اور روایت پر تم شبہ کرو گے، تم کہو گے، یہ روایت مرسل ہے، یہ روایت منقطع ہے، مجھے بتاؤ کیا یہ روایت بخاری شریف کی نہیں ہے، جس میں حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

”اول جيش يغزو البحر فقد اوجبوا الجنة“ (صحیح بخاری)

میری امت کا پہلا لشکر جو سمندروں میں جنگ لڑے گا جنتی ہوگا۔

حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا..... ام ہانی رضی اللہ عنہا کون ہے؟..... حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بہن ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چچا زاد بہن ہے، ام ہانی رضی اللہ عنہا کے گھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرما رہے ہیں، ام ہانی رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، دو پہر کا وقت تھا، آپ کی نیند ختم ہوئی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے تو میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ خوشی سے چمک رہا تھا، میں نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آج آپ اتنے خوش ہیں کہ میں نے اتنا خوش آپ کو پہلے کبھی نہیں دیکھا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ام ہانی میں نے ابھی خواب میں دیکھا ہے کہ میری امت کا ایک لشکر سمندر میں جنگ لڑ رہا ہے، ام ہانی تو گواہ ہو جا۔

اول جيش يغزو البحر فقد اوجبوا الجنة

میری امت میں جو پہلا لشکر بحری لڑائی کا آغاز کر کے سمندروں کا سینہ چیر کے جزیروں کے اندر اللہ تعالیٰ کے قرآن کے لیے جائے گا، وہ جنتی ہوگا، وہ لشکر سارا جنتی ہوگا، یہ بخاری شریف کی حدیث ہے۔

اب دیکھو اسی مجلس میں ام ہانی رضی اللہ عنہا کے بقول ایک لڑکی بیٹھی ہے، اس لڑکی کا نام ام حرام رضی اللہ عنہا ہے، اس لڑکی کی عمر ۱۶-۱۷ سال ہوگی، جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بشارت فرمائی، میری امت میں جو بحری لڑائیوں کا آغاز کرے گا، وہ جنتی ہوگا تو ایک لڑکی اٹھ کر کھڑی ہو گئی، کہنے لگی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے لیے دعا کریں کہ میں بھی اس لشکر میں شریک ہو جاؤں، اب دیکھو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حدیث میں آتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت والے ہاتھ اٹھائے اور کہا اے اللہ! اس ام حرام رضی اللہ عنہا کو بھی اس لشکر میں شریک فرما..... بات ختم ہو گئی ام حرام رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں مکہ سے مدینہ آئی، میری شادی مدینہ میں ہوئی، ایک آدمی جس کا نام ابن ملحان تھا، میں اپنے شوہر ابن ملحان کے گھر رہنے لگی، مجھے یقین تھا کہ یہ حدیث ضرور پوری ہوگی، لیکن مجھے پتہ نہ تھا کہ کب پوری ہوگی، کہتی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے رخصت ہو گئے۔

اس کے بعد ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا زمانہ آیا وہ بھی چلے گئے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا زمانہ آیا وہ بھی شہید ہو گئے۔

اس کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا دور خلافت تھا تو ایک دن ایک آدمی مدینہ کی گلیوں میں اعلان کر رہا تھا کہ لوگوں اگر جنتی بننا ہے، یا جسے جنت میں جانا ہے وہ ملک شام چلا جائے، میں نے پوچھا کیا بات ہے؟ تو بتایا گیا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ جو شام اور اردن کے گورنر ہیں، ان کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اجازت دے دی ہے کہ وہ بحری بیڑہ تیار کریں، وہ بحری لشکر تیار کر رہے ہیں اور اس کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی ہے کہ جو بحری لشکر میں شریک ہوگا، وہ جنتی ہوگا، ام حرام کہتی ہیں، میرا چہرہ خوشی سے چمک اٹھا، اس لئے کہ حدیث کی راوی میں خود تھی میں نے دنیا کو بتایا تھا کہ جو اس لشکر میں شریک ہوگا، وہ جنتی ہوگا، میں نے اپنے شوہر ابن ملحان رضی اللہ عنہ سے کہا اٹھو، سارے کام چھوڑ دو جنت لینے کا وقت آچکا ہے۔

حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا اپنے شوہر حضرت ابن ملحان رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے کر مدینہ منورہ سے چلی اور ملک شام پہنچی اور اس وقت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ تخت خلافت پر تھے، ہزاروں انسانوں کا اجتماع تھا، حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا نے وہاں جا کر کہا امیر المومنین! میرا نام ام حرام رضی اللہ عنہا ہے اور میں اس حدیث کی راویہ ہوں، جس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا:

”اول جيش يغزو البحر فقد اوجبوا الجنة“

”جو میری امت میں بحری لڑائیوں کا آغاز کرے گا وہ جنتی ہوگا۔“

اس لیے میں چاہتی ہوں آپ جو بحری بیڑہ تیار کر رہے ہیں، میں بھی اس لشکر

میں شریک ہو جاؤں۔

ام حرام رضی اللہ عنہا کہتی ہیں، امیر المومنین امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی آنکھوں سے آنسو نکل پڑے اور رو کر کہا، اے اللہ! پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی اس بشارت کو اس معاویہ رضی اللہ عنہ کے ذریعہ سے پورا کرنا اور اس کو قبولیت عامہ عطا کرنا۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اسلامی بحری بیڑے کے بانی:

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں بھی اجازت مانگی تھی اب اس خط کے الفاظ کیا تھے، جو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو لکھا تھا؟ خط کے الفاظ یہ تھے کہ امیر المومنین میرا ملک بحر اوقیانوس پر واقع ہے، آپ مجھے اجازت دیں کہ میں بحری بیڑہ تیار کروں اور بحری بیڑہ تیار کر کے اسے سمندر میں اتاروں اور سمندر کا سینہ چیر کر میں۔۔۔۔۔

فرانس تک پہنچوں

کینیڈا میں پہنچوں

برطانیہ تک پہنچوں

امریکہ میں پہنچوں

۔۔۔۔۔ تاکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا قرآن پہنچاؤں۔۔۔۔۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ابھی ہمارے پاس وسائل کم ہیں، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا دور آیا، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اجازت مانگی، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا خط پڑھ کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے لکھا کہ معاویہ رضی اللہ عنہ! اگر تیرا شہر تیرا صوبہ شام اور اردن اخراجات برداشت کر سکتا ہے، تو میری طرف سے اجازت ہے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ شمالی افریقہ کے جنگلات کاٹ دیئے جائیں، چنانچہ چالیس ہزار فوجیوں نے چھ مہینے میں شمالی افریقہ کے تین سو میل کے ایریا کے سارے جنگلات کاٹ کر بحری جہاز بنانا شروع کر دیئے، چنانچہ ساڑھے سترہ سو بحری جہاز حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے تیار کیے، اس وقت پوری دنیا کی سب سے بڑی سلطنت جو یورپ میں قائم تھی وہ پاپائے روم کی سلطنت تھی، فرانس اور امریکہ پر پاپائے روم حکمران تھا، جب اس کو پتہ چلا کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے بحری بیڑہ تیار کیا تو پاپائے روم اپنی فوجوں سے خطاب کرتا ہے اور اس کا ذکر ایک انگریز مؤرخ ایڈورڈ گکین نے اپنی

انگریزی تاریخ میں کیا ہے، وہ ایڈورڈ کسن..... جس نے معاویہ رضی اللہ عنہ کی فتوحات پر ۲۲ جلدوں میں ایک کتاب لکھی ہے، جس کی سات جلدیں صرف حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی فتوحات پر شامل ہیں، اس میں یہ لکھتا ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے اس بحری بیڑے کا ذکر کر کے پاپائے روم لرز نے لگا اور اس نے کہا.....

”اور وی عیسائیو! اسلام کو عرب سے عجم تک عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے پہنچایا اور بحر اوقیانوس کا سینہ چیر کر مسلمانوں کے فوجی اگر سمندر سے آگے نکل آئے، تو اسلام کو یورپ میں پہنچنے سے دنیا کی کوئی طاقت روک نہیں سکے گی۔“

اس وقت پاپائے روم کے پاس صرف سات سو جہاز تھے، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس ساڑھے سترہ سو جہاز تھے۔

اشاعت قرآن میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خدمات:

اب اس موقع پر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کیسا کام کیا، جو رہتی دنیا میں ایک تاریخی واقعہ ہے کہ ساڑھے سترہ سو جہاز تیار کھڑے ہیں، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اعلان کیا کہ میرے دونوں صوبوں میں جو قرآن کے قاری ہیں، وہ فوری طور پر ایک مہینہ میں جمع ہوں، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا..... ان کی لٹیں تیار ہو گئیں اور فرمایا کہ تمہارے بچوں کے وظیفے مقرر کر دیئے گئے ہیں، قاریوں سے کہا بیویوں اور بچوں کے وظیفے مقرر ہوئے، اب تم نے اپنے گھروں کو واپس لوٹ کر نہیں جانا..... حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے پوچھا امیر المومنین امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ہم کہاں جائیں گے؟ ہم تو گھربتا کر نہیں آئے، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میرے قاصد تمہارے گھروں میں اطلاع دے دیں گے کہ کوئی فوجی واپس نہیں آ رہا، کوئی قاری واپس نہیں آ رہا..... امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ہمارا کام کیا ہے؟

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ ساڑھے سترہ سو بحری جہاز ہیں ان

میں ستر یا اسی بحری جہازوں میں ساڑھے سات ہزار قاریوں کو میں نے بیٹھانا ہے

اور.....

تمہاری کوئی منزل نہیں

تمہارا کوئی شہر نہیں

تمہارا کوئی علاقہ نہیں

میں جہاز مشرق کی طرف، میں جہاز مغرب کی طرف، میں جہاز شمال کی طرف اور میں جنوب کی طرف۔۔۔ تم نے جہازوں میں بیٹھنا ہے اور یہ جہاز سمندر میں اتریں گے، تمہارا کام یہ ہوگا کہ جہاں پر کوئی جزیرہ نظر آئے، کوئی بستی نظر آئے جہاز کو لنگر انداز کرو اور لنگر انداز کر کے اس بستی میں داخل ہو جاؤ، ہر آدمی کے گھر کا دروازہ کھٹکھاؤ..... جو آدمی بستی سے نکلے اس کو محمد ﷺ کا قرآن پڑھاؤ۔

ایڈورڈ گین کہتا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے اس عظیم الشان کام سے جہاز جب سمندر میں اترے، تو

نیروبی کے جزیرے میں انقلاب آیا

انڈونیشیا کے دروازے پر انقلاب آیا

طرابلس میں انقلاب آیا

شمرقند اور بخارا میں انقلاب آیا

اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے قاریوں نے دنیا کے ستر جزیروں میں پہنچ کر

ایسے ساحل پر

ایسے سمندروں میں

ایسے جزیرے میں

ایسے کلیساؤں میں

ایسے صحراؤں میں

اذا نین بلند کیں کہ جس کا تصور یہ امت محمدیہ نہیں کر سکتی تھی، آپ کو اگر

تاریخ کا علم نہ ہو تو علیحدہ بات ہے، ریڈیو میں، ٹی وی میں، سیدنا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی عظمت و کردار کی کہانی نہ آئے علیحدہ بات ہے، لیکن میں اس امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو جانتا ہوں کہ جو عشق رسالت مآب ﷺ کا پیکر بھی تھا، جو محمد رسول اللہ ﷺ کی نبوت کا ایک شاہکار تھا، جس کی سیاست نے وہ کام کیا کہ جس جیسا کام دنیا میں اور کوئی نہیں کر سکا۔

یہودی عالم کے نزدیک اسلام میں سب سے برا آدمی:

برطانیہ کے پچھلے سفر میں برمنگھم سے مانچسٹر جاتے ہوئے، ٹرین میں ایک یہودی سے میری ملاقات ہوئی اور جب میں نے اس سے گفتگو شروع کی، وہ بہت بڑا عالم تھا تو رات کا، اپنے آپ کو حافظ کہتا تھا، انجیل کا بھی حافظ کہتا تھا، اور قرآن کے چودہ پارے بھی اس کو یاد تھے، میں نے جب اس سے گفتگو کی، اس کا نام مارٹن تھا، میں نے اسے کہا مسٹر مارٹن یہ بتاؤ کہ اسلام میں تمہیں کوئی اچھی چیز بھی نظر آئی، اس کا جواب یہ تھا کہ اسلام میں کوئی اچھی چیز نہیں، میں نے کہا کہ اسلام کی اچھائیوں کو تو دنیا کے بڑے بڑے دشمن مان چکے ہیں، تم کہتے ہو کوئی اچھائی نہیں، میں نے کہا کہ چلو اسلام میں کوئی اچھا آدمی آپ کو نظر نہیں آیا، اسلام میں آپ سب سے اچھا کس کو سمجھتے ہیں اور سب سے برا کس کو سمجھتے ہیں؟ تو اس یہودی کی بات سن کر میرے پاؤں کے نیچے سے زمین نکل گئی، اس نے کہا کہ اسلام میں اچھا تو کوئی آدمی بھی نہیں، لیکن ایک آدمی کچھ اچھا ہے، میں نے کہا وہ کون؟ کہنے لگا وہ علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہیں۔

میں نے کہا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جس پیغمبر ﷺ کی وجہ سے عظمت ملی کیا وہ پیغمبر ﷺ اچھا نہیں؟ اس نے کہا علی رضی اللہ عنہ اس نبی (ﷺ) کی وجہ سے اچھے نہیں۔

میں نے کہا چلو حضرت علی رضی اللہ عنہ کچھ اچھے ہیں، کوئی آدمی اسلام میں بہت برا بھی آپ کو نظر آیا؟ اس نے کہا اسلام میں تو سارے ہی آدمی برے ہیں، لیکن ایک آدمی بہت برا ہے، میں نے کہا وہ کون؟ کہنے لگا وہ ہے معاویہ رضی اللہ عنہ، میں نے اس سے کہا کہ

عجیب بات ہے علی رضی اللہ عنہ کو تم کہتے ہو کہ کچھ اچھا ہے اور معاویہ رضی اللہ عنہ کو کہتے ہو کہ یہ بہت ہی برا ہے..... تو اس کا جواب بڑا ہی حیرت انگیز تھا اور ہمارے پڑھے لکھے لوگوں کے سمجھنے کے لائق تھا، اس نے کہا کہ علی رضی اللہ عنہ کچھ اچھا اس لیے ہے کہ اس کے دور میں ایک انج زمین فتح نہیں ہوئی، اس کے دور خلافت میں مسلمانوں کا باہمی اختلاف رہا، جس کی وجہ سے زمین کوئی فتح نہیں ہوئی، جب کوئی زمین فتح نہیں ہوئی، تو اس کا مطلب ہے کہ وہ کچھ اچھا ہے، اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سب سے برا اس لیے ہے، نعوذ باللہ کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے جن جن کر یہودیوں کو قتل کیا اور جو یہودی جنگ خیبر کے بعد سے مدینہ کی ریاست سے بے گھر ہوئے۔ چودہ سو سال تک وہ پوری دنیا میں در بدر پھرتے رہے بالآخر ۱۹۴۸ء میں ان کو اسرائیل کی ایک چھوٹی سی ریاست ملی، جہاں آ کر انہوں نے حکومت قائم کی، یہ ساڑھے تیرہ سو سال جو یہودی در بدر پھرتا رہا، یہ سارا قصور معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کا تھا، لیکن آپ دیکھو یہاں پر تو ایک یہودی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے دشمنی کی وجہ یہ بیان کرے کہ اس نے دنیائے کفر کا جنازہ نکالا..... اور ایک سنی طبری کا حوالہ دے..... ابن ہشام کا حوالہ دے..... ابن ابی مخنف کا حوالہ دے..... حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے تین سو سال کے بعد بنو عباس کی طرف سے بنو امیہ کی دشمنی میں ترتیب دی جانے والی تاریخ کا سہارا لے کر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو برا کہے..... فاسق و فاجر کہے..... ان کے دور کو ظالمانہ کہے..... اور ان کے دور کو چنگیزی دور کہے، اس سے بڑا جھوٹ دنیا میں کوئی نہیں۔

میرے دوستو!

میں نے قرآن کی آیت کی روشنی میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان بیان کی، میں نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کی روشنی میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان بیان کی، اسی طرح ایک کراچی کا مؤرخ اٹھا، اس نے کہا تاریخ کہتی ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ غلط تھے، ایک لاہور کا مفکر اٹھا اس نے کہا کہ تاریخ کہتی ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ غلط تھے، کراچی کا مؤرخ بھی حوالہ تاریخ کا دے کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف لکھے، حضرت

حسن علیہ السلام کے خلاف لکھے، حضرت حسین علیہ السلام کو باغی لکھے اور ایک لاہور کا مؤرخ ہے، وہ تاریخ کا حوالہ دے کر حضرت معاویہ علیہ السلام کو مجرم لکھے، عمرو بن العاص علیہ السلام کو مجرم لکھے..... کراچی کا مؤرخ بھی میرے سامنے تاریخ پیش کرے..... لاہور کا مؤرخ بھی میرے سامنے تاریخ پیش کرے..... جو تاریخ تین سو سال بعد لکھی گئی..... اس تاریخ کا حوالہ لے کر میں حضرت علی علیہ السلام کو برا کہوں..... اس تاریخ کا حوالہ لے کر میں حضرت امیر معاویہ علیہ السلام کو برا کہوں..... اور میرا قرآن سات سو آیتوں میں کہتا ہے..... سارے صحابہ رضی اللہ عنہم جنتی تھے، قرآن و حدیث کے مقابلہ میں ساری تاریخوں کو سارے پختہ نروں کو، ساری کتابوں کو گندی ٹوکری میں پھینکا جاسکتا ہے، کسی صحابی رضی اللہ عنہ پر کسی دھبے اور داغ کو برداشت نہیں کیا جاسکتا۔

دو متحارب فریق..... دونوں سچے:

ایک آدمی کہنے لگا فاروقی صاحب! دو آدمی آپس میں لڑتے ہیں، یہ نہیں ہو سکتا کہ دونوں سچے ہوں..... دونوں میں ایک جھوٹا ضرور ہوگا..... اس نے کہا دیکھئے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ لڑے، ان کا اختلاف ہوا، ان دونوں میں جھوٹا کون تھا، سچا کون تھا؟ یہ اس کا سوال تھا اور یہ سوال کس نے کیا تھا؟ پنجاب یونیورسٹی کے ایک لیکچرار نے، اس نے کہا کہ دو آدمی آپس میں لڑتے ہیں، ایک جھوٹا ضرور ہوتا ہے اور ایک سچا، دیکھئے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا اختلاف ہوا، لڑائی ہوئی، ان دونوں میں جھوٹا کون تھا؟ سچا کون تھا؟

میں نے کہا کہ کبھی کبھی ایسے بھی ہوتا ہے کہ دو آدمی آپس میں لڑتے ہیں اور دونوں میں جھوٹا کوئی بھی نہیں ہوتا، اس نے کہا ایسے ہو ہی نہیں سکتا!

میں نے کہا ہو چکا ہے اور میں نہیں کہتا قرآن کہتا ہے کہ ہو چکا ہے، دو آدمیوں کی لڑائی کا ذکر قرآن کرتا ہے، موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام طور پہاڑ پر گئے اور اپنے بھائی ہارون

ﷺ سے کہا کہ دیکھنا قوم پگھڑے کو پوجنے نہ لگ جائے، لیکن جب واپس آئے تو قوم پگھڑے کو پوج رہی تھی، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے آتے ہی اپنے بھائی ہارون علیہ السلام سے نہیں پوچھا بلکہ حضرت ہارون علیہ السلام کی آتے ہی دائرہ چکڑی، حضرت ہارون نے رو کر کہا!

”اے میرے ماں جائے بھائی خدا کے لیے میری دائرہ چکڑی نہ چکڑو،
میرے بالوں کو نہ کھینچو۔“

میں نے کہا دیکھو دو آدمی آپس میں لڑتے ہیں، ان دونوں میں سے کسی کو جھوٹا کہہ کر دکھاؤ..... اس نے کہا یہ دونوں نبی تھے..... میں نے کہا تمہارا قاعدہ یہ ہے کہ دو آدمی آپس میں لڑتے ہیں دونوں میں ایک جھوٹا ضرور ہوتا ہے، دو آدمیوں کی لڑائی کا ذکر قرآن کرتا ہے، اور ان میں سے کسی ایک کو جھوٹا کہہ کر دکھاؤ۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ میں سے کسی ایک کو جھوٹا میں کہہ دوں گا، اس نے کہا دیکھو یہ تو دونوں نبی تھے ان کو غلط فہمیاں ہو گئی تھیں، میں نے کہا دونوں کو غلط فہمی ہو سکتی ہے تو دو امتیوں کو بھی غلط فہمی ہو سکتی ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام لڑ کر سچے ہیں، تو علی رضی اللہ عنہ اور معاویہ رضی اللہ عنہ بھی لڑ کر سچے ہیں۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا قیصر روم کو جوابی خط:

میں نے کہا تمہیں وہ قیصر روم کا خط بھول گیا جب قیصر روم نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو خط لکھا تھا کہ اے معاویہ رضی اللہ عنہ میں نے سنا ہے کہ تمہارے مقابلے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ فوجیں لے کر آرہے ہیں، مجھے حکم دو کہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مقابلہ کروں، تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے قیصر روم کو جو خط لکھا، تمہیں طبری کی کتابوں میں اور حوالے مل جاتے ہیں وہ حضرت معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ کا خط نظر نہیں آتا کہ جس حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس قیصر روم کو کتنا بڑا حکمران تھا، یورپ کا، اسے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے جو خط لکھا، اس میں مضمون یہ تھا کہ اگر قاصد کو قتل کرنا جائز ہوتا تو میں

تیرے قاصد کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا، اس کے بعد خط کی اصل عبارت شروع ہوتی ہے اور اس عبارت کا پہلا جملہ یہ تھا کہ

”اے روم کے کتے..... میں نے تیرا خط پڑھا ہے، تو کہتا ہے کہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف ہو جاؤں گا، اے روم کے کتے! اگر تیرا ارادہ نہ بدلا تو میں اپنے چچا زاد بھائی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے صلح کر لوں گا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فوج سے جو پہلا تیرے حلق میں پیوست ہوگا، وہ معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کا ہوگا۔“

اور اس کے بعد فرمایا کہ

”اے قیصر روم اگر آئندہ تو نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے خلاف کوئی زبان درازی کی تو میں تجھے روم کا جلا ہوا کوئلہ بنا دوں گا اور تیرا نام صفحہ ہستی سے مٹا دوں گا۔“

یہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا خط ہے، یہ بھی کتابوں میں موجود ہے۔

(البدایہ والنہایہ ج ۸، ص ۱۱۹)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی حب علی و نبی صلی اللہ علیہ وسلم

کیا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی یہ بات کتابوں میں موجود نہیں؟ کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے سنی تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کھانا چھوڑ دیا، تین دن کھانا نہیں کھایا۔ (البدایہ والنہایہ ج ۸، ص ۱۳۰)

کئی دنوں کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خادم ضرار اسدی ملک شام گئے، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کو بلایا۔ اپنے دسترخوان پر بٹھایا، اور فرمایا بھائی ضرار رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شان بیان کرو، حضرت ضرار رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ۱۳ سال خادم رہے تھے، حضرت ضرار رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شان بیان کرتے ہیں کہ علی رضی اللہ عنہ

علم کا باب تھا، علی فقہ کا باب تھا، علی رضی اللہ عنہ دیانت کا امام تھا۔

جب حضرت ضرار اسدی رضی اللہ عنہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شان بیان کرتے تھے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ زار و قطار روتے تھے، اور اٹھ کر کھڑے ہو جاتے تھے، اور کہتے تھے خدا کی قسم علی رضی اللہ عنہ اس سے بھی اچھا تھا۔ (شرح ابن ابی الحدید جلد ۴، ص ۳۷۵)

ایک رائے کے اختلاف والی بات آپ کو سمجھ میں آئی، اور کوئی حقیقت سمجھ میں نہیں آئی، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ہر سال مدینہ تشریف لے جاتے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سامنے دو زانوں ہو کر بیٹھ جاتے، اور کہتے ماں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑے دکھاؤ، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑے لاتیں، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ان کو آنکھوں سے لگاتے پانی میں بھگو کر پانی نچوڑ کر پانی اپنے پاس رکھ لیتے اور فرماتے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑوں کو دیکھنا، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑوں کا نچرہ ہو پانی معاویہ رضی اللہ عنہ کی نجات کے لئے کافی ہے۔ (البدایہ جلد ۸، صفحہ ۱۳۲)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو اتنی بات کا پتہ چلا کہ کعب ابن زہیر رضی اللہ عنہ ایک صحابی ہے، بصرہ میں رہتا ہے، اس کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو چادر دی، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کعب ابن زہیر کو بلانے کے لئے قاصد بھیجے، کعب آیا، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے کعب رضی اللہ عنہ تیرے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر ہے، میں چاہتا ہوں مجھ سے بہت بڑی دولت لے لے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر دے دے، حضرت کعب بن زہیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ چادر تو میں نے اپنے لیے رکھی ہے، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میری سلطنت ایک طرف اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر ایک طرف، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو کعب ابن زہیر رضی اللہ عنہ نے وہ چادر ہدیہ میں مفت دے دی، اور فرمایا امیر المؤمنین یہ چادر میں اپنی طرف سے آپ کو ہدیہ کرتا ہوں، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ میرے پاس یہ روئے زمین کی سب سے بڑی دولت ہے۔

(الاصابہ تذکرہ کعب بن زہیر رضی اللہ عنہ)

کیا وہ واقعہ آپ کو تاریخ میں نظر نہیں آتا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو پتہ چلا کہ

ایک صحابی ہے، جس کا چہرہ رسول اللہ ﷺ کے چہرے سے ملتا ہے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس کو بلانے کے لئے قاصد بھیجے۔ جب وہ آیا تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ تخت سے نیچے اتر آئے، اس کے ماتھے کو چوم کر فرمایا مجھے تیری ذات سے محبت نہیں، مجھے تیرے چہرے سے محبت ہے، اس لئے کہ تیرا چہرہ رسول اللہ ﷺ کے چہرہ سے ملتا ہے۔

حدیث حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کی وضاحت:

یہ ایک رقعہ آیا ہے اس رقعہ میں لکھا ہے، کیا حضور ﷺ نے یہ نہیں فرمایا تھا کہ ایک باغی گروہ ہوگا جو عمار کو شہید کرے گا، اس گروہ کا سربراہ کیا معاویہ رضی اللہ عنہ نہیں تھا؟ حضور ﷺ کی پیشین گوئی کے بارے میں آپ فرمائیں۔

میں جواب لبا نہیں دیتا، لیکن ایک بات یاد رکھیں حضور ﷺ کی یہ حدیث بخاری شریف میں موجود ہے کہ عمار ابن یاسر کو کہا کہ تجھے باغی گروہ قتل کرے گا، لیکن یہ باغی جو لفظ عربی کا ہے اس کا معنی محدثین حکومت کے باغی کو کہتے ہیں تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا لشکر واقعی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خون کے قصاص کا مطالبہ کر رہا ہے۔ اس میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان کیسے کم ہو گئی؟ اور دوسری بات یہ ذہن میں رکھیں اگر آپ باغی کا وہی معنی لیتے ہیں کہ حکومت کا جو باغی ہو حکومت کا جو مخالف ہو تو مجھے آپ بتائیں باغی کہتے ہیں بغاوت کرنے والے کو، راجیو گاندھی کو میں پاکستان کا باغی کہہ سکتا ہوں؟ (نہیں) اس لئے کہ اس نے تو پاکستان کو پہلے سے مانا ہی نہیں، جو پاکستان کو پہلے ماننا ہی نہیں کیا وہ باغی ہو سکتا ہے، وہ ویسے آپ کا دشمن آپ کا مخالف ہے، آپ کی بات نہیں ماننا، لیکن میں جی ایم سید کو پاکستان کا باغی کہہ سکتا ہوں اس لیے کہ اس نے پاکستان بننے کے بعد پاکستان کو مان لیا تھا اور اب وہ کہتا ہے کہ پاکستان توڑ دو یہ باغی ہوا، یعنی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر باغی کے لفظ کا اطلاق کیسے کریں کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے پہلے دن سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کو مانا نہیں تھا، بلکہ مشروط کر دیا تھا کہ تم پہلے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا بدلہ لو پھر میں مانوں گا، جس نے شروع سے مانا ہی نہ ہو، وہ باغی کیسے؟ جو مان کر انکار کرے راجیو

ایک صحابی ہے، جس کا چہرہ رسول اللہ ﷺ کے چہرے سے ملتا ہے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس کو بلانے کے لئے قاصد بھیجے۔ جب وہ آیا تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ تخت سے نیچے اتر آئے، اس کے ماتھے کو جوم کر فرمایا مجھے تیری ذات سے محبت نہیں، مجھے تیرے چہرے سے محبت ہے، اس لئے کہ تیرا چہرہ رسول اللہ ﷺ کے چہرہ سے ملتا ہے۔

حدیث حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کی وضاحت:

یہ ایک رقعہ آیا ہے اس رقعہ میں لکھا ہے، کیا حضور ﷺ نے یہ نہیں فرمایا تھا کہ ایک باغی گروہ ہوگا جو عمار کو شہید کرے گا، اس گروہ کا سربراہ کیا معاویہ رضی اللہ عنہ نہیں تھا؟ حضور ﷺ کی پیشین گوئی کے بارے میں آپ فرمائیں۔

میں جواب لبا نہیں دیتا، لیکن ایک بات یاد رکھیں حضور ﷺ کی یہ حدیث بخاری شریف میں موجود ہے کہ عمار ابن یاسر کو کہا کہ تجھے باغی گروہ قتل کرے گا، لیکن یہ باغی جو لفظ عربی کا ہے اس کا معنی محدثین حکومت کے باغی کو کہتے ہیں تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا لشکر واقعی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خون کے قصاص کا مطالبہ کر رہا ہے۔ اس میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان کیسے کم ہوگئی؟ اور دوسری بات یہ ذہن میں رکھیں اگر آپ باغی کا وہی معنی لیتے ہیں کہ حکومت کا جو باغی ہو حکومت کا جو مخالف ہو تو مجھے آپ بتائیں باغی کہتے ہیں بغاوت کرنے والے کو، راجیو گاندھی کو میں پاکستان کا باغی کہہ سکتا ہوں؟ (نہیں) اس لئے کہ اس نے تو پاکستان کو پہلے سے مانا ہی نہیں، جو پاکستان کو پہلے ماننا ہی نہیں کیا وہ باغی ہو سکتا ہے، وہ ویسے آپ کا دشمن آپ کا مخالف ہے، آپ کی بات نہیں ماننا، لیکن میں جی ایم سید کو پاکستان کا باغی کہہ سکتا ہوں اس لیے کہ اس نے پاکستان بننے کے بعد پاکستان کو مان لیا تھا اور اب وہ کہتا ہے کہ پاکستان تو ردیو یہ باغی ہوا، یعنی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر باغی کے لفظ کا اطلاق کیسے کریں کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے پہلے دن سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کو مانا نہیں تھا، بلکہ مشروط کر دیا تھا کہ تم پہلے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا بدلہ لو پھر میں مانوں گا، جس نے شروع سے مانا ہی نہ ہو، وہ باغی کیسے؟ جو مان کر انکار کرے راجیو

گاندھی پاکستان کا باغی نہیں، اس نے شروع سے پاکستان کو مانا ہی نہیں، البتہ جی ایم سید باغی ہے۔

سیدنا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی عظمت کو دیکھو، ان کا اختلاف تھا قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں، آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ آپ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا بدلہ لیں، میں پھر آپ کی خلافت کو مانوں گا، اس کا مطلب ہے کہ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کو مانا ہی نہیں تھا، جو خلافت کو نہ ماننا ہو، اختلاف کرے وہ باغی کیسے؟

اب سوال یہ ہوا کہ عمار ابن یاسر رضی اللہ عنہ کو قتل کس نے کیا؟
عمار ابن یاسر کو قتل کرنے والا گروہ وہ تھا جو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی فوجوں میں شامل تھا، دھوکہ بازی سے اور حقیقت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ دونوں کی فوجوں میں ایک دوسرے کے مخالف رات کی تاریکی میں سازش کے لیے چھپ گئے تھے، اس طرح حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی فوج میں سازش کے لئے گروہ شامل ہوا تھا، اس گروہ کے خنجر سے عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ شہید ہوئے اور یہ گروہ واقعی حضرت علی رضی اللہ عنہ کا باغی گروہ تھا، اس لئے کہ پہلے وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا اور بعد میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مخالف ہو گیا، تو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پوری ہو گئی کہ عمار تجھے باغی گروہ قتل کرے گا، یعنی وہ گروہ جو پہلے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ بعد میں مخالف ہو گیا، اسی پر باغی کا اطلاق ہوتا ہے۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ



سُنّت اور بدعت

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

إِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ ۝ (پارہ ۱، سورۃ الفاتحہ، آیت ۵)

ترجمہ: ”اے اللہ! ہمیں سیدھا راستہ دکھا۔“

وَأَنَّ هَذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ فَاتَّبِعُوهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ
فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيلِهِ ۝ (پارہ ۸، سورۃ الانعام، آیت ۱۵۳)

ترجمہ: ”یہ میرا ہی راستہ ہے اور راستوں پر نہ چلو ورنہ تم فرقوں

میں بٹ جاؤ گے۔“

صَلَّى
الْعَظِيمِ

احادیث مبارکہ:

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ..... عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَ
سُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمُهْدِيِّينَ..... (مشکوٰۃ)

ترجمہ: ”تمہارے اوپر لازم ہے کہ میری سنت اور میرے ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنت کو معمول بناؤ۔“

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ..... مَنْ أَحَدَثَ فِي أَمْرِنَا هَذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ (رواہ مسلم ج ۲ ص ۷۷)

ترجمہ: ”جو ہمارے دین میں کوئی ایسی بات پیدا کرے جو اس میں نہ ہو تو وہ مسترد ہے۔“

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ..... فَمَنْ رَغِبَ أَنْ سُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي..... (بخاری جلد ۲ صفحہ ۷۵۷)

ترجمہ: ”جس نے میری سنت سے اعراض کیا وہ مجھ سے نہیں۔“

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ..... مَنْ تَمَسَّكَ بِسُنَّتِي عِنْدَ فَسَادِ أُمَّتِي فَلَهُ أَجْرُ مِائَةِ شَهِيدٍ (مشکوٰۃ ص ۳۰)

ترجمہ: ”جس نے میری سنت کو زندہ کیا جبکہ اس کو چھوڑا جا چکا ہو تو اس کے لئے سو شہیدوں کا ثواب ہے۔“

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ..... يَا أَيُّهَا النَّاسُ تَرَكْتُ فِيكُمْ أَمْرَيْنِ كِتَابُ اللَّهِ وَسُنَّتِي عَصُوا بِالنَّوَاجِذِ لَنْ تَضِلُّوا بَعْدِي.....

ترجمہ: ”اے لوگو! میں تم میں دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں اللہ کی کتاب اور اپنی سنت، اس کو داڑھوں سے مضبوط پکڑ لو تا کہ میرے بعد گمراہ نہ ہو۔“

اشعار:

یہ دنیا سرائے دھر مسافر و بخدا یہ کسی کا مکان نہیں
جو مقیم اس میں تھے یہاں کہیں آج ان کا نشان نہیں

غرور تھا نمود تھی ہٹو بچو کی تھی صدا
پر آج میں تم سے کیا کہوں کہ لحد کا بھی پتہ نہیں
وہ لوگ جن کے محلوں میں ہزاروں رنگ کے فانوس تھے
جھاڑ ہیں ان کی قبر پر نشان کچھ بھی بچا نہیں

تمہید:

میرے واجب الاحترام، بزرگو اور دوستو! ایڈنبرا کی اس مسجد میں میں آپ
کے سامنے تو حید و شرک کے عنوان پر اپنی معروضات پیش کر چکا ہوں، آج دن کے وقت
گلاسکو کی نئی جامع مسجد میں جمعہ پڑھانا تھا۔

ابھی میں نے چند آیات اور احادیث مبارکہ آپ حضرات کے سامنے تلاوت
کی ہیں۔ اس کے ضمن میں، میں آپ کے سامنے دو چیزیں واضح کرنا چاہتا ہوں، ایک
سنت اور دوسرے نمبر پر بدعت۔ سنت کس کو کہتے ہیں اور بدعت کا معنی کیا ہے؟ ان
دونوں کے سمجھنے سے پہلے ایک لفظ پر ہم لوگوں نے غور کرنا ہے۔

صراطِ مستقیم کیا ہے:

ہم قرآن پاک میں بار بار پڑھتے ہیں صراطِ مستقیم، ہر نماز میں کہتے ہیں.....
اهدنا الصراط المستقیم..... ”اے اللہ! ہمیں سیدھا راستہ دکھا“..... صراط.....
عربی زبان میں راستے کو کہتے ہیں، اور..... طریق..... بھی عربی میں راستے کو کہتے
ہیں..... ط، ر، ی، ق..... اس کا معنی بھی راستہ ہے۔

لیکن قرآن پاک نے یہاں پر راستے کے لئے طریق کا لفظ استعمال نہیں کیا
، بلکہ صراط کا لفظ استعمال کیا ہے ص، ر، ط اس شاہراہ کو کہتے ہیں کہ جس کے اندر کوئی
ٹیز نہ ہو کوئی موڑ نہ ہو، جس کے اندر کوئی کجی نہ ہو، جس کے اندر کوئی رکاوٹ نہ ہو چلنے
والے کو، اس کو کہتے ہیں صراط۔

اور طریق وہ راستہ ہے کہ جو اونچا نیچا بھی ہو سکتا ہے۔ طریق والے راستے میں

موڑ بھی آ سکتے ہیں لیکن صراط اس راستے کو کہتے ہیں کہ جس میں موڑ نہ ہوں جو بالکل سیدھا ہو۔

ایک مسلمان جو حضور ﷺ کا کلمہ پڑھتا ہے پانچ وقت نماز میں کہتا ہے.....
اهدنا الصراط المستقیم..... اے اللہ! مجھے سیدھا راستہ دکھا..... صراط خود سیدھے
راستے کو کہتے ہیں لیکن صراط کے ساتھ کہا..... صراط المستقیم..... مستقیم کہتے ہیں کہ
جو واقعہ سیدھا ہی ہو اور اس میں کوئی کجی اور ٹیڑھ نہ ہو۔

یہ اسی طرح ہے کہ جس طرح کہا جاتا ہے کہ..... سبحان الذی اسری
بعبدہ..... اسری عربی میں رات کو سیر کرنے کو کہتے ہیں، لیکن اس کے باوجود اللہ نے
..... لیلہ..... کہا..... لیل کا معنی تو ہوتا ہی رات ہے۔ لیکن مقصود تاکید ہے کہ پیچھے معنی ایک
دفعہ رات کا آ گیا، لیکن پھر وضاحت کے لئے دوسری دفعہ وہ لفظ لایا جاتا ہے..... سبحان
الذی اسری بعبدہ لیلہ..... پاک وہ ہے ذات جو لے گئی اپنے بندے کو رات کے وقت
..... اسری..... کا معنی ہی رات کے وقت لے جانا ہے پھر ”لیل“ کہا لیل کا معنی رات
ہوتا ہے، تاکید کے لئے کہا تو بسا اوقات تاکید کے لئے لفظ لایا جاتا ہے۔

صراط مستقیم کی تشریح:

اور یہ دیکھو قرآن کہتا ہے کہ..... وان هذا صراطی مستقیم..... ایک یہ لفظ
ہے اور ایک ہم پڑھتے ہیں..... اهدنا الصراط المستقیم..... اے اللہ! ہمیں سیدھا راستہ
دکھا یعنی وہ ایسا راستہ کہ جو سیدھا ہی ہو، کیا مطلب؟ کہ جو مقصد حقیقی تک پہنچتا ہو، منزل پر
پہنچتا ہو، جس منزل تک ایک انسان نے پہنچنا ہے۔

اسلام بدلے کا قائل ہے:

اسلام کا یہ تصور نہیں جس طرح یو کے میں بعض لوگوں کا تصور ہے کہ مر جانا
ہے۔ قبر میں مل جانا ہے پتہ نہیں کیا ہوتا ہے کوئی آگے جزا دے گا نہیں ہے کوئی سزا نہیں اور
کوئی بدلہ نہیں۔ اسلام بدلے کا قائل ہے، اسلام کہتا ہے کہ ایک لمحے کے لئے بھی تو

مکرایا وہ بھی لکھا گیا، رویا تو لکھا گیا، ایک نیکی کی وہ بھی لکھی گئی، ایک گناہ کیا وہ بھی لکھا گیا۔ اور ان ساری چیزوں کا حساب ایک دن ہونا ہے اور جب ایک دن حساب ہونا ہے تو حساب میں، بدلے میں، اچھائی یا برائی ملتی ہے۔ تو اس اچھائی اور برائی کا نام ہے منزل، اگر آپ نے ہر اکام کیا تو میری منزل، اور اگر اچھا کام کیا تو اچھی منزل۔

اللہ سے دعا:

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے انسانو! تم نماز میں کہا کرو..... اهدنا الصراط المستقیم..... ہمیں سیدھا راستہ دکھا جب بچہ نافرمانی کرتا ہے تو باپ کہتا ہے کہ بیٹے، مجھ سے معافی مانگ، کہہ دے کہ مجھے معاف کر دے میں معاف کر دوں گا یہ اس کی شفقت پوری ہوتی ہے۔ یہ خود اپنے بچے کو ادب سکھاتا ہے۔ اللہ اپنے بندوں کو سکھاتا ہے کہ اے انسان تو خود کہہ کہ مجھے سیدھا راستہ دے پھر میں تجھے سیدھا راستہ دوں گا میں دیکھتا ہوں کہ تو میرے کہنے کے بعد کہتا ہے کہ مجھے سیدھا راستہ دے۔

سیدھا راستہ کیا ہے؟

اب ایک آدمی ساٹھ سال نماز پڑھتا ہے۔ وہ ساٹھ سال میں کئی ہزار دفعہ کہہ دیتا ہے کہ مجھے سیدھا راستہ دکھا۔ لیکن کبھی اس بات پر غور کیا کہ سیدھا راستہ کہتے کس ہیں؟ سیدھا راستہ دکھانے کا کیا مطلب ہے؟ سیدھا راستہ کس چیز کا نام ہے؟

یہ جو ایڈیٹر اسے موٹر وے لندن کی طرف جاتا ہے کیا یہ سیدھا راستہ ہے کہ یہ راستہ دکھایا اپنے کسی اور ملک یا وطن کی کوئی شاہراہ ہے جس پر چلنے کے لئے کہا گیا ہے۔ ہم کہتے ہیں..... اهدنا الصراط المستقیم..... ہمیں سیدھا راستہ دکھا۔ میں آپ کے سامنے اسی مجلس میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ سیدھا راستہ کہتے کس ہیں؟ وہ راستہ کون سا ہے؟ وہ منزل کون سی ہے؟

اگر ہم لوگوں کو اس منزل حقیقی کا، اس راستے کا اور اس شاہراہ کا پتہ مل جائے، تو انسان کبھی بھٹک کیسے سکتا ہے؟ بھٹکتا ہے جب آگے والے چوک میں جا کر وہ

دائیں طرف مڑ جائے اور اس سے آگے جا کر بائیں طرف مڑ جائے کہنے والے نے تو تجھے راستے پر کھڑے کر کے کہا کہ اس سیدھے راستے پر چل، اور صبح و شام تمنا کر کہ اے اللہ مجھے سیدھے راستے پر چلا، سیدھا راستہ دکھا۔ لیکن اب قصور کس کا ہے؟ کہ جو سیدھے راستے پر چلانا چاہتا ہے۔ اس نے تجھے سیدھا راستہ دکھا دیا بتا دیا۔ اور تجھے کہہ دیا کہ پانچ وقت تو سیدھے راستے کی تمنا کر..... اهدنا الصراط المستقیم۔ کہہ، اور اس کے بعد تجھے یہ بھی بتا دیا کہ یہ ہے سیدھا راستہ!

اب بتانے والے نے بتا بھی دیا۔ نشان دہی بھی کر دی اب اگر کوئی بھک جائے، راستہ بھول جائے تو قصور بتانے والے کا کیا ہے۔ قصور اس وہم کا ہے، قصور اس دماغ کا ہے، قصور اس خواہش کا ہے، کہ جس کی وجہ سے ہم نے بتانے والے کے بتانے کا لحاظ نہیں کیا اور اپنی مرضی سے راستہ بدل لیا اپنی مرضی سے ہم راستہ بھٹک گئے۔ کبھی دائیں کو ہو گئے اور کبھی بائیں کو ہو گئے۔

فرمایا..... اهدنا الصراط المستقیم۔ اے اللہ ہمیں سیدھا راستہ دکھا۔ اور وہ سیدھا راستہ کیا ہے؟

حضور ﷺ کا اسوہ حسنہ کامیابی کی دلیل ہے:

حضور ﷺ ارشاد فرماتے ہیں۔ فرمایا..... وان هذا صراطي مستقيماً۔ یہ ہے میرا راستہ، جو میرا راستہ ہے۔ جو میرا طریقہ ہے۔ جو میرا اسوہ حسنہ ہے۔ جو میرا کردار ہے، جو میری زندگی ہے، جو میرا لائحہ عمل ہے، جو میرا نصب العین ہے، جو میرا پیغام ہے، جو میری دعوت ہے، میرا منشور ہے، جو میرا دستور ہے، جو میرے اصول ہیں، یہ ہے سیدھا راستہ!

فرمایا..... وان هذا صراطي مستقيماً۔ ولا تتبعوا السبل۔ عربی میں سبیل کی جمع ہے۔ سبیل عربی میں راستے کو کہتے ہیں۔ اور سبیل کا معنی کئی راستے..... وان هذا صراطي مستقيماً۔ یہ ہے میرا سیدھا راستہ سنت والا، میرا

طریقہ۔۔۔ فلا تتبعوا السبل۔۔۔ تم اور راستوں پر نہ چلنا۔ یہ جو سیدھا راستہ ہے شاہراہ ہدایت ہے، میری زندگی کا راستہ ہے، یہ میرے اسوہ حسنہ کا راستہ ہے، میرے طریق کار کا راستہ ہے اسی پر چلنا۔

ولا تتبعوا السبل فتفرق بكم۔۔۔ تم اور راستوں کی طرف نہ جانا یہ جو راستہ ہے اس راستے کے ساتھ ارد گرد اور بھی سڑکیں نظر آئیں گی۔ لیکن تم نے کسی سڑک پر نہیں چلنا۔ کسی شاہراہ پر نہیں چلنا، کسی اور راستے کی بجائے سیدھے راستے پر چلنا ہے۔ اگر تم میرے راستے کو چھوڑ گئے تو۔۔۔ فتفرق بكم۔۔۔ تم فرقوں میں بٹ جاؤ گے، تم فرقوں میں پڑ جاؤ گے، تم جھگڑوں میں پڑ جاؤ گے۔

اختلاف کس بات کا ہے؟

آج اختلاف کس چیز کا ہے، مسلمانوں میں کفر اور اسلام کی جنگ نہیں ہے جھگڑا صرف یہ ہے کہ ایک فریق ہے وہ راستے سے ہٹ رہا ہے اور دوسرا کہتا ہے کہ یہ راستہ ٹھیک نہیں ہے، یہ جو فرقہ داریت ہے یہ جو ایک دوسرے پر کفر کے فتوے لگائے جاتے ہیں، یہ جو ایک دوسرے کو کافر کہا جاتا ہے۔ یہ جو بریلوی دیوبندی کے جھگڑے ہیں، یہ جو اختلافات ہیں پاکستان میں، یہ کیوں ہیں؟

اسوہ حسنہ چھوڑا تو؟

قرآن نے تو چودہ سو سال پہلے کہہ دیا۔۔۔ وان هذا صراطی مستقیما فاتبعوه۔۔۔ ولا تتبعوا السبل فتفرق بكم۔۔۔ اگر تم نے میرے راستے کو چھوڑ دیا، حضور ﷺ فرماتے ہیں۔۔۔ فتفرق بكم۔۔۔ تم فرقوں میں بٹ جاؤ گے۔ یہ فرقوں میں بیٹا اس بات کی دلیل ہے کہ ہم نے نبی ﷺ کی سنت کا راستہ چھوڑ دیا۔

سنت عظیم شاہراہ:

حضور ﷺ کی سنت سب سے سیدھی شاہراہ ہے، یہ شاہراہ جنت کو جاتی ہے، یہ

شاہراہ مقام ہدایت ہے، یہ شاہراہ کامیابی کی منزل ہے، اس کامیابی کی منزل کو امام الانبیاء ﷺ نے فرمایا یہ ہے میرا سید حاراستہ۔

اگر حضور ﷺ پر اعتماد ہے اور کلمہ حضور ﷺ کا پڑھا ہے، کلمہ پڑھنے کے بعد حضور ﷺ پر اعتماد ہے تو پھر ہمیں اسی راستے پر چلنا چاہیے۔ اور ہمیں نبی ﷺ کی بات مان لینی چاہیے کوئی آپ کو سیف الملوک کی کہانی تو نہیں سنانا چاہتا، میں کوئی کسی بنوں کا واقعہ تو نہیں بتاتا۔ میں تو قرآن کی آیت کا ترجمہ کر رہا ہوں کہ

ولا تتبعوا السبل فتفرق بكم۔۔۔ اگر تم میرے راستے سے بھٹک گئے تو تم فرقوں میں بٹ جاؤ گے۔ تم لڑنے لگو گے، تم گریبان پکڑ لو گے، تم جھگڑا کرنے لگو گے، اگر تم اختلافات سے بچنا چاہتے ہو، لڑائی سے بچنا چاہتے ہو تو میرا راستہ اختیار کرو۔

سنت اور بدعت:

دوستو! یہ جو حضور ﷺ کا راستہ ہے اسی کو اسلام کی زبان میں سنت کہا جاتا ہے، اور اس شاہراہ سے کوئی آدمی ہٹ کر دوسری سڑک پر چلے تو اسے بدعت کہا جاتا ہے۔ اس دوسری سڑک کو بدعت کہتے ہیں، اور جو سید حاراستہ پیغمبر کا ہے اس کو سنت کہتے ہیں۔ یہ ایک اصطلاح شریعت کی بات تھی۔ جو میں نے آپ کو سمجھائی۔ اب میں ذرا اس کو آسان الفاظ میں بتانا چاہتا ہوں۔

سنت اور بدعت کا آسان الفاظ میں معنی کیا ہے؟ سنت کہتے ہیں اصل طریقے کو، اور بدعت کہتے ہیں جعلی طریقے کو، سنت کہتے ہیں سیدھے راستے کو، بدعت کہتے ہیں ٹیڑھے راستے کو، سنت کہتے ہیں نبی ﷺ کے راستے کو، بدعت کہتے ہیں اپنے بنائے ہوئے راستے کو، اور بدعت کہتے ہیں شیطان کی مرضی والے راستے کو، سنت سے بہتر کوئی چیز نہیں۔

اسلام نام ہی سنت کا ہے:

میرے دوستو! اصل میں اسلام نام ہی سنت کا ہے اس لفظ پر ذرا غور کریں

اصل اسلام نام ہی حضور ﷺ کی سنت کا ہے، اگر حضور ﷺ کی سنت کو چھوڑ دو گے تو اسلام نہیں ہوگا۔ آپ تجربہ کر کے دیکھیں آپ کسی گھر میں چلے جائیں اگر آپ کو کسی گھر میں نبی ﷺ کی سنت نظر آئے گی تو اس گھر میں لوگ نمازیں بھی پڑھتے ہوں گے، روزے بھی رکھتے ہوں گے، زکوٰۃ بھی دیتے ہوں گے، اور اگر کسی گھر میں سنت نہیں ہوگی اس گھر میں فرض بھی نہیں ہوں گے اس گھر میں قرآن کی تلاوت بھی نہیں ہوگی، اس گھر میں ایمان کا دور بھی نہیں ہوگا۔ اس گھر میں کلمہ طیبہ کا صحیح معنی میں اقرار بھی نہیں ہوگا۔

سنت کی برکت:

اگر کسی گھر میں سنت ہوگی تو سنت کی بدولت فرائض ہوں گے، واجبات ہوں گے، مستحبات ہوں گے، اس کے علاوہ اسلام کے ہر فریضے پر عمل ہوگا۔ جس گھر میں سنت ہوگی اس گھر میں سارا اسلام ہوگا۔

جس گھر میں سنت نہیں ہوگی۔ اس گھر میں کچھ بھی نہیں ہوگا۔ جو آدمی سنت پڑھتا ہے فرض کے ساتھ، اس کو سنت پڑھنے کے بعد فرض کی توفیق ملتی ہے بھائی فرض بھی پڑھے اور جو فرض پڑھتا ہے اس کو اسلام پر مکمل عمل کی توفیق ملتی ہے۔ جو آدمی سنت ہی کو چھوڑ دے تو فرض کیا پڑھے گا۔

سنت صراطِ مستقیم ہے:

میرے دوستو! سنت ایک شاہراہ ہدایت ہے۔ سنت صراطِ مستقیم ہے۔ سنت مصطفیٰ ﷺ ایک پک ڈنڈی ہے، وہ شاہراہ ہے، وہ سیدھا ہے کہ جس پر چل کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جو بدھو تھے دنیا کے، جو کافر تھے علاقے کے، جو لات وعزلی کو پوجنے والے تھے لات وھبل کے سامنے گردنیں جھکانے والے تھے۔ جو بچیوں کو زندہ دفن کرنے والے تھے جو بتوں کے سامنے سجدہ ریز ہونے والے تھے۔ ایک ایک بات پر سینکڑوں سال لڑائیاں کرنے والے تھے لیکن جب انہوں نے سنت کو سب سے آگے

رکھا اور نبی ﷺ کی سنت پر عمل کیا تو وہ اتنے قریب ہو گئے۔

سنت کے رکھوالے:

اُحد کے میدان میں ایک آدمی کو پیاس لگتی ہے وہ تڑپ رہا ہے، وہ مشکیزے والے کو کہتا ہے کہ پانی دو، جب وہ پانی لے کر اس تڑپنے والے کے قریب پہنچتا ہے۔ تو دوسرا کہتا ہے کہ اس کے پلانے کے بعد مجھے دینا لیکن پہلے نے کہا کہ نہیں پہلے اس کو پلاؤ، جب وہ دوسرے کے پاس پہنچا۔ تیسرے نے کہا کہ اس کے بعد مجھے دینا، دوسرے نے کہا کہ نہیں پہلے اسے پلاؤ، جب وہ تیسرے کے پاس پہنچا تو چوتھے نے کہا کہ مجھے پلاؤ۔ تیسرے نے کہا کہ نہیں پہلے اسے پلاؤ، چشمِ فلک نے یہ واقعہ بھی دیکھا ہے اور سات آدمیوں کے پاس وہ پانی کا پیالہ گیا کسی نے نہ پیا، سب آگے کرتے گئے لیکن جب سات ہی آدمی سے وہ پیالہ لوٹ کر آیا تو سارے کے سارے شہید ہو چکے تھے۔

کیوں؟ وہ لوگ تو ایک دیوار کے کھڑا کرنے پر، ایک چھوٹی سی بات پر تین تین سو سال جن قبیلوں میں لڑائی ہوتی تھی کیا وجہ تھی کہ ان کے دلوں کی دنیا بدل گئی۔ اس لیے کہ انہوں نے پیغمبرِ دو جہاں ﷺ کا وہ اعزاز دیکھا تھا۔ نبی ﷺ کی اس سنت کو دیکھا تھا اگر امتی کے پیٹ پر ایک پتھر بندھا تھا تو پیغمبر ﷺ کے پیٹ پر دو پتھر بندھے تھے۔ لیکن نبی ﷺ کی شاہراہ پر وہ چلے تھے تو ساری دنیا کو بد لئے والے بن گئے۔

قرآن کی دعوت:

میرے دوستو! اللہ تعالیٰ کے قرآن نے ہمیں دعوت دی ہے کہ ہم حضور ﷺ کی سنت پر چلیں، قرآن پاک کی اس آیت پر ذرا غور فرمائیں اللہ فرماتے ہیں..... قل ان كنتم تحبون الله فاتبعوني..... اے پیغمبر ﷺ تو اعلان کر دے..... ان كنتم تحبون الله فاتبعوني..... اگر اللہ تعالیٰ سے محبت کرنا چاہتے ہو، اگر اللہ تعالیٰ کو پانا چاہتے ہو، اگر اللہ تعالیٰ کی تلاش کرنا چاہتے ہو..... فاتبعوني..... دنیا کو کہہ دو کہ

میرے طریقے پر چلیں، میری سنت پر چلیں، میری اقتداء میں چلیں..... فاتبعونی..... میری اتباع کریں۔

حضور ﷺ کی سنت ایک ایسی شاہراہ ہے کہ اس شاہراہ پر چلو گے تو خدا بھی ملے گا، مصطفیٰ ﷺ بھی ملے گا حضور کی سنت ایسی شاہراہ ہے..... فاتبعونی..... میری اتباع کرو اور میرے راستے پر چلو، اگر اللہ کو پانا چاہتے ہو۔

سنت کی اہمیت:

ایک آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں..... ما اتاكم الرسول فاخذوه وما نهكم عنه فانتهوا..... جو چیز میرا پیغمبر ﷺ تمہیں دے اس کو لے لو..... وما نهكم عنه فانتهوا..... اور جس چیز سے میرا پیغمبر ﷺ روکے اس سے رک جاؤ یعنی میرا پیغمبر ﷺ جو چیز دے اس پر عمل کرو اور جس سے روکے اس سے رک جاؤ، یہ سنت کی اہمیت ہے۔

حضور ﷺ نمونہ ہیں:

اللہ کے قرآن نے فرمایا..... لقد كان لكم في رسول الله اسوة حسنة..... میں نے اپنے نبی ﷺ کو تمہارے لئے نمونہ بنا کر بھیجا ہے۔ یہ میرا نبی ﷺ نمونہ ہے، اس نمونے کے مطابق اپنی زندگی گزارو، یہ نمونہ ہے جس طرح یہ نمونہ ہے، اسی طرح کا اسلام قابل قبول ہے۔

اب ایک آدمی کہتا ہے کہ نمونے کا کیا مطلب؟ حضور ﷺ نمونہ ہیں، حضور ﷺ تو پیغمبر ہیں، حضور ﷺ پیغمبر بھی ہیں، اور نمونہ بھی ہیں، وہ کہتا ہے کہ نمونے کا معنی سمجھ میں نہیں آیا۔

مجھے پاکستان میں ایک آدمی نے پوچھا تھا کہ نمونے کا کیا مطلب ہے؟ نمونے کا پتہ نہیں چلا، نمونہ ہیں ہمارے پیغمبر ﷺ، میں نے کہا کہ بالکل نمونہ ہیں، یہ عیسوی شریعت نہیں ہے کہ آج عیسائیوں سے پوچھو کہ تمہارے پیغمبر عیسیٰ علیہ السلام نماز کیسے

پڑھتے تھے؟ روزہ کیسے رکھتے تھے؟ سوتے کیسے تھے؟ جاگتے کیسے تھے؟ آپ کو کوئی عیسائی نہیں بتا سکے گا۔ صرف ۲۵ دسمبر ان کو کرمس کا دن یاد رہ گیا نبی کا، اور کوئی چیز یاد نہیں رہی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حواریوں یہودیوں سے پوچھو، انہیں موسیٰ علیہ السلام کی سیرت کا پتہ نہیں ہوگا۔ آپ کسی نبی کی اور امت سے پوچھو کسی کو اپنے نبی کی زندگی کا پتہ نہیں ہوگا۔ لیکن اے مسلمان تو نے کلمہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا پڑھا ہے، تیرے لئے خدا نے قرآن بھیج دیا۔ اور قرآن میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ بھی لکھ دیا اور سات لاکھ حدیثیں تجھے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد ہیں، تجھے یہ بھی پتہ چل جائے گا کہ تیرے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم!

تیرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سوتے کیسے تھے

تیرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جاگتے کیسے تھے

تیرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اٹھتے کیسے تھے

تیرے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پڑھتے کیسے تھے

تیرے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم چلتے کیسے تھے

تیرے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے شادیاں کی ہیں۔ شادی کیسے کرنی ہے؟ تیرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خوشی کی ہے، ہم خوشی کیسے کریں گے؟

میرے دوستو!

ہم افسوس کیسے کریں گے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے افسوس کر کے دکھایا۔

ہم سوئیں گے کیسے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سو کر دکھایا۔

ہم سوئیں گے کیسے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جاگ کر دکھایا۔

ہم پانچ نمازیں کیسے پڑھیں گے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پانچ نمازیں پڑھ کر

دیکھائیں۔

ہم حج کیسے کریں گے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کر کے دکھایا۔

ہم روزہ کیسے رکھیں گے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ رکھ کر دکھایا۔

ہم قرآن کیسے سنیں گے، نبی ﷺ نے قرآن سن کر دکھایا۔
 ہم پڑوسی سے اچھا سلوک کیسے کریں گے، نبی ﷺ نے سلوک کر کے بتایا۔
 دشمن سے سلوک کیسے ہوگا، نبی ﷺ نے یہ سلوک کر کے بتایا۔
 اپنوں کو کیسے سینے سے لگانا ہے، نبی ﷺ نے یہ کر کے بتایا۔
 راتوں کو کیسے جاگنا ہے، نبی ﷺ نے کر کے بتایا۔
 تجارت کیسے کرنی ہے، نبی ﷺ نے تجارت کر کے دکھائی۔
 دوستوں سے معاملہ کیسے کرنا ہے، نبی ﷺ نے کر کے دکھایا۔
 قرض لے لیا واپس کیسے کرنا ہے، نبی ﷺ نے قرض لے کر واپس کر کے

دکھایا۔

دشمن کا مقابلہ کیسے کرنا ہے، نبی ﷺ نے کر کے دکھایا۔
 بچوں کو معاف کیسے کرنا ہے، نبی ﷺ نے معاف کر کے دکھایا۔
 یتیموں کی پرورش کیسے کرنی ہے، نبی ﷺ نے پرورش کر کے دکھائی۔
 یواؤں کو سہارا کیسے دینا ہے، نبی ﷺ نے سہارا دے کر دکھایا۔
 بوڑھوں کو سینے سے کیسے لگانا ہے، نبی ﷺ نے سینے سے لگا کر دکھایا۔
 ماں کی عزت کیسے کرنی ہے، نبی ﷺ نے حلیمہ رضی اللہ عنہا کی عزت کر کے دکھائی۔
 والدین کا احترام کیسے کرنا ہے۔ نبی ﷺ نے احادیث میں والدین کو عظمت
 دینا کر دکھایا، یہ ہے وہ پیغمبر ﷺ جس کی اقتداء کی جائے۔

یہ ہے وہ راستہ جس پر چلا جائے، آپ کو ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء میں کسی
 اور نبی کی سنت نہیں ملے گی، کسی کا طریقہ نہیں چلے گا اس لئے کہ ان انبیاء کی نبوتیں ان
 کے دور تک کے لئے تھیں۔ اپنے ملک کے لئے تھیں اپنی قوم کے لئے تھیں، لیکن اک محمد
 مصطفیٰ ﷺ ہیں کہ جو جس وقت آئے ہیں اس وقت سے لے کر قیامت کی صبح تک کے
 لئے ہر قوم کے لئے نبی ہیں، ہر دور کے لئے نبی ہیں، ہر شہر کے لئے نبی ہیں، ہر ملک کے
 لئے نبی ہیں۔

افغانوں کے لئے نبی ہیں
 پنجابیوں کے لئے نبی ہیں
 انگریزوں کے لئے نبی ہیں
 عربوں کے لئے نبی ہیں

سنت روشن راستہ ہے:

اس لئے اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنے نبی ﷺ کی سنت کو روشن کر کے دنیا کو دکھا دیا کہ اے دنیا کی قوموں تم جو راستہ اپنانا چاہو، تمہارے راستوں کی بنیاد میرے پیغمبر کی شاہراہ ہے اس شاہراہ پر چلو گے ہر دور کا ہر آدمی کامیاب ہو جائے گا۔ میرے پیغمبر ﷺ کی سنتوں کو ساڑھے چھ لاکھ احادیث کی صورت میں روشن کر کے گھر گھر میں پہنچا دیا۔

یہ ہے شاہراہ ہدایت اگر کوئی آدمی کہے کہ ہمیں تو پتہ نہیں، کہ ہم نے چلتا کیسے ہے؟ تمہیں قدم قدم پر راہنمائی کر کے دکھائی کہ یہ ہے میرے نبی ﷺ کا طریقہ! فرمایا۔ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ — یہ میرے پیغمبر ﷺ ہیں ان کی زندگی میں تمہارے لئے نمونہ ہے۔ اس حقیقت پر ذرا غور کریں۔ نمونہ ہیں۔

حضور ﷺ کی اتباع ضروری ہے:

ایک آدمی نے کہا کہ حضور ﷺ نمونہ کیسے ہیں؟ میں نے کہا کہ توجہ سے بات سنیں، آپ ایک درزی کے پاس جاتے ہیں کپڑا لے کر دو سو پونڈ کا کپڑا آپ نے خریدا ہے، اور درزی سے جا کر کہتے ہیں یہ میرا ایک سوٹ تم نے بنانا ہے، وہ درزی کہتا ہے کہ کیسے بنانا ہے؟ تو آپ اس کو اس کا اصل طریقہ بتانے کے لئے اپنا ایک پرانا سوٹ اس کو دیں گے اور کہیں گے کہ یہ جو میرا سوٹ ہے پرانا اس نمونے جیسا سوٹ تم نے تیار کرنا ہے، آپ نے نمونہ اس کو دے دیا، دکھا دیا کہ یہ نمونہ ہے بالکل اسی نمونے جیسا سوٹ

ہو، چار دن کے بعد آپ سوٹ لینے کے لیے گئے تو وہ آگے سے کہتا ہے کہ خان صاحب، چوہدری صاحب، جو نمونہ آپ دے کر گئے تھے میں نے اس جیسا تو سوٹ تمہارا نہیں بنایا بلکہ اس سے بھی اچھا بنا دیا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ اس سے بھی اچھا کیسے بنا دیا؟ اس نے کہا کہ تمہارے سوٹ میں بٹن نہیں تھے اگر بٹن تھے تو دو تین تھے میں نے جو قمیض بنائی ہے اس میں چھ بٹن لگا دیئے ہیں، وہ کہتا ہے کہ تمہاری جو قمیض تھی اس میں کالر نہیں تھا میں نے اس میں کالر لگا دیا ہے، تمہاری جو شلوار تھی اس میں پاؤں نیچے سادہ تھے میں نے ان پر کڑھائی کر دی ہے۔

اب آپ کے اس دیئے ہوئے کپڑے پر اس نے کام زیادہ کیا ہے اپنا وقت زیادہ لگایا ہے لیکن جب وہ کہتا ہے کہ میں نے تیرے نمونے سے بھی بہتر سوٹ سی دیا ہے تو اب مجھے اتنا غصہ آئے گا کہ تو اس کو سلے ہوئے کپڑوں کے پیسے تو کیا دے گا بلکہ تو کہے گا کہ تو نے جو میرا کپڑا خراب کر دیا ہے اس کے پیسے واپس کر، وہ کہے گا کہ تو پاگل ہو گیا ہے میں نے تو تیرے کپڑے پر محنت زیادہ کی ہے میں نے تو تیرے کپڑے کو بتانے سے زیادہ خوبصورت بنایا ہے، وہ کہے گا کہ مجھے زیادہ خوبصورت نہیں چاہئے، مجھے اپنے نمونے کے مطابق سوٹ چاہئے۔

میرے دوستو! تجھے اتنا غصہ آئے گا کہ تو اس سے کپڑے کے پیسے مانگنے لگ جائے گا، کیوں؟ اس نے تیرے نمونے پر عمل نہیں کیا، تجھے دکھ ہوا تیرے نمونے پر عمل نہیں کیا، تو غصہ آیا۔

عقل کے گھوڑے نہ دوڑاؤ:

بالکل یہی بات ہے اللہ نے آمنہ کے درمیتیم ﷺ کو دنیا میں بھیج دیا۔ تمہیں حکم دیا کہ نماز پڑھو، تم نماز پڑھنے لگے اب نماز جب پڑھنے لگے تو اللہ نے فرمایا کہ جس طرح اس نبی ﷺ نے نماز پڑھی ہے اسی طرح کی نماز پڑھو، اگر تم کہو گے کہ اس نے تو پانچ نمازیں پڑھیں ہیں میں تو چھ پڑھوں گا۔ تو اللہ فرماتے ہیں کہ تیری پانچ بھی قبول نہیں،

اگر تو چھ پڑھے گا تو اس نمونے سے ہٹ گیا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس نمونے کا حکم ہے اس نبی ﷺ کا حکم ہے کہ ڈھائی فی صد زکوٰۃ فرض ہے تم کہو کہ نہیں میں تو تین فی صد زکوٰۃ ادا کروں گا۔ اللہ فرمائیں گے کہ نہیں تیرے اس فعل کا کوئی فائدہ نہیں، تیری بات قبول نہیں کی جائے گی۔

تو کہے کہ حضور ﷺ نے روزے تو تیس فرض بتائے، میں تو چالیس روزے رکھوں گا، تیرے یہ چالیس روزے تیرے منہ پر مار دیئے جائیں گے۔

تو کہے کہ حضور ﷺ نے سال میں ایک مرتبہ حج فرض بتایا میں تو دو مرتبہ حج فرض کروں گا۔ تو تیرے ان دونوں تجویز کو منہ پر مار دیا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس نبی ﷺ نے جس طرح اذان کا حکم دیا اسی طرح اذان دے۔ اس نے اللہ اکبر سے شروع کی۔ لا الہ الا اللہ۔ پر ختم کیا اور اگر تو کہے کہ میں اللہ اکبر سے نہیں شروع کروں گا میں الصلوٰۃ والسلام علی یا رسول اللہ سے شروع کروں گا تو اس نمونے کی خلاف ورزی ہوگی جو چودہ سو سال پہلے اللہ نے نمونہ بھیجا تھا۔

میرے دوستو! اللہ نے فرمایا کہ تم نے ایصال ثواب اس طرح کرنا ہے جس طرح میرے پیغمبر ﷺ نے کیا ہے، تو نے درود اس طرح پڑھنا ہے جس طرح میرے نبی ﷺ نے پڑھا، تم ساری کی ساری قوم مل کر یہ کہنے لگ جاؤ کہ نہیں ہم نے حضور ﷺ سے بھی زیادہ اچھے طریقے سے عمل کر لیا، حضور ﷺ سے بھی نعوذ باللہ ہم بہتر طریقے سے چلے تو تمہاری یہ ساری نمازیں تمہارے منہ پر مار دی جائیں گی۔

اس لیے کہ اگر درزی کا سلسلہ ہوا کپڑا تیرے نمونے کے خلاف ہو، تجھے منظور نہیں، تو اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کے خلاف کوئی عمل کرے تو خدا کو کیسے منظور ہو سکتا ہے؟

اپنے اعمال کو ٹھیک کرو، اسلام عبادت کے زیادہ کرنے کا نام نہیں، اسلام عبادت کے زیادہ ہونے کو نہیں کہتے، اسلام نام ہے نبی ﷺ کی سنت کا، اگر اسلام عبادت کے زیادہ ہونے کو کہتے!

تو میرے دوستو! یہ عقل میں بات آتی ہے کہ کوئی کہتا جناب زکوٰۃ دو فی صد

ہوتی یا تین فی صد ہوتی اب اڑھائی فی صد کا کیا مطلب ہے؟ لیکن نہیں اب اڑھائی سے تم ایک فی صد بھی اضافہ نہیں کر سکتے کیوں؟ حضور ﷺ کا حکم ہے، حضور ﷺ کے حکم کے آگے پیچھے نہیں ہو سکتے، عشاء کی نماز عشاء کے وقت پڑھتے ہو، تو کوئی آدمی کہے کہ میں عشاء کی نماز دوپہر کے بارہ بجے پڑھوں گا، ہو جائے گی؟ (نہیں)

ایک آدمی کہے کہ عشاء کی سترہ رکعتیں ہیں۔ کوئی بات ہے سترہ کی اٹھارہ ہوتیں یا سولہ ہونی چاہیے، لیکن اگر آپ ایسے کریں گے تو آپ کی نماز قبول نہیں ہوگی۔

مغرب کی نماز کی رکعتیں سات ہیں۔ آپ کہیں گے کہ چار ہوتیں یا چھ ہوتیں یا آٹھ ہوتیں۔ یہ سات کا کیا معاملہ ہے؟ لیکن پیغمبر ﷺ نے سات پڑھی ہیں ہمیں سات پڑھنے کا حکم ہے۔ نبی ﷺ نے سترہ بتلائی ہیں سترہ کا حکم ہے، ظہر کی پیغمبر ﷺ نے بارہ رکعتیں پڑھی ہیں ہمیں بارہ کا حکم ہے۔ فجر کی چار ہیں ہمیں چار کا حکم ہے۔ عصر کی آٹھ ہیں ہمیں آٹھ کا حکم ہے۔

درود شریف اور سجدہ سہو:

میرے دوستو! ایک رکعت کے تبدیل کرنے کی اجازت نہیں، ایک رکعت کے زیادہ کرنے کی اجازت نہیں، التحیات میں تو پڑھتا ہے..... اشہد ان محمدًا عبدہ و رسولہ..... پہلی التحیات میں اس کے بعد تو درود شریف پڑھ لے تو علماء فرماتے ہیں کہ تو سجدہ سہو کر، تو نے پڑھا تو درود شریف ہے، درود شریف کوئی گناہ نہیں، جرم نہیں، اگر پہلے التحیات میں تو..... اشہد ان محمدًا عبدہ رسولہ..... میں درود شریف پڑھ لے گا۔ تجھے سجدہ سہو کرنے کا حکم ہے کہ تو سجدہ سہو کرے گا تو نماز ہوگی، کیوں؟ درود تو عبادت ہے لیکن تم نے درود اس موقع پر پڑھا ہے جس موقع پر تیرے پیغمبر ﷺ نے نہیں پڑھا ہے۔

عبادات میں بھی اطاعت رسول ﷺ ضروری ہے:

نماز وہی قبول ہے جو نبی ﷺ کے مطابق ہو، اذان وہی قبول ہے جو نبی

ﷺ کے حکم کے مطابق ہے۔ روزہ وہی قبول ہے جو پیغمبر ﷺ کے حکم کے مطابق ہے۔ اپنی مرضی فرض نماز میں بھی نہیں چل سکتی۔ اپنی مرضی نماز میں اور زکوٰۃ میں نہیں چل سکتی، اپنی مرضی ان فرائض میں نہیں چل سکتی چہ جائیکہ ایک وہ حکم کہ جو نبی ﷺ نے حکم دیا ہی نہیں ہم اپنی طرف سے بنا کر اس کو فرض کے مطابق کرتے رہیں اور اگر تم فرضوں میں اپنی مرضی نہیں کر سکتے چہ جائیکہ وہ باتیں جن کا نبی ﷺ نے حکم نہیں دیا وہ اپنی طرف سے کرتے رہو اور کہو کہ ہم اہل سنت ہیں اور اسلام کے ٹھیکیدار ہیں ہم نبی ﷺ کے عاشق ہیں یہ کیسے قبول ہے؟

میرے دوستو! اب کوئی آدمی التحیات میں دو سارے قرآن کے پڑھ دے، ہو جائے گی نماز؟ (نہیں) اب وہ کہے کہ میں نے تو صرف قرآن شریف ہی پڑھا ہے۔ بھائی قرآن شریف پڑھا ہے، لیکن قرآن شریف وہاں پڑھا جہاں نبی ﷺ نے حکم دیا ہے، یہاں پیغمبر ﷺ نے التحیات پڑھا ہے۔

ایک آدمی مردے کی قبر پر اذان دینے لگا پاکستان میں، کہا کہ قبر پر اذان تو پیغمبر ﷺ نے نہیں فرمائی۔ اذان تو مسجد میں ہوتی ہے۔ کہنے لگا کہ میں نے تو اذان ہی دی ہے میں نے کوئی برا کام کیا ہے، میں نے کوئی گانا تو نہیں گایا۔

میں نے کہا کہ اگر تو نے اذان دی ہے تو نے یہ اچھا کام کیا ہے دین میں۔ اس نے کہا کہ میں نے دین میں اچھا کام کیا ہے، میں نے کہا کہ اس اچھے کام کا تیرے پیغمبر ﷺ کو تو پتہ نہیں چلا، یہ اچھا کام پھر اس پیر نے تو نہیں کیا، یہ اچھا کام خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کی سمجھ میں تو نہیں آیا، یہ اچھا کام چودہ سو سال کے بزرگوں کی سمجھ میں تو نہیں آیا، یہ اچھا کام تو نے اپنی طرف سے کر لیا؟

بدعت کسے کہتے ہیں:

اور جو کام اپنی طرف سے کرے گا اسی کا نام بدعت ہے، بدعت اس کو نہیں کہتے کہ پٹکھا لگا دیا یہ بدعت ہوگئی، ٹیوب لائٹ لگا دی بدعت ہوگئی، آپ نے لاؤڈ سپیکر

کھڑا کر دیا بدعت ہو گئی۔ ہم ٹرین میں سفر کر رہے ہیں یہ بدعت ہو گئی، نہیں جناب بدعت کا معنی سمجھو!

بدعت کی تعریف:

حضور ﷺ کی حدیث مسلم شریف میں آتی ہے حضور ﷺ نے خود بدعت کا معنی سمجھایا ہے فرمایا..... من احدث فی امرنا هذا ما لیس منه فہورد..... وہ کام جو میرے دین میں بنالیا جائے اور اس کو دین سمجھ لیا جائے حالانکہ وہ پہلے دین میں شامل نہ ہو وہ مردود ہے۔ (بخاری و مسلم، مشکوٰۃ ص ۲۷)

لاؤڈ سپیکر کو ہم دین کہتے ہی نہیں، ہم ہوائی جہاز کے سفر کو دین کہتے ہی نہیں، یہ تو ایک معاشرتی طریقے ہیں، معاشرتی چیزیں ہیں، اگر ہم کہیں کہ لاؤڈ سپیکر لگانا فرض ہے یا یہ سنت ہے، یہ ٹیوب لائٹ لگائے بغیر ہماری نماز نہیں ہوتی، یا یہ واجب ہے یہ نہ جلائیں تو نماز نہیں ہوتی کہیں گے تو تب یہ بدعت بنے گی۔

بدعت کہتے ہی اس کو ہیں کہ ایسا کام ایجاد کرو کہ جس کے کرنے پر ثواب کی امید رکھو اور جس کے نہ کرنے پر گناہ کی امید رکھو، لیکن اس کا حکم نہ حضور ﷺ نے دیا ہو، نہ حضور ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم نے دیا ہو، اسی کا نام بدعت ہے۔

حضرت امام مالک رحمہ اللہ نے کتنی خوبصورت بات کہی امام مالک رحمہ اللہ نے

ارشاد فرمایا:

من ابتدع فی الاسلام بدعة یراھا حسنة..... فقد زعم ان محمد صلی اللہ علیہ وسلم خان الرسالة یقول تعالیٰ لان اللہ الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی (کتاب الاعتصام جلد ۱، صفحہ ۴۷، جلد ۲ صفحہ ۱۵۰ للشاطبی رحمہ اللہ)

امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جو آدمی دین میں اپنی طرف سے کوئی نیا مسئلہ بناتا ہے گویا کہ وہ یہ کہتا ہے کہ حضور ﷺ نے اپنی شریعت میں خیانت کی ہے اور وہ یہ

کہنا چاہتا ہے کہ حضور ﷺ نے دنیا میں اسلام پہنچانے میں خیانت کی ہے اس لئے کہ حضور ﷺ نے فرمایا..... الیوم اکملت لکم دینکم..... اے دنیا کے لوگو! آج میں محمد ﷺ یہ اعلان کرتا ہوں۔

دین مکمل ہو گیا:

حجۃ الوداع کے موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا، وفات سے تین مہینے پہلے، آج تمہارا دین مکمل ہو گیا..... الیوم اکملت لکم دینکم..... تمہارا دین مکمل ہو گیا..... و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا..... اور میں نے دین کی نعمت کو تمہارے اوپر پورا کر دیا۔

اب دیکھو کہ دین کی نعمت پوری ہو گئی، دین سارا مکمل ہو گیا، اگر یہ چیزیں جو ہم کرتے ہیں مثلاً یہ تہاجر ہے، ساتواں ہے، چالیسواں ہے، گیارہویں ہے، اس کے علاوہ انگوٹھے چومنے والی روایت ہے، قبر پر اذان دینا ہے، یہ اگر چیزیں دین میں شامل تھیں۔

تو پھر..... الیوم اکملت لکم دینکم..... اس آیت کے اترنے سے پہلے اس کو قرآن میں ہونا چاہیے تھا یا حدیث میں ہونا چاہیے تھا یا صحابہ رضی اللہ عنہم کے عمل سے اس کا ثبوت چاہیے تھا۔ جب دین کامل ہو گیا اور اس میں یہ شامل نہیں ہیں تو دین کے کامل ہونے کے بعد ان چیزوں کو دین سمجھتا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ پیغمبر ﷺ نے جو دین کو کامل کرنے کا اعلان کیا تھا۔ اس میں کوئی نقص باقی رہ گیا تھا، جن کو تم نے بدعات داخل کر کے پورا کیا ہے۔

جو آدمی دین کے مکمل ہونے کے بعد ان باتوں کو دین سمجھتا ہے وہ سمجھتا ہے کہ قرآن میں جو دین مکمل ہونے کی بات ہے یہ نعوذ باللہ غلط ہے، اور پیغمبر ﷺ نے حق اور رسالت پہنچانے میں نعوذ باللہ خیانت کی ہے، وہ آدمی بدعت کرتا ہے حقیقت میں وہ پیغمبر ﷺ کے احکام کا منکر ہو جاتا ہے۔

بدعتی کی عبادات قبول نہیں:

اسی وجہ سے حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا..... اور یہ عجیب حدیث ہے مسلم اور ابن ماجہ کی حدیث ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا..... لا یقبل اللہ لصاحب بدعة صوما ولا صلوة ولا صدقة ولا حجا ولا عمرة ولا جهادا ولا صرفا ولا عدلا..... جو آدمی بدعت کرتا ہے اس کا حج قبول نہیں..... اس کا عمرہ قبول نہیں ہوتا..... اس کی نماز قبول نہیں ہوتی..... اس کا روزہ قبول نہیں ہوتا..... اس کا جہاد قبول نہیں ہوتا اور فرمایا اور نہ کوئی فرضی عبادت اور نہ نفلی عبادت..... یخرج من الاسلام کما تخرج الشعر من العجین..... وہ اسلام سے اسی طرح نکل جاتا ہے کہ جس طرح گوندھے ہوئے آٹے سے بال کو نکالتے ہیں اسی طرح وہ آدمی جو بدعت کو ٹھیک سمجھتا ہے وہ اسلام کے دائرے سے نکل جاتا ہے۔ (ابن ماجہ صفحہ ۶)

کسی پر تنقید کرنا مقصود نہیں ہے، خدا کی قسم میں صرف دل کے درد سے، اللہ کے دین کو صحیح سمجھتے ہوئے۔ قرآن و سنت کو صحیح جانتے ہوئے۔ اصلاح کی نیت سے یہ باتیں عرض کر رہا ہوں۔ شاید کسی کے دل میں سنت کی روشنی کی چمک پیدا ہو، اور کوئی بدعت کے اس راستوں سے بھٹک کر نبی ﷺ کی شاہراہ ہدایت پر گامزن ہو جائے۔ کوئی تنقید کرنا مقصود نہیں۔

اگر انسان کو پتہ ہو کہ یہ کام برا ہے اور وہ عالم ہو، مولوی ہو، دین کو جانتا ہو، اور وہ آگے نہ بتائے، تو اس کا مطلب یہ وہ خود حضور علیہ السلام کی اس حدیث کا مصداق بن جاتا ہے۔

دین حق کو چھپاؤ نہیں:

حضور نے فرمایا..... جو دین کے مسئلے کو جان بوجھ کر چھپاتا ہے۔ قیامت کے دن اس کے گلے میں آگ کی لگام ڈالی جائے گی۔

میں اس بات کو سمجھتا ہوں کہ آپ لوگوں کیلئے اسکی ضرورت ہے۔ اور میں اگر

دین سمجھ کر نہیں کرتا۔ تو پھر میں مجرم ہوں۔ میرا جرم ہوگا۔

بدعت گمراہی ہے:

حضور ﷺ کی اس حدیث پر آپ غور فرمائیں، فرمایا..... کل بدعة ضلالة وکل ضلالة فی النار..... ہر بدعت گمراہی ہے۔ اور ہر گمراہی دوزخ میں لے جانے والی ہے۔ (نسائی جلد ۱، صفحہ ۱۷۹)

حضور ﷺ نے فرمایا ایک قوم عنقریب آئے گی، کچھ لوگ آئیں گے ایسے.....
تکون بعدی ائمة لا یہتدون یہدی ولا یستنون بسنتی..... ایسے لوگ ہوں گے کہ جن کو تم میری بات بتاؤ گے۔ لیکن وہ میری سیرت پر نہیں چلیں گے۔
(مسلم جلد ۲، صفحہ ۱۲۷)

بدعتی کی تعظیم نہ کرو:

حضور ﷺ نے ایک حدیث میں فرمایا..... من وقر صاحب بدعة فقد اعان علی ہدم الاسلام (مشکوٰۃ صفحہ ۳۱)..... جو آدمی کسی بدعت کرنے والے کی عزت کرتا ہے گویا کہ وہ اسلام کی عمارت کو گرانے میں اسکی مدد کرتا ہے۔ بدعت بہت برا راستہ ہے اور سنت ایک چمکنے والا راستہ ہے۔

حضرت شیخ مجدد الف ثانی رحمہ اللہ عجیب بات فرماتے ہیں مکتوبات میں فرماتے ہیں کہ سنت ایک روشنی ہے، سنت ایک چمک ہے، سنت ایک ایسا راستہ ہے کہ جس راستے پر کوئی غبار نہیں ہے۔ ایک ایسا راستہ ہے جس راستے میں کوئی کجی نہیں ہے، لیکن بعض لوگ سنت کی اس روشنی پر بدعات کا اندھیرا ڈالنا چاہتے ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ کی سنتوں کو ہمیشہ باقی رکھیں گے۔

وسوسوں کا علاج:

میرے دوستو! حضرت شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ بہت بڑے جلیل القدر

امام ہیں۔ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کو علماء جانتے ہیں جنہوں نے ان کو پڑھا ہے۔

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ وہ عظیم انسان تھے کہ جس کی وفات کے بعد جس کی چھ سو کتابیں لوگوں نے قلمی لکھی ہوئی ان کے صندوقوں سے نکالیں، عربی زبان میں، ابن تیمیہ رحمہ اللہ وہ عالم تھا۔ کہ جس کے حلقہ درس میں دس ہزار علماء بیک وقت بیٹھ کر نبی ﷺ کی حدیث لکھا کرتے تھے۔ اتنا بڑا عالم تھا۔

اور ایک تفسیر ہے تفسیر ابن کثیر، یہ تفسیر ابن کثیر جس عالم نے لکھی ہے ان کا نام ہے حافظ عماد الدین ابن کثیر۔ یہ حافظ عماد الدین ابن کثیر بھی امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے شاگرد ہیں۔

اور آپ نے کتاب سنی ہوگی زاد المعاد جو سیرت النبی ﷺ کی بہت عظیم کتاب ہے۔ چار جلدوں میں ہے۔ وہ ہے علامہ ابن قیم جوزی کی، یہ امام ابن قیم جوزی بھی امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے شاگرد ہیں۔

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اتنا بڑا عالم تھا، ابن تیمیہ رحمہ اللہ سے ان کے شاگرد نے پوچھا کہ میرے دل میں بڑے وسوسے ہیں۔ میرے دل میں اسلام کے بارہ میں شک پیدا ہوتا رہتا ہے۔ نعوذ باللہ جب یہ سوچتا ہوں کہ اللہ سے پہلے کیا تھا۔ اللہ کے بعد کیا ہوگا؟ پس عجیب و غریب باتیں ذہن میں آتی ہیں، وہ پڑھا ہوا بڑا تھا۔ لیکن ایسے وسوسے آنے لگتے ہیں۔

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اس سے فرمایا کہ اے نوجوان، ایک نسخہ شفا بتاتا ہوں۔ ہر دکھ کا علاج ہے دل کا کوئی وسوسہ باقی نہیں رہے گا۔ وہ نسخہ انہوں نے پوچھا کہ کیا ہے؟ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے فرمایا: وہ نسخہ یہ ہے کہ تو حضور ﷺ کی سیرت کا مطالعہ کر بس، حضور ﷺ کی شخصیت کا مطالعہ کر، حضور ﷺ کی ذات کا مطالعہ کر۔ حضور ﷺ کے کردار کا مطالعہ کر۔ حضور ﷺ کی زندگی کو صبح و شام پڑھ۔ چند دن اس نے حضور ﷺ کی سیرت پڑھی۔ اور پھر کہنے لگا، اے امام میرے دل میں کوئی وسوسہ نہیں ہے۔ دنیا میں سب سے بڑا مذہب حضور ﷺ کا اسلام ہے، اس

سے بہتر کوئی مذہب نہیں۔ اسلام کے سوا کوئی اور نظام نہیں۔ حضور ﷺ کی سیرت ایک نسخہ شفا ہے۔

میں آپ سے بھی درخواست کروں گا کہ آپ اپنے بچوں کو نبی ﷺ کی سیرت پڑھائیں۔ آپ اپنے بچوں کو نبی ﷺ کا دین پڑھائیں۔ آپ اپنے بچوں کو حضور ﷺ کا دین پڑھائیں۔ آپ اپنے بچوں کو حضور ﷺ کی زندگی کے حالات پڑھائیں۔

عیسائی مؤرخ کا اقرار:

امریکہ کا ایک مؤرخ ایک کتاب لکھتا ہے ”The hundred“ اس میں سو بڑے آدمی لکھتا ہے اور سب سے پہلے وہ حضور ﷺ کا ذکر کرتا ہے۔ حضور ﷺ کا ذکر کر کے وہ کہتا ہے کہ محمد ﷺ کائنات کا سب سے بڑا انسان ہے۔

اس کی اس نے عجیب وجہ لکھی ہے اس نے کہا کہ ہم دیکھتے ہیں کہ محمد ﷺ جس کے پاس غلام آتے تھے نوکر، جس کو معاشرے سے میں لوگ حقیر سمجھتے تھے۔ ذلیل سمجھتے تھے لیکن وہ محمد ان کو سینے سے لگاتا تھا۔

اس نے کہا کہ دیکھو مکے کو فتح کرنا، محمد ﷺ مکے میں داخل ہوئے۔ تو آپ کی سواری کے اوپر آپ کی اگلی طرف ایک سولہ سالہ بچہ سوار تھا۔ اور اس بچے کا نام تھا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ، حضرت زید رضی اللہ عنہ کے لڑکے تھے اسامہ، یعنی وہ غلام کا بیٹا تھا۔ لوگ اس کو حقیر سمجھتے ہیں۔ لیکن دنیا کے سب سے بڑے سردار نے اس اسامہ کو اپنی سواری پر سوار کیا۔ مکے کو فتح کرتے وقت اس نے دنیا کو دکھا دیا کہ میں محمد غلاموں کے بچوں کا بھی وارث ہوں۔ (خاتم النبیین صفحہ ۸۳۱)

اور خانہ کعبہ میں داخل ہو کر سب سے پہلے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا بلال رضی اللہ عنہ خانہ کعبہ کی چھت پر چڑھ کر اللہ کا نام تم نے بلند کرنا ہے۔ بلال حبشی رضی اللہ عنہ جوتے اتارنے لگے۔ حضور ﷺ نے فرمایا بلال رضی اللہ عنہ! تیرے جوتے پاک ہیں۔ انہی جوتوں سمیت کعبہ کی چھت پر چڑھ جا، تاکہ دنیا کو یہ پتہ چلے کہ یہ کالے رنگ والا

بالِ دینا اس کو جیسی غلام کہتی ہے لیکن محمد ﷺ نے اس کو اتنی عزت بخشی ہے کہ آج کعبہ کی چھت پر کھڑے ہو کر ساری دنیا کے سامنے اللہ کا نام بلند کر رہا ہے۔

(زرقانی جلد ۲ صفحہ ۳۳۶)

دین رسومات کا نام نہیں:

میرے دوستو! میں عرض کر رہا تھا کہ سب سے بڑی چیز حضور ﷺ کی سنت ہے۔ حضور ﷺ نے اپنی سنت پر چلنے کا حکم دیا۔ جو آدمی حضور ﷺ کی سنت پر چلے گا۔ کبھی گمراہ نہیں ہوگا۔ کبھی راستہ نہیں بھٹکے گا، ہم لوگ حضور ﷺ کی سنت کو چھوڑ گئے۔ حضور ﷺ کے طریقوں کو چھوڑ گئے۔ نئے نئے طریقے آگئے، نئے نئے اجتماعات آپ نے دیکھے، نئی نئی چیزیں آپ نے دیکھیں۔

حضور ﷺ نے فرمایا جس گھر میں فونگی ہو جائے، اس گھر سے تین دن تک کھانا پینا بھی درست نہیں، حضور ﷺ کا حکم ہے۔

لیکن ہمارے چند لوگوں نے، چند دوستوں اور کرم فرماؤں نے کسی کے ہاں آدمی کے مرنے کی دیر ہے۔ پہلے تو ان کا آدمی مر گیا۔ اور پھر جو کچھ اس کے گھر میں تھا۔ کوئی تیجے کے نام پر کھینچ کر لے گئے۔ کوئی ساتویں کے نام پر گئے کوئی دسویں کے نام پر گئے۔ اور جو کچھ باقی رہ گیا وہ چالیسویں کے نام پر لے گئے۔

اور اگر ان کو کوئی روکے تو کہتے ہیں کہ یہ ایصالِ ثواب کے منکر ہیں۔ ایصالِ ثواب کا طریقہ گیارہویں شریف کے نام پر آتا ہے۔ گیارہویں کے بغیر تم ایصالِ ثواب نہیں کر سکتے۔

کس کے لئے گیارہویں کرتے ہو، میں نے ایک مولوی صاحب سے پوچھا اس نے کہا کہ سید پیران پیر بڑے بزرگ تھے۔ جس نے کہا کہ حضور ﷺ کے بھی زیادہ اس نے کہا کہ نہیں۔ میں نے کہا حضور ﷺ کی گیارہویں کیوں نہیں، بات صحیح ہے؟ (جی) بھائی اگر حضور ﷺ سے بڑے بزرگ ہوں تو ٹھیک ہے۔ پھر ان کی گیارہویں

کرو۔ نہیں تو نہ کرو۔ اگر حضور ﷺ سے بڑے بزرگ نہیں تو پہلے بڑوں کی تو گیارہویں کرلو۔ ان کی نہ کوئی بارہویں کرتا ہے نہ تیرہویں کرتا ہے۔ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور ایک لاکھ چوالیس ہزار صحابہ رضی اللہ عنہم ان کے ہاں گیارہویں ہے؟ پھر کوئی اور دین ہے۔ صرف اپنے پیٹ کیلئے دین کو بدل دیا۔ دین کی اہمیت کو ختم کرنا چاہا، اس پیٹ کیلئے۔

اور پھر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ یہ حنبلی المسلک تھے۔ حنفی نہیں تھے، یار لوگوں کو دیکھو حنبلی امام کی گیارہویں کرتے ہیں، اور جو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ ہیں، جن کے نام پر اپنے آپ کو حنفی کہتے ہو ان کے نام کی کبھی گیارہویں نہیں دی۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ جو بڑے امام ہیں۔ جن کے ہم مقلد ہیں۔ اہلسنت جن کے مقلد ہیں۔ اس وقت پاکستان اور ہندوستان میں ان کے مقلد ہے۔ اس امام کی گیارہویں کبھی نہیں دی۔ ان کیلئے کوئی بات نہیں۔

گیارہویں کا من گھڑت جھوٹ:

میں نے ایک مولوی صاحب سے پوچھا کہ گیارہویں کا کوئی ثبوت ہے؟ اس نے کہا کہ گیارہویں شریف کا ذکر تو قرآن شریف میں ہے۔ میں نے کہا کہ قرآن شریف میں کہاں آیا؟ کہنے لگا کہ قرآن شریف میں نہیں آیا..... والفجر ولیل عشر..... دن دسواں رات گیارہویں، دیکھو یارو کیا دلیل ہے؟

ایک مولوی صاحب کہنے لگے کہ قرآن شریف کا گیارہواں سپارہ اور گیارہویں آیت اس نے قرآن کھول کر دیکھا، گیارہواں سپارہ بھی ہے۔ اس نے گیارہویں آیت کھولی، اس نے کہا کہ ہاں، یہ گیارہویں ثابت ہو گئی کہ گیارہویں آیت جو اس میں موجود ہے۔ اس آیت کا معنی نہیں کہ آیت کا معنی کیا ہے؟ من گھڑت ڈھکوسلوں کا نام اسلام نہیں ہے۔

پیران پیر کا عمل:

حضرت پیران پیر کی گیارہویں تو پہنچ گئی یہ بات ان کی نہیں پہنچی کہ ان سے

کسی نے پوچھا! حضرت اپنے چہرے پر پردہ ڈال کر کیوں رکھتے ہیں۔ فرمایا اس لئے کہ کوئی بے نمازی میرا چہرہ نہ دیکھے۔

پیران پیر کی عظمت:

چالیس سال عشاء کے وضو سے تہجد کی نماز پڑھی۔ چالیس سال بغداد کی جامع مسجد میں خطبہ دیا۔ جن کے خطبوں کی کتاب ”غنیۃ الطالبین“ ہے۔ میں آپ سے کہتا ہوں آپ بڑے سمجھدار لوگ ہیں۔ دور دراز سے یہاں پہنچ چکے ہیں۔ اگر ہم کوئی سختی کی بات کہہ دیتے ہیں۔ تو آپ کہتے ہیں کہ مولوی صاحب پاکستان سے آئے ہیں۔ اور ہمیں آ کر لڑاتے ہیں۔ میرے بھائی میں لڑانے نہیں آیا۔ میں آپ کو دعوت فکر دیتا ہوں کہ صحیح راستے پر چلو، آپ غنیۃ الطالبین جو کتاب ہے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی، اس کا مطالعہ کریں۔ لائبریریوں میں موجود ہوتی ہے۔ وہ لے کر شروع سے لیکر آخر تک ان کے سارے خطبے پڑھ ڈالیں۔ آپ کو کہیں گیارہویں کا مسئلہ مل جائے تو مجھے بھی دکھادیں میں بھی شروع کر دوں۔ پاکستان میں مجھے اب تک نظر نہیں آئی تھی۔ شاید آپ کے کسی روشن ضمیر نے مجھے دکھلا دی تو میں پاکستان میں جا کر کہوں گا کہ پیران پیر کا حکم ہے کہ وہ اللہ کے ولی تھے۔ اور ان کا حکم مانتے ہیں۔

ایک ولی نے ایک بات کا حکم نہیں دیا۔ اگر وہ آج زندہ ہو جائیں۔ تو وہ دوسرے لوگوں سے جہاد نہ کریں۔ پہلے ان سے جہاد کریں کہ جو ان کا نام لیکر دین کو جنہوں نے کھانے پینے کا ذریعہ بتایا ہے۔

پیران پیر کی کتابیں پڑھو:

ان کی کتاب ہے فتوح الغیب اس کو اٹھاؤ، وہ چھوٹی سی کتاب ہے۔ آدمی پڑھ بھی سکتا ہے اس کو پڑھو، پاکستان میں میں نے دو تین سال پہلے کی بات ہے۔ حضرت پیران پیر شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی تمام کتابوں کا نچوڑ نکالا۔ ان کی جو بڑی بڑی کتابیں ہیں۔ تو میں نے ان کتابوں سے نچوڑ نکالا۔ اور نچوڑ نکال کر تقریباً ۵۶ صفحے میں

چھوٹی سی کتاب وہ کتاب پاکستان میں چھاپی ہے۔ اس کا نام ہے شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اس میں ان کی ساری تعلیمات کا نچوڑ ہے۔ اللہ کے بارہ میں ان کا کیا عقیدہ ہے، سنت کے بارہ میں ان کے کیا احکام ہیں۔ اور ان کے نظریات کیا تھے، احکام کیا تھے۔ ساری چیزیں درج کی ہیں۔ اور ان کے نام پر لوگوں نے جو بدعات بنا رکھی ہیں۔ وہ ساری درج کی ہیں۔

عجیب واقعہ:

جھنگ میں میں نے تقریر کی، اس کتاب کو وہاں تقسیم کیا تو وہاں ایک مولوی صاحب تھے لوگوں نے کہا کہ حضرت پیران پیر تو فرماتے ہیں کہ ایک تنکا بھی اللہ کے حکم کے خلاف نہیں ہلتا۔ اور تم کہتے ہو کہ پیر نے پھونک ماری تو پتہ ہی نہیں چلا کہ کہاں گئے۔ یہ کیا ہے؟ تو وہ مولوی صاحب کہنے لگے کہ جس پیران پیر کے بارے میں انہوں نے کتاب لکھی۔ وہ ہمارے پیران پیر نہیں ہیں۔ ہمارے پیران پیر وہی ہیں جن نے بارہ سال کے بعد بیڑہ تار اتھا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں سمجھنے کی توفیق دے۔ (آمین) اس کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے۔

یار لوگوں کا عمل:

یہ انگوٹھا چومنے والی ایک بات ہے۔ یار لوگ جب حضور ﷺ کا نام آتا ہے تو انگوٹھا چومتے ہیں۔ میں نے کہا انگوٹھے چومنے کی کیا وجہ ہے؟ نام حضور ﷺ کا میں نے لیا اور آپ انگوٹھے چومتے ہو، دنیا پاگل تو نہیں ہے۔ اس میں پڑھے لکھے بھی ہیں۔

ایک قاری صاحب نے نام لیا آپ انگوٹھا چوم رہے ہیں۔ میں نے نام لیا آپ انگوٹھا چوم رہے ہیں۔ مجھے یہ بتائیں کہ اگر حضور ﷺ سے آپ کو محبت ہے۔ اور میں نے حضور ﷺ کا نام لیا یا کسی نے بھی حضور ﷺ کا نام لیا، تو جس نے پیغمبر کا نام لیا اگر چوے بغیر وہ نہیں رہ سکتے اور بالخصوص آپ یہاں آکر اپنے آپ کو نمایاں کرنے کی ضرورت پڑ گئی ہے۔ تو اس کے منہ کو چوم لیں جس نے نبی کا نام لیا ہے۔ ٹھیک، آپ اس

مولوی صاحب کے منہ کو ذرا چوم کر تو دکھائیں ایک سیڈنٹ کا خطرہ ہوتا ہے کہ نہیں ہوتا؟ وہ میراثی کے ہاں لڑکا ہوا تو چوم چوم کر مار دیا۔ تو مولوی صاحب کا تو صرف یہی کام رہ جائے گا۔

تو حضور ﷺ کا نام جس نے لیا آپ اس کے منہ کو چومیں اگر چومنا ہے۔ حضور ﷺ کا نام جس کے منہ سے نکلا، حضور ﷺ کا نام تو زبان سے نکلا، اور آپ چوم رہے ہیں ان انگوٹھوں کو، ان انگلیوں کو جو میل کے بھرے ہوئے ہیں۔ آپ اس میل کو چوم رہے ہیں۔

نبی ﷺ کے نام پر:

اور ایک بات ذہن میں رکھیں جو آدمی بھی کوئی بدعت ایجاد کرتا ہے اس بدعت کیلئے وہ چھوٹا موٹا پرانا سا کوئی حوالہ کوئی من گھڑت سی روایت بھی نکال لیتا ہے کہ فلاں جگہ لکھا ہے۔

میں کہتا ہوں کہ مجھے بتاؤ کہ نماز کا قرآن میں سات سو جگہ پر حکم ہے۔ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی کئی سو آیتوں میں شان بیان کی گئی ہے۔ زکوٰۃ کا ستر اسی جگہ پر حکم ہے۔ اور اسی طرح روزے کا حکم ہے، حج کا حکم ہے، پڑوسی کے حقوق کا ذکر ہے، چلو قرآن میں ایک جگہ ہی اس انگوٹھے کا ذکر آ جاتا۔ لاکھوں احادیث کو چھوڑو۔ ایک میں ہی ذکر آ جاتا۔

پھر صرف ایک گھسی پٹی پرانی روایت ہی ملی کہ اسلام کا کوئی فریضہ تھا۔ کوئی سنت واجب یا مستحب ہے؟ پیغمبر کے کسی صحابی نے بھی یہ کام نہیں کیا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم سے بہتر بھی کوئی ہو سکتا ہے؟ صحابہ رضی اللہ عنہم سے زیادہ کسی میں نبی ﷺ کا عاشق ہو سکتا ہے؟ جنہوں نے اپنی جان نبی ﷺ کے نام پر لٹائی اور ہم نے لٹایا بھی کچھ نہیں، اللہ تعالیٰ سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین) یہ لاعلمی کی بات ہے۔

حضور ﷺ کا نام آتا ہے تو چومنا شروع کر دیتے ہیں۔ اور بعض لوگ جب

حضور ﷺ کا ذکر آتا ہے۔ حضور کا ﷺ حکم ہے کہ جب میرا نام آئے تو مجھ پر درود بھیجو،
ﷺ کہو، یہ درود ہے۔

حضور ﷺ نے درود پڑھنے کا حکم دیا:

اور صلوٰۃ و سلام کا معنی کیا ہے؟ چلو اس بات پر بھی تھوڑی سی روشنی ہو جائے،
کہ پیغمبر یہ درود کونسا بھیجتا چاہیے۔ تاکہ حقیقت واضح ہو جائے۔
درود عربی کا لفظ نہیں ہے۔ درود ہے فارسی کا لفظ، سلام عربی کا لفظ ہے۔
الصلوٰۃ والسلام، صلوٰۃ کا معنی نماز بھی ہے۔ صلوٰۃ کا معنی درود بھی ہے، لیکن اس درود کا
معنی کیا ہے؟ اگر صلوٰۃ کا معنی درود ہے تو درود کا کیا معنی ہوا؟

صلوٰۃ و سلام کے معنی:

صلوٰۃ اور درود کا معنی ہے رحمت، تو سلام کا معنی بھی رحمت ہے۔ ہم کہتے ہیں
اسلام علیکم تم پر سلامتی ہو، اس کا معنی ہے کہ تم پر رحمت ہو۔ سلامتی کوئی ایسی چیز نہیں کہ
جس کے سینگ ہوں۔ اور وہ اس پر ہوں، یہ بات نہیں۔

سلامتی کا معنی ہے رحمت، السلام علیکم، تم پر سلامتی ہو، رحمت ہو،

میرے دوستو! صلوٰۃ و سلام کا معنی ہو گیا رحمت، اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ
رحمت نبی ﷺ پر کون بھیجے؟ رحمت نبی ﷺ پر میں بھیجوں یا خدا بھیجے؟ (خدا) اللہ بھیجے،
بھائی الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ..... اس کا معنی کیا ہے؟ اس کا معنی ہے کہ الصلوٰۃ
والسلام..... رحمت اور درود، یعنی رحمت ہی رحمت ہو، اے اللہ کے رسول ﷺ آپ
پھر، اس کا یہ معنی ہے اے نبی ﷺ آپ پر رحمت ہو، اب بندے نے رحمت نبی ﷺ پر
بھیجی ہے، بندے نے کہا؟ اللہ کے رسول ﷺ آپ پر رحمت ہو، بندے کے پاس
رحمت ہوئی ہے۔ جو اللہ کے رسول ﷺ پر بھیجتا ہے؟ (نہیں) بندہ براہ راست نبی
ﷺ پر رحمت بھیج سکتا ہے؟ (نہیں) بندے کے پاس کوئی رحمت کا خزانہ ہے؟ جو نبی
ﷺ پر بھیجے؟

ایک آدمی گناہ گار ہے اور ایک آدمی بے ایمانی بھی کرتا ہے۔ شراب بھی پیتا ہے۔ خطا کار بھی ہے۔ وہ سارے کام کرتا ہے۔ اور وہ ایک دن کھڑا ہو جائے اور وہ کہے کہ اے نبی ﷺ تجھ پر رحمت ہو۔

تو مجھے بتاؤ کہ نبی ﷺ سے مذاق ہے کہ نہیں؟ (ہے) ایک آدمی گناہ گار ہے وہ نبی ﷺ پر رحمت بھیجتا ہے..... الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ..... یہی معنی ہے کہ بندہ گناہ گار رحمت بھیج رہا ہے۔

اور ایک یہ ہے وہ طریقہ اختیار کریں۔ کہ جس طرح حضور ﷺ نے فرمایا کہ مجھ پر رحمت بھیجو، وہ یہ طریقہ ہے کہ ہم یہ کہیں..... اللہم صل علی محمد وعلی آل محمد کما صلیت علی ابراہیم وعلی آل ابراہیم انک حمید مجید..... ایک یہ ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ سے درخواست کریں..... اللہم..... اے اللہ!..... صلی علی محمد..... اپنے نبی ﷺ پر تو رحمت بھیج..... وعلی آل محمد..... اور نبی ﷺ کی آل پر بھی تو رحمت بھیج..... کما صلیت علی ابراہیم..... جس طرح تو نے رحمت بھیجی تھی ابراہیم علیہ السلام پر..... وعلی آل ابراہیم..... جس طرح ابراہیم علیہ السلام کی آل پر۔

اب ابراہیم علیہ السلام کی آل، آل کا معنی اولاد بھی ہوتا ہے۔ جماعت بھی ہوتا ہے۔ ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں چالیس ہزار پیغمبر ہوئے۔ آپ دعا کرتے ہیں۔ آپ کہتے ہیں۔ اے اللہ نبی پر رحمت بھیج، کس پر؟ (نبی پر) اور پیغمبر کی آل پر۔

نبی کی آل میں نبی ﷺ کے صحابہ جنیۃ بھی آگئے، نبی ﷺ کے رشتہ دار بھی آگئے، حسن و حسینؑ بھی آگئے، حضرت فاطمہؑ بھی آگئیں، ایک لاکھ چوالیس ہزار صحابہ جنیۃ اس میں آگئے۔

اور اس کے بعد آپ کہتے ہیں..... کما صلیت علی ابراہیم..... جس طرح تو پہلے رحمت بھیج چکا ہے۔ ابراہیم علیہ السلام پر اور آل ابراہیم پر یعنی آپ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے چالیس ہزار نبیوں پر بھی رحمت کا ذکر کیا۔ حضور ﷺ کے ایک لاکھ چوالیس ہزار صحابہ کرام جنیۃ پر بھی رحمت کا ذکر کیا۔ اور حضور ﷺ کی اولاد پر بھی رحمت

بھیجی۔

تو آپ نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی کہ اے اللہ! ساری دنیا پر تو رحمت بھیج دے۔ ایک درود یہ ہے کہ جس میں نبی ﷺ پر بھی درود اللہ بھیجے، نبی ﷺ کی اولاد پر بھی بھیجے، ابراہیم علیہ السلام پر بھی بھیجے، ابراہیم علیہ السلام کی اولاد پر بھی بھیجے۔

اور ایک درود یہ ہے کہ جو ڈائریکٹر اپنے گناہ گار منہ سے نبی ﷺ پر رحمت بھیجے، تو خود فیصلہ کر کہ درود کون سا پڑھنا چاہیے؟ بات جھگڑے کی تو کوئی نہیں۔

اور پھر یہ درود..... اللھم صل علی..... پر کسی جگہ پر پڑھتے ہیں۔ نماز میں اس کا ادب اللہ نے سکھایا ہے۔ خدا نے اس کا ادب دنیا والوں کو بتایا ہے۔

اور دنیا کے لوگو! یہ ایسا درود نہیں کہ جو تم اٹھ کر کھڑے ہو کر پڑھو، یہ ایسا درود ہے کہ تم پہلے وضو کرو۔ تم پھر نیت باندھو۔ پھر اللہ کی تسبیح بیان کرو۔ پھر قرأت کرو، پھر رکوع کرو، پھر سجدہ کرو، پھر التحیات پڑھو، پھر التحیات میں جا کر ادب سے بیٹھ کر نبی ﷺ پر اللہ سے درخواست کر کے درود بھیجو، التحیات کے بعد..... اشھد ان محمدًا عبدہ ورسولہ..... پھر کہتا ہے..... اللھم صل علی محمد وعلی آل محمد کما صلیت علی ابراہیم وعلی ابراہیم انک حمید مجید..... اس وقت کہتا ہے کہ دیکھو کتنا ادب ہے، یہ ادب تمہ خدا نے سکھایا ہے۔ تو اس ادب کو بے ادبی کے رنگ میں بدلنا چاہتا ہے۔

نہ وضو کی شرط ہے

نہ بیٹھنے کی شرط ہے

نہ نماز کی حالت ہے

اور ڈائریکٹ رحمت بھی بھیج رہا ہے۔ ایک طرف یہ رحمت بھیجنے کا طریقہ

ہے۔ ایک طرف یہ طریقہ ہے کہ نماز کی حالت ہے۔ ادب ہے، احترام ہے، اللہ سے

درخواست ہے، ال رسول پر درود ہے۔ دیکھو کتنا اعلیٰ ذریعہ ہے رحمت بھیجنے کا، تو

فیصلہ خود کر کہ تمہیں درود کون سا بھیجنا چاہیے؟ مجھے وہ رحمت بھیجنی چاہئے۔ جو میری خود

بنائی ہوئی درود کے طریقے سے ہے یا تمہیں وہ درود پڑھنا چاہئے۔ جس کا حکم پیغمبر اسلام ﷺ نے دیا ہے؟ وہ درود پڑھنا چاہیے۔ جس کا حکم پیغمبر دو جہاں ﷺ نے دیا ہے۔

اذان سنت کے مطابق دو:

میرے دوستو! یہ ہم لوگوں کی کوتاہیاں ہیں۔ حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ اذان دیتے تھے۔ حضور ﷺ نے اذان کا حکم دیا۔ حضور ﷺ کے کئی موزن تھے۔ حضور ﷺ نے اپنے موزنوں کو اذان سکھائی۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے دس سال مدینہ منورہ میں اذان دی۔ حضرت ابو محذورہ رضی اللہ عنہ نے اذان دی۔ حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے اذان دی۔ صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے کئی اور جلیل القدر صحابہ رضی اللہ عنہم نے اذان دی۔ کل تیرہ موزن تھے۔ حضور ﷺ کے ان موزنوں نے اذان کون سی دی؟ وہ اذان جو اللہ اکبر سے شروع ہوتی ہے..... یا..... الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ..... سے شروع ہوتی ہے۔

جب اللہ اکبر سے ایک اذان شروع ہوئی۔ اب دیکھو کہ حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ نے تو اللہ اکبر سے شروع کی۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا دور آیا تو اذان اللہ اکبر سے شروع ہوئی۔ حضرت عمر و عثمان و علی رضی اللہ عنہم اور صحابہ رضی اللہ عنہم کا دور آیا تو انہوں نے اذان اللہ اکبر سے شروع کی۔ پھر حضرت پیران پیر رحمۃ اللہ علیہ نے اللہ اکبر سے شروع کی۔

تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اذان..... الصلوٰۃ والسلام علیک سے شروع نہیں کرتے تھے۔ وہ سارے نبی ﷺ کے گستاخ تھے؟ اس کا تو یہ مطلب ہوا۔ یا کہو کہ وہ عاشق تھے اور ہم گستاخ ہیں۔ یا یہ کہو کہ ہم عاشق ہیں وہ گستاخ ہیں۔ اور تیسری بات تو کوئی نہیں۔

اگر تم کہو کہ نہیں، ہم نے درود ہی بھیجا ہے۔ یہ درود ابو بکر رضی اللہ عنہ کو کیوں یاد نہیں آیا؟ اس درود کا صحابہ رضی اللہ عنہم کو کیوں نہ پتہ چلا؟ اس درود کا تابعین، دیوانوں،

پروانوں، مستانوں کو پتہ نہ چلا؟ پیروں کو، اولیاء اللہ کو اقطاب کو اس درود کا پتہ کیوں نہیں چلا؟ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق تھے ہی نہیں، ان کو بات کا علم ہی نہیں تھا۔ دین بالکل بند ہو گیا تھا۔ یہ بات تم پر آ کر کھلی ہے۔ کہ آج نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اس طرح رحمت بھیجو، اس کے علاوہ اور کوئی طریقہ ہی نہیں۔

سنو! جس کام کے کرنے کا حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا۔ وہ کریں اپنی طرف سے بنانے سے دین نہیں بنتا۔ ہندوؤں اور سکھوں کی رسموں کو اپنا کر تم نے دین کھرا کر لیا۔ دین بنا لیا۔

سچے ولی کی پہچان:

پاکستان میں پوزیشن یہ ہے کہ جو کپڑے آدھے اتار دے۔ اس کو کہتے ہیں کہ یہ آدھا ولی ہے۔ جو پورے اتار دے وہ پورا ولی ہے۔ جس کے کپڑے اترے ہوئے ہوں۔ جس نے صرف نیکروہ پہنا ہوا ہو، تو کہتے ہیں کہ یہ پہنچا ہوا ولی ہے۔ یہ ملنگ ہے پہنچا ہوا۔

ایک مولوی صاحب سے پوچھا کہ پتہ بھی ہے کہ کہاں پہنچا ہوا ہے؟ اسکی حقیقت کا پتہ ہے کہ کہاں پہنچا ہے؟ کہنے لگے کہ نہیں جی پہنچا ہوا ہے۔ اور جس کے وجود پر نیکر بھی نہ ہو۔ اس کیلئے کہتے ہیں کہ اس پر چودہ طبق روشن ہو گئے ہیں۔ میں نے کہا کہ اس بے چارے پر کیا روشن ہوں گے۔ روشن اُس پر ہوں گے جو اسے دیکھیں گے۔ ان پر روشن ہوتے جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین) جو سچے اولیاء اللہ دنیا میں گزرے، انہوں نے ساری زندگی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو نہیں چھوڑا۔

ایک ولی کی بات:

حضرت مرزا مظہر جان جانا رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے ولی گزرے ہیں، آج بھی مکہ مکرمہ میں ان کا مزار ہے۔ حضرت مرزا مظہر جان جانا رحمۃ اللہ علیہ ہندوستان کے بہت بڑے ولی ہیں۔

بیت الخلاء میں گئے حضور ﷺ کی سنت ہے کہ بیت الخلاء میں آپ جانیں تو پہلے ہایاں پاؤں رکھیں الٹا پاؤں رکھیں، اور جب نکلیں، تو سیدھا پاؤں رکھیں، تو غلطی سے، ان سے دایاں پاؤں پہلے رکھا گیا، سنت کی خلاف ورزی ہو گئی۔ بے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑے۔ ہوش آیا تو دوبارہ گھر گئے، گھر سے واپس مسجد میں آئے۔ واپس آ کر پھر بیت الخلاء میں گئے۔ اور سنت پر عمل کیا۔

ایک آدمی کو ۲۷ سال کے بعد ایک عالم نے بتایا کہ تم یہ جو انگلیوں میں خلال کرتے ہو وضو میں، یہ خلال انہوں نے کیا۔ لیکن یہ پاؤں کی انگلی والا خلال، ان کے ذہن میں نہ تھا۔ یہ سنت ہے حضور ﷺ کی کہ جب آدمی پاؤں دھوئے تو خلال کرے، تا کہ کوئی جگہ خشک نہ رہ جائے۔

ان کو بتایا کہ آپ نے یہ خلال پاؤں والا نہیں کیا تو فرمانے لگے کہ مجھے اس کا علم ہی نہیں، ستائیس سال کی نمازیں ساری دوبارہ پڑھیں کہ جن میں نبی ﷺ کی یہ سنت نہیں کی، حالانکہ فرائض کی ادائیگی ہو گئی تھی، لیکن نبی ﷺ کی سنت اس میں نہیں تھی تو ستائیس سال کی نمازیں دہرائیں۔ پیغمبر ﷺ کی سنت کا کتنا احساس ہے۔

حضرت بختیار کا کی رحمۃ اللہ علیہ سے سوال:

دہلی کے اندر ایک بزرگ تھے حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کا کی رحمۃ اللہ علیہ، بہت بڑے ولی تھے۔ اتنے بڑے ولی تھے دہلی کے بازار میں جارہے ہیں۔ ایک آدمی نے کہہ دیا باباجی، تمہاری داڑھی اچھی ہے یا میرے بکرے کی دم اچھی ہے؟ تو بین کی ان کی داڑھی کی۔

تو باباجی نے کہا کہ دکان والے اگر قیامت کے دن بخشش ہو گئی تو میری داڑھی اچھی ہے۔ اگر بخشش نہ ہوئی تو تیرے بکرے کی دم اچھی ہے۔ چند دنوں کے بعد باباجی کا انتقال ہو گیا۔ فوت ہو گئے۔ اس بازار سے جنازہ چلا یہ بزرگوں کی کرامت ہے۔

کرامت کو سمجھو، کرامت وہی قابل قبول ہے کہ جو سنت کے خلاف نہ ہو، جو

قرآن وحدیث کے خلاف نہ ہو، جب اس دکان کے قریب سے جنازہ گزرا، تو غیر سے آواز آئی۔ اے نوجوان اللہ کا شکر ہے کہ تیرے بکرے کی دم سے میری داڑھی اچھی ہے۔

حضرت بختیار کا کی عیسیٰ کا جنازہ:

جنازہ لے جا کر میدان میں رکھ دیا گیا۔ ہزاروں دنیا موجود ہے جنازہ پڑا ہے، خواجه صاحب کے خادم نے اعلان کیا کہ باباجی کی وصیت ہے کہ میرا جنازہ وہ پڑھائے کہ ساری زندگی میں جس نے کبھی عصر کی پہلی سنتیں اور تہجد کی نماز کبھی نہ چھوڑی ہو، جب سے وہ بالغ ہوا ہو۔ وہ میرا جنازہ پڑھائے۔ جنازہ سامنے پڑا ہے۔ بڑے بڑے علماء بھی موجود تھے، لیکن کون یہ دعویٰ کر سکتا ہے کہ میں ان دونوں کی پابندی کرتا ہوں۔ کوئی آدمی آگے نہ آسکا۔ لاکھوں کا اجتماع ہے۔

بالآخر جب دوپہر کا وقت قریب آیا۔ دس گیارہ بجے کا وقت ہوا، دھوپ ہے گرمی ہے۔ ایک آدمی کو لوگوں نے دیکھا کہ اس نے منہ پر کپڑا ڈالا ہوا ہے۔ صفوں کو چیرتا ہوا آگے گیا اور جا کر جنازے کے پاس کھڑا ہو گیا۔ اور چہرے سے کپڑا ہٹا کر کہنے لگا لوگو! آج خواجه صاحب جاتے ہوئے میرا راز فاش کر گئے ہیں۔

وہ آدمی کہنے لگا کہ جب سے میں بالغ ہوا ہوں۔ آج تک میری عصر کی چار سنتیں، اور تہجد کی نماز کبھی قضا نہیں ہوئی۔ لوگوں نے دیکھا تو اس وقت دہلی کا بادشاہ جلال الدین التمش تھا۔

ولی کیلئے کرامت ضروری نہیں:

اس کا معیار تھانہ نبی ﷺ کی سنت، کہ پیغمبر کی سنت نہ چھوٹی ہو۔ ہمارا معیار ہے کرامت دکھانا۔ ہوا میں اڑنا۔ شعبہ بازی کرنا۔ پیر صاحب نے پھونک ماری تو بس بیڑہ پار ہو گیا۔ کرامت دکھانا کوئی ولایت نہیں ہے۔ کرامت ولایت کا جزو نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ جس سے چاہتا ہے کرامت دکھاتا ہے۔ معیار ولایت کا سنت پر عمل کرنا ہے۔

حدیث اور ایصالِ ثواب:

میرے دوستو! تیجہ ساتواں، دسواں چالیسواں یہ بدعات ہیں۔ حضور پاک ﷺ نے تو یہ چیزیں بتائی ہی نہیں۔ ہم نے اپنی طرف سے بنائی ہیں۔ ایصالِ ثواب کا کوئی منکر ہو سکتا ہے۔ میں نے پچھلی تقریر میں بھی آپ کو بتایا اور آج بھی توجہ سے اس پر ذہن رکھیں۔

حضرت عبداللہ بن جابر رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے پاس تشریف لائے۔ عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! میرے والد فوت ہو گئے، میں کیا کروں؟ حضور ﷺ نے فرمایا والد فوت ہو گئے ہیں؟ قرآن پڑھ کر بخش، کلمہ پڑھ کر بخش، بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے درود شریف پڑھ کر بھی ایصالِ ثواب کیا ہے۔

اب دیکھو آدمی فوت ہو گیا۔ حضور ﷺ نے ایصالِ ثواب کا حکم دیا کہ کلمہ پڑھ، درود پڑھ، قرآن پڑھ، حضور ﷺ نے یہ تو نہیں فرمایا کہ تو تیجہ کر میں آؤں گا۔ اگر تیجہ اسلام کا حصہ ہوتا۔ حضور ﷺ حکم نہ دیتے صحابہ رضی اللہ عنہم کو پتہ نہ تھا۔ وہ پیغمبر ﷺ جس نے استیفاء کا طریقہ بھی اپنی امت کو بتایا۔ کہ استیفاء اس طرح کرو۔ وضو اس طرح کرو۔ اگر یہ تیجہ ساتواں چالیسواں نبی کے دین کا حصہ ہوتا۔ تو میرا پیغمبر ﷺ وہ بھی بتاتا۔ میرے پیغمبر ﷺ ان چیزوں کا بھی حکم دیتے۔

ہندوؤں کی رسومات:

ہندوؤں نے مردوں کو جلایا تین دن تک آگ جلتی رہتی تھی تین دن کے بعد آگ اٹھاتے اس کو کہتے رسم پھل۔ ہم نے رسم پھل کی بجائے رسم قل کر دیا پھر کسی جگہ پر ”ق“ بنایا اور لگا کر تیسرے دن مولوی صاحب کو بلا لیا اور سات دن کے بعد جب ہڈیوں کو صاف کیا تو اسے ساتاں کہا، دس دن کے بعد جب اس کو اچھی طرح صاف کر کے لے جانے کے لئے رکھا گنگا کی طرف لے جانے کے لئے رکھا تو اس کو دسواں کہا، ہم نے بھی پورے وہی دن رکھے، اور جناب چالیس دنوں کے بعد جو گنگا میں

ہڈیاں پھینکنے جاتے تھے اور انہوں نے چالیسواں کر دیا۔

سنت اور رسم:

اور آپ تعجب دیکھیں تعجب ان پر نہیں تعجب عوام پر ہے کہتے ہیں کہ رسم قل ہے اور کرتے بھی ہیں اگر یہ سنت کا طریقہ ہوتا تو اس کو سنت قل کہتے، سنت چہلم کہتے، لیکن رسم کہہ کر کرتے ہیں، نبی ﷺ کے دین میں رسم بھی ہوتی ہے؟ کہہ دیا رسم، پھر کیا۔ یہ تو وہی بات ہو گئی رسم کہنے کے بعد کرنے والا یہ تو وہی بات ہے ہندوؤں والی کہ لوگوں کی جہالت کی حد ہو گئی۔

ایک ہندو بنیا اور مولوی:

ایک مولوی صاحب نے ہندوستان میں ایک ہندو بننے سے قرض لینا شروع کیا، دکان سے سودا لیتے رہے جب اس بننے نے سوال کیا کہ جناب میرا قرضہ واپس کرو تو مولوی صاحب نے مسجد میں اعلان کر دیا رام داس ہندو وہابی ہو گیا ہے۔ وہابی کے معنی کا علم نہیں کہ وہابی کس کو کہتے ہیں؟ وہاب اللہ کا نام ہے وہابی کا معنی تو ہوگا اللہ والا، پشاور پشاور والا، کراچی کراچی والا، ملتان ملتان والا، تو وہابی تو وہاب والا ہی ہوگا۔

میں ابھی آپ کو بتاتا ہوں کہ یہ وہابی کا لفظ مشہور کیسے ہوا؟ کہہ دیا کہ رام داس بنیا یہ وہابی ہو گیا لوگوں نے سواد لینا ہی چھوڑ دیا کہ وہابی ہو گیا اب جناب اس کی دکان پر کوئی جاتا ہی نہیں تھا۔ تو اس نے آ کر مولوی صاحب سے کہا کہ میں نے قرضہ چھوڑ دیا مہربانی کر، اس نے اعلان کر دیا کہ رام داس جو تھا اس نے وہابیت سے توبہ کر لی ہے دوبارہ رام داس کا رام داس ہی رہ گیا ہے۔

ایک تحقیقی بات:

اب پھر جناب لوگ آنے لگے یہ جہالت کا کرشمہ ہی ہے کیا کہیں؟ آج سے

ایک سو سال پہلے حجاز عرب کا دورہ کیا دو انگریزوں نے، ایک انگریز کا نام تھا براؤن جس ایک کا نام تھا ربن برکھا، دو انگریزوں نے جو سعودی عرب کی تاریخ لکھی اس میں انہوں نے لکھا کہ ہم ریاض کے علاقے نجد کے پاس پہنچے تو وہاں ایک وہابی رہتا تھا جس کا نام عبد الوہاب، جو کہتا تھا کہ پختہ قبریں نہ بناؤ، قبروں کو سجدہ نہ کرو، یہ اس انگریز کی کتاب میں وہابی کا سب سے پہلے لفظ دنیا میں آیا اس انگریز نے لکھا۔

لیکن اس انگریز کی کتاب کی ریسرچ کی، میں نے کئی سال پہلے شاہ فیصل پر ایک کتاب چھ سو صفحات کی جب لکھی اور مجھے سعودی عرب کے دورہ کا موقع ملا تو میں نے ریسرچ کی، میں حیران رہ گیا کہ یہ لفظ کتنا غلط طور پر مشہور ہوا۔

ان لوگوں نے عبد الوہاب کا جو لفظ استعمال کیا یہ بنیادی طور پر غلط تھا۔ اس لیے کہ اس آدمی نے یہ فتویٰ لگایا تھا کہ پختہ قبریں نہ بناؤ اور قبروں کو سجدہ نہ کرو، اس کا نام تھا محمد بن عبد الوہاب، اور وہی محمد بن عبد الوہاب تھا۔ جس کے مرید درویش کا امیر ہوا۔ جس کا نام سعود ابن عبد العزیز تھا۔ اور وہ جو آل سعود ہے اس وقت جو سعودیہ میں حکومت ہے، یہ اسی محمد بن عبد الوہاب کے خاندان کی مرید ہے۔

اس وقت سعودی عرب میں دو خاندانوں کی حکومت ہے، ایک آل سعود اور ایک آل شیخ، آل شیخ اس محمد بن عبد الوہاب کی اولاد کو کہتے ہیں۔ اس وقت جتنے بھی سعودی عرب میں قاضی القضاات کے عہدے ہیں سب آل سعود کے پاس ہیں اور جو وزراء ہیں وہ سب آل سعود میں ہیں۔ اور دوسرے آل شیخ کے اندر ہیں۔ دو خاندانوں کی حکومت ہے اب جو سعودی عرب والوں کا پیر ہے اس کا نام ہے محمد بن عبد الوہاب، اور وہ مقلد ہے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا۔

حضرت شیخ پیران پیر رحمہ اللہ جس امام کے مقلد تھے اس امام کا یہ مقلد ہے۔ لیکن اس امام محمد بن عبد الوہاب پر کفر کا فتویٰ لگا دیا۔ اور اس کے نام کی گیارھویں شروع کر دی۔ دونوں کا عقیدہ ایک ہے پختہ قبر نہ بنانے کا عقیدہ ہے، پختہ قبر بنانے سے تو حضور ﷺ نے روکا ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے پختہ قبر بنانے سے قبروں کی چھت بنانے سے قبروں کو پختہ بنانے، اور ان پر چونا پھیرنے سے منع فرمایا ہے۔

اور ایک حدیث میں فرمایا۔ لعن اللہ اليهود والنصارى اتخذوا قبور انبياءهم مساجدا۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ یہود و نصاریٰ پر لعنت ہو کہ انہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا، اور نبیوں کی قبروں پر چراغ جلانے شروع کر دیئے۔ (صحیح بخاری آخر کتاب الجنازہ و مسند احمد ج ۶، ص ۲۱)

میرے دوستو! اب دیکھو اس محمد بن عبد الوہاب کے نام پر یہ بات ہوئی۔ اگر اختلاف محمد بن عبد الوہاب سے تھا تو اس کے ماننے والوں کو کہنا چاہیے تھا۔ محمدی، اس کا نام تو محمد تھا۔ اس کے باپ کا نام عبد الوہاب تھا، اس کے باپ کے نام پر وہابی مشہور کر دیا، حالانکہ اس کا باپ عبد الوہاب اس اپنے بیٹے کے عقائد سے تعلق ہی نہیں رکھتا تھا۔ تو نام باپ کا شمار کر کے پوری دنیا میں وہابی مشہور کر دیا۔ حقیقت میں اس آدمی کا نام محمد تھا۔ جو امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا مقلد تھا۔ لیکن اس انگریز نے لفظ وہابی ایجاد کیا۔

اور آج پوری دنیا میں جہاں جہاں جہلاء کی بستیاں ہیں مسلمانوں میں جہاں بھی کہیں۔ قبر کو سجدہ نہ کرو، تو آپ کو کہیں گے کہ تو وہابی ہے وہ کسی کی سنت پر چلو تو کہیں گے کہ وہابی ہے۔ آپ کہیں گے کہ نماز پڑھو تو کہیں گے کہ وہابی ہے۔ آپ کہیں گے کہ بدعات نہ کرو، تو کہیں گے کہ وہابی ہے۔ یہ وہ حربہ تھا جس کو انگریز نے اپنی کتاب میں لکھ کر پوری دنیا میں پھیلایا اور اس سے وہ کام لیا ہے کہ جو بڑی سے بڑی تحریک سے وہ کام نہیں لیا جاسکتا۔

بہترین طریقہ سنت کا طریقہ:

میرے دوستو! سب سے بہتر طریقہ پیغمبر ﷺ کی سنت کا طریقہ ہے۔ اسی پر عمل کرنا چاہیے۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔ لا یومن احدکم حتی یکون ہواہ تبعاً لما جنت بہ (مشکوٰۃ ص ۳۰)۔ تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مسلمان نہیں ہو سکتا

جب تک ہر اس بات پر ایمان نہ لے آئے جو میں لے کر آیا ہوں۔

اور حضور ﷺ نے ایک جگہ فرمایا۔۔۔ لا یؤمن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ وولدہ و الناس اجمعین (صحیح بخاری جلد ۳۰ صفحہ ۳۰، صحیح مسلم جلد ۱، صفحہ ۴۹)۔۔۔ تم میں سے کوئی آدمی مومن نہیں ہو سکتا جب تک وہ میرے ساتھ اتنی محبت نہ کرے اپنے والدین سے بھی زیادہ، اپنی اولاد سے بھی زیادہ، ساری دنیا سے زیادہ، میرے ساتھ اور میری سنت کے ساتھ اسی کا تعلق نہ ہو، اس وقت تک آدمی مومن نہیں ہو سکتا۔

حضور ﷺ سے بہتر کسی کی قبر ہو سکتی ہے؟ (نہیں) اگر کسی کی قبر پر چراغ جل سکتے تو میرے پیغمبر ﷺ کی قبر پر چراغ جلانا جائز ہوتے۔ اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کی قبر پر چراغ جلاتے۔

اگر کسی کی قبر پر سجدہ جائز ہوتا تو حضور ﷺ کی قبر پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سجدہ کرتے۔

اگر کسی کی قبر کا طواف جائز ہوتا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور ﷺ کی قبر کا طواف کرتے۔

اگر کسی کی قبر پر پھولوں کی چادر چڑھانا جائز ہوتی تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سب سے پہلے حضور ﷺ کی قبر پر پھولوں کی چادر چڑھاتے۔

اگر کسی کی قبر کو عرق گلاب سے دھونا جائز ہوتا۔ تو حضور ﷺ کی قبر کو صحابہ رضی اللہ عنہم عرق گلاب سے دھوتے۔

قبر پر سجدہ جائز نہیں، ایک لاکھ چوالیس ہزار صحابہ رضی اللہ عنہم نے حضور ﷺ کی قبر پر سجدہ نہیں کیا، طواف نہیں کیا، پھولوں کی چادر نہیں چڑھائی، عرق گلاب سے نبی ﷺ کے روضہ کو نہیں دھویا، پیغمبر ﷺ کی قبر کو نہیں دھویا۔

خود پیرانہ پیر کئی دفعہ حضور ﷺ کے روضہ پر آئے، انہوں نے بھی کبھی سجدہ نہ کیا۔ کبھی طواف نہ کیا۔ اگر میرے نبی ﷺ کی قبر پر کسی قطب نے، ابدال نے، نہ سجدہ

کیا، نہ چراغ جلانے، نہ پھولوں کی چادر چڑھائی، تو حضور ﷺ کی قبر سے بہتر کائنات میں کسی کی قبر نہیں۔

آج پاکستان میں جہالت کی وجہ سے، پنجاب کا وزیر اعلیٰ یا کسی صوبے کا وزیر کسی قبر پر پھولوں کی چادر چڑھاتا ہے۔ یا عرق گلاب سے کسی قبر کو دھونے میں شریک ہوتا ہے تو عوام کہتے ہیں کہ یہ تو پکاسنی ہو گیا۔ حالانکہ اس نے سنت کے گلے پر چھری چلا دی۔ اس نے نبی ﷺ کے حکم کا مذاق اڑایا، اس نے نبی ﷺ کے دین اسلام کی دھجیاں اڑا دیں۔

چاہے کوئی وزیر ہو
چاہے کوئی چوہدری ہو
چاہے کوئی خان ہو

جو نبی ﷺ کی سنت کی خلاف ورزی کرتا ہے۔ جو پیغمبر ﷺ کے دین کے خلاف کرتا ہے۔ اس سے بڑا بدعتی دنیا میں کوئی نہیں۔

اپنے عقائد کی اصلاح کرو، میں نے آپ کو بتایا اللہ کے قرآن نے ہمیں ایک طریقہ بتایا ہے..... وان هذا صراطی مستقیم فاتبعوه ولا تتبعوا السبل فتفرق بكم ان سبیله.....

اے دنیا کے لوگو یہ میرا سنت کا راستہ صراط مستقیم ہے۔ یہ سنت کی شاہراہ ہے اس پر چلو گے تو کامیاب ہو جاؤ گے، اگر اس سے ہٹو گے تو فرقوں میں بٹ جاؤ گے۔ کوئی فرقہ پرستی نہ کرو۔

جس طرح پچھلی دفعہ میں نے کہا کہ کسی جماعت کا، کسی گروہ کا، کسی طائفہ کا، کسی انجمن کا، کسی تنظیم کی طرف جانے کی آپ کو دعوت نہیں دیتا، صرف یہ کہتا ہوں کام وہ کرو، جو نبی ﷺ کی سنت سے ثابت ہو، کام وہ کرو جو نبی ﷺ نے کیا، کام وہ کرو جس کا حکم نبی ﷺ نے دیا۔ اس میں کون سی غلط بات ہو سکتی ہے؟ من گھڑت طریقے اپنانے سے کیا ہوگا، دین کو بد لئے سے کیا ہوگا۔

سنت کی محبت:

میرے دوستو! حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس ایک آدمی آیا، آ کر کہنے لگا جب ان کے پاس پہنچا، قریب بیٹھا تھا۔ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کو چھینک آئی جس کو چھینک آتی ہے وہ کہتا ہے۔۔۔ الحمد للہ۔۔۔ اور سننے والا کیا کہتا ہے؟۔۔۔ یرحمک اللہ۔۔۔

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا۔۔۔ الحمد للہ۔۔۔ اور سننے والے نے کہا۔۔۔ یرحمک اللہ۔۔۔ اور اس نے آگے کہہ دیا۔۔۔ والسلام علی رسول اللہ۔۔۔ اور اس کا معنی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود ہو، اس کا یہ معنی ہے۔

عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا۔ عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کون تھے؟ جن کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما جس بات کو دین کہے وہ دین ہے۔ اس لئے کہ میرے دین کو سمجھنے والے صحابہ جنہم میں سے ایک عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما بھی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے ہیں۔

عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا تم نے یہ کیا کہا؟ اس نے کہا کہ میں نے تو۔۔۔ یرحمک اللہ۔۔۔ کہا ہے، اور اس کے بعد۔۔۔ والسلام علی رسول اللہ۔۔۔ کہہ دیا۔ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں یہ نہیں فرمایا بلکہ فرمایا۔۔۔ ولیس ہکذا عملنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح سکھایا ہے، فرمایا۔۔۔ علمنا ان نقول الحمد للہ۔۔۔ جب تم میں کسی کو چھینک آئے تو الحمد للہ کہے۔۔۔ ثم الآخر یرحمک اللہ علی کل حال۔۔۔ اور سننے والا۔۔۔ یرحمک اللہ۔۔۔ کہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے۔۔۔ والسلام علی رسول اللہ۔۔۔ کا لفظ نہیں فرمایا تو نے یہ لفظ کیوں کہا اگر تو اس لفظ کو جائز سمجھتا ہے تو تو بدعتی ہے میری مجلس سے اٹھ جا۔ (ترمذی جلد ۲ صفحہ ۹۸، مشکوٰۃ جلد ۲، صفحہ ۴۰۶)

اس لئے کہ جس کام کا حکم نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں دیا تو نے اپنی طرف سے اس کو

کیوں ساتھ ملایا ہے؟ اس نے صرف والسلام علی رسول اللہ کہا کہ نبی ﷺ پر درود ہو، لیکن عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کے نبی ﷺ کے الفاظ کے ساتھ اس کو شامل نہیں کرنا چاہیے۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ ہمیں نبی ﷺ کی سنت کے مطابق چلنا چاہیے۔ سنت اسی چیز کا نام ہے کہ جو کام حضور ﷺ نے کیا ہے۔ حضور ﷺ کے نقش قدم پر چلو، نقش قدم ہی پیغمبر ﷺ کا وہ شاہراہ ہے کہ جس شاہراہ سے بہتر دنیا میں کوئی شاہراہ نہیں، کوئی دھوکہ نہیں دے سکتا، کوئی فراڈ نہیں کر سکتا، کوئی آپ کو ورغلا نہیں سکتا، کوئی فرقہ واریت میں مبتلا نہیں کر سکتا، وہی کام کرو جو نبی ﷺ کی سنت سے ثابت ہے۔ اور جو نبی ﷺ کی سنت سے ثابت ہو وہ کام اگر آپ کریں گے تو آپ کو کوئی دھوکہ کے میں کیسے مبتلا کر سکتا ہے؟

کوئی بدعت حسنہ نہیں:

اور بعض لوگ کہتے ہیں یہ بدعت حسنہ ہے۔ یہ گیارہویں بدعت حسنہ ہے۔ بدعت حسن بھی ہوتی ہے؟ کوئی آدمی کہے کہ یہ جھوٹ اچھا ہے۔ جو جھوٹ ہے وہ جھوٹ ہے کوئی آدمی کہے کہ یہ گناہ بڑا اچھا ہے، گناہ تو گناہ ہی ہوگا اچھا کیسے ہوگا، بدعت حسنہ نہیں ہو سکتی۔

بدعت کہتے ہی اس کو ہیں کہ جو بری چیز ہو، جو دین میں نکالی گئی ہو، ہم لوگوں کو بدعت کے معنی کا بھی پتہ نہیں۔

یہ جو گیارہویں شریف ہے یہ بدعت حسنہ ہے، اس بدعت حسنہ کا بزرگوں کو تو پتہ نہ چلا، میں نے ایک مولوی صاحب سے کہا کہ آخر اس کی کوئی دلیل تو ہونی چاہیے۔ لیکن دلیل کوئی نہیں۔

قرآن کا معنی بدل دیا:

میں نے کہا کہ یہ تو ایسے ہی ہے کہ ایک آدمی کو میں نے کہا کہ نماز پڑھو، تو اس نے

کہا کہ قرآن شریف میں آیا ہے کہ گھر میں اکیلے پڑھ لیا کرو۔ میں نے کہا کہ کہاں؟ کہتا ہے..... ان الصلوٰۃ تنہی..... اکیلے پڑھ لیا کرو۔ تو معنی بدل دیا۔

شش و پنج میں مت پڑو:

تو میں نے کہا کہ اصل بات یہ ہے کہ پنجابی زبان میں ایک مقولہ ہے جب کوئی آدمی پریشان ہوتا ہے۔ تو وہ کہتا ہے کہ میں شش و پنج میں پڑ گیا، فارسی میں شش کہتے ہیں چھ کو، اور پنج کہتے ہیں پانچ کو، چھ اور پانچ..... گیارہ۔

تو میں نے کہا کہ جب عام آدمی پریشان ہوتا ہے تو شش و پنج میں پڑ جاتا ہے۔ اور جب مولوی صاحب پریشان ہوتے ہیں تو گیارہویں میں پڑ جاتے ہیں۔ تو جو آدمی گیارہویں کی بات کرے تو تم کہو کہ یہ شش و پنج میں پڑ چکا ہے اور کوئی بات نہیں۔

ہماری نماز مدینہ میں:

رحیم یار خان کے علاقے میں اللہ کے ولی تھے۔ دنیا ان کے پاس آتی تھی اور اللہ کا سچا ولی اور سنت پر چلنے والا تھا۔ اس کا مقابلہ کوئی نہیں کر سکتا۔ سنت پر چلنے والا تھا کچھ عرصہ گزرا ایک پیر صاحب وہاں آئے تو یہ بزرگ جو وہاں رہتے تھے۔ حضرت شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان رحمہ اللہ کے بڑے معتقد تھے ابھی پچھلے دنوں ان کا انتقال ہوا ہے۔

حضرت شیخ القرآن وہاں تشریف لائے۔ ایک عورت ان کی بڑی معتقد بن گئی۔ ان سے ملنے کے لئے آتی تو اس نے بڑا عجیب واقعہ حضرت شیخ کی مجلس میں بیان کیا۔

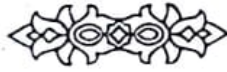
اس نے کہا کہ میرا خاوند بدعت کی طرف مائل ہے اور میرے خاوند کے پیر صاحب آئے تو کئی دن گزر گئے۔ تو میں نے کہا کہ پیر صاحب کو آئے ہوئے آٹھ دس دن گزر گئے اپنے پیر صاحب سے کہو کہ نماز کیوں نہیں پڑھتے؟ اس نے کہا کہ میرا پیر تو بڑا پہنچا ہوا ہے۔ میں یہ گستاخی نہیں کر سکتا۔

اس نے کہا کہ نماز تو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی معاف نہیں ہوئی۔ حضور علیہ السلام بھی نماز پڑھتے رہے۔ خیر اس نے ڈرتے ڈرتے پیر صاحب سے جا کر کہہ دیا۔ پیر صاحب نماز، پیر صاحب نے آگے سے کہا..... میں اور نماز..... اس نے کہا کہ تم گستاخ ہو پیروں کے۔ وہ یوں کہ تم یہاں بیٹھے ہو میں مدینہ میں نماز پڑھتا ہوں، مجھے یہاں بیٹھے ہی مدینہ نظر آتا ہے۔

اس کی بیوی نے کہا کہ پیر صاحب نے کیا کہا اس نے کہا کہ تو بڑا وہابی ہے کل بھی وہابیوں والی باتیں کرتا تھا۔ پیر صاحب کی سویوں کے نیچے چینی ڈال دی اور اوپر سویاں ڈال کر اس کی عورت نے پیر صاحب کو دیا۔ تو پیر صاحب نے کہا کہ خواجہ صاحب کی تھالی میں بیٹھا اور میری تھالی میں سویوں پر بیٹھا نہیں، تو پیروں کی گستاخی کر رہا ہے..... اس کی بیوی نے جواب میں کہا کہ تجھے یہاں بیٹھے مدینہ نظر آتا ہے سویوں کے نیچے چھپا بیٹھا نظر نہیں آتا۔

اللہ سمجھنے کی توفیق دے۔ (آمین)

وَآخِرُ دَعْوَانَا اِنَّ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ○





بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتِمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ

لَكُمْ الْإِسْلَامَ دِينًا

(پارہ ۶، سورۃ المائدہ، آیت ۳)

ﷺ
الْحَقُّ
الْحَقُّ

ترجمہ:

”آج میں پورا کر چکا تمہارے لئے دین تمہارا اور پورا کیا تم پر میں نے احسان اپنا، اور پسند کیا میں نے تمہارے واسطے اسلام کو دین۔“

اشعار:

ہم نے ہر دور میں تقدیس رسالت کیلئے
وقت کی تیز ہواؤں سے بغاوت کی ہے
توڑ کر سلسلہ رس سیاست کا فسوں
اک فقط نام محمد ﷺ سے محبت کی ہے

☆☆☆☆

حضور ﷺ آئے تو سِرِ آفرینش پا گئی دنیا
اندھیروں سے نکل کر روشنی میں آ گئی دنیا
بجھے چہروں کا زنگ اتراتے چہروں پہ نور آیا
حضور ﷺ آئے تو انسانوں کو جینے کا شعور آیا



تمہید:

میرے واجب الاحترام بزرگو اور دوستو! میں نے آپ کے سامنے قرآن کی
ایک آیت پڑھی، میں چاہتا ہوں کہ اس کی تشریح آپ کے سامنے رکھوں۔ ہمارا دعویٰ یہ
ہے کہ حضور ﷺ کی کامیابی مستقل ہے۔ حضور ﷺ مستقل کامیاب ہیں، لیکن ایک
ایسا طبقہ ہے کہ جس کے نزدیک حضور اکرم ﷺ مستقل کامیاب نہیں ہیں۔ ایک طبقہ یہ کہتا
ہے کہ پیغمبر ﷺ کی کامیابی عارضی ہے۔ مسلمان کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کی کامیابی حقیقی
اور اصل ہے۔

اتباع کے لائق کون؟

حضور ﷺ دنیا میں تشریف لائے۔ آپ ﷺ نے تیرہ سال مکہ میں محنت کی
اور دس سال مدینہ میں محنت کی۔ اس محنت میں آپ نے کچھ کام کیا نہیں کیا؟ (کیا)
مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ اتنا بڑا پیغمبر ﷺ نے کام کیا کہ قیامت کی صبح تک نہ
کوئی ولی کر سکتا ہے؟ نہ کوئی نبی کر سکا؟، نبی کامیاب ہے اور جو آدمی کامیاب ہوتا ہے
وہی کامل ہوتا ہے اور جو کامل ہوتا ہے وہی اس لائق ہوتا ہے کہ اس کی اتباع کی جائے۔
حضور ﷺ کامل ہیں اور جو کامل ہے وہی اتباع کے لائق ہے، جو کامل نہیں اس
کی اتباع کی جائے؟

کامل وہ ہے کہ جو اپنے ذمہ لگائے ہوئے کام کو پورا کرے، جس نے اپنے
ذمے لگائے ہوئے کام کو پورا نہیں کیا، وہ کامل نہیں، وہ کامیاب نہیں۔

کامل کون؟

دنیا میں جتنے بڑے بڑے آدمی آئے، ہر ایک نے آخر میں یہ کہا کہ اگر میرے پاس وقت ہوتا تو میں فلاں کام بھی کرتا، فلاں کام بھی کرتا۔
پچھلی ساری باتوں کو چھوڑیئے، پاکستان میں ایوب خان اقتدار میں آیا، دس سال اس نے حکومت کی، آخر میں جو اس نے تقریر کی تھی، اس نے کہا کہ افسوس میرے پاس وقت ہوتا تو میں پاکستان کی خدمت کرتا، جو میرا اصل کام تھا وہ رہ گیا، اس لئے کہ وقت تھوڑا تھا، یحییٰ خان آیا اس نے کہا کہ میرے پاس وقت ہوتا تو میں یہ کام کرتا۔

ذوالفقار علی بھٹو آیا سات سال وہ حکمران رہا، اور سات سال کے بعد اس نے تقریر کی کہ افسوس میرے پاس وقت بڑا تھوڑا تھا۔ اگر وقت ہوتا تو میں لوگوں کو روٹی کپڑا مکان دے دیتا۔ میں اپنا کام پورا نہیں کر سکا۔

جنرل ضیاء الحق مرحوم نمازی آدمی، نیک آدمی تھا، لیکن اس نے بھی کہا کہ افسوس میں اسلام کو مکمل طور پر نافذ نہ کر سکا، میں نے جو کام کرنا تھا وہ میں نہ کر سکا، اس لئے کہ میرے پاس وقت بڑا تھوڑا تھا، دنیا میں جتنے بھی بڑے بڑے آدمی آئے۔

ہر بڑے آدمی نے، آخر میں کہا کہ افسوس جو کام میرے ذمے تھا، میں اس کو پورا نہ کر سکا، اپنے ذمہ لگایا ہوا کام جو پورا نہ کر سکا، وہ کامل نہیں، لیکن چودہ سو سال سے ہم ایک ہستی کو دیکھتے ہیں کہ اس نے زندگی کے آخر میں یہ نہیں کہا کہ جو کام میرے ذمہ لگایا گیا تھا، میں اسے پورا نہیں کر سکا، بلکہ اس نے عرفات کے میدان میں ایک لاکھ سے زائد کے اجتماع میں کہا..... الیوم اکملت لکم دینکم..... اے دنیا کے لوگو، میں محمد ﷺ جس کام کیلئے دنیا میں آیا تھا، اس کو پورا کر چکا ہوں۔

جب میں اس کام کو پورا کر چکا ہوں، تو میں کامل ہوں، جس کام کے ذمہ دار

تھے، اس کام میں کامل تھے اور جو کامل ہوتا ہے، وہی اتباع کے لائق ہوتا ہے۔
پیغمبر ﷺ نے فرمایا..... الیوم اکملت لکم دینکم..... میں نے کامل
کر دیا تمہارا دین، اے محمد ﷺ آج میں نے تم پر اپنا دین پورا کر دیا، اور حضور ﷺ نے
فرمایا..... اے لوگو! جو کام میرے ذمہ تھا وہ میں پورا کر چکا ہوں، ایک بات!

محمدی یونیورسٹی کے تمام طالب علم کامیاب:

دوسری بات یہ ہے کہ آپ کے اس محلے میں ایک سکول ہے، اس سکول میں
ایک ہزار بچہ داخل ہے، ایک ہزار بچوں کیلئے ۱۲۵ استاد ہیں، ایک ہیڈ ماسٹر ہے، جب
زلزلہ آیا تو ۹۹۵ لڑکے فیل ہو گئے، قربان جاؤں ماسٹر جی، ایک ہزار میں سے پانچ
پاس ہوئے، ۹۹۵ فیل ہو گئے۔

اب سارے لوگ D.E.O کو درخواست دیں گے کہ اس سکول کے اساتذہ
نے محنت نہیں کی، اس سکول کا ہیڈ ماسٹر اور اساتذہ نا اہل تھے، اس سکول کے اساتذہ کو
معطل کرو، اس سکول کو بند کرو، اس کی کوئی ضرورت نہیں، سکول ختم کرو، ہمیں یہ سکول
نہیں چاہئے، کوئی نہیں کہتا کہ بچوں نے محنت ہی نہیں کی، کسی نے حاضری دی ہے نہیں
دی، لیکن جب زلزلہ میں ۹۹۵ لڑکے فیل ہو گئے اور پانچ پاس ہو گئے تو سارا محلہ احتجاج
کرنے کیلئے سڑکوں پر آئے گا، میدان میں آئے گا، بازاروں میں آئے گا، لوگ کہیں
گے سکول بند کر دو، لوگ کہیں گے اساتذہ کو نکال دو، ہیڈ ماسٹر کو نکال دو۔

چودہ سو سال کے بعد یہ اصول بن گیا کہ جس سکول کے ایک ہزار بچوں میں
۹۹۵ فیل ہو جائیں اور پانچ پاس ہوں، تو قصور استاد کا ہے، قصور ہیڈ ماسٹر کا ہے۔

اور جو یونیورسٹی مدینہ میں چودہ سو سال پہلے قائم ہوئی تھی، جس کو محمدی
یونیورسٹی کہتے ہیں۔ اس میں جو طالب علم داخل ہوئے تھے، ان طالب علموں کی تعداد
ایک لاکھ ۴۴ ہزار تھی اور ایک لاکھ ۴۴ ہزار طالب علم اس یونیورسٹی میں داخل ہوئے اور
آج چودہ سو سال کے بعد ایک گروہ کہے کہ ایک لاکھ ۴۴ ہزار جو طالب علم تھے، ان میں

سے ایک لاکھ ۴۳ ہزار ۹۹۵ لڑکے قتل ہو گئے اور صرف پانچ پاس ہوئے، تیرے محلے کے سکول میں پانچ پاس ہوں تو کہتے ہو کہ قصور استاد کا ہے اور جو محمدی یونیورسٹی میں طالب علم پانچ پاس ہوں تو بتا کہ اس استاد کا قصور بنے گا تو تیرے لیے ایمان کیسے رہ جائے گا؟

نسبت کی عظمت:

جامع مسجد کچہری بازار فیصل آباد میں ایک عربی جے والا بزرگ آیا، لوگوں نے بھاگ کر اس سے مصافحہ کیا، ہاتھ چوما، سینے سے لگایا، ایک آدمی میرے ساتھ تھا، اس نے بھی اس کے ہاتھوں کو چوما۔

اس نے مجھ سے کہا کہ یہ استاد کون ہے؟ یہ بزرگ کون ہے؟ میں نے کہا کہ یہ جامعہ ازہر مصر میں جو یونیورسٹی ہے اس کا استاد ہے، اس نے پھر اس سے مصافحہ کیا، اس کے ماتھے کو چوما اسے پیار کیا۔

میں نے کہا کہ تو نے ماتھا کیوں چوما، اس نے کہا کہ یہ جامعہ ازہر کا استاد ہے، اور جامعہ ازہر کون سا ادارہ ہے؟..... تو اس نے کہا کہ مسلمانوں کا عظیم ادارہ ہے۔ جس میں دین کی تبلیغ و تعلیم ہوتی ہے، یہ کہاں ہے؟ قاہرہ مصر میں، اسکندریہ کے ساحل پر ہے۔

وہ کہتا ہے کہ اتنی دور سے ایک آدمی آیا جو جامعہ ازہر کا استاد ہے، میں اس کے ہاتھ چومتا ہوں، سب لوگ اس کے ہاتھ چوم رہے ہیں، ماتھا چوم رہے ہیں، وہ جو آدمی اس کے ہاتھ چومتا تھا وہ صحابہ رضی اللہ عنہم کا مخالف تھا۔

میری اس سے بحث ہوئی، میں نے اس سے کہا کہ جو آدمی جامعہ ازہر سے آئے، اور وہ جامعہ ازہر کا استاد ہو، اس کے ہاتھ چومتے ہو اور جامعہ ازہر کا استاد نہ نبی ہے، نہ اس کا پر نسل نبی ہے، نہ اس میں پڑھانے والا نبی ہے، تم اس یونیورسٹی کے طالب علم کے ہاتھ چومتے ہو، تم اس یونیورسٹی کے طلباء کو کیوں نہیں

مانتے کہ جس یونیورسٹی کا پرنسپل بھی محمد مصطفیٰ ﷺ، استاد بھی محمد مصطفیٰ ﷺ، وہ یونیورسٹی مدینہ میں قائم ہے۔

سارے صحابہ رضی اللہ عنہم مغفور ہیں:

آپ کے شہر کے ساتھ یہ نہر چل رہی ہے، اس نہر سے ایک نالا پانی کا نکلتا ہے، آپ کہتے ہیں کہ اس نالے کا پانی پاک ہے، لیکن آپ نے کبھی سوچا کہ یہ نالا کہاں سے نکلتا ہے؟ یہ نالا نہر سے نکلا اور نہر بڑی نہر سے نکلی، اور بڑی نہر دریائے راوی سے نکلی اور اب کوئی آدمی کہے کہ دریائے راوی کا پانی پلید ہے تو آپ کے علاقے سے جو نالا گزر رہا ہے یہ پاک ہوگا؟ (نہیں) اس پانی کو آپ اس وقت پاک کہیں گے کہ جس وقت آپ اس دریا کے پانی کو پاک کہیں، دریا پاک ہو، دریا صاف ہو، تب تیرے گھر کا پانی پاک ہوگا۔

اسلام کا دریا اصحاب رسول رضی اللہ عنہم ہیں، اور تیرے گھر کے پاس جو مسجد ہے یہ دین کا ایک نالا ہے، اس مسجد میں آکر نماز پڑھتا ہے اور جو صحابہ رضی اللہ عنہم کا دریا ہے اس کو ناپاک کہتا ہے، اگر وہ دریا ناپاک ہے تو یہ دین کا نالا کیسے پاک ہے؟ وہ ناپاک ہے، یہ پاک نہیں، وہ پاک ہے تو دنیا میں جتنی اسلام کی نہریں ہیں وہ ساری پاک ہیں، اور قرآن پاک نے ویسے ہی بات ختم کر دی۔ پیغمبر ﷺ کے اس انداز کو دیکھئے اور قرآن کے انداز کو دیکھئے!

قرآن نے کہا..... والسابقون الاولون..... پہلے پہلے لوگ..... من المهاجرین والانصار..... جنہوں نے نبی ﷺ کے ساتھ ہجرت کی اور جنہوں نے ہجرت کرنے والوں کی مدد کی..... والذین اتبعوهم..... اور پھر جنہوں نے ان دونوں کی اتباع کی مهاجرین اور انصار کی۔ ان کے بارہ میں حکم کیا ہے؟..... رضی اللہ عنہم و رضوا عنه..... اللہ تعالیٰ ان سے راضی اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی، یعنی جو مهاجرین ہیں اللہ تعالیٰ ان سے بھی راضی اور جو انصار ہیں اللہ تعالیٰ ان سے بھی راضی، اور جو ان کی پیروی

کرنے والے ہیں، ان سے بھی راضی۔

اور آج پاکستان میں دشمن صحابہ یہ کہے کہ نہیں راضی، خدا کہے کہ میں راضی اور یہ کہے کہ میں نہیں راضی، خدا کہے کہ میں راضی ہوں اور راضی کہے کہ میں نہیں راضی، خدا کہے کہ میں راضی ہوں اور بد معاش کہے کہ میں نہیں راضی، خدا کہے کہ میں راضی اور کفار کی اولاد کہے کہ میں نہیں راضی، خدا کہے کہ میں راضی اور رافضی کہے کہ میں نہیں راضی، خدا کہے کہ صرف میں ہی نہیں بلکہ یہ بھی مجھ سے راضی۔

والسابقون الاولون من المهاجرین..... نبیوں کے بعد سب سے اونچا درجہ مہاجرین کا اور مہاجرین کی تعداد کتنی ہے؟ (ایک سو چودہ)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مقام بلند کیسے؟

آپ ایک اصولی بات یاد رکھیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو فضیلت کیوں حاصل ہے؟ ایک بات، اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا جو دشمن ہے وہ کافر کیوں ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو فضیلت جنگ بدر میں جانے کی وجہ سے نہیں، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو فضیلت نہ مکے میں رہنے کی وجہ سے ہے، نہ مدینہ میں رہنے کی وجہ سے، اس لئے کہ مکے میں تو غریب تھے اور مدینہ میں امیر ہو گئے تھے، تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو فضیلت کیوں حاصل ہے؟ اس لئے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم محمد رسول اللہ ﷺ کے ساتھی ہیں۔ اب ان کی عظمت کی وجہ ہے رفاقت نبوت، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عظمت کی وجہ نماز نہیں، روزہ نہیں، حج نہیں، زکوٰۃ نہیں، تہجد نہیں۔

پوری کائنات میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مقام اونچا اس لئے ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھی ہیں، دنیا میں پیر کا مقام تہجد کی وجہ سے خواجہ معین الدین چشتی، جمیری رحمہ اللہ کا مقام اونچا ولایت کی وجہ سے، تہجد کی وجہ سے!

سلطان العارفین حضرت سلطان باہو رحمہ اللہ کا مقام اونچا تہجد کی وجہ سے،

ریاضت کی وجہ سے، عبادت کی وجہ سے!

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے لیکر آج تک دنیا میں تمام اولیاء کا مقام نمازوں کی وجہ سے، عبادت کی وجہ سے، ریاضت کی وجہ سے، ذکر کی وجہ سے، روزوں کی وجہ سے، علم کی وجہ سے اونچا ہے، لیکن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مقام ان باتوں میں کسی وجہ سے نہیں، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مقام کو اونچا کرنے والی چیز نہ نماز ہے، نہ روزہ ہے، نہ حج ہے، نہ زکوٰۃ ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مقام اونچا ہونے کی وجہ صحابیت ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تہجد پڑھیں زیادہ یا کم، اس سے عظمت میں فرق نہیں پڑتا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ذکر کریں یا نہ کریں عظمت میں فرق نہیں پڑتا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سجدے لمبے کریں یا چھوٹے کریں، عظمت میں فرق نہیں پڑتا۔

دیکھیں پیران پیر تہجد پڑھ کر ولی بنے، خواجہ معین الدین چشتی اجیری رحمہ اللہ تہجد پڑھ کر ولی بنے، اگر وہ تہجد نہ پڑھتے تو ان کی بزرگی میں فرق آ جاتا، اس لئے کہ ان کی بزرگی ہی تہجد کی وجہ سے ہے، ان کی عظمت ہی تہجد کی وجہ سے ہے!

لیکن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عظمت کی وجہ نہ تہجد ہے، نہ نماز ہے، نہ روزہ ہے، نہ حج ہے، نہ زکوٰۃ ہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عظمت کی وجہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا بحالت ایمان دیدار ہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عظمت کی وجہ دیدار نبوی ہے، صحبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ اب اگر کسی صحابی سے کوتاہی ہو، اس کوتاہی سے اس کی عظمت میں فرق نہیں آتا، اس لئے کہ عظمت کی تو وجہ ہی اور ہے، عظمت کی وجہ اگر ذکر کرنا ہوتا، تو ذکر چھوڑنے سے عظمت کم ہو جاتی، عظمت کی وجہ اگر اللہ کرنا ہوتا، تو اللہ اللہ چھوڑنے سے عظمت کم ہو جاتی، عظمت کی وجہ اگر رب کا سجدہ ہوتا تو سجدہ چھوڑنے کی وجہ سے عظمت کم ہو جاتی، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تو عظمت کی وجہ ہی اور ہے اور وہ وجہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت ہے، صحبت کی وجہ سے عظمت بنی۔

اب اگر کوئی آدمی کہے کہ فلاں واقعہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ٹھیک نہیں تھے،

فلاں جگہ ٹھیک نہیں تھے، میں کہتا ہوں کہ آپ کہو کہ فلاں موقع پر ٹھیک نہیں، سب کہو، لیکن ان تمام باتوں کے باوجود ان کی عظمت کم نہیں ہو سکتی، اس لئے کہ.....

عظمت کی وجہ ذکر کرنا نہیں

عظمت کی وجہ بدر میں جانا نہیں

عظمت کی وجہ مکے میں رہنا نہیں

عظمت کی وجہ مدینہ میں رہنا نہیں

عظمت کی وجہ نماز پڑھنا نہیں

عظمت کی وجہ روزہ رکھنا نہیں

عظمت کی وجہ حج کرنا نہیں

عظمت کی وجہ صرف صحبت پیغمبر ﷺ ہے، پہلے صحبت ختم کرو، پھر عظمت کا انکار کرو، صحبت ختم ہوگی تو عظمت ختم ہوگی، صحبت کا کوئی انکار نہیں کرتا تو عظمت کا بھی کوئی انکار نہیں کرتا۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کی مثال کستوری ہے:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مثال کستوری کی ہے، میں کستوری لیکر بازار سے گزر رہا ہوں کہ ایک آدمی نے کہا کہ کستوری لیکر کہاں جا رہے ہو؟ تو میں نے کہا کہ میں کستوری لکڑی کے مال پر تو لے جا رہا ہوں، سب لوگ مجھے کہیں گے کہ یہ پاگل ہے، یہ دیوانہ ہے، اس کو کستوری کی قدر کا پتہ نہیں، کستوری کو تو لانا ہے تو کس قدر شناس کے پاس جاؤ، جو ہری کے پاس جاؤ، کستوری بھی کیا لکڑی کے مال پر تولی جاتی ہے؟ تو کستوری اور مشک و عنبر کو جو لکڑی کے مال پر تولے وہ کستوری کا قدر شناس نہیں، تو کستوری کو تو لے کیلئے کس قدر شناس کے پاس جائیں تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مثال بھی کستوری کی ہے۔

ایک بات کہ آپ عشق صحابہ رضی اللہ عنہم کو لکڑی کے مال پر تولیں تو اس کے قدر شناس نہیں رہتے، جس طرح کستوری لکڑی کے مال پر نہیں ٹل سکتی اسی طرح صحابہ

کرام جن اللہ تعالیٰ بھی تاریخ کے ترازو پر نہیں ٹل سکتے تو آپ صحابہ کے قدر شناس نہیں۔
جس طرح کستوری کیلئے کسی جوہری کی ضرورت ہے، صحابہ کرام جن اللہ تعالیٰ کیلئے
بھی کسی جوہری کی ضرورت ہے، اصل غلطی یہاں سے پیدا ہوتی ہے کہ فلاں تاریخ میں
لکھا ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ٹھیک نہیں تھے، فلاں تاریخ نے لکھا ہے کہ حضرت
مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ ٹھیک نہیں تھے، فلاں تاریخ نے لکھا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ٹھیک نہیں
تھے، فلاں تاریخ نے لکھا ہے کہ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ ٹھیک نہیں تھے۔

میرے بھائیو! قرآن کے نقطہ نظر کو سمجھو، قرآن کا نقطہ نظر کیا ہے؟ قرآن
اپنے نبی ﷺ کے صحابہ جن اللہ تعالیٰ کو تاریخ کے ترازو میں تولنے کی اجازت نہیں دیتا۔
جس طرح کستوری کو لکڑی کے ٹال پر تولو تو اس کے قدر شناس نہیں رہتے۔
صحابہ جن اللہ تعالیٰ کو تاریخ کے ترازو پر تولو تو ان کے قدر شناس نہیں رہتے۔ مشک وغیرہ کیلئے
جوہری کی ضرورت ہے تو صحابہ جن اللہ تعالیٰ کو تولنے کیلئے یا قرآن کے ترازو کی ضرورت ہے،
یا نبی ﷺ کے فرمان کے ترازو کی ضرورت ہے۔

عظمت معاویہ رضی اللہ عنہ کیلئے تاریک تاریخ نہیں چاہئے:

میرے بھائیو! یہ کہنا کہ تاریخ طبری نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ
لکھا۔ مسعودی نے یہ لکھا۔ جو آدمی قرآن کے نقطہ نظر سے واقف ہے، وہ کبھی حضرت امیر
معاویہ رضی اللہ عنہ کو تاریخ کے ترازو پر نہیں تول سکتا، کیوں؟ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے
بارے میں قرآن نے کہہ دیا۔۔۔۔۔ فی صحف مکرمة مرفوعة مطهرة بایدی سفرة
کرام بررة۔۔۔۔۔ قرآن کس کیلئے کہتا ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کاتب وحی ہیں۔
قرآن کے تیرہ کاتبان وحی ہیں۔ تیرہ میں سے چھ نامبر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا ہے اور
تمام کاتبان وحی کو قرآن نے کہا۔۔۔۔۔ فی صحف مکرمة۔۔۔۔۔ قرآن کے صفحات بڑے
بزرگی والے۔۔۔۔۔ مرفوعة مطهرة۔۔۔۔۔ بڑی عظمت والے۔۔۔۔۔ بایدی سفرة۔۔۔۔۔ جن
ہاتھوں نے قرآن لکھا وہ ہاتھ بھی بڑے برکت والے، اگر بات صرف ہاتھوں کی ہوتی تو

کوئی کہہ سکتا تھا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ تو ٹھیک ہیں، لیکن ان کی نیت ٹھیک نہیں، ان کا کردار ٹھیک نہیں۔ اللہ تعالیٰ کو اس دنیا میں پیدا ہونے والی خباثت کا علم تھا۔ اس لئے چودہ سو سال پہلے فرمادیا..... بایں دی سفرۃ..... جن ہاتھوں نے قرآن لکھا، وہ ہاتھ بھی بڑے چمکدار ہیں۔

اور..... کرام برۃ..... جنہوں نے قرآن لکھا وہ روئے زمین کے بہترین انسان ہیں۔ اب صرف ایک حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نہیں، بلکہ تیرہ کاتبان وحی ہیں، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ انہیں کاتبان وحی میں شامل ہیں۔

اب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو تاریخ کہے کہ وہ غلط تھے میں کیسے تاریخ کو مانوں، کوئی غلط لکھے میں کیسے مانوں؟ میرے سامنے تو قرآن ہے میں نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو قرآن کے ترازو میں تولنا ہے، حدیث کے ترازو پر تولنا ہے، میں نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو قرآن کے انداز میں تولنا ہے۔

جب میں نے قرآن کا ترازو اٹھایا تو قرآن نے کہا..... کرام برۃ..... حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ تو بہترین انسان ہے، ایک طرف قرآن حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو بہترین انسان کہتا ہے اور جب میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ترازو کو اٹھاتا ہوں تو میرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا..... یبعث اللہ معاویۃ یوم القیمۃ وعلیہ رداء من نور الایمان..... حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اس حالت میں اللہ تعالیٰ کی عدالت میں آئے گا کہ اس کے چہرے پر نور ایمان کی چادر ہوگی۔ (کنز العمال جلد ۶، صفحہ ۱۹۰)

اب میرا فرض ہے:

تو اب آپ دیکھیں کہ قرآن حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو بہترین انسان کہے اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی عظمت کا اعلان کرے اور اس کے مقابلہ میں تاریخ طبری ہو، مسعودی ہو اور ابن ہشام ہو، کوئی تاریخ ہو، کوئی دنیا کی کتاب ہو، جو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو بھونکے یا حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو بھونکے، یا حضرت مغیرہ بن

شعبہ دینی کو بھونکے، تو اس تاریخ کو کیسے مان لوں، جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو قرآن بہترین کہہ چکا ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم بہترین کہہ چکا ہے، تو میرا فرض ہے۔

اگر میں مسلمان ہوں، اگر میں قرآن کو ماننا ہوں، تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں، میں قرآن کی بات مانوں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی بات مانوں اور تاریخ کے سارے چیتھڑوں کو اٹھا کر گندی نوکری میں پھینک دوں۔

ہم ایسی تحقیق کے قائل نہیں ہیں، ہم ایسی ریسرچ کے قائل نہیں ہیں کہ جو تحقیق کسی صحابی کو بخروج کرے ہم ایسی فکر کو، ایسی ریسرچ کو، ایسی تحقیق کو اسی طرح بری ٹگاؤں دیکھتے ہیں جس طرح کراچی کا ایک مفکر تاریخ کی روشنی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو برا کہتا ہے۔ اس نے کہا کہ میری تحقیق ہے تو میں نے کہا کہ تیری تحقیق ردی کی نوکری کے قائل ہے اور جس نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف لکھا اسکی تحقیق بھی ردی کی نوکری کے قائل ہے۔ کیوں؟ اس لئے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابی، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بھی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابی، حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عظمت بھی قرآن میں، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی عظمت بھی قرآن میں، میں قرآن کو ماننا ہوں کسی اور تاریخ کو نہیں ماننا، قرآن کو ماننا ہوں یا حدیث کو ماننا ہوں، اہل سنت کا موقف یہی ہے۔

اتنا احترام کیوں؟

میں نے کہا کہ ایک آدمی حج کرنے جاتا ہے۔ لوگ اس کو رخصت کرنے کیلئے جاتے ہیں۔ اسٹیشن پر جاتے ہیں اور جب وہ واپس آتا ہے تو تم کراچی جاتے ہو، اور وہ آدمی کون ہے، موچی ہے، پیسے جوڑ جوڑ کر حج کرنے چلا گیا، تم اس کو چھوڑنے جاتے ہو اور تم اس کا آنے کے بعد استقبال کرتے ہو، کراچی جا کر۔

تو میں کہتا ہوں کہ تمہارا دماغ خراب ہو گیا جب یہاں تھا تو تم اس کو ملنے کبھی نہ گئے۔ یہ کم ذات والا ہے، یہ کمی ہے، یہ نیچ ذات والا ہے، اب وہ حج کر کے آیا تو تم کراچی چلے گئے، استقبال کرتے اور اس کے گلے میں پھولوں کا ہار ڈالتے ہو، یہ کیا وجہ ہے؟

تو اس نے مجھے کہا کہ ہم اصل میں اس کا استقبال اس لئے کرنے جا رہے ہیں کہ یہ ایک مہینہ نبی ﷺ کے روضہ سے ہو کر آیا ہے، تو میں نے کہا کہ چودہ سو سال کے بعد ایک مہینہ نبی ﷺ کے روضہ سے ہو کر آ جائے، وہ اتنا قابل احترام ہے کہ کمی ہونے کے باوجود تم اس کے استقبال کیلئے جاؤ، اور جو چودہ سو سال سے خود نبی ﷺ کے ساتھ سوئے ہوئے ہیں، ان کا کوئی مقام نہیں ہے؟ ان کا کوئی مرتبہ نہیں ہے۔

نہ رنگ بدلے:

میں نے کہا کہ آپ چائے پکاتے ہو، پانی گرم کرتے ہو، پانی گرم ہوتا ہے، اس میں چائے کی پتی ڈالتے ہو، جب اس گرم پانی میں پتی پڑتی ہے تو ایک لمحہ نہیں گزرتا اس پتی کا رنگ اس پانی میں آتا ہے، پانی گرم ہوتا ہے، پتی کا رنگ آتا ہے، یعنی اس پتی میں اتنا اثر مانتے ہو، نظر آتا ہے کہ پتی ڈالی ہے، اس نے اثر دکھایا ہے اور پتی میں اتنا اثر ہے کہ پانی میں اثر آ گیا، پانی کا رنگ بدل گیا، میرے محمد ﷺ میں پتی جتنا بھی اثر نہیں کہ جنہوں نے ۲۳ سال صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سینے سے لگایا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دلوں میں اس کا اثر نہ ہوا، یہ کوئی چھوٹی سی بات ہے۔

کشف الغمہ میں لکھا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی قبر کے ارد گرد سو سومیل کے فاصلے پر جتنی بھی قبروں والے ہیں سب جنت میں جائیں گے، چاہے یہودی ہوں، چاہے عیسائی ہوں، چاہے سکھ ہوں۔

تو میں نے ایک رافضی سے کہا تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اندر اتنی برکت ہے کہ سو سومیل کے ارد گرد کے آدمیوں کو بخشا دیا، تو تمہارے نبی ﷺ میں اتنی بھی برکت نہیں کہ ساتھ والوں کو بخشا دے؟ جو ساتھ سوئے ہوئے ہوں ان کو نبی ﷺ بخشا دے، اتنی بھی برکت نہیں؟

تحریک مدح صحابہ:

میرے دوستو! ۱۱ فروری ۱۹۷۹ء میں ایران میں انقلاب آیا اور اس انقلاب

کے بعد بانی انقلاب خمینی نے اپنی تقریروں، تحریروں، میڈیا، ریڈیو ٹی وی کے ذریعہ، اصحاب رسول رضی اللہ عنہم کو برا کہا، تو اس کے جواب میں مولانا حق نواز رحمۃ اللہ علیہ نے ۶ ستمبر ۱۹۸۵ء کو سپاہ صحابہؒ کی بنیاد رکھی اور پیغمبر کے فرمان کے مطابق..... اذا ظهرت الفتن او قال او البدع وسبت اصحابی فليظهر العالم علمه فمن لم يفعل ذلك فعليه لعنت الله والملائكة والناس اجمعين..... جب فتنے عام ہو جائیں اور میرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر طعن و تشنیع کے نشتر چلائے جائیں، اس وقت ایک عالم کو چاہئے کہ وہ اپنے علم کا اظہار کرے۔ (بحوالہ صواعق المحرقة صفحہ ۲)

اسی بات کے پیش نظر مولانا جھنگوی شہید رحمۃ اللہ علیہ نے آواز اٹھائی، اور آج کہتے ہیں کہ کافر کو بھی کافر نہیں کہنا چاہئے، تو عرض ہے قرآن نے کہا..... قل یا ایہا الکافرون لا اعبد ما تعبدون..... اور آخر میں فرمایا..... لکم دینکم ولی دین..... تمہارے لئے تمہارا دین میرے لئے میرا دین۔

اور یہی کفار جن کے متعلق قرآن نے کہا..... اولئک کا الانعام بل هم اضل..... یہ تو جانوروں سے بھی بدتر ہیں تو کافر کو کافر کہہ کر تبلیغ کرنے کا انداز تو قرآن نے سکھایا ہے۔

سوال سپاہ صحابہؒ کے پرچم میں رنگ کیا ظاہر کرتے ہیں؟

جواب سفید اور کالے رنگ سے مراد پرچم نبوی ہے کہ جنگ بدر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو پرچم لہرایا تھا اس کا رنگ کالا اور سفید تھا، تو یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پرچم کی طرف اشارہ ہے، اور اس میں سرخ رنگ قربانی کی طرف اشارہ ہے کہ قربانی دینی ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا پرچم ہاتھ میں لیکر ہم قربانی دیں گے اور قربانی کے بعد سبز پرچم ہے اور سبز سے مراد یہ ہے کہ جب تم نے قربانی دے دی تو پھر کامیابی ہوگی۔

جب کامیابی ہوگی تو پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ ہوں گے۔ ان شاء اللہ

وَآخِرُ دَعْوَانَا اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ○



حضرت اسماعیل علیہ السلام

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

وَإِذْ كُنَّا فِي الْكِتَابِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ كَانَ صِدِّيقًا نَبِيًّا ۖ إِذْ قَالَ
لِإِسْرَٰئِيلَ يَا بَنِيَّ إِنِّي كُنْتُ لَكُمْ تَعَبُودُ مَا لَا يَسْمَعُ وَلَا يُبْصِرُ وَلَا يُغْنِي عَنْكَ شَيْئًا ۚ
(پارہ ۱۶، سورۃ مریم، آیت ۴۱، ۴۲)

ترجمہ: ”اور مذکور کتاب میں ابراہیم کا، بے شک تھا وہ سچا نبی،
جب کہا اپنے باپ کو اے باپ میرے کیوں پوجتا ہے اس کو جو نہ سنے
اور نہ دیکھے اور نہ کام آئے تیرے کچھ۔“

وَإِذْ كُنَّا فِي الْكِتَابِ إِسْمَاعِيلَ إِنَّهُ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَكَانَ رَسُولًا
نَبِيًّا ۖ وَكَانَ يَأْمُرُ أَهْلَهُ بِالصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ وَكَانَ عِنْدَ رَبِّهِ مَرْضِيًّا ۚ
(پارہ ۱۶، سورۃ مریم، آیت ۵۴، ۵۵)

ترجمہ: ”اور مذکور کتاب میں اسماعیل کا وہ تھا وعدہ کا سچا اور تھا
رسول نبی، اور حکم کرتا تھا اپنے گھر والوں کو نماز کا اور زکوٰۃ کا، اور تھا
اپنے رب کے یہاں پسندیدہ۔“

صَلَّى
الْحَقُّ

تمہید:

میرے واجب الاحترام بزرگوار دوستو! آج پروگرام کے مطابق ان شاء اللہ آپ حضرات کے سامنے سیدنا اسماعیل علیہ السلام کے فضائل و مناقب اور ان کی عظیم الشان قربانی کا تذکرہ ہوگا۔

انبیاء علیہم السلام کے امتحانات ہوئے:

حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی اسلام کی تاریخ کا بڑا عظیم حصہ ہے۔ دنیا کی تاریخ میں بڑی بڑی قربانیاں لوگوں نے پیش کی ہیں، لیکن جو قربانی حضرت اسماعیل علیہ السلام نے پیش کی ہے وہ اپنی مثال آپ ہے۔

سیدنا اسماعیل علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے جلیل القدر فرزند ہیں، جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام ہر امتحان میں سو فیصد نمبر لے کر پاس ہوئے ویسے ہی حضرت اسماعیل علیہ السلام بھی ہر امتحان میں سو فیصد صد نمبر لے کر پاس ہوئے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نمرود کی آگ میں کود کر توحید کے پرچم کو سر بلند کیا۔ ساری زندگی توحید کی دعوت دیتے رہے، اس توحید کی دعوت کے جرم میں اپنے پرانے مخالف ہو گئے۔ لوگوں نے پتھر مارے، گالیاں دیں، پیغمبر کو گھر سے نکالا، سب کچھ ہوا، حتیٰ کہ دہکتی ہوئی آگ میں ڈالا گیا، لیکن نبی علیہ السلام اللہ کے اس امتحان میں کامیاب ہوئے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے بیٹھا مانگا:

اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی، اے اللہ مجھے ایک بچہ عنایت فرما، اے اللہ میں ایک لڑکے کی دعا کرتا ہوں، میری اولاد کوئی نہیں، ہر آدمی کی خواہش ہوتی ہے کہ اس کی اولاد ہو، نرینہ اولاد ہو، اس کی وفات کے بعد اس کے فکر کی وارث ہو، اللہ تعالیٰ کے نبی علیہ السلام نے بچہ مانگنا شروع کر دیا اور بچہ کس سے مانگا؟

(اللہ تعالیٰ سے) رو رو کر مانگا، گڑ گڑا کر مانگا اور ساری دنیا کو بتا دیا کہ بچے دینا صرف اللہ تعالیٰ کا خاصہ ہے، اللہ تعالیٰ کے سوا بچہ بچی کوئی نہیں دے سکتا۔

چنانچہ قرآن پاک میں بچے کے مانگنے کا ذکر اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا ہے
 فرمایا..... رب ھب لی من الصالحین..... اے اللہ مجھے ایک نیک بچہ عطا فرما۔ اتنا بڑا پیغمبر اللہ کے دروازے پر سجدہ ریز ہے اور کیا کہتا ہے..... رب ھب لی..... اے اللہ بخش دے، اے اللہ عطا کر دے، اے اللہ عنایت کر دے،..... رب ھب لی من الصالحین..... نیک لوگوں میں سے ایک بچہ عطا کر دے۔

دعا قبول ہوئی:

اللہ تعالیٰ موج میں آگیا، ادھر پیغمبر نے دعا کی اور ادھر اللہ نے فرمایا.....
 فبشرنہ بغلام حلیم..... اے ابراہیم علیہ السلام! ہم نے تیری جھولی میں بچہ ڈال دیا۔ اے ابراہیم علیہ السلام! ہم نے تجھے لڑکا دے دیا۔ لڑکا کون ہے؟ فرمایا..... بغلام حلیم..... جسم والا لڑکا ہوگا، نیکی والا لڑکا ہوگا، حلم والا جو ہوگا وہی میرے امتحان میں کامیاب ہوگا۔ صرف حلم اور نیکی والا نہیں، بلکہ لڑکا تیرا ہوگا نبی میرا ہوگا، اے ابراہیم علیہ السلام! وہ صرف لڑکا نہیں ہوگا بلکہ اس کے سر پر نبوت کا تاج ہوگا۔

اسماعیل کا معنی:

بچہ مل گیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی گود میں بچے کو رکھ کر مسکراتے ہیں۔ بچے کا نام رکھا اسماعیل..... اسماء..... عربی میں سننے کو کہتے ہیں..... عیمل..... عربی میں اللہ تعالیٰ کو کہتے ہیں، یعنی اللہ تعالیٰ نے اسماعیل کیلئے ابراہیم کی دعا سن لی، یہی ہے اسماعیل کا معنی۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام کا امتحان ہوا:

جب بچہ چند دنوں کا ہوا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا، ایک اور امتحان کیلئے تیار ہو جا۔

عرض کیا میرا امتحان؟ فرمایا نہیں، تیرے ساتھ تیرے بچے کا بھی اور تیری بیوی کا بھی امتحان ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اپنے اس بچے کو لیکر مکہ مکرمہ کی وادی میں چلا جا اور جہاں میں کہوں اسی جگہ پر چھوڑ کر واپس آ جا، تجھے بچے کی طرف دیکھنے کی بھی اجازت نہیں ہے۔

حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا واسما عیسیٰ علیہما السلام بے آب و گیاہ وادی میں:

حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے بچے اور اپنی بیوی ہاجرہ کو لیکر خانہ کعبہ کی طرف چلے، اللہ کا قرآن کہتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام خانہ کعبہ میں پہنچ گئے۔ خانہ کعبہ بڑی عظمت والا مقام ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نبی نے خانہ کعبہ کے قریب جا کر دعا مانگی..... ربنا انی اسكنت من ذریعتی بواد غیر ذی زرع عند بیتک المحرم.....

اے اللہ!

یہاں پر پانی کوئی نہیں،

یہاں پر سبزہ کوئی نہیں،

یہاں پر درخت کوئی نہیں،

یہاں پر مکان کوئی نہیں،

یہاں پر لوگ کوئی نہیں،

یہاں بستی کوئی نہیں،

میں یہاں کیسے آ جاؤں اور کیسے یہاں مقیم ہو جاؤں، آواز آئی اے

ابراہیم علیہ السلام تو فوراً یہاں سے چلا جا اور اپنے اس بچے کو اس کی ماں کی گود میں چھوڑ کر ابھی چلا جا۔ تجھے بچے کی طرف منہ کرنے کی بھی اجازت نہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بچے کو مائی ہاجرہ کی گود میں دے دیا اور فرمایا کہ تجھے

نگہگو کرنے کی بھی اجازت نہیں۔ بچے کو حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کی گود میں دے کر چلنے لگے۔ ہاجرہ

نے دامن پکڑ لیا اور کہا کہ جس بچے کو رو کر مانگا ہے۔ اس بچے کو اس جنگل میں کس کے حوالے کر کے جاتے ہو؟ حضرت ہاجرہ علیہا السلام کی آنکھوں سے آنسو نکل آئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا کپڑا پکڑ کر کہنے لگیں اس

.....جنگل میں.....

نہ پانی ہے

نہ مکان ہے

نہ سبزہ ہے

.....اس بچے کو چھوڑ کر کہاں جاتے ہو؟.....

حضرت ابراہیم علیہ السلام جواب دینے لگے..... اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے خلیل! تجھے بولنے کی بھی اجازت نہیں، وہ ہاجرہ علیہا السلام بھی پیغمبر کی بیوی تھی، کوئی معمولی عورت نہ تھی۔ اپنے خاوند کی طرف دیکھا اور خاوند کو بولنے کی بھی اجازت نہیں تھی۔ اس نے اللہ تعالیٰ کی طرف اشارہ کر دیا اور اس وقت حضرت ہاجرہ علیہا السلام نے کہا کہ اے ابراہیم! اگر اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتا ہے تو پھر مجھے تیری بھی ضرورت نہیں۔ اگر تو آتش نمرود میں گر کر خدا کو نہیں بھلا سکتا تو جنگل میں رہ کر میں خدا کو نہیں بھلا سکتی اور حفیظ جالندھری کہتا ہے!

یہ وادی جو بظاہر ساری دنیا سے نرالی تھی
یہی اک روز دین حق کا مرکز بننے والی تھی
یہ وادی جس میں سبزہ تھا نہ پانی تھا نہ سایا تھا
اسے آباد کر دینے کو ابراہیم آیا تھا
یہیں ننھے سے اسماعیل کو لا کر بسانا تھا
یہیں پر نور سجدوں سے خدا کا گھر بسانا تھا

حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے چھوٹے سے بچے کو اللہ کے سپرد کر کے چلے گئے اور ہاجرہ نے کہا کہ اگر اللہ کے سپرد کرتا ہے تو اے ابراہیم مجھے تیری بھی ضرورت نہیں، چلے

گئے۔ (بخاری شریف)

اور ادھر مائی ہاجرہ کو دیکھو، کتنی صبر والی عورت ہے، تین دن مشکیزے کا پانی
بہ شکل گیا۔ تین دن کے بعد مشکیزے کا پانی ختم ہو گیا۔ کھانے کا سامان ختم ہو گیا۔ وہ بچہ
پیاس کی وجہ سے تڑپنے لگا۔ اس زمین پر تو پانی کوئی نہ تھا۔

حضرت ہاجرہ علیہا السلام کی ادا زندہ رہے گی:

حضرت مائی ہاجرہ علیہا السلام تین دن گزر جانے کے بعد جب اس نے دیکھا کہ میرا
بچہ پیاس کی وجہ سے تڑپنے لگا ہے، مائی ہاجرہ اپنے بچے کو پہاڑ کے اوپر رکھ کر دوسرے
پہاڑ کی طرف جا کر پانی تلاش کرنا چاہتی ہے۔

قرآن کہتا ہے کہ مائی ہاجرہ علیہا السلام چکر لگانے لگی۔ مائی ہاجرہ علیہا السلام کبھی صفا کی
پہاڑی پر، کبھی مروہ کی پہاڑی پر، دوڑ دوڑ کر نظر دوڑاتی ہے لیکن پانی نہیں ملا۔ اور جب
صفا مروہ کے درمیان نچلی جگہ سے گزرتی ہے وہاں سے بچہ نظر نہیں آتا تو تیزی سے
بھاگتی ہے کہ کہیں میرے بچے کو کوئی آفت نہ پڑ جائے، کہیں بچہ پریشان نہ ہو جائے،
وہاں سے وہ تیزی کے ساتھ گزر گئی۔

وہ عرش والا خدا فرشتوں سے کہتا ہے کہ اے فرشتو تم کہتے تھے کہ آدم کو کیوں
پیدا کیا؟ اب دیکھو یہ میری بندی ہے۔ میرے لئے چکر لگاتی ہے۔ یہاں درمیان میں
آ کر تیزی سے گزر جاتی ہے اور فرشتو تم گواہ ہو جاؤ، ہاجرہ کی یہ ادا مجھے اتنی پسند آئی ہے کہ
قیامت تک آنے والے حاجی، چاہے.....

آمنہ ربی اللہ کا درمیتیم ہو

چاہے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہو

چاہے پیران پیر ہو

جب تک ہاجرہ کی اس سنت پر عمل کر کے وہ اس طرح چکر نہیں لگائے گا میں

ان کا حج بھی قبول نہیں کروں گا، یہ اسماعیل علیہ السلام کی برکت ہے۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام کے قدموں سے زم زم کا کنواں چلا:

اور جس وقت مائی ہاجرہ پریشان ہو کر اپنے بچے کے پاس واپس لوٹ آئی اور کہنے لگی اے اللہ! تیرے سوا اسماعیل علیہ السلام کی تکلیف کو کون دور کرے گا۔

علماء کہتے ہیں کہ جب مائی ہاجرہ واپس آئی تو آ کر کیا دیکھا..... حضرت جبرائیل علیہ السلام حضرت اسماعیل علیہ السلام کے قدموں پر موجود ہے اور ایک پر مار رہا ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد حضرت اسماعیل علیہ السلام کے پاؤں کے نیچے سے چشمہ نکل آیا، یہ پانی کا چشمہ جس کا نام ہے زم زم۔ زم زم عربی زبان میں رک جانے کو کہتے ہیں، زم زم، رک جالینی جب پانی نکل آیا، پانی بہنے لگا، تو مائی ہاجرہ کہتی ہے زم زم رک جا، کہیں تیری وجہ سے پورا مکہ نہ ڈوب جائے۔ ابھی پانی کا قطرہ نہیں ملتا۔ ایسے تو حفیظ جالندھری نے نہیں کہہ دیا!

یہ وادی جس میں سبزہ تھا نہ پانی تھا نہ سایا تھا
اسے آباد کر دینے کو ابراہیم آیا تھا
حضرت اسماعیل علیہ السلام کی برکت سے پانی نکل آیا اور جب پانی کا چشمہ نکل آیا
علماء کہتے ہیں کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ایڑیوں سے پانی کا چشمہ نکلا، حضرت ہاجرہ علیہ السلام نے ارد گرد سے مٹی جمع کر کے اس کے چاروں اطراف دیوار بنائی تاکہ پانی پھیل نہ جائے۔

زم زم کی برکت:

یہ پانی کا چشمہ اس وقت نکلا تھا۔ اور آج تک کروڑوں نہیں اربوں آدمیوں نے اس چشمے سے پانی پیا۔ اتنا عظیم چشمہ ہے کہ جس نیت سے پیو وہی پوری ہوگی، سر میں درد ہے اس نیت سے پیو کہ سر کا درد ختم ہو جائے، سر کا درد ختم ہو جاتا ہے۔

مولانا عبدالحق صاحب حیدر آباد کے مدرسہ مفتاح العلوم کے شیخ الحدیث ہیں۔ میرے بزرگ ہیں۔ میں نے ان کے ساتھ عمرہ کیا، مجھے فرمانے لگے کہ چالیس

سال سے میرے گھٹنوں میں درد تھا۔ اس نیت سے زم زم پیا کہ اللہ اس درد کو دور کر دے۔ چند منٹوں میں درد ختم ہو گیا اور کہنے لگے کہ آج کافی عرصہ گزر گیا ہے ان کے گھٹنوں میں درد نہیں ہوا۔

چار سال کے بعد لاہور میں ملے تو کہنے لگے کہ ابھی تک درد نہیں ہوا۔ یہ وہ زم زم کا پانی ہے، یہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ایڑیوں سے چشمہ نکلا ہے۔ کچھ عرصہ کے بعد حضرت ہاجرہ علیہا السلام کو اللہ تعالیٰ نے ان کے امتحان میں کامیاب کر دیا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حکم دیا کہ مکہ مکرمہ تشریف لے آئیں۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام کچھ بڑے ہو گئے تھے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی پیدائش کے بعد تین امتحان ہوئے!

ایک ان کو جنگل میں چھوڑنے کا ہوا۔

ایک حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کرنے کا حکم ہوا۔

ایک امتحان حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ساتھ خانہ کعبہ کی تعمیر کا ہوا۔

دعائے خلیل اور نوید مسیحا:

میرے بھائیو! اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میرا کعبہ بناؤ، حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کعبہ کی تعمیر کر رہے ہیں..... واذیرفع ابراہیم القواعد من البيت و اسماعیل..... اللہ کا سب سے عظمت والا گھر بنانے کیلئے دونوں کا انتخاب ہوا۔ ابراہیم علیہ السلام مزدور کا کام کر رہا ہے، بیت اللہ کی تعمیر ہوئی تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خانہ کعبہ کی دیوار کے ساتھ کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی، اے اللہ تیرا گھر بن گیا، اب میں تجھ سے ایک چیز مانگتا ہوں کہ نبی آخر الزمان کو میری اولاد میں پیدا کر، اللہ تعالیٰ نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں پیدا کیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت اللہ میں عمر فاروق رضی اللہ عنہ مانگا:

میرے دوستو! علماء نے لکھا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جس دیوار کے نیچے

کھڑے ہو کر محمد ﷺ کو مانگا تھا، اسی دیوار کے نیچے کھڑے ہو کر محمد ﷺ نے عمر رضی اللہ عنہ کو مانگا تھا۔

حضور ﷺ نے فرمایا تھا..... اللہم اعز الاسلام بعمر ابن خطاب او بعمر و ابن ہشام..... یا اللہ! عمر بن خطاب دے دے یا عمرو ابن ہشام دے دے۔ عمرو بن ہشام ابو جہل کو کہتے ہیں اور عمر بن خطاب، فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو کہتے ہیں، تو خدا نے عمر بن خطاب دے دیا۔

دعا وہ بھی قبول ہوئی، دعایہ بھی قبول ہوئی

دعا وہ بھی اعلیٰ، دعایہ بھی اعلیٰ

اگر دعا اعلیٰ نہ ہوتی، خدا رد کر دیتا۔ اعلیٰ تھی تو قبول کر لی، حضرت نوح علیہ السلام نے دعا کی تھی میرے بیٹے کو بچا دے آواز آئی نہیں تیرا بیٹا نہیں بچ سکتا۔

حضور ﷺ نے دعا مانگی تھی کہ عبد اللہ ابن ابی کو معاف کر دے۔ آواز آئی دعا نہیں قبول ہوگی۔ معاف نہیں کیا جائے گا۔ جو دعا بہتر نہیں تھی خدا نے نہیں قبول کی، جو بہتر تھی۔

ابراہیم علیہ السلام کی دعا بہتر تھی..... محمد ﷺ کو دے دیا

محمد ﷺ کی دعا بہتر تھی..... عمر رضی اللہ عنہ دے دیا

جو دعا بہتر ہوتی ہے وہ قبول ہو جاتی ہے، جو دعا مسلمانوں کے لئے، نبی کیلئے بہتر نہ ہو، عرش والا قبول نہیں کرتا۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی:

میرے دوستو!

اب حضرت اسماعیل علیہ السلام کا امتحان ہوتا ہے۔ اس سے بڑا امتحان پہلے نہیں ہوا۔ قرآن پاک نے اس امتحان کا ذکر فرمایا..... قال یا بنی انی اری فی المنام انی اذبحک فانظر ما ذا تری قال یابت افعل ما توامر ستجدنی ان شاء اللہ من

الصابرین..... حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بچے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ایک در بلایا۔ قرآن کہتا ہے کہ اسماعیل علیہ السلام کچھ بڑے ہو گئے تھے..... فلما بلغ معه السعیر..... کچھ بڑے ہو گئے تھے۔ چلنے پھرنے لگے تھے، جب ماں کو اور باپ کو ایک بچہ چڑ پھرتا حسین لگنے لگتا ہے، بڑا خوبصورت لگتا ہے، بڑا اچھا لگنے لگتا ہے، پھر وہ بچہ جو رو رو کر مانگا گیا ہو، وہ بچہ جس کیلئے خدا کے سامنے پیغمبر گزر گڑا یا ہو، وہ بچہ جو امتحانات میں کامیاب ہو چکا ہو، وہ بچہ جس کے سر پر نبوت کا تاج بھی رکھا گیا ہو، وہ بچہ اور اتنی عظمتوں والا بچہ، اکلوتا بچہ، جب تھوڑا سا بڑا ہوا۔ قرآن کہتا ہے..... قال یا بنی انی ارئى فی المنام..... حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو بلایا اور کہا اے بیٹا آج میں نے ایک بڑا عجیب و غریب خواب دیکھا ہے۔

کیا عجیب خواب ہے؟ حفیظ جالندھری نے اس کا نقشہ کھینچا ہے، اپنے اشعار میں، حفیظ کہتا ہے۔

پدر بولا کہ بیٹا آج میں نے خواب دیکھا ہے
کتاب زندگی کا اک نرالا باب دیکھا ہے
یہ دیکھا ہے کہ میں خود آپ تجھ کو ذبح کرتا ہوں
خدا کے نام سے تیرے لہو میں ہاتھ بھرتا ہوں
اٹھا مرسل اسی عالم میں رسی اور تیر لے کر
پئے تعمیل چل نکلا خدا کا پاک پیغمبر

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا بیٹا میں نے رات خواب میں دیکھا کہ میں تجھے ذبح کر رہا ہوں..... اے بیٹا بتا تیری کیا رائے ہے؟ بچہ ابھی کوئی چالیس سال کا جوان نہیں ہوا تھا، بچے پر باقاعدہ ابھی وحی آنے نہیں لگی تھی، بچے کو کیا ہوا کہ بچہ اپنے باپ کا حکم مانتا ہے اور آگے سے یہ کہتا ہے..... قال یا بت افعل ما تؤمر..... اے ابا جان، جو حکم دیا ہے، فوراً کر گزریں کہیں دیر نہ ہو جائے..... علامہ اقبال علیہ السلام اس موقع پر کہتا ہے!

یہ فیضان نظر تھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی
 سکھائے کس نے اسماعیل کو آدابِ فرزندی
 یہ فیضان نظر کیا تھا، یہ مکتب کیا تھا، وہ مکتب اگر اقبال کو معلوم ہوتا، تو وہ یہ بھی
 کہہ دیتا کہ مکتب کوئی جبرائیل کی گود نہیں تھی، مکتب کوئی نوریوں کا سامان نہیں تھا، مکتب
 کوئی نوح علیہ السلام کی مجلس نہیں تھی، مکتب کسی پیغمبر کی مجلس نہیں تھی، مکتب حضرت ہاجرہ
 کی گود تھی۔

مکتب مدرسے کو کہتے ہیں، وہ سب سے پہلا مدرسہ جو حضرت ہاجرہ علیہا السلام کی گود
 میں قائم ہوا اس مدرسہ سے فارغ ہونے والا یہ بچہ اسماعیل تھا۔

یہ فیضان نظر تھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی
 سکھائے کس نے اسماعیل کو آدابِ فرزندی
 مکتب تو حضرت ہاجرہ علیہا السلام کی گود تھی اور فیضان نظر اسماعیل علیہ السلام کیلئے حضرت
 ابراہیم علیہ السلام کی نظر تھی۔ ابراہیم علیہ السلام پیغمبر تھا، پیغمبر کا فیضان نظر تھا اور مدرسہ سیدہ ہاجرہ کی
 گود تھی۔

ہاجرہ کی گود بھی اعلیٰ

اور ابراہیم کا فیضان نظر بھی اعلیٰ

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا..... انی اری فی المنام..... بیٹا میں نے
 خواب میں دیکھا ہے، کیا خواب میں دیکھا؟..... انی اذبحک فانظر ماذا تری..... بیٹا
 میں تجھے ذبح کرتا ہوں۔

یہ دیکھا ہے کہ میں خود آپ تجھ کو ذبح کرتا ہوں
 خدا کے نام سے تیرے لہو میں ہاتھ بھرنا ہوں
 فانظر ماذا تری..... جو عربی جانتے ہیں، اس کا محبوب لفظ ہے، کتنا پیارا
 انداز ہے اللہ تعالیٰ کا..... قال یا بت افعل ماتومر..... اے میرے ابا جان جو اللہ تعالیٰ
 نے حکم دیا اس کو کر گزریں، تاخیر نہ کریں۔

سب سے سخت امتحان:

اچھا اتنی کامیابی، اور اتنی جلدی، حضرت ابراہیم علیہ السلام جوش محبت میں مسکرا اٹھے، ہاجرہ سے کہا ہاجرہ، اس بچے کو میں باہر لے جاؤں گا، اس کو اچھے کپڑے پہنا دو، حضرت ہاجرہ کو کیا پتہ کہ میرے بچے کا امتحان پہلے امتحانوں سے بھی سخت آنے والا ہے، ہاجرہ اپنے بچے کو کپڑے پہناتی ہے، سرمہ لگاتی ہے، ہاجرہ نے بچے کو تیار کر دیا، جب بچے کو تیار کر کے جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ہاتھوں میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کی انگلی پکڑادی، حضرت اسماعیل علیہ السلام کو لے کر جب سیدنا ابراہیم علیہ السلام چلتے ہیں، مقام منیٰ کی طرف، جہاں قربانی دینے کی جگہ مقرر ہے، راستے میں شیطان آتا ہے، شیطان نے کہا ابراہیم علیہ السلام نعوذ باللہ تیرا دماغ کام کرتا ہے، کون ہے جو اپنے بیٹے کے گلے پر چھری چلاتا ہو، اے ابراہیم علیہ السلام تیرا یہ بیٹا جو تو نے رو رو کر مانگا ہے، اکلوتا ہے، اس کے گلے پر چھری چلاتا ہے اور تو خواب پر اعتبار کرتا ہے، ابراہیم علیہ السلام تجھے کیا ہو گیا اپنے فیصلے پر نظر ثانی کر، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے وہاں سے سات کنکریاں اٹھائیں اور اٹھا کر شیطان کو ماریں۔

شیطان کو پتھر پڑے:

چند قدم چلے، پھر شیطان نے وسوسہ ڈالا، ابراہیم علیہ السلام نے پھر کنکریاں اٹھائیں، حاجی مقام منیٰ پر جا کر کنکریاں مارتے ہیں۔ یہ وہی جگہ ہے کہ اللہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس ادا کو اور سنت کو عرش الہی پر جگہ دے دی، اور اعلان کر دیا میرے ابراہیم علیہ السلام تو عظیم پیغمبر ہے کہ شیطان کے ہر وسوسے پر کنکریاں مارتا ہے۔

او پاکستان کے حاجیو، او ہندوستان کے حاجیو، او پوری دنیا کے حاجیو، پوری دنیا تو بعد کی بات ہے۔ او میرے کالی کملی والے، جب تو اس جگہ پر آئے گا تو بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت پر عمل کر کے اس طرح شیطان کو کنکریاں مارے گا۔ ابراہیم علیہ السلام کنکریاں مارتا ہے، جب کنکریاں مارتے ہوئے، مقام نحر پر پہنچے، منیٰ کے قریب

قربانی والی جگہ پر پہنچے۔

علماء کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کے فرشتوں کو جمع کر لیا، ساری آسمانی مخلوق حضرت اسماعیل علیہ السلام کی آزمائش کا نظارہ کرتی ہے، اور کہتے ہیں کہ دیکھو کتنا عظیم امتحان ہے۔

کوئی فرشتہ ایسی قربانی دے سکتا ہے۔ شیطان نے جس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کو پھسلانا چاہا، ابراہیم علیہ السلام نہیں مانا، تو شیطان بھاگا ہوا ہاجرہ کے پاس آیا، مائی ہاجرہ سے کہنے لگا ہاجرہ تجھے پتہ ہے کہ ابراہیم علیہ السلام اسماعیل علیہ السلام کو کہاں لے گیا ہے، اس نے کہا کہ ہاں بتاؤ کہاں؟ اس نے کہا کہ تیرے بچے کو ذبح کرنے کیلئے لے گیا۔ اس نے کہا کہ کیوں ذبح کرتا ہے؟ شیطان نے کہا کہ پتہ نہیں کیوں کرتا ہے؟ اس نے کہا کہ نہیں کوئی وجہ تو ہوگی کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام ذبح ہونے جاتا ہے، کوئی وجہ تو ہوگی، کوئی وجہ تو بتا!

شیطان نے کہا، رات خواب آیا تھا ابراہیم کو، کہ بیٹے کے گلے پر چھری چلا رہا ہے۔ بھلا خواب پر بھی کوئی اپنے بیٹے کو ذبح کرتا ہے۔ حضرت ہاجرہ علیہ السلام نے جواباً کہہ کر اب میں کس کا حکم تھا؟ رہا یا کہ ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ اللہ کا حکم تھا۔ ہاجرہ علیہ السلام نے کہی، اگر اللہ تعالیٰ نیا حکم دے گا، تو اس سے پہلے میرے اوپر میں کیوں ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ نہ گئی، تاکہ اس امتحان میں اسماعیل علیہ السلام و ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ ہاجرہ علیہ السلام بھی شریک ہو جاتی۔

اگر حکم خدا کا تھا۔ تو خدا کے حکم کیلئے میں نے اپنے بچے کو جنگلوں میں ٹھہرنا پسند کیا۔ خدا کا حکم تھا میں نے خلیل علیہ السلام کو چھوڑ دیا، جلیل کو اپنا لیا۔

اب یہ خدا کا حکم ہے کہیں ابراہیم علیہ السلام اپنے بیٹے کے اوپر رحم نہ کر جائے، ابراہیم علیہ السلام امتحان میں کمزور نہ ہو جائے، اے کاش مجھے ساتھ کیوں نہ لے گیا، میں ہاتھ پکڑ لیتی۔ میں پاؤں پکڑ لیتی۔ میں اسماعیل کے گلے پر ہاتھ رکھ دیتی۔ میں گردن پکڑ لیتی۔ اور ابراہیم علیہ السلام سے کہتی اے ابراہیم علیہ السلام! جو حکم ملا ہے کر گزر، مجھے بچے کی ضرورت

نہیں، مجھے تیری ضرورت نہیں، مجھے اس پروردگار کی ضرورت ہے جس نے بڑھاپے میں میری جھولی کو بیٹے سے بھرا ہے۔ جس نے ۹۰ سال کی عمر میں میری جھولی میں بیٹا ڈالا ہے، مجھے اس خدا کی ضرورت ہے، اگر ابراہیم علیہ السلام کمزور ہو گیا تو میں قیامت کے دن کیا جواب دوں گی۔

شیطان بھاگ گیا، یہ امتحان ہے اس ایک عورت کا۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے کہا تھا کہ اباجی جو حکم ملا ہے کر گزرو..... ستجدنی..... تو عنقریب اے اباجان دیکھے گا..... ان شاء اللہ من الصابرين..... اباجان تو دیکھے گا کہ میں صبر کر رہا ہوں۔ سکھائے کس نے اسماعیل کو آدابِ فرزندگی یہ ہے سیکھنے کا عمل، کہتا ہے..... ستجدنی ان شاء اللہ من الصابرين..... تو مجھے صبر کرنے والا پائے گا۔

چھری نہ چلی، قربانی قبول ہوئی:

مقام منی پر پہنچ گئے، اسماعیل علیہ السلام ساتھ ہے۔ چھری ساتھ ہے۔ ابراہیم علیہ السلام موجود ہے۔ فرشتے دیکھ رہے ہیں۔ اللہ کی رحمت متوجہ ہے۔ کائنات کے شجر و حجر ابراہیم علیہ السلام کی قربانی پر رشک کرتے ہیں کہ اللہ کا حکم ہوا اور وہ بیٹے کو لیکر چل پڑا، اللہ کا حکم ہوا تو چھری لیکر چل پڑا، کیا عجیب امتحان ہے، بیٹے کو زمین پر لٹا دیا۔ میرے دوستو! بتاؤ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے گھر سے چلا تھا۔ بیٹے کو ذبح کرنے کیلئے کیا اس کو معلوم تھا کہ بیٹا ذبح نہیں ہوگا؟ (نہیں) انہیں نہیں پتہ تو معلوم ہوا کہ غیب کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں، اگر علم تھا تو پھر.....

امتحان کیسا؟

پھر چھری کیسی؟

پھر فرشتوں کا دیکھنا کیسا؟

پھر شیطان کا دوسوہ ڈالنا کیسا؟

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بیٹے کو زمین پر لٹایا اور چھری لے کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے گلے پر چلانے لگے۔

یہ دیکھا ہے کہ میں خود آپ تجھ کو ذبح کرتا ہوں
خدا کے نام سے تیرے لہو میں ہاتھ بھرتا ہوں
آپ ذبح کرتا ہوں۔ اس خواب کی تعبیر پوری ہو رہی ہے۔

بیٹا اسماعیل علیہ السلام میں تیرے گلے پر چھری چلاتا ہوں۔ اسماعیل علیہ السلام نیچے پڑا۔
ہے ابراہیم علیہ السلام سفید داڑھی والا بوڑھا، اس کی بیوی بھی بوڑھی، خود بھی بوڑھا، ایک اکلوتا
بچہ، اس کو ذبح کرنے لگے ہیں، چھری چلائی، مگر نہ چلی، چھری سے آواز آتی ہے
ابراہیم علیہ السلام میں خلیل علیہ السلام کی مانوں یا جلیل کی مانوں۔ اللہ نے منع فرمادیا کہ نہ چل۔
اسماعیل علیہ السلام نے امتحان پاس کر لیا ہے، خبردار اس کے ایک بال کو کاٹنے کی اجازت
نہیں۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی کے بدلہ میں جنت سے دنبہ بھیج
دیا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قربانی والے واقعہ کو اتنی مقبولیت عام عطا فرمائی کہ قیامت
 تک کیلئے اس کو جاری فرمادیا۔

تو میرے بھائیو! حضرت اسماعیل علیہ السلام کے تین امتحان ہوئے، ایک امتحان
ولادت کے بعد بے آب و گیاہ وادی جس کو قرآن کی زبان میں..... بواد غیر ذی
زرع..... کہا جاتا ہے، اس میں بھی حضرت اسماعیل علیہ السلام اور ان کی والدہ سیدہ ہاجرہ نے
سوفیہ نمبر حاصل کئے۔

اور ایک امتحان بیت اللہ کی تعمیر کا ہوا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت
اسماعیل علیہ السلام اللہ کا گھر بناتے ہیں کہ جس کو آباد کرنے کے لئے آمنہ کے لعل نے آنا تھا
اس میں بھی دونوں کامیاب ہوئے۔

اور ایک امتحان جس کو قرآن کی زبان میں..... بلو امبین..... کہا، اس میں
بھی دونوں باپ بیٹا نے سوفیہ نمبر حاصل کر کے کامیابی حاصل کی ہے۔

میرے دوستو! دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی سنت پر عمل پیرا ہوتے ہوئے اپنے عقائد کو درست رکھنے اور ان کی قربانی کی عظیم سنت کو زندہ کرنے کی توفیق بخشے۔ (آمین)

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اِنَّ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ



عظمت قرآن

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

وَأَنْفِقُوا مِنْ ثَمَارِ رِزْقِكُمْ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ
فَيَقُولَ رَبِّ لَوْلَا أَخَّرْتَنِي إِلَى أَجَلٍ قَرِيبٍ فَأَصْدَقَ وَأَكُنْ
مِنَ الصَّالِحِينَ ۝ وَلَنْ يُؤَخِّرَ اللَّهُ نَفْسًا إِذَا جَاءَ أَجَلُهَا
وَاللَّهُ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ۝ (پارہ ۲۸، سورۃ منافقون، آیت ۱۰، ۱۱)

اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم
العظمت

ترجمہ:

”اور خرچ کرو کچھ ہمارا دیا ہوا اس سے پہلے کہ آ پہنچے تم میں کسی کو موت،
تب کہے اے رب کیوں نہ ڈھیل دی تو نے مجھ کو ایک تھوڑی سی مدت
کہ میں خیرات کرتا اور ہو جاتا نیک لوگوں میں۔ اور ہرگز نہ ڈھیل دے
اللہ تعالیٰ کسی جی کو، جب آ پہنچا اس کا وعدہ اور اللہ تعالیٰ کو خبر ہے جو تم
کرتے ہو۔“

تکمید:

میرے قابلِ صدا احترام بزرگو اور نو جوان دوستو! آج کا یہ پروگرام نزولِ قرآن کا پروگرام ہے، ۲۹ کی شب ہے، ختمِ قرآن ہو چکا ہے، جنہوں نے قرآن سنا ہے، وہ اعزاز لے گئے اور جنہوں نے سنایا ہے وہ بھی برکت حاصل کر گئے، اللہ تعالیٰ قرآن سننا سنانا قبول فرمائے۔
قرآن بلند کرتا ہے:

میرے دوستو!

قرآن ایک ایسی کتاب ہے کہ جس نے انسانوں کو پستی سے اٹھا کر اوجِ ثریا پر بٹھا دیا۔ رب کون ہے یہ قرآن نے بتایا، خدا کیا ہے، یہ قرآن نے بتایا، اے انسان تو دنیا میں کس لئے آیا یہ قرآن نے بتایا، تو نے زندگی کس طرح گزارنی ہے یہ قرآن نے بتایا، قرآن سے زیادہ جامع کتاب دنیا میں کوئی نہیں.....

کوئی جغرافیہ کی کتاب ہے

کوئی منطق کی کتاب ہے

کوئی فلسفہ کی کتاب ہے

کوئی علمِ فصاحت کی کتاب ہے

کوئی علمِ بلاغت کی کتاب ہے

کوئی علمِ تاریخ کی کتاب ہے

کوئی علمِ نحو کی کتاب ہے

کوئی علمِ صرف کی کتاب ہے

..... ایک موضوع ہے، ایک معنی ہے.....

لیکن دنیا میں ایک کتاب قرآن ہے، جس میں جغرافیہ بھی ہے، تاریخ، نحو و صرفہ علمِ عقل و تاریخ بھی ہے، تیرے آنے کا طریقہ بھی بتایا تیرے جانے کا مقصد بھی بتایا،

تیرے رونے کا مقصد بھی بتایا، تیرے مسکرانے کا مقصد بھی بتایا، تو زندگی کیسے گزارے قرآن نے بتایا، بیوی تیرے پاس ہے تو اس کے ساتھ کیا سلوک کرے قرآن نے بتایا، دو کان کیسے کرے، حکومت کیسے کرے گا، روٹی کیسے کمائے گا، کھائے گا کیسے قرآن نے بتایا، پیئے گا کیسے قرآن نے بتایا، یہ قرآن ہے!

اور اسی قرآن نے ایک لفظ بولا ہے میں اس لفظ کی طرف آپ کو لانا چاہتا ہوں۔ قرآن نے کیا کہا ان هذا القرآن یہ قرآن خود کہتا ہے ان هذا القرآن یهدی للتی هی اقوم اس قرآن نے ذلت و رسوائی میں گری ہوئی انسانیت کو اٹھا کر فرشتوں کا مخدوم بنا دیا۔

ابو جہل نبی ﷺ کا چچا ہے کوئی نہیں پوچھتا، ابوطالب نبی کریم ﷺ کا چچا ہے کوئی نہیں پوچھتا، گورے رنگ والوں کو کوئی نہیں پوچھتا، جمال والوں کو کوئی نہیں پوچھتا، دولت والوں کو کوئی نہیں پوچھتا، حسن والوں کو کوئی نہیں پوچھتا، رشتہ داروں کو کوئی نہیں پوچھتا، کس کو پوچھتا ہے، حبشہ کے کالے بلال رضی اللہ عنہ کو ہر ایک پوچھتا ہے، بلال رضی اللہ عنہ کو اونچا کس نے کیا؟ (قرآن نے کیا)۔

ابولہب اس کے معنی پر غور کر ابولہب کا نام آپ نے سنا ہے، ابولہب کا معنی کیا ہے؟ ابولہب کیوں کہتے ہیں؟ ابولہب کا لغوی معنی ہے لہب کا باپ، لہب کا معنی شعلہ مارنے والا، جس کا حسن شعلہ مارتا ہے، اس کو قرآن نے کہا:

..... تبیت یدا ابی لہب وتب.....

اور جس کا رنگ کالا ہے، اسے محمد ﷺ نے کہا کعبہ کی چھت پر چڑھ جا۔

قرآن نے کہا ان هذا القرآن یهدی للتی هی اقوم بھیڑوں کو چرانے والو قیصر و کسری تمہارے قدموں میں آئے گا، کیوں قرآن کو تم نے سینہ سے لگایا ہے:

..... ان هذا القرآن یهدی للتی هی اقوم.....

کے کی گلیوں میں چلو گے کوئی نہیں پوچھے گا، لیکن جب قرآن سینے سے لگاؤ

گے تو پھر صرف مکے کی بکریاں نہیں، قیصر و کسریٰ اور خسرو پرویز تمہارے پاؤں چائیں گے..... ان هذا القرآن یهدی للتی هی اقوم..... قرآن انسانیت کو اتنا اونچا کرتا ہے۔

خدا کون ہے قرآن نے بتایا:

ایک صحابی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں مدین کی بستی میں تھا، میں نے کلمہ نہیں پڑھا تھا۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام نہیں بنا تھا، میں گمراہ تھا، میں اسلام میں داخل نہیں تھا، میرے گاؤں کا ہر آدمی پتھر کو سجدہ کرتا تھا، میرے گاؤں کا ہر شخص اپنے ہاتھوں کی بنائی ہوئی مورتوں کو خدا کہتا تھا، اور ہم نے ایک بڑا خدا چوک میں کھڑا کیا تھا، ہم صبح اٹھتے تھے اس کو جا کر سجدہ کرتے، ایک دن ہم صبح سجدہ کرنے آئے تو ہم نے دیکھا کہ ہمارا خدا غائب ہو چکا ہے، خدا نہیں ہے، اغوا ہو گیا برائے تاوان، ہم پریشان ہو گئے!

یہ واقعہ میں آپ کو سیرت ابن ہشام سے سنا رہا ہوں، ابو محمد عبد الملک ابن ہشام نے لکھا ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کہتے ہیں خدا غائب ہو گیا ہے، دو دن تین دن ہو گئے، اشتہار لگایا اعلان کیا کہ ایک عدد خدا گم ہو گیا ہے، خدا کہاں ہے؟ تلاش کرو چھ سات دنوں کے بعد ہمیں کسی نے بتایا کہ گاؤں کے باہر کھیت میں ایک جگہ پانی لگا ہوا تھا اور وہاں خدا ڈوبا ہوا تھا، لوگ گئے خدا کو اٹھایا، صاف کیا، دھویا صاف کر کے لے آئے، پھر اسے چوک میں کھڑا کر دیا پھر اس کی دو دن پوجا کی۔ تیسرے دن پھر خدا غائب، پھر ہم نے تلاش شروع کی، چار دن پھر گزر گئے تو خدا غائب ہو گیا، نیندیں اڑ گئیں، پھر ہمیں پتہ چلا کہ ہمارے گاؤں میں جو تالاب ہے گندے پانی کا، اس میں کسی نے خدا پھینک دیا ہے، ہم نے پانی نکالا، نیچے خدا پڑا ہے، ہم نے اسے نکالا۔ نکال کر اسے دھویا، پھر چوک میں کھڑا کر دیا۔

پھر تیسرا دن ہوا پھر غائب ہو گیا، تو آدھے لوگوں کا اعتقاد ٹوٹ گیا، پھر تلاش کرنا شروع کر دیا تو پھر اس کو کسی نے ڈبویا نہیں بلکہ چار چھ دنوں کے بعد ہمارا خدا گاؤں

کے چوک میں پڑی ہوئی روڑی پر پڑا ہے، سر نیچے ہے، ٹانگیں اوپر ہیں اور ایک کتے کو دیکھا کہ وہ اس کے منہ میں ٹانگ اٹھا کر پیشاب کر رہا ہے، ابن ہشام لکھتا ہے جو اپنے آپ کو ڈوبنے سے بچا نہیں سکتا، وہ پوری انسانیت کو ڈوبنے سے کیسے بچائے گا، اولوگو! آؤ مل کر رسول اللہ ﷺ کے پاس چلتے ہیں اور سب مل کر پہنچے، ان پتھر کی مورتیوں کو چھوڑ کر ایک قرآن کو سینے سے لگایا اور قرآن پڑھا اور قرآن کی یہ آیت صادق آگئی:

.....ان هذا القرآن يهدي للتي هي اقوم.....

جب نبی ﷺ کے دامن سے وابستہ ہوئے:

ایک یہ موقع تھا کہ پتھر کی مورتیاں خدا بن گئیں تھیں، ایک یہ موقع تھا کہ پتھر کی مورتیوں کو چوکوں میں کھڑا کر کے سجدہ کیا جاتا تھا، اور پھر ایک موقع وہ آیا کہ قصر روم کو فتح کرنے کے لئے صحابہ رضی اللہ عنہم کا لشکر محمد ﷺ کے دیوانوں کا لشکر نکلتا ہے اور جس وقت یہ قادسیہ کے مقام پر پہنچتا ہے وہاں دشمن کی فوج کا ایک سپہ سالار صحابہ رضی اللہ عنہم کے پاس آیا اور آ کر کہنے لگا کہ اے صحابیو! یہ زہر کی شیشی ہے اگر یہ زہر کی شیشی تم پی لو اور بیچ جاؤ ہم تمہارے نبی کا کلمہ پڑھ لیں گے، اگر تم زہر نہیں پیتے ہو تو ہم پی کر مر جاتے ہیں۔

ایڈورڈ گبن ایک انگریز مؤرخ کہتا ہے کہ اسی وقت سپہ سالار نے بسم اللہ لا یضر مع اسمہ شنی فی الارض ولا فی السماء پیغمبر کی حدیث پڑھی اور سارا زہر منہ میں ڈال لیا۔ صحابی رضی اللہ عنہ کو کچھ نہ ہوا، بوڑھا بے ہوش ہو گیا، ہوش میں آیا، کہنے لگا میں اس لئے پریشان ہوں کہ تم نے اس زہر کی شیشی پر دم پڑھ لیا تھا، اس لئے تم اس سے مرے نہیں ہو، لیکن اس سپہ سالار نے کہا اے بتوں کو پوجنے والے تجھے تیرے خداؤں نے سکھایا ہے کہ زہر مارتا ہے، مجھے میرے مصطفیٰ ﷺ نے سکھایا ہے کہ جب تک خدا نہ مارے دنیا کی کوئی طاقت مار نہیں سکتی۔

ایک طرف پتھر کی مورت ہے اس سے ڈرایا جاتا ہے، پتھر کی مورت ہے اس سے خوف کھایا جاتا ہے، پتھر کی مورت ہے اسے معبود سمجھا جاتا ہے، جب یہی پتھر کی مورت کو خدا کہنے والا طبقہ قرآن سینے سے لگا کر یہ تسلیم کرتا ہے کہ لا تسجد وللشمس ولا للقمر جب اس اعلان کو اس گفتگو کو اس پروگرام کو اس ماٹوکو سینے سے لگاتا ہے، تو پھر قیصر و کسریٰ کے دربار میں کھڑا ہو کر کہتا ہے کہ اے قیصر روم میں وہ قوم لایا ہوں جو موت سے ایسے محبت کرتی ہے جیسے تم شراب سے محبت کرتے ہو ان هذا القرآن یهدی للتی هی اقوم محمد مصطفیٰ ﷺ نے سلمان رضی اللہ عنہ کو فارس سے بلا کر، خالد رضی اللہ عنہ کو صنعاء سے بلا کر، صہیب رضی اللہ عنہ کو روم سے بلا کر، معاذ ابن جبل رضی اللہ عنہ کو یمین سے بلا کر، پوری دنیا کا والی کیسے بنایا، پوری دنیا کا آقا کیسے بنایا، پوری دنیا کا سردار کیسے بنایا؟

خود نہ تھے جو راہ پر اوروں کے ہادی بن گئے
کیا نظر تھی جس نے مردوں کو مسیحا کر دیا

یہ قرآن بتاتا ہے ان هذا القرآن یهدی للتی هی اقوم قرآن کو سینے سے لگانے والوں نے زمین کی پستی سے اٹھ کر عرش اور فرش کو مسخر کیا، وہ بھی ایک وقت تھا کہ ایک بات پر تین سو برس لڑائی ہوتی تھی، ہماری زمین کو پانی نہیں لگا اس پر تین سو برس لڑائی ہوئی۔

لیکن پھر ایک وہ بھی وقت آیا، حضرت طلحہ انصاری رضی اللہ عنہ کا واقعہ سنا ہوگا، دشمن کہتا ہے کہ ایک وہ بھی وقت آیا کہ جب حضرت طلحہ انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر میں مہمان آیا اس کے گھر میں کھانے کو کچھ نہ تھا، اس نے بیوی سے کہا کہ دو روٹیاں ہیں، جب میں کھانا شروع کروں تو دیا بجھا دینا، تاکہ میرا مہمان پیٹ بھر کر کھانا کھائے تین سو برس تک لڑائی کرنے والے بیوی کو کہتے ہیں، دیا بند کر دینا، تاکہ مہمان پیٹ بھر کر کھانا کھائے، کیوں کہتا ہے، اس لئے کہ ان هذا القرآن یهدی للتی هی اقوم اقوم عربی کا لفظ ہے، اقوم کا معنی مضبوط کرنا، اقوم کا معنی بلند کرنا، اقوم کا معنی سردار بنانا، اقوم کا

معنی آقا بنانا، اقوام کا معنی بڑا بنانا۔

نفع کا سودا:

میرے بھائیو! اسلام نے بڑا بنایا ہے، قرآن نے بڑا بنایا ہے اور پھر وہ احساس دیا کہ حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ ایک صحابی ہیں، انہوں نے شام کے ملک میں ایک محل بنایا، جس محل پر ساٹھ لاکھ درہم خرچ ہوئے، مولانا عبدالسلام ندوی لکھتے ہیں ساٹھ لاکھ درہم اس وقت کے ساٹھ لاکھ درہم یعنی پاکستان کا تین کروڑ سے زیادہ روپیہ ایک محل پر خرچ ہوا۔

یہ ان صحابہ رضی اللہ عنہم کی بات ہے کہ جن کا مخالف آج یہ کہتا ہے کہ یہ بھوکے ننگے تھے، ان کے پاس کچھ نہیں تھا، تین کروڑ خرچ ہوا، جائز اور حلال کی دولت ہے، آپ مکان اعلیٰ سے اعلیٰ بنوا سکتے ہو، اس کی اجازت ہے، دیکھئے ساٹھ لاکھ درہم خرچ کر کے دو سال گزر گئے، اس کی قیمت بڑھ گئی، اتنی لاکھ درہم ہو گئی، حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں یہ مکان بیچنا چاہتا ہوں، کتنے میں بیچو گے؟ لوگوں نے پوچھا، اس نے کہا اتنی لاکھ درہم میں، میں نے بعد میں کچھ پیسے خرچ کئے، مالیت اتنی لاکھ ہے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ تشریف لائے، انہوں نے ساٹھ لاکھ درہم میں وہ محل خرید لیا، اسی لاکھ درہم کا محل ساٹھ لاکھ درہم میں خرید لیا تو حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کے پاس قطاریں کی قطاریں لوگوں کی لگ گئیں، جو افسوس کرنے آتی تھیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے تجھے لوٹ لیا اتنی لاکھ کا مکان ساٹھ لاکھ میں لے لیا، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نفع میں رہا، تم خسارے میں رہے، میں حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ جیسے صحابہ رضی اللہ عنہم کے قدموں پر قربان جاؤں، جو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے حقیقی بھتیجے تھے، پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے رشتہ دار تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شعب ابی طالب میں نظر بند تھے تو تین سال تک یہ کھانا پہنچایا کرتے تھے، اور یہ حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ بھی کعبے میں پیدا ہوا تھا اگر کعبہ کی پیدائش خلیفہ

اول کی دلیل ہے، تو حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ پہلا خلیفہ کیوں نہیں، مسجد میں شہید ہوئے ہماری کتابوں میں موجود ہے، کعبہ میں پیدا ہونا یہ عظمت کی دلیل نہیں، یہ اتفاقی واقعہ ہے۔ اگر کعبہ میں پیدا ہونا عظمت کی دلیل ہے، تو خدا اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی کعبہ میں پیدا کرتا اور یہ پیدائش جو ہوئی، یہ کب ہوئی، جب خانہ کعبہ میں ۳۶۰ بت رکھے ہوئے تھے، حضرت علی رضی اللہ عنہ کی والدہ کسی کام کی غرض سے گئیں بچہ پیدا ہو گیا، میں اس سے اتفاقی واقعہ کہتا ہوں اگر یہ عبادت ہوتا تو پھر یہ حکم ہوتا اسلام میں کہ جب عورتوں کے ہاں بچہ پیدا ہونے لگے تو وہ مسجدوں میں آ جایا کریں۔

خانہ کعبہ عبادت خانہ تھا ولادت خانہ نہیں تھا،

خانہ کعبہ عبادت کی جگہ تھی کوئی زچہ سنٹر نہیں تھا،

خانہ کعبہ عبادت کی جگہ تھی کوئی میسٹری ہوم نہیں تھا،

خانہ کعبہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے پیدائش کا لمحہ کتنا ہوتا ہے، گھنٹہ، دو گھنٹے، پیدائش کے بعد ان کی والدہ گھر لے آئی، تو گھنٹہ دو گھنٹے کے لئے کعبہ میں جس کی پیدائش ہوئی اس کی توفضیلت ہے تو جو چودہ سو سال سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہو، اس کی کوئی فضیلت نہیں، تم کعبہ کی بات کرتے ہو۔ میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کرتا ہوں۔

عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم

میرے مرشد، میرے بزرگ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ کعبہ سے زیادہ فضیلت اس جگہ کی ہے جس جگہ پر آج بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم موجود ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم جس جگہ پر ہیں روضہ اقدس، اس روضہ کا مقام خانہ کعبہ سے بلند ہے، کیوں بلند ہے یہ بھی میں آپ کو ایک موتی دینا چاہتا ہوں۔

کعبہ سے زیادہ اس جگہ کی فضیلت کیوں ہے جس جگہ پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اس لئے کہ خانہ کعبہ میں خدا رہتا نہیں ہے، یہ کہنا کہ خدا کعبہ میں رہتا ہے، یہ کہنا کفر ہے، کیوں، رہتا وہ ہے جو محدود ہو کسی جگہ پر، خدا لا محدود ہے، اس لئے اسے یہ کہنا کہ وہ رہتا

ہے یہ غلط ہے، کعبہ کی فضیلت کیوں ہے اس لئے کہ اس پر خدا کی تجلی ہے، خدا کی تجلی کعبہ پر اس لئے اس کا مرتبہ بلند اور کعبہ سے بھی زیادہ تجلی اس جگہ پر جہاں آمنہ کا لال ہے، جہاں رسول اللہ ﷺ موجود ہیں، وہاں اللہ کی تجلی کعبہ سے بھی زیادہ ہے۔

مولانا قاسم نانوتوی رحمہ اللہ نے آپ حیات میں کتنی خوبصورت بات لکھی کسی نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کی روح کو قبض کیا، قبض کر کے اعلیٰ علیین میں لے گئے اور بعد میں لوٹا دیا، نبی ﷺ کے جسم میں روح آگئی۔ حضرت نانوتوی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نبی ﷺ کی روح کو قبض کر کے عرش پر لے گیا اور لوٹا دیا کیوں؟ اس لئے کہ عرش پہ کوئی ایسی جگہ نہیں تھی جو نبی ﷺ کی روح کے لائق ہو اور نبی ﷺ کی روح کے لائق وہی جگہ تھی، جہاں نبی ﷺ کا جسم تھا، وہی نبی ﷺ کی روح کے لائق تھا، چنانچہ روح کو قبض کرنے کے بعد اسی جگہ لوٹا دیا، اسی لئے کہتے ہیں..... الا نبیاء احياء فی قبورہم یصلون۔

اسی لئے کہتے ہیں کہ نبی ﷺ کے جسم میں نبی ﷺ کی روح کیوں، اس لئے کہ خدا کی تجلی کعبہ سے بھی زیادہ پیغمبر کے وجود پر ہے نبی ﷺ کے جسد اطہر پہ ہے، نبی ﷺ کے روضہ اقدس پر ہے۔ پیغمبر ﷺ کے وجود پر ہے، جہاں نبی ﷺ موجود ہے، وہاں کعبہ سے بھی زیادہ خدا کی تجلی ہے، تو جہاں کعبہ سے زیادہ خدا کی تجلی ہو، میرا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تو وہ ہیں، میرا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ بھی وہ ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی کعبہ میں پیدائش ہونے کا واقعہ تو دو گھنٹے کا ہے اور آج تک صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ساتھ ہے، یہ تو لامحدود ساعتیں ہیں۔

میں نے بڑے آسان لفظوں میں سمجھایا، حالانکہ یہ میڈی عربی کی ایک کتاب ہے جو مدرسوں میں پڑھائی جاتی ہے، اسے کہتے ہیں فلسفہ کی کتاب، جو آدمی سمجھ جائے کوئی دنیا کا گریجوایٹ اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ چاہے جتنی مرضی جدید سائنس پڑھا ہو، جس نے میڈن پڑھ لی ہے۔

آپ کو ایک بات سنا تا ہوں کہ مولانا حق نواز جھنگوی شہید رحمہ اللہ اور میں جب

کبیر والہ میں پڑھتے تھے، جب ہماری ملاقات ہوئی مولانا کے ساتھ، تو اس سال مولانا میبڈی پڑھتے تھے، یہ فلسفہ کی کتاب ہے، تو میں نے مولانا کو از میبڈی سے پوچھا کہ مولوی صاحب یہ آپ کو کسی کتاب پڑھتے ہیں، تو انہوں نے کہا یہ فلسفہ کی کتاب ہے، میں نے کہا کہ اسلام میں کونسا فلسفہ، مجھے پتہ نہیں تھا طالب علمی میں، انہوں نے کہا کہ یہ جو کتاب ہے نامیبڈی یہ پڑھتا ہوں۔ میں نے کہا فلسفہ کا کیا معنی ہے؟ انہوں نے کہا اس کا کیا معنی یہ انگوٹھی نہیں ہے، نہیں ہے، میں حیران ہو گیا میں نے کہا کہ اس کا کیا معنی تو مولانا نے کہا اس کا معنی ہے کہ انگوٹھی ہے، اس کا معنی کیا ہے کہ انگوٹھی ہے، کیوں؟ اس لئے کہ یہ انگوٹھی نہیں ہے، یہ جو لفظ ہے کہ نہیں ہے، یہ انگوٹھی نہیں ہے، اس کا معنی یہ ہے کہ انگوٹھی ہے۔

اس کو اسلام کا فلسفہ کہتے ہیں تو اس کے بعد میبڈی ہم نے بھی پڑھی اور میبڈی کے بعد ایک رسالہ ملا جلال یہ علماء کرام کو پتہ ہے، ملا جلال رسالہ قطبیہ یہ منطق اور فلسفہ کی ایسی گہری کتابیں ہیں کہ جو عالم ان کتابوں کو سمجھ کر پڑھے گا، پوری دنیا میں کہیں مات نہیں کھائے گا۔ یہ بات یاد رکھیں اور مولانا مفتی محمود رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ یہ کتابیں مجھے زبانی یاد ہیں۔

شامی فقہ کی کتاب ہے، بائیس جلدوں میں ہے، اور یہ سب سے بڑی فقہ کی کتاب قرونِ آخری کی۔ قرونِ اول کی تو حدایہ ہے جس کی اسی جلدوں میں سے بعد میں چار جلدیں رہ گئیں، تو یہ شامی مفتی محمود صاحب رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ اس شامی کی پوری جلدوں کو میں نے چالیس مرتبہ پڑھا ہے، اسی لئے مفتی محمود رحمہ اللہ کو فقیہ امت کہتے تھے۔

آپ نے دیکھا کہ کسی ٹیبل ٹاک میں مفتی محمود رحمہ اللہ نے شکست نہیں کھائی تھی، چاہے ذوالفقار علی بھٹو ہو، چاہے کوئی اور ہو یہ اس فلسفہ اور منطق کی برکت ہے جو انسان کو گہرائی سکھاتا ہے، گرائی اور گہرائی یہ دونوں علیحدہ چیزیں ہیں ایک ہوتا ہے گرائی اور ایک گہرائی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا روضہ جنت ہے:

ایک اور بات میں آپ سے کہتا ہوں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں، اور ابو بکر رضی اللہ عنہ جنت میں ہیں اور جنت میں مردے نہیں ہوتے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرا روضہ جنت ہے، تو جنت میں زندہ ہونگے یا مردہ ہونگے؟ (زندہ ہونگے) جب زندہ ہونگے تو مانو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں۔

عجیب خیرات:

تو میں کیا کہنا چاہتا تھا:

..... ان هذا القرآن يهدي للتي هي اقوم

قرآن مجید انسانیت کو بلند کرتا ہے، انسانیت کو اعلیٰ مقام دیتا ہے، حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے لوگ افسوس کے لئے آئے، بابا حکیم رضی اللہ عنہ، معاویہ رضی اللہ عنہ نے تجھے لوٹ لیا، ساٹھ لاکھ دہم دے کر اتنی لاکھ کا مکان لے گیا، معاویہ رضی اللہ عنہ نفع میں رہا، تو حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ واپس آئے اور ساٹھ لاکھ کی پوری رقم پورے شہر کے فقیروں میں بانٹ کر کہا کہ اب بتاؤ کون نفع میں رہا، تم کہتے ہو معاویہ رضی اللہ عنہ نفع میں رہا؟

غرباء کی خدمت کا صلہ:

یہ بغداد ہے میں بغداد کی بات سنانا چاہتا ہوں، سلیمان ابن ربیع ایک بہت بڑے تاجر تھے، اللہ تعالیٰ کے ولی تھے، ڈیڑھ سو آدمیوں کو لیکر حج کرنے کی نیت سے اپنی بستی سے نکلے، ایک دن کی مسافت پر بغداد آ گیا، تو قافلہ والوں نے کہا کہ سامان تو حج کا خرید لیں، سواریاں، کپڑے اور کھانے پینے کا سامان بغداد سے خریدنا ہے، تو خرچہ کتنا ہے ۶ ہزار درہم، خرچہ ہے، سارے حج کا چار مہینے کا تو سلیمان ابن ربیع سب سے بڑے تھے، اور سردار تھے قافلہ کے، وہ کہنے لگے کہ میں ایک دوست سے ملکر آتا ہوں، لوگ اپنی اپنی ضروریات کے لئے شہر میں چلے گئے۔

سلیمان ابن ربیع ایک دوست کے پاس جا رہے ہیں، تو بغداد کی ایک گلی میں کیا دیکھا کہ ایک کونے کے اندر ایک جانور مرا ہوا ہے اور اس جانور کو کوئے نوچ رہے ہیں اور ایک عورت نے منہ پر کپڑا ڈالا ہوا ہے، خاموشی سے آئی اور آکر اس نے اس مرے ہوئے جانور کے جسم سے گوشت کا ٹنا شروع کر دیا، گوشت کت رہا ہے، ایک بڑے برتن میں گوشت ڈالا سر پر رکھا اور وہ عورت چل پڑی۔

سلیمان ابن ربیع کہتے ہیں کہ مجھے حج بھول گیا، میں نے کہا یہ عورت مردار جانور کا گوشت لے جا رہی ہے، کہتے ہیں کہ میں نے اپنے دوست کے پاس جانے کا ارادہ ترک کر دیا، میں اس عورت کے پیچھے چل پڑا۔

یہ واقعہ کہاں ہے، یہ حافظ عماد الدین ابن کثیر کی کتاب میں ہے، عربی کی کتاب ہے جامع حکایات اور سچے واقعات پر مشتمل پورے دنیائے عرب میں کوئی کتاب نہیں، المستشرق، یہ میں نے مدینہ منورہ کی لائبریری میں دیکھی تھی کئی سال پہلے کی بات ہے، تو سلیمان ابن ربیع کہتے ہیں کہ میں اس عورت کے پیچھے چلا، شہر ختم ہو گیا، عورت جا رہی ہے، جنگل میں ایک مکان ہے اس کے اوپر چھت نہیں، چار دیواری ہے الماریاں لگی ہوئی ہیں، عورت اس میں داخل ہو گئی، میں آہستہ آہستہ اس کے پیچھے گیا، میں نے الماریوں سے جھانکا تو میں نے دیکھا کہ وہ عورت اس گوشت کو کاٹ کر ایک برتن میں ڈال کر چولہا جلا کر اس کے اوپر رکھ رہی ہے، کہنے لگے مجھ سے رہا نہ گیا، میں نے کہا کہ بہن تجھے شرم نہیں آتی تو نے مردہ جانور کا گوشت پکا نا شروع کر دیا، تو وہ عورت کہتی ہے کہ بھائی شرم مجھے نہیں آتی یا شرم تجھے نہیں آتی؟

سلیمان کہتے ہیں میں نے کہا کہ میرا کیا قصور ہے؟ تو عورت کی چیخ نکل گئی اور رو کر کہنے لگے میری چار یتیم بچیاں ہیں، میں سید زادی ہوں، خاندان نبوت کی چشم و چراغ ہوں، آج کئی مہینے ہو گئے ہیں، کوئی آدمی پر سان حال نہیں ملا اور ہمارے گھر میں دس دن سے کچھ نہیں پکا، میری چار جوان بیٹیاں بیٹھی ہیں، اور انہوں نے رو رو کر کہا کہ کھانے کے لئے کچھ لاؤ تو میرے پاس کچھ نہ تھا، تو میں نے کسی کے سامنے ہاتھ

پھیلانے کی بجائے میں نے کہا کہ آج بازار سے جو کچھ ملا لے آؤں گی، چنانچہ وہ مردار جانور کا گوشت ملا وہ لے آئی ہوں، شرم مجھے نہیں آتی یا شرم تجھے نہیں آتی۔ میں تو مجبور اور لاغر ہوں چونکہ رسول اللہ ﷺ کے خاندان سے میرا تعلق ہے، اس لئے میں نے مناسب نہیں سمجھا کہ کسی غیر مرد کے سامنے ہاتھ پھیلاؤں۔

سلیمان ابن ربیع رو پڑے، زار و قطار روئے، کہنے لگے بہن ٹھہر جا ابھی آتا ہوں، شہر چلے قافلے والوں سے کہا میرے حج کا سارا خرچہ دے دو، حج کا سارا خرچہ لیا اور اس سے آٹا خریدا، سامان خریدا، جانور خریدا، کپڑے خریدے، کچھ پیسے اپنے پاس رکھے کہ میں آہستہ آہستہ دوں گا، قافلے کے اندران کا بھائی بھی تھا اس نے کہا سلیمان حج کے موقعے روز روز نہیں ملتے، حج پر جاؤ یہ تھوڑے سے پیسے اگر کہیں خرچ کرنے ہیں تو دے دو، ان کو نہیں پتہ تھا کہ واقعہ کیا پیش آیا ہے۔

سلیمان نے کہا میں حج پر نہیں جاسکتا، ایک سواری پر آٹا لادنا، سامان دیا، وہ خوش ہو گئی، بچیاں خوش ہو گئیں، واپس آئے، دل میں خیال آیا کہ قافلہ تو چلا گیا ہے، تین مہینے کے بعد واپس آئے گا، میں ابھی اگر واپس جاتا ہوں تو لوگ مذاق کریں گے کہ توج کر کے کیوں نہیں آیا میں تین مہینے تک یہیں قیام کرتا ہوں قافلہ واپس آئے گا اسی جگہ سے ان کے ساتھ واپس چلا جاؤں گا۔

تین مہینے گزر گئے، تین مہینے تک سلیمان اس عورت اور ان بچیوں کی کفالت کرتا رہا، اسے سامان دیتا رہا، پیسے ختم ہو گئے، تو مزدوری کر کے انہیں سامان پہنچاتا رہا، جس وقت چار مہینے ہوئے حج سے لوگ واپس آئے تو سلیمان ابن ربیع حج کے قافلہ کے لوگوں سے ملنے لگے، ملاقات کرنے لگے کہ تمہیں مبارک ہو حج کی، تو قافلے کا امیر کہنے لگا، سالار کہنے لگا، حج کی مبارک کیوں دیتے ہو تم بھی تو ہمارے ساتھ تھے، تم نے بھی تو ہمارے ساتھ حج کیا تھا، تم بھی میرے ساتھ تھے، اس نے کہا میں تو گیا ہی نہیں ہوں، اس نے کہا کیوں نہیں گئے، اس امیر نے سب لوگوں کو بلایا کہا، او لوگو! ہاؤ.....

جب ہم کعبہ کا طواف کرتے تھے کیا سلیمان ساتھ نہیں تھا؟
 جب ہم رسول اللہ ﷺ کے روضے پر تھے کیا سلیمان ساتھ نہیں تھا؟
 جس وقت ہم فاران کی چوٹی پر چڑھے کیا سلیمان ساتھ نہیں تھا؟
 جس وقت صفامروہ میں دوڑ لگائی سلیمان ساتھ نہیں تھا؟

سلیمان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہیں کہ میں تین مہینے سے یہاں بیٹھا ہوں، اسی حالت میں نیند آگئی، خواب میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت ہوئی، پیغمبر ﷺ نے فرمایا کہ سلیمان! جب تو نے میرے خاندان کی بچیوں پہ ترس کھایا اور تو نے حج کا سارا خرچ اس بیوہ عورت اور ان یتیم بیٹیوں کے لئے دے دیا، تو اللہ تعالیٰ کی رحمت کو جوش آیا، اس نے ایک فرشتہ تیری شکل کا اس قافلے کے ساتھ ملا دیا، جس نے تیری طرف سے حج کیا، تیری طرف سے سلام پڑھا، اور سلیمان وہ فرشتہ تیری طرف سے قیامت تک حج کرتا رہے گا۔
 سلیمان کو یہ سبق کس نے دیا:

..... ان هذا القرآن يهدي للتي هي اقوم

یہ انسانیت ہے، لاؤ عیسائیو، یہودیو، کیمونسٹو، سکھو، دہریو، آؤ آؤ میرے محمد ﷺ کے دین کا مقابلہ کرو، انسانیت کا مقابلہ کرو، میرے پیغمبر ﷺ کی شریعت کا مقابلہ کرو، آؤ میرے پیغمبر ﷺ کی شریعت نے

قیموں کا آسرا بن کر

بیواؤں کا آسرا بن کر

بے سہاروں کا آسرا بن کر

..... انسانیت کا سر بلند کیا

یہ کیوں کیا، اس لئے کہ پیغمبر ﷺ کے ماننے والوں نے سب کچھ پیغمبر ﷺ کے دین پہ لٹا دیا۔ اسی لئے تو قرآن نے کہا:
 ان هذا القرآن يهدي للتي هي اقوم

انسانیت کو پستی سے اٹھایا، باندی پہ بٹھا دیا۔

حضور ﷺ کی دعائیں:

حضور ﷺ جمعہ میں خطبہ دے رہے ہیں ایک آدمی بھاگا ہوا، آیا مسجد کے دروازے پر کھڑا ہو گیا، کہنے لگا یا رسول اللہ ﷺ! لف گئے، مر گئے، تباہ ہو گئے، کچھ باقی نہیں رہا، حضور ﷺ نے خطبہ روک دیا، پوچھا کیا ہوا؟
کہنے لگا، یا رسول اللہ ﷺ! بارش نہیں ہوئی، فصلیں خشک ہو گئیں، جانور بھوکے مر گئے، اے اللہ کے رسول ﷺ ہاتھ اٹھائیں دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ بارش دے، نبی ﷺ نے ہاتھ اٹھائے۔

اللھم امطر علینا مطر السماء

اے اللہ! رحمت کی بارش نازل کر۔

رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ نیچے نہیں گئے کہ بارش شروع ہو گئی، وہ خوش ہوا اور واپس چلا گیا، آٹھ دن گزر گئے، آٹھ دن کے بعد پھر جمعہ آیا، حضور اکرم ﷺ خطبہ دے رہے ہیں پھر آ کر کھڑا ہو گیا، کہنے لگا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! مر گئے، تباہ ہو گئے، کہنے لگا کہ یا رسول اللہ ﷺ! اتنا پانی کہ فصلیں بھیگ گئیں، جانور ڈوب گئے، دعا کریں اللہ تعالیٰ بارش روک دے۔

نبوت نے ہاتھ اٹھائے، اے اللہ!

امسک علینا مطر السماء۔

بارش کو روک دے، ہاتھ نبوت نے منہ پر لگائے، بارش رک گئی۔

بڑی خوبصورت بات کہی ایک شاعر نے شاعر کون ہے؟ مولانا

محمود الحسن رحمہ اللہ

شیخ الہند مولانا محمود الحسن رحمہ اللہ نے جنت کو خطاب کیا ہے، جنت کو خطاب

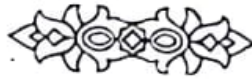
کے شیخ الہند نے کہا:

اے جنت تجھ میں حور و قصور رہتے ہیں
میں نے مانا ضرور رہتے ہیں
میرے دل کا طواف کر اے جنت
کہ میرے دل میں حضور ﷺ رہتے ہیں
یہ نبی اکرم ﷺ کی شان ہے، آج رحمت کی رات ہے، بات رحمت کی ہونی

چاہئے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں دین اسلام کو سمجھنے اور اس پر دل و جان
سے عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمیں کامل مسلمان بنائے۔ (آمین)

وَآخِرُ دَعْوَانَا اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝



آمد رمضان المبارک

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ
عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ

(پارہ ۲، سورۃ البقرۃ، آیت ۱۸۳)

صَلَّى
الْحَقِّ
الْحَقِّ

ترجمہ:

”اے ایمان والو فرض کیا گیا تم پر روزہ جیسے فرض کیا گیا تھا تم سے
اگلوں پر تاکہ تم پر ہیز گار ہو جاؤ۔“

تمہید:

قابل صدا احترام بزرگو اور دوستو! رمضان المبارک کا مہینہ ایک دودن میں
شروع ہو رہا ہے اور یہ بڑا رحمتوں اور برکتوں والا مہینہ ہے، اور آپ کو معلوم ہے کہ اس
مہینے کی فضیلت اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بیان فرمائی ہے اور حضور ﷺ نے حدیث
میں بھی بیان فرمائی ہے۔

اور بڑے ہی خوش نصیب ہیں وہ لوگ جن کو رمضان المبارک کا مہینہ ملتا ہے، اور اس مہینے میں وہ اللہ تعالیٰ کو راضی کرتے ہیں، یہ خوش نصیبی کی بات ہے، ورنہ کوئی علم نہیں پچھلے سال کتنے لوگ اس وقت یہاں تھے اور آج ان کا نام و نشان نہیں ہے، بات ہی ختم ہو گئی اور آئندہ سال پتہ نہیں ہم میں کون ہو گا یا نہیں۔
رمضان سے قبل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خطبہ:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شعبان کے آخری ایام میں خطبہ دیا، میں چاہتا ہوں کہ آج وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خطبہ آپ کو سناؤں کہ آج شعبان کے آخری ایام ہیں اور جو خطبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو، دیا میں وہ خطبہ آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا.....
 یا ایہا الناس..... اے لوگو..... قد اظلمکم شہر عظیم..... تمہارے اوپر ایک رمتوں والا مہینہ سایہ کر رہا ہے اور اس مہینے میں نفل فرضوں کے برابر ہو جائیں گے اور ایک فرض کا درجہ ستر فرضوں کے برابر ہو جائے گا۔

وہو شہر الصبر..... یہ صبر کا مہینہ ہے، یہ بدلہ کا مہینہ ہے، یہ رحمت کا مہینہ ہے، یہ برکت کا مہینہ ہے، یہ عظمت کا مہینہ ہے۔ (رواہ بیہقی فی شعب الایمان)
 اولوگو..... اس مہینے کی تیاری کرو، اس مہینے کی تیاری کیا ہے کہ اپنے اوقات کو بدلو، اپنے وقت کو بدلو، اس مہینے میں ایک نیکی کا ثواب ستر نیکیوں کے برابر ہوگا۔

روزے کا بدلہ اللہ تعالیٰ خود دیں گے:

اے دنیا کے لوگو..... اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہر چیز کا بدلہ میں نے مقرر کر دیا ہے، فرشتوں کو کہہ دیا ہے کہ تم فلاں نیکی کا بدلہ دو گے، لیکن یہ ایسا برکتوں والا مہینہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ..... الصوم لی وانا اجزی بہ..... یہ روزہ میرے لئے ہے اور میں خدا خود اس کا بدلہ عطا کروں گا۔

(ترمذی، کتاب الصوم باب ماجاء فی فصل الصوم حدیث نمبر ۷۶۳)

یہ بڑی عظمت کی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں روزہ کا بدلہ خود دوں

گا اور ہر چیز میں دکھلاوا ہو سکتا ہے۔

نماز میں دکھلاوا

حج میں دکھلاوا

زکوٰۃ میں دکھلاوا

روزہ میں دکھلاوا

لیکن روزے میں کیا دکھلاوا ہے کہ آدمی بھوکا ہے، اگر اس نے نہ کھایا ہے، نہ پیا ہے تو اس میں دکھلاوا کیا ہوگا؟ اس کا معاملہ تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کی قربانی:

رمضان المبارک میں جنگ بدر ہوئی، سخت گرمی کا موسم تھا، لیکن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم روزہ رکھ کر اللہ تعالیٰ کے راستے میں جنگ لڑتے تھے، روزہ رکھ کر تلواریں چلاتے تھے، روزہ رکھ کر دن کے وقت لڑتے اور رات کا وقت عبادت میں گزارتے تھے۔

افطاری کا اجر و ثواب:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے لوگو! اس مہینے میں جو آدمی کسی کی افطاری کرائے گا، اس کو اس روزے دار کے برابر ثواب ملے گا اور جس نے روزہ رکھا اس کے ثواب میں سے بھی کچھ کم نہیں کیا جائے گا، جتنا ثواب اس کا ہے اتنا ہی اس کا ہے۔

ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہمارے پاس تو اتنی گنجائش نہیں کہ ہم لوگوں کو افطاریاں کرائیں، غریب لوگ ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ افطاری کرانے کیلئے ضروری نہیں کہ آپ کھانا کھلائیں، اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! کیا کھلائیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک لسی کا گھونٹ پلا دے تو اس روزے کے برابر ثواب، یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے، ایک لسی کا گھونٹ پلا دے، آسانی فرمادی، یا کھجور کا ایک دانہ دے کر افطاری کراؤ گے تو جتنا ثواب روزہ رکھنے والے کو ملے گا، اتنا ہی ثواب تمہیں ملے گا، رحمت کتنی ہے؟

رمضان کے تین عشرے:

حضور ﷺ فرماتے ہیں، لوگو، رمضان کے مہینہ کے تین حصے ہیں، پہلا عشرہ رحمت کا عشرہ ہے کہ اللہ تعالیٰ رحمت کو عام کر رہے ہیں اور دوسرا عشرہ مغفرت کا ہے اور تیسرا عشرہ نجات کا ہے، نجات ہی نجات ہے۔ اس مہینے میں شیطان قید کر دیئے جاتے ہیں، اس میں شیاطین کو زنجیریں لگا دی جاتی ہیں۔

جنت کے دروازے گناہگار امت کیلئے کھول دیئے جاتے ہیں، جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں، یہ میرے نبی کا خطبہ ہے جو آپ ﷺ نے شعبان کے آخر میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دیا۔ تو اس مہینے میں مجھے اور آپ کو کیا کرنا ہے؟ چپ کر جانا ہے، خاموشی اختیار کرنی ہے، یا اس کیلئے ہم نے کوئی تیاری کرنی ہے۔

(نبیہی شعب الایمان)

رمضان کے دو اعمال:

رمضان المبارک میں دو چیزیں ہیں، ایک ہے روزہ رکھنا اور ایک ہے تراویح پڑھنی، کئی لوگ ایسے ہیں کہ جو روزہ رکھتے ہیں اور تراویح نہیں پڑھتے، کئی ہیں کہ جو نماز نہیں پڑھتے، روزہ رکھتے ہیں، یہ بڑی بری بات ہے، یہ بھی کوئی بات ہے کہ ایک آدمی کو میں کہوں کہ یہ ایک بوری ہے تو یہاں بیچے گا تو دس روپے نفع ہوگا، اگر یہی بوری فیصل آباد بیچے گا تو بیس روپے نفع ہوگا، تو وہ بوری اٹھا کر فیصل آباد لے جائے گا، بس پر رکھے گا اور خرچہ برداشت کرے گا، دس روپے کے بدلہ میں سارا دن لگائے گا مجھے دس روپے نفع زیادہ مل جائے گا۔

ثواب ستر گنا بڑھ گیا:

تو حضور ﷺ نے فرماتے ہیں کہ رمضان سے پہلے تو نفل پڑھے گا، تو ایک نفل کا ثواب، رمضان میں نفل پڑھے گا تو ستر کا ثواب، رمضان سے پہلے ایک روزہ رکھے گا

تو ایک کا ثواب، لیکن رمضان کے ایک روزے کا ثواب ستر کے برابر نہیں، حدیث میں آتا ہے کہ رمضان کا روزہ رکھنا اتنا بڑا ثواب رکھتا ہے کہ ساری زندگی روزے رکھو تو رمضان کے ایک روزے کا ثواب نہیں مل سکتا، کتنی بڑی برکت ہے اور ہم لوگ غفلت میں پڑے ہیں، روزے کا کوئی پتہ نہیں، رمضان کا کوئی پتہ نہیں، تراویح کا کوئی پتہ نہیں، کوئی احساس نہیں۔

میں بیمار ہوں، جب دوکان پر بیٹھا ہے تو اس وقت بیماری یاد نہیں آتی، پیسے کماتا ہے تو بیماری یاد نہیں آتی، بازار میں پھرتا ہے تو بیماری یاد نہیں آتی، روزے کی بات آئے تو کہتا ہے کہ میں بیمار ہوں، مجھے شوگر ہے، تجھے شوگر ہوگئی ہے، تجھے پیسے بٹورنے کیلئے شوگر نہیں ہے، تجھے سونا چاندی جمع کرنے کیلئے شوگر کوئی نہیں، تجھے پیسے لوٹنے کیلئے شوگر کوئی نہیں، بازار میں پھرنے کیلئے شوگر کوئی نہیں، اور تم سے کوئی کہے کہ تم اتنا منافع لے لو، تم نے میرے پاس آنا ہے، دھوپ میں چل کر گاؤں میں تو جائے گا منافع کیلئے، اس وقت شوگر نہیں ہوتی، لیکن روزے کے وقت تجھے شوگر آگئی ہے، کچھ خیال تو کر، اللہ تعالیٰ سے ڈر۔

ابن فیصل کی افطاری:

حضور ﷺ نے فرمایا، یہ رحمت کا مہینہ ہے اور اس مہینے میں خیرات کا ثواب بڑا ملتا ہے، سخاوت کا ثواب بڑا ملتا ہے۔ میں کئی سال پہلے مدینہ منورہ گیا، تو میں نے مکہ مکرمہ میں، ایک شہزادہ ہے شاہ فیصل کا لڑکا، امیر عبداللہ فیصل، اب تو بوڑھا ہو گیا ہے، اس کے دسترخوان پر بیٹھا، رمضان کا مہینہ ہے، تو جب افطاری کا وقت آیا، تو اس کا جو دسترخوان تھا، اس پر تقریباً دو تین سو آدمی تھے۔ دسترخوان پر بیٹھے افطاری کیلئے، اس نے کسی چیز کا انتظام نہیں کیا۔ زمزم کا پانی اور ایک ایک کھجور دی۔

میں نے سمجھا کہ یہ شہزادہ تو بڑا کنجوس ہے، لیکن ہم جس وقت نماز پڑھ کر واپس آئے تو سارا دسترخوان کھانے سے بھرا ہوا تھا، میں کھانے کے بعد اس کے قریب ہوا،

میں نے اس سے کہا کہ میں اس کام سے آیا ہوں، کام کیا تھا کہ شاہ فیصل پر میں کتاب لکھ رہا تھا، اس کیلئے مجھے کچھ معلومات چاہئے تھیں اور بعد میں وہ کتاب چھپی چھ سو صفحات کی کتاب ہے، تو ان دنوں میں وہ کتاب لکھ رہا تھا تو میں نے اس سے کہا کہ یہ کتاب کا کام ہے۔

ابن فیصل اور رمضان کا معمول:

تو اس شہزادے نے ایک بڑی عجیب بات کہی، اس نے کہا کہ میں رمضان المبارک میں کسی اور بات کا جواب نہیں دیتا، رمضان میں بات صرف رمضان کی کرو، روزے کی بات کریں، تراویح کی بات کریں، اور اس کے بعد میں نے صبح کو دیکھا کہ لوگ چار پانچ بوریاں ریا لوں کی لائے، باہر قطار لگی ہوئی ہے، اور ہر ہر آدمی کو دس دس پانچ پانچ نوٹ مل رہے ہیں، روپے مل رہے ہیں اور رات کو تراویح میں اس طرح اور افطاری میں اس طرح اور سحری میں اس طرح اور سارا دن پیسے لٹا رہے ہیں۔

وہ کہنے لگا کہ رمضان المبارک میں سعودی جو ہیں، سعودی عرب کا رہنے والا بدو باشندہ وہ حج کرنے کم جاتا ہے، لیکن رمضان المبارک میں خانہ کعبہ ضرور جاتا ہے۔

ایک عربی کا معمول:

میں جدہ سے ایک گاڑی میں بیٹھا، بس تھی ایئر کنڈیشنڈ، تو میرے ساتھ ایک آدمی سعودی تھا، میں نے اس سے عربی میں کہا کہ تم کہاں سے ہو، اس نے کہا کہ میں ریاض سے ہوں۔ ریاض مکہ سے تقریباً بارہ تیرہ سو کلومیٹر ہے، بہت دور ہے تو کہنے لگا کہ میں وہاں سے آیا ہوں، تو میں نے کہا کہ یہ تو بڑا سامان ہے، کیا ہے؟ کہنے لگا کہ میں وہاں بہت بڑا کاروباری آدمی ہوں، میری دکان ہے، بہت بڑی دکان ہے اور روزانہ ایک لاکھ پاکستانی میں سیل کرتا ہوں، لیکن رمضان المبارک میں میں نے کبھی دکان نہیں کھولی۔

رمضان کی یکم کو میں خانہ کعبہ آ جاتا ہوں اور عید پڑھ کر میں اپنے گھر جاتا

ہوں، ایک لاکھ روپیہ میں روزانہ سیل کرتا ہوں، لیکن رمضان میں میں کہتا ہوں کہ فروخت کو چھوڑ دو، اللہ کو یاد کرو، اللہ کو راضی کرو۔

کہتا ہے کہ خانہ کعبہ کے ارد گرد جتنے بھی رمضان گزارتے ہیں، ان میں کوئی شہزادہ ہوتا ہے، کوئی عالم ہوتا ہے، تو وہ کہتے ہیں کہ سارا سال جو مرضی کرو، لیکن رمضان میں اللہ تعالیٰ کو یاد کر لو، بس یہ مہینہ ہے۔

گیارہ مہینے کاٹنے کے ایک بونے کا:

مولانا ابوالکلام آزاد رحمۃ اللہ علیہ کی وہ بات مجھے بڑی پسند آئی، انہوں نے لکھا کہ رمضان کا مہینہ یہ بونے کا مہینہ ہے اور گیارہ مہینے کاٹنے کے مہینے ہیں، رمضان میں عبادت زیادہ کرو گے، تو گیارہ مہینے میں زیادہ عبادت کی توفیق ملے گی۔ رمضان میں عبادت نہیں کرو گے تو سارا سال عبادت کی توفیق نہیں ملے گی، رمضان میں جتنی نیکی کرو گے، اللہ اتنی سارا سال نیکی کا موقع عطا کرے گا۔

اور ہمارے ہاں نہ روزے کا پتہ، نہ تراویح کا پتہ، اور ہوں میں مسلمان، ماشاء اللہ، نبی ﷺ کے امتی ہیں، پیغمبر ﷺ کے ماننے والے ہیں، عاشق رسول ہیں، نبی ﷺ سے محبت ہے، محبت سنبھالی نہیں جاتی، پیغمبر ﷺ نے روزہ رکھا، ہم نے نہیں رکھا، نبی ﷺ نے تراویح پڑھی، ہم نے نہیں پڑھی۔

صوم کا معنی:

الصوم..... روزے کا کیا معنی ہے؟ روزے کا معنی سمجھیں، صوم عربی کا لفظ ہے، ص، واورم، یہ لفظ ہیں۔ صوم، اور صوم کس کو کہتے ہیں، صوم عربی زبان میں کہتے ہیں، صوم کا معنی ہے، رکنا یا روکنا اور جب آدمی کہتا ہے کہ تو نے روزہ رکھا، اس کا مطلب ہے کہ تو رک گیا ہے، کس چیز سے؟ کھانے سے، پینے سے، جماع سے، اس کو مباشرت بھی کہتے ہیں، میاں بیوی کے جو تعلقات ہوتے ہیں جماع، اس سے رکنے کو صوم کہتے ہیں، ان تین چیزوں سے رکنا، منہ کو کھانے سے روکنا اور پینے سے روکنا اور

اپنے آپ کو جماع سے روکنا، اس کا معنی ہے روزہ۔

روزے کی فلاسفی:

اب یہ تو ہو گیا منہ کا روزہ، لیکن حدیث میں آتا ہے کہ روزہ ہر چیز کا ہوگا، روزہ ہاتھ کا بھی ہوتا ہے، روزہ پاؤں کا بھی ہوتا ہے اور روزہ آنکھوں کا بھی ہوتا ہے، روزہ کانوں کا بھی ہوتا ہے، روزے کی فلاسفی کیا ہے؟

روزے کی فلاسفی یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کے حکم پر اپنی ہر چیز کو روک دے۔

اللہ تعالیٰ کا حکم آ گیا، تو

آنکھوں کو غیر محرم عورتوں کو دیکھنے سے روکے

زبان کو چغلی سے روکے

کانوں کو گانے بجانے اور غلط باتوں سے روکے

پاؤں کو برائی کی طرف جانے سے روکے

ہاتھوں کو بری چیز پکڑنے سے روکے

منہ کو کھانے پینے سے روکے

شرم گاہ کو جماع سے روکے

اب دیکھو کہ ان ساری چیزوں کو جو آدمی روک دیتا ہے، ہاتھ کا روزہ، پاؤں کا

روزہ، آنکھوں کا روزہ، جب ساری چیزیں رک جاتی ہیں، تو اللہ تعالیٰ راضی ہو جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تو نے میرے لئے ہر چیز کو روکا، اب میں نے تیرے

لئے جنت کا دروازہ کھول دیا..... فرمایا..... یا ایہا الذین امنوا کتب علیکم

الصیام..... اے ایمان والو! تمہارے اوپر روزے فرض کر دیئے گئے، کیسے؟ فرمایا.....

کما کتب علی الذین من قبلکم..... جس طرح تم سے پہلے امتوں پر روزے فرض

کئے گئے۔ اسی طرح امت محمدیہ پر بھی روزے فرض کر دیئے گئے۔

روزہ کوئی مشکل چیز نہیں، ناشتے کے وقت تو روٹی کھاتا ہے اور پھر شام کو روٹی

کھاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ناشتے سے ذرا پہلے، یعنی نماز سے پہلے کھانا کھالیا کر اور ادھر مغرب کے بعد کی بجائے غروب آفتاب کے وقت کھانا کھالیا کر، اور اتنے درمیانی وقت میں تو اپنے آپ کو پینے سے روک لیا کر، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بہت بڑا انعام عطا فرمائے گا۔

روزہ علاج ہے بیماریوں کا:

ڈاکٹر ز کہتے ہیں کہ بہت ساری ایسی بیماری ہیں کہ جن کا علاج ہی روزہ ہے، دل کی صفائی کر، روزہ رکھ، روزہ رکھنا انسان کی صحت کیلئے بھی مفید ہے اور روزہ رکھنا نفسانی خواہشات کیلئے بھی مفید ہے۔

مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک آدمی آیا، کہنے لگا کہ مجھے شہوت آتی ہے، مجھے برے خیالات بہت آتے ہیں تو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تو روزہ رکھا کر۔ وہ روزہ رکھتا رہا، اس کی دل کی ساری برائی ختم ہو گئی۔ جس وقت آپ کا پیٹ کچھ وقت کیلئے خالی رہے گا آپ کو بھوکوں کا احساس ہوگا کہ بھوکے کس طرح رہتے ہیں، پیاسوں کا احساس ہوگا، اسلام میں روزہ کے ذریعہ سے تکلیف پہنچانا مقصود نہیں ہے، بلکہ اسلام مشقت سکھاتا ہے، اسلام تکلیف اٹھانے میں صبر سکھاتا ہے، اسلام کہتا ہے کہ اگر تو بہت زیادہ امیر ہے تو تجھے غریب کا احساس ہونا چاہئے اور اگر تو پہلے سے غریب ہے تو پھر تجھے کفایت شعاری ملے گی اور پھر تجھے اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے کا موقع ملے گا۔ جب بھوکا رہ کر تو خدا کو یاد کرتا ہے، یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انعام ہے، ویسے ہی کوئی چیز کسی کو دے دے، خیرات کر دے، عطیہ کر دے تو یہ ثواب ہے۔

سنت پر عمل کرنا ثواب اور حصولِ جنت:

بلکہ اسلام تو ایسا مذہب ہے کہ جس میں اپنے بچوں کو کھلانے کا بھی ثواب ہے، غیر کی کو دینا کہ آپ خیرات کریں، آگے خیرات کریں، زکوٰۃ ادا کریں، یہ ثواب ہے ہی، یہ تو ثواب کی باتیں ہیں، لیکن یہ بھی ثواب ہے کہ آپ اپنی اولاد کی تربیت کریں،

اولاد کو کھلائیں، اسلام تو ایسا مذہب ہے کہ جس میں پیشاب کرنا اور قضائے حاجت سے فارغ ہونا بھی ثواب ہے، اگر ہم قضائے حاجت سے فارغ حضور ﷺ کے طریقے کے مطابق ہوں۔

حضور ﷺ کا حکم ہے کہ دائیں پاؤں سے اندر جاؤ، بائیں پاؤں سے باہر نکلو، جانے سے پہلے یہ دعا پڑھو..... اللھم انی اعوذ بک من الخبث والخبائث..... اور آپ قضائے حاجت سے فارغ ہو رہے ہیں، آپ کی انسانی اور بشری ضرورت ہے تو بشری ضرورت کو پورا نبی ﷺ کے طریقے کے مطابق کریں گے تو اللہ تعالیٰ بھی راضی ہوگا، نبی ﷺ بھی راضی ہوگا، کام اپنا کر رہے ہیں اور خدا کو راضی کر رہے ہیں۔

روزے کا مقصد:

یا ایہا الذین امنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم..... اے ایمان والو، رمضان کے روزے تم پر فرض کر دیئے گئے، صرف تم پر یہ روزے فرض نہیں کئے گئے، بلکہ پہلی تمام امتوں پر روزے فرض کئے گئے۔

اے اللہ! یہ روزہ کیوں رکھا جاتا ہے؟ فرمایا..... لعلکم تتقون..... تاکہ تمہارے دلوں میں اللہ تعالیٰ کا خوف پیدا ہو جائے، روزہ اللہ تعالیٰ کے خوف کے لئے، اللہ تعالیٰ کے ڈر کیلئے، اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کیلئے رکھا جاتا ہے، روزہ رکھنا نہ کوئی نمائش ہوتی ہے، نہ کوئی عیش ہوتی ہے، نہ کوئی مجبوری ہوتی ہے کہ جس کو پورا کرنے کیلئے آدمی یہ سمجھتا ہے کہ چلو میں روزہ رکھوں۔

یہ ہے خوفِ خدا:

میرے دوست! خدا نے فرمایا کہ روزہ رکھ کر تجھے بھوکے کا احساس ہوگا، تجھے پیاسے کا احساس ہوگا، تیرے دل میں نور پیدا ہوگا، تیری صحت درست ہوگی، تو اللہ تعالیٰ کا فرماں بردار بن جائے گا، تو غسل خانے میں داخل ہو گیا، وہاں تجھے دیکھنے والا کوئی نہیں، ٹھنڈے پانی کا فوارہ موجود ہے، ٹھنڈے پانی کی ٹونٹی موجود ہے، لیکن اس وقت

تجھے کوئی بھی دیکھنے والا نہیں، پیاس اور دھوپ سے نڈھال ہو کر غسل خانے میں آتا ہے اور ایسے موقع پر کہ کسی کے نہ دیکھنے کے باوجود تو نہیں پیتا ہے، کیوں؟

قرآن کہتا ہے..... یا ایہا الذین امنوا کتب علیکم الصیام..... اے ایمان والو تمہارے اوپر روزے فرض کر دیئے گئے، لیکن اللہ تعالیٰ کے خوف اور اللہ تعالیٰ کے ڈر کا پتہ تو اس وقت چلتا ہے کہ سارا دن آدمی دھوپ میں پھرتا ہے، بازار میں پھرتا ہے، دوپہر کا وقت آتا ہے، غسل خانے میں داخل ہو جاتا ہے، کوئی دیکھنے والا پاس نہیں اور وہاں جس وقت یہ غسل کرتا ہے، اس کا دل تو کہتا ہے کہ میں پانی کا ایک گھونٹ پیوں، اس کے باوجود اس کے دل میں آتا ہے کہ میرا خدا دیکھ رہا ہے، جس وقت اس کے دل میں یہ بات آئے تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ مجھے اس کی یہ ادا اتنی پسند ہے کہ میں عرش پر اس سے راضی ہو جاتا ہوں، اپنے پیٹ کیلئے اس نے مجھے یاد رکھا کہ ٹھنڈا پانی اس نے چھوڑ دیا۔

مسئلے کی بات:

کئی آدمی غلطی سے پی لیتے ہیں، غلطی سے ہو جائے تو اور بات ہے، اندر داخل ہوئے اور غلطی سے پی لیا، بعد میں سوچا کہ پتہ نہیں اللہ کو پتہ چلا کہ نہیں، یہ خیال کرنا یہ کفر ہے، وہ خدا کہ جو تیری ہر ادا سے واقف ہے، تیری نیت سے واقف ہے اس خدا کو تیرے غسل خانے میں داخلے کا نہیں پتہ؟

اور اسلام انسانیت کی کس طرح مدد کرتا ہے، ایک صحابی نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! ایک آدمی کو میں نے دیکھا کہ اس کو بہت بھوک لگی ہوئی تھی اور بہت پیاس بھی، کمزور تھا، وہ پانی پینے لگا تو میں نے اس کو کہا کہ تیرا روزہ نہیں، اس نے کہا کہ مجھے یاد نہیں۔

حضور ﷺ نے فرمایا کہ تجھے اس کو روکنا نہیں چاہئے، اگر وہ بھول کر پی لیتا تو اس کا روزہ ٹوٹا نہیں تھا، اس کا کمزور ہونا، تو اس کی کمزوری دور ہو جاتی، دیکھو کتنی

بڑی غنیمت ہے، لیکن بات نیت کی ہے، یہ نہیں ہے کہ تم گھر والوں۔ ے ہو کہ میں روزہ توڑ رہا ہوں، مجھے کوئی نہ روکے، آپ گھر میں داخل ہوں تو کس کو پتہ نہ چلے، یہ تو اتفاقی بات ہے بھول کر ایک آدمی روزہ توڑ لیتا ہے، یا بھول کر پانی پی لیا تو روزہ نہیں ٹوٹا۔ (بخاری و مسلم)

اور بعض آدمی کھلی کرتے کرتے، اوہو مولوی صاحب یہ کھلی کرتے کرتے غلطی سے اندر پانی چلا گیا، جان بوجھ کر پتہ تو تھا کہ روزہ ہے۔ تو روزہ عظمت کی بات ہے، اس کی تیاری کرو، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ نے شعبان میں خطبہ دیا کہ لوگو تیار ہو جاؤ، رحمت کا مہینہ تم پر آ رہا ہے۔

حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کو حفظ قرآن کی دولت ملی:

میرے بھائیو! آؤ اکابرین کی بات سناؤں، اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس مکتبہ فکر سے وابستہ کیا ہے کہ جس میں ایسے بزرگ گزرے ہیں کہ دوران قید انگریز، شیخ الہند نے فرمایا کہ میں حافظ چاہتا ہوں تراویح کیلئے، تو مولانا حسین احمد مدنی قرآن کے حافظ نہیں تھے۔ عالم تھے، انہوں نے کہا کہ میں قرآن یاد کرتا ہوں، آپ دعا کریں وہ روزانہ ایک پارہ حفظ کرتے تھے۔ رات کو تراویح میں سناتے تھے، ایک مہینے میں قرآن حفظ کیا ہے مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے۔ اور مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ایک مہینے میں قرآن حفظ کیا ہے، لکنا اونچا مقام ہے ایک مہینے میں قرآن حفظ ہو رہا ہے، پورا سمندر سینے میں جا رہا ہے، رمضان کا مہینہ ویسے ہی رحمتوں کا مہینہ ہے، اس مہینے میں ہر انسان کو چاہئے کہ وہ خدا سے مانگے۔

حدیث منبر:

حضور ﷺ کی ایک حدیث ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اس کے راوی ہیں۔ حضور ﷺ مسجد نبوی میں تشریف لائے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت مسجد میں موجود ہے، جمعے کا وقت آچکا ہے، خطبے کا وقت آچکا ہے، حضور ﷺ مسجد نبوی میں تشریف

لائے، آپ نے منبر کی پہلی سیڑھی پر قدم رکھا۔ فرمایا آمین، دوسری سیڑھی پر قدم رکھا تو حضور ﷺ نے فرمایا آمین، تیسری سیڑھی پر قدم رکھا تو حضور ﷺ نے فرمایا آمین۔

حضور ﷺ نے خطبہ ارشاد فرمایا، نماز جمعہ کے بعد صحابہ جمع ہو گئے، فرمایا یا رسول اللہ ﷺ! آج مسجد میں تمام صحابہ کرام جی ﷺ نے یہ منظر دیکھا کہ آپ نے تینوں سیڑھوں پر قدم رکھ کر فرمایا آمین۔ اے اللہ کے رسول ﷺ کیا ماجرہ ہے؟

حضور ﷺ نے فرمایا کہ جس وقت میں نے پہلی سیڑھی پر قدم رکھا، جبرائیل امین علیہ السلام میرے پاس آئے اور جبرائیل امین علیہ السلام نے آ کر فرمایا، اے اللہ! کے رسول اس آدمی کو اللہ تعالیٰ تباہ و برباد کرے کہ جس نے اپنی زندگی میں اپنے والدین کو پایا اور والدین کی خدمت کر کے اس نے اللہ تعالیٰ کو راضی نہ کر لیا۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں میں نے کہا آمین۔

اور جب میں نے دوسری سیڑھی پر قدم رکھا تو جبرائیل امین علیہ السلام نے دعا کی اے اللہ کے نبی ﷺ جو آپ کا نام محمد ﷺ سنتا ہے اور پھر صلی اللہ علیہ وسلم نہیں کہتا۔ اس کو اللہ تعالیٰ تباہ و برباد کرے، حضور ﷺ نے فرمایا میں نے کہا۔ آمین

جب میں نے تیسری سیڑھی پر قدم رکھا تو جبرائیل امین علیہ السلام نے کہا کہ وہ آدمی جو رمضان کا مہینہ پاتا ہے اور خدا کے سامنے رو کر، خدا کے سامنے معافی مانگ کر اس رحمتوں کے مہینے میں، خدا کی رحمت کے دروازے سے حصہ وصول کر کے جنت نہیں لے لیتا۔ اس پر لعنت برستی رہے، وہ تباہ و برباد ہو جائے، حضور ﷺ فرماتے ہیں میں نے کہا، آمین۔ (ترمذی شریف)

میرے دوستو!

جس دعا پر پیغمبر ﷺ آمین کہے اور بدعاء جبرائیل امین کرے اور مسجد نبوی میں بدعاء کرے، بتاؤ اس بدعاء کی قبولیت میں کیا شک ہے کہ جو آدمی ماں باپ کی خدمت کر کے جنت حاصل نہ کرے، اس پر بھی اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے، جو آدمی رمضان کا مہینہ پائے اور اللہ تعالیٰ کو یاد کر کے رب کو راضی نہ کر لے، حضور ﷺ نے اس پر بھی

لعنت فرمائی، اور جس نے نبی ﷺ کا نام سن کر درود نہیں پڑھا، اس پر بھی اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔

رحمت کا سیرن:

میرے دوست! بدعاء جبرائیل کرے اور آمین پیغمبر ﷺ کہے۔ اس بدعاء کی قبولیت میں کوئی شک نہیں، جتنا مرضی تیرا کاروبار ہے، تو کاروبار کرتا ہے، دکان کرتا ہے، ملازمت کرتا ہے، آفیسر ہے، چوہدری ہے، لیکن یاد رکھ رحمت کا مہینہ آج تیرے دروازے پر آچکا ہے، ایک دودن میں رحمت کا دروازہ کھل رہا ہے، اک دودن میں شیاطین قید کر دیئے جائیں گے، جہنم کے دروازے بند کر دیئے جائیں گے، رحمت کو عام کر دیا جائے گا، ساری دنیا کی چیزوں کو چھوڑ دے۔ رمضان کا مہینہ دوبارہ میسر آئے گا کہ نہیں، پتہ نہیں زندگی باقی ہوگی کہ نہیں، ایکسیڈنٹ میں دنیا مرجاتی ہے، بیماریوں میں لوگ مرجاتے ہیں، پتہ نہیں یہ مہینہ دوبارہ زندگی میں آتا ہے کہ نہیں،

دکان بن جائے گی

کاروبار بن جائے گا

پیسہ بن جائے گا

دنیا کی دولت بن جائے گی

لیکن جس نے قبر میں کام دینا ہے، حشر میں جس دولت نے کام دینا ہے، وہ دولت تو تجھے نہیں مل سکتی، سب کچھ چھوڑ دے، کاروبار میں تبدیلی پیدا کرو، جو آدمی دکان پر دس گھنٹے دیتا تھا، رمضان میں کم از کم اللہ تعالیٰ کی عبادت پر چار گھنٹے صرف کرے، چھ سات گھنٹے تبدیلی ضرور آنی چاہئے، اگر تبدیلی نہیں آئے گی تو کیا فائدہ ہے رمضان کا، پھر تو وہ لعنت اور پھٹکار والی بات ہے، کہ رمضان میں خدا کو یاد کر کے راضی نہیں کرتا۔ اگر مسجد میں آپ پانچ دفعہ آتے ہیں تو آپ کو سات مرتبہ آنا چاہئے، تہجد میں بھی آنا چاہئے، تراویح میں بھی آنا چاہئے، اس کے علاوہ بھی تلاوت کیلئے آنا چاہئے۔

اگر آپ صرف جمعہ میں آتے ہیں، تو اب آپ کو پانچ نمازوں میں بھی آنا چاہئے، آج عہد کرو کہ ہم نے اس رمضان میں قرآن کی تلاوت بھی کرنی ہے، تراویح بھی نہیں چھوڑنی، جماعت کی نماز بھی نہیں چھوڑنی، روزہ بھی نہیں چھوڑنا، سب عہد کریں، رحمت کا مہینہ آرہا ہے، اپنے پروگرام میں تبدیلی پیدا کریں۔

اور اللہ تعالیٰ کسی کی دعا رائیگاں نہیں جانے دیتے، رمضان میں ہر چیز مانگو، جو دعائیں تمہاری انکی ہوئی ہیں وہ ضرور مانگو، دعا مانگو تو سہی، اللہ تعالیٰ کے آگے روؤ اور گزر گزراؤ تو سہی، گناہوں کی معافی تو مانگو، اولاد کو مسجد میں لاؤ، اولاد کو اللہ تعالیٰ کے دین پر لگاؤ، اولاد کو قرآن پڑھنے پر لگاؤ، بہت بڑا اجر ہے، ثواب ہے، اللہ تعالیٰ ہر ایک کی دعا سنتا ہے، ہر وقت سنتا ہے۔

قبولیت دعا کا واقعہ:

میرے دوستو! حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ایک واقعہ یاد آیا۔ قبولیت دعا اللہ تعالیٰ کی پکار کا، قارون خزانے کا وزیر تھا، فرعون کا وزیر قارون اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا رشتہ میں چچا زاد بھائی تھا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ غریب لوگوں پر پیسہ خرچ کیا کرو، زکوٰۃ دو، نماز پڑھو، اس دور میں تین نمازیں فرض تھیں، زکوٰۃ بھی فرض تھی، تو قارون لوگوں سے یہ کہتا تھا کہ دیکھو پہلے کہتے تھے پڑھو، اب ہم سے زکوٰۃ بھی مانگتا ہے اور زکوٰۃ لیکر اس نے پتہ نہیں کھا جانی ہے، یہ جو لفظ ہیں، یہ نہیں حدیث میں، تو اس نے کہا کہ پتہ نہیں یہ ہم سے کس لئے زکوٰۃ مانگتا ہے کہ اس کو کھائے گا۔

تو قارون کے باشندوں نے کہا کہ کوئی ایسا کام ضرور کرو جس سے نعوذ باللہ موسیٰ علیہ السلام کی بدنامی ہو اور آئندہ موسیٰ علیہ السلام لوگوں کے سامنے بات نہ کر سکے۔ یہ جو کہتا ہے کہ خدا کے سوا کوئی کچھ نہیں کر سکتا، کوئی ایسا چکر تو چلاؤ جس سے اس کو اس معاشرے میں بدنام کیا جائے، تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بدنام کرنے کیلئے قارون نے ایک بڑے

ہتھکنڈہ استعمال کیا۔ ایک فاحشہ لڑکی سے کہا کہ تم موسیٰ علیہ السلام پر الزام لگاؤ کہ اس موسیٰ نے میرے ساتھ زنا کیا ہے؟ (نعوذ باللہ) اس لڑکی سے کہا ہم تمہیں اتنا انعام دیں گے۔ اس دور میں بہت ساری رقم انعام کی مقرر کر لی، عورت کہنے لگی کہ ٹھیک ہے اس سے کہا کہ بھرے مجمع میں تجھے اعلان کرنا ہے، عورت نے کہا کہ مجھے تو پیسہ چاہئے میرا تو پیشہ ہے، میں تو اس طرح کروں گی، تو قارون نے کہا کہ اے موسیٰ علیہ السلام ہم ساری قوم آپ کی دعوت قبول کرنے کیلئے تیار ہیں، آج حویلی میں، ہمارے گاؤں میں، ہمارے علاقے میں ہم دنیا کو جمع کرتے ہیں، آپ وہاں نصیحت کریں اور پیغام پہنچائیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کھڑے ہو گئے، سینکڑوں، ہزاروں کا مجمع ہے، اس مجمع میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تقریر فرمائی کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی مشکل کشا نہیں، حاجت روا نہیں، نیکی کرو، نماز پڑھو، روزہ رکھو، حج کرو، زکوٰۃ ادا کرو، برائی نہ کرو، بے ایمانی نہ کرو، جھوٹ نہ بولو، زنا نہ کرو، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ جو شراب پیئے گا اس کو اسی کوڑے کی سزا ہے، جو زنا کرے گا اس کو اسی کوڑوں کی سزا ہے، جب یہ کہا کہ اسی کوڑوں کی سزا، تو ایک آدمی مجمع سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا، اس نے کہا کہ زنا کی سزا کتنی ہے؟ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اسی کوڑے، تو اس نے کہا کہ آپ اگر زنا کریں تو آپ نے فرمایا کہ میری بھی اسی کوڑے سزا۔

تو اس نے کہا کہ آپ نے تو زنا کیا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ نہیں، اس نے کہا کہ بالکل کیا ہے، ہمارے پاس گواہ موجود ہے اور جس سے زنا کیا ہے وہ عورت موجود ہے، تو انہوں نے فرمایا کہ لاؤ، تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سامنے اس عورت کو لایا گیا، سینکڑوں آدمیوں کا اجتماع، مجمع لگا ہوا ہے، اللہ کا پیغمبر علیہ السلام کھڑا ہے اور انہوں نے عورت کو کھڑا کیا اور اس عورت کو کھڑا کر کے کہا کہ بتا اس موسیٰ علیہ السلام نے تجھ سے زنا کیا یا نہیں کیا، عورت کھڑی ہو گئی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ اے عورت تجھے اس خدا کی قسم ہے جس نے تجھے پیدا کیا ہے، سچی بات بتا، تھی وہ کافرہ عورت، لیکن جب اس کو خدا کی قسم دی گئی تو کہنے لگی

کہ اے موسیٰ قسم کے بغیر پوچھتے تو میں وہی کہتی، جو انہوں نے کہا ہے، لیکن آپ نے قسم دے دی ہے، اب تجی بات یہ ہے کہ انہوں نے مجھے اتنے پیسوں کا لالچ دیا ہے اور کہا ہے کہ تو کہہ دے کہ موسیٰ علیہ السلام نے زنا کیا ہے، میں بھرے مجمع میں کہتی ہوں کہ موسیٰ علیہ السلام پہلے بھی پاک تھا، موسیٰ علیہ السلام آج بھی پاک ہے۔

بات ختم ہو گئی۔ اب اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے موسیٰ علیہ السلام اس قوم نے تیرے ساتھ زیادتی کی ہے، اب تو اس زمین کو حکم دے، اس قوم کے ساتھ جو سلوک تو کرانا چاہتا ہے یہ زمین وہ سلوک کرے گی، موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اختیار دے دیا اور اختیار اللہ نے دیا۔

تو موسیٰ علیہ السلام نے زمین کو حکم دیا کہ اے زمین اس ساری قوم کو اسی جگہ پر نکل جا، اب دیکھو جب موسیٰ علیہ السلام نے حکم دیا کہ نکل جا تو زمین پھٹنے لگی اور وہ قوم زمین میں دھنس گئی، ان کی ایڑھیاں زمین میں دھنس گئیں تو قوم چیختے لگی اور ان کے منحنے اور ان کی پنڈلیاں ان کی ٹانگیں، پیٹ تک جب وہ دھنس گئے۔

تو موسیٰ علیہ السلام سے کہنے لگے کہ اے موسیٰ ہمیں بچا، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ اے زمین جب تک میرا حکم نہ آئے بچانا نہیں، اے زمین دھنسا دے موسیٰ علیہ السلام بڑے غصے والے تھے، جاٹ قوم سے تعلق رکھتے تھے، کتابوں میں ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام ان کے بڑے تھے۔

تو انہوں نے فرمایا کہ نہیں کوئی معافی نہیں، اب وہ قوم ساری کندھوں تک زمین میں آ گئی، تو پھر زمین کھڑی ہو گئی کیا حکم ہے؟ قوم رو رہی ہے، سینکڑوں دنیا رو رہی ہے، موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ نہیں، ان کیلئے کوئی معافی نہیں، اب زمین پھٹ گئی، ساری قوم زمین میں دھنس گئی اور اوپر سے زمین بند ہو گئی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ انہوں نے نبوت کی عصمت پر ڈاکہ ڈالنے کی کوشش کی اور ان کو سزا مل گئی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے موسیٰ قوم اتنی روئی اور تجھے ترس نہیں آیا۔

اے موسیٰ مجھے اپنی کبریائی کی قسم ہے کہ اگر ایک مرتبہ بھی مجھے پکار لیتی تو میں ضرور بچا لیتا۔ تو نے نہیں بچایا، تیرے سامنے روئی ہے، چلائی ہے، لیکن اے موسیٰ اس قوم پر تجھے ترس نہیں آیا، تو اس واقعہ نے ہمیں یہ بتایا کہ انسان رحم دل نہیں ہے، رحم دل خدا ہے، خدا اتنا رحم دل ہے کہ اس کو پکارنے کی ضرورت ہے، اس کو بلانے کی ضرورت ہے، اس کے سامنے رونے کی ضرورت ہے، رو کر تو دیکھ۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی برکت سے:

میرے بھائیو! ایک آدمی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور آ کر کہنے لگا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے لئے دعا کریں کہ میرا کاروبار اچھا ہو جائے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کاروبار کے اچھا ہونے کی دعا کوئی اچھی دعا نہیں ہے، تو دعا یہ کرا کہ میرا خدا مجھ سے راضی ہو جائے، میری قبر اچھی ہو جائے۔

اس نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبر اور آخرت کی دعا میں بعد میں کراؤں گا، میں بڑا مسکین ہوں، غریب ہوں، اور میرے پاس کھانے کو بھی کچھ نہیں ہے، آپ میرے لئے دعا مانگیں، تو نبوت والے رحمت کے ہاتھ اٹھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے اللہ اس آدمی کے کاروبار میں برکت کر دے۔

اب وہ گھر گیا، دعا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی، دعا قبول ہو گئی، وہ کہتا ہے کہ میرے پاس کچھ بکریاں تھیں، وہ میں نے رکھی ہوئی تھیں، چند دنوں کے بعد ان بکریوں نے بچے دیئے، پھر ان کے بچے ہوئے اور ڈیڑھ دو سال میں میری ساری حویلی بکریوں سے بھر گئی۔ عرب میں رواج ہوتا تھا کہ جس کے بکریاں اور ریوڑ ہوتا تھا وہی امیر شمار ہوتا تھا، آج کل تو امیر وہ ہوتا ہے، جس کے پلاٹ زیادہ ہوں، کاروبار ہو، کارخانے ہوں، جس کا بینک بیلنس ہو، اور جس کا کاروبار چمکا ہوا ہو۔

تو عرب میں رواج یہ تھا کہ اس آدمی کو امیر سمجھتے تھے جس کی بکریاں زیادہ ہوں، بھیڑ زیادہ ہوں، بڑا کاروبار ہے۔ تو ایک دو سال میں اتنی بکریاں ہو گئیں کہ

حضور ﷺ کو پتہ چلا کہ اسکے پاس اتنی بکریاں ہو گئیں۔ آپ ﷺ نے ایک صحابی کو حکم دیا کہ جاؤ ثعلبہ سے جو صدقہ بنتا ہے وہ لے آؤ، بکریوں کا صدقہ نکالے، حضور ﷺ کا قاصد ثعلبہ کے پاس گیا، تو ثعلبہ درمیان میں بیٹھا ہے، ارد گرد بکریاں ہیں، اونٹ ہیں، اور کاروباری لوگ کھڑے ہیں کسی سے بکریاں لے رہا ہے کسی کو دے رہا ہے، حضور ﷺ کا قاصد گیا۔ جا کر کہنے لگا ثعلبہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے بھیجا ہے، حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ بکریوں کا صدقہ دو، اس نے کہا کہ ابھی میرے پاس وقت نہیں ہے تم کل کو آنا، جب دوسرے دن گئے تو کہنے لگا کہ وقت آج بھی نہیں ہے، تیسرے دن صحابی گئے تو کہنے لگا کہ ابھی وقت نہیں ہے، حضور ﷺ کو میرا پیغام دو کہ جب میرے پاس وقت ہوگا تو میں خود صدقہ نکالوں گا۔

جس وقت حضور ﷺ کو تیسری مرتبہ صحابی نے آ کر بتایا کہ اللہ تعالیٰ کا فرض ادا کرنے کیلئے صدقہ دینے کیلئے، میرے پاس وقت کوئی نہیں، تو حضور ﷺ نے اس بھری مجلس میں فرمایا..... یاویح ثعلبہ..... یاویح ثعلبہ..... فرمایا ثعلبہ پر افسوس ہے، ثعلبہ پر افسوس ہے، ثعلبہ پر افسوس ہے۔

حضور ﷺ کی یہ بددعاء ثعلبہ کو پہنچی، ثعلبہ روتا ہوا حضور ﷺ کے پاس آیا، کہنے لگا یا رسول اللہ ﷺ مجھے معاف کر دیں، حضور ﷺ نے فرمایا کہ میرے قاصد کو تو نے واپس کیا ہے یہ قابل معافی جرم نہیں ہے، مجھ سے دعا کراتا تھا اور میں نے کہا کہ صرف دنیا کی دعا نہ کراتو نے کہا کہ میں دنیا کی دعا کراتا ہوں، اب اللہ تعالیٰ کا فرض تیرے اوپر پڑا ہے اور تو کہتا ہے کہ میرے پاس وقت نہیں، اتنی بات کہی، تو ثعلبہ کہتا ہے کہ میں پھر آؤں، یہ کہا اور چلا گیا، دوسرے دن نہیں، تیسرے دن نہیں آیا، اگر دوسری مرتبہ یا تیسری مرتبہ آ جاتا، معافی مل جاتی، لیکن وہ تیسری مرتبہ نہ آیا۔

جس کا صدقہ نبی ﷺ نے نہ لیا:

چند دنوں کے بعد حضور ﷺ دنیا سے رخصت ہو گئے، حضور ﷺ کا جنازہ اٹھا،

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا دور خلافت آیا اور وہ ثعلبہ کے مدینے کا سب سے امیر آدمی بن چکا تھا۔ تو ثعلبہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ان کے دربار میں آیا اور آ کر کہتا ہے امیر المؤمنین یہ صدقہ ہے، اس میں اتنے سو بکریاں ہیں، اتنے ہزار بھیڑیں ہیں، تو صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا جس آدمی کا صدقہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے واپس کر دیا ہو، ابو بکر رضی اللہ عنہ وہ نہیں لے سکتا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا دور آیا، ثعلبہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دس سال دور میں ہر سال عمر رضی اللہ عنہ کے دربار میں آتا رہا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جس کا صدقہ کو اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر رضی اللہ عنہ نے رد کر دیا ہو، عمر رضی اللہ عنہ وہ نہیں لے سکتا۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دور کے آخری سال میں ثعلبہ جنگل میں روتا رہا، ایڑھیاں رگڑ رگڑ کر دنیا سے چلا گیا، لیکن اس کا صدقہ وصول نہیں ہوا۔ جب مرا تو اس کی شکل تبدیل ہو گئی، لوگوں نے کہا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا قرض تھا اس کو ادا نہ کرنے کے جرم میں.....

اللہ تعالیٰ بھی ناراض ہوا

آمنہ کا لعل بھی ناراض ہوا

صدیق رضی اللہ عنہ بھی ناراض ہوا

عمر رضی اللہ عنہ بھی ناراض ہوا

(معارف القرآن جلد ۴، صفحہ ۴۲۵، اسد الغابہ جلد ۲ صفحہ ۳۳۴)

فریضہ زکوٰۃ:

میرے دوستو! یہ کتنا بڑا قرض ہے اس مجمع میں کتنے لوگ ہیں کہ جو زکوٰۃ ادا کرتے ہیں، زکوٰۃ اپنے مال کی نکالی، آپ کو احساس ہوا، کہ ہم اپنے مال کی زکوٰۃ نکالیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تمن حدیثیں سنا تا ہوں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو آدمی اپنے مال کی زکوٰۃ، اپنے پیسے میں استعمال کرتا ہے، اس کا تمام مال حرام مال بن جاتا ہے۔

دوسری حدیث میں حضور ﷺ نے فرمایا، زکوٰۃ ادا کرو، یہ زکوٰۃ تمہیں آفات سے محفوظ کرے گی اور ایک حدیث میں فرمایا کہ قیامت کے دن یہ زکوٰۃ کا مال جو اس نے جمع کر رکھا ہوگا اور جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں زکوٰۃ نہ دی ہوگی، یہ سارا مال، ایک اڑدھار سانپ بن کر اس کے سینے پر بیٹھ جائے گا اور اس کو ڈنگ مار کر کہے گا..... انا کنزک انا مالک..... میں تیرا خزانہ ہوں، میں تیرا مال ہوں۔

اور قرآن کی اس آیت پر غور کرو، قرآن کہتا ہے..... والذین یکنزون الذهب والفضة..... وہ لوگ جنہوں نے سونے اور چاندی کو تہہ بہ تہہ کر کے رکھ لیا..... ولا ینفقونہا فی سبیل اللہ..... اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں انہوں نے زکوٰۃ نہیں نکالی، اللہ تعالیٰ کے راستے میں خیرات نہیں کی۔

قرآن کہتا ہے..... فبشرہم بعذاب الیم..... ان کو دردناک عذاب کی خوشخبری دے دو، اور ان کو یہ کہہ دو..... یوم یحمی علیہا فی نار جہنم..... قیامت کا دن ہوگا اور ان کے ماتھے پر مال لگا کر اس ماتھے پر ان کو داغا جائے گا..... فتکویٰ بہا جاہنم..... ان کی پیشانیوں کو داغا جائے گا..... وجنوبہم..... ان کی کمروں کو داغا جائے گا..... وظہورہم..... اور ان کی پشتوں کو داغا جائے گا۔

فرمایا..... ہذا ما کنزتم لانفسکم..... آواز آئے گی..... یہی ہے تمہارا خزانہ..... فذوقوا ما کنتم تکنزون..... یہ وہ خزانہ ہے، اس کا مزہ چکھو، پیسہ تو خدا نے دیا تھا، عقل تو خدا نے دی تھی، موقع تو خدا نے دیا تھا، کاروبار تو خدا نے دیا تھا، نعمت تو خدا نے دی تھی، اگر تجھے خدا صحت نہ دیتا، کاروبار کیسے کرتا، اگر تجھے خدا جوانی نہ دیتا تو کاروبار کیسے کرتا، اگر تیرے کاروبار میں برکت نہ ہوتی، تو پیسے کو کیسے حاصل کرتا، اگر تجھے خدا پیسہ نہ دیتا، تو کوٹھیاں کیسے بناتا، مال کیسے بناتا، دولت کیسے اکٹھی کرتا، عیش کیسے کرتا۔

آج ایک سال کے بعد اسی خدا کا حکم ہے کہ اس مال سے اڑھائی فیصد پیسے میرے راستے میں دے دے، میرے غریبوں کو دے دے، میرے یتیموں کو دے دے،

میرے مدرسے کے طالب علموں کو دے دے، میرے محلے کی بیوہ عورتوں کو دے دے، لیکن تو اس دولت پر سانپ بن کر بیٹھ گیا، جو خدا نے تجھے دے رکھی ہے اور تجھے معلوم نہیں کہ تیرے محلے میں ایسے بھی لوگ موجود ہیں کہ جن کو ایک وقت کا کھانا نہیں ملتا، جن کا کاروبار اچھا نہیں ہوتا، لیکن اللہ تعالیٰ نے تجھے اتنا پیسہ دیا ہے کہ تو عزت سے زندگی گزارتا ہے اور تیرے دماغ پر ایسا فتور سوار ہو گیا کہ تو اللہ تعالیٰ کے اس فرض کو ادا کرنے کیلئے تیار نہیں۔

نہ تو خدا سے مانگے، رمضان کا مہینہ ہے اور نہ تو زکوٰۃ ادا کرے، کتنے پیسوں کی زکوٰۃ نکالی ہے آپ نے، زیورات کا حساب کر لیا ہے، چاندی کا حساب کر لیا ہے، پیسے کا حساب کر لیا ہے، کاروباری سامان کا حساب کر لیا ہے، کوٹھیوں کے حساب ہو گئے ہیں، دولت کا حساب جمع ہو گیا ہے، کاروبار تو آپ نے اکٹھا کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا فرض کتنا بنتا ہے۔

زکوٰۃ کے معنی و مفہوم:

زکوٰۃ عربی لفظ ہے، اس کے دو معنی ہیں، زکوٰۃ کا معنی ہے مال مفت دینا، اور زکوٰۃ کا دوسرا معنی ہے کہ مال کا بڑھنا، آپ زکوٰۃ دیتے ہیں اس کا مطلب ہے کہ آپ کا مال بڑھ رہا ہے۔ آپ زکوٰۃ دیتے ہیں کہ گویا کہ مال مفت دیتے ہیں، یعنی آپ کسی کو زکوٰۃ دے کر یہ نہیں چاہتے کہ میری شہرت ہو، مجھے لوگ اچھا کہیں، اگر آپ نے یہ کہا کہ میری شہرت ہو اس پیسے کے بدلہ میں، تو آپ نے وہ مال مفت کیسے دیا، آپ نے تو شہرت کے بدلہ میں مال دیا ہے۔

تو مال مفت دینے کو زکوٰۃ کہتے ہیں اور زکوٰۃ ایسے ادا کریں کہ محلے کو بھی پتہ نہ چلے، اور کسی کو بھی پتہ نہ چلے، اور زکوٰۃ دینے کیلئے ضروری ہے کہ جب آپ زکوٰۃ دے رہے ہیں تو آپ کی نیت ہو کہ یہ زکوٰۃ ہے، اس کیلئے آگے بتانے کی ضرورت نہیں کہ یہ زکوٰۃ ہے، لیکن اگر آپ مدرسے کو زکوٰۃ دیں تو مدرسے والوں کو بتانے کی ضرورت ہے

کہ یہ زکوٰۃ ہے، کہیں وہ جیسے مسجد کو نہ لگالیں، لیکن اگر کسی غریب کو، کسی بیوہ عورت کو، یتیم بچے کو آپ زکوٰۃ دے رہے ہیں تو ان کو یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ زکوٰۃ ہے، آپ کی اپنی نیت ہونی چاہئے کہ یہ زکوٰۃ ہے، ساڑھے سات تو لے سونا، یا باون تو لے چاندی آپ کی ملکیت میں ہو، یا آپ کے پاس چار تو لے سونا ہو یا چاندی اتنی ہو کہ یہ دونوں ملا کر ساڑھے باون تو لے چاندی کے برابر بن جاتا ہے، تو اس کو کہتے ہیں کہ اصل نصاب، اصل زر، تو یہ جو ساڑھے سات تو لے سونے کی ملکیت ہے، اس پر زکوٰۃ ہے، تو ساڑھے باون تو لے چاندی کی ملکیت کے پے ہوں تو اس پر آپ کی ملکیت پر ایک سال گزر جائے اور ایک سال آپ اتنی مالیت کے مالک رہے تو آپ پر زکوٰۃ فرض ہے، کپڑے پر زکوٰۃ نہیں، مکانوں پر زکوٰۃ نہیں، آپ نے کاروبار کیلئے مکان رکھے ہوں، کاروبار کیلئے دکانیں رکھی ہوئی ہوں، کاروبار کے لئے مشینری رکھی ہوئی ہو، تو اس پر زکوٰۃ آئے گی، لیکن اگر آپ نے اپنے استعمال کیلئے دس مکان بھی بنائے تو اس پر زکوٰۃ نہیں، اپنے استعمال کیلئے دس لاکھ کا کپڑا بھی رکھ لیا تو اس پر زکوٰۃ نہیں۔

لیکن اگر آپ نے کپڑا استعمال کیلئے نہیں، کاروبار کیلئے رکھا ہے، جانور کاروبار کیلئے رکھے ہیں اور جیسے کاروبار کیلئے رکھا ہے، تو اس پر زکوٰۃ فرض ہے اور اڑھائی فیصد زکوٰۃ ادا کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے، اگر آپ کے پاس سو روپیہ ہے تو اڑھائی روپے، اگر ایک ہزار روپیہ ہے تو ۲۵ روپے، یہ فرض ہے۔ اگر ایک لاکھ روپیہ ملکیت ہے تو اور کاروباری مال ایک لاکھ کا ہے تو آپ اس پر اڑھائی ہزار فرض ادا کریں گے، تو اس فرض کی آپ نے کوتاہی نہیں کرنی۔

رمضان کے تین کام:

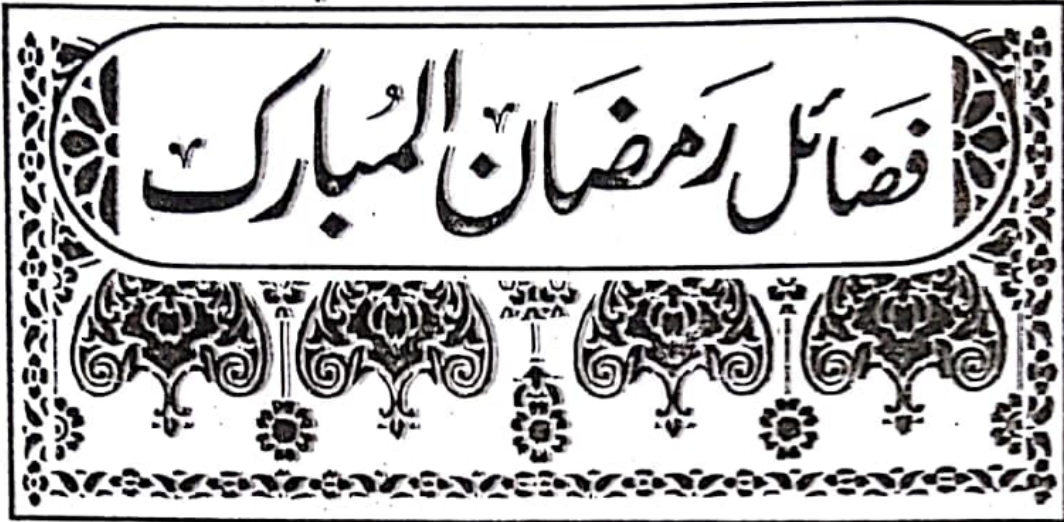
تین کام آپ نے رمضان میں کرنے ہیں۔ ایک روزے رکھنے ہیں، تراویح پڑھنی ہے، اور نماز ادا کرنی ہے، تیسرے نمبر پر ایک ایک پائی آپ نے زکوٰۃ کی ادا کرنی ہے، یہ آپ پر ذمہ داری ہے، آپ پر فرض ہے۔

میرے دوستو! اللہ تعالیٰ کے راستے میں خیرات کرنا اور غریب لوگوں کو دینا، یتیموں کو دینا، یواؤں کو دینا، غریب عورتوں کو دینا یہ بہت بڑا اجر ہے، آپ کے گلی محلے میں کوئی بیوہ عورت رہتی ہے، آپ کو پتہ ہے کہ اس کا دنیا میں کوئی سہارا نہیں ہے، تو آپ پر فرض ہے کہ آپ اس کو جا کر زکوٰۃ کا حصہ دیں، آپ کے محلے میں کچھ یتیم رہتے ہیں تو آپ کی ذمہ داری ہے کہ آپ ان کو زکوٰۃ ادا کریں، لیکن یہ بات نہیں کہ رمضان کا مہینہ آ گیا تو آپ کہیں کہ میں نے روزے رکھ لئے اور زکوٰۃ اسی میں ادا ہو گئی اور سب کچھ اسی میں ہو گیا۔ ہر فرض علیحدہ علیحدہ ہے، ہر فرض کو علیحدہ علیحدہ ادا کرنا ضروری ہے۔

اللہ روزے، تراویح اور زکوٰۃ کی ادائیگی کی توفیق بخشے۔ آمین

وَآخِرُ دَعْوَانَا اِنَّ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ○





بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِّلنَّاسِ
وَبَيِّنَاتٍ مِّنَ الْهُدَى وَالْفُرْقَانِ (پارہ ۱۲، سورۃ البقرۃ، آیت ۱۸۵)

اللَّهُ
عَظِيمٌ

ترجمہ:

”مہینہ رمضان کا ہے جس میں نازل ہوا قرآن، ہدایت ہے
واسطے لوگوں کے اور دلیلیں روشن راہ پاتے کی، اور حق کو یا ظلم سے
جدا کرنے کی۔“

تمہید:

قابلِ صدا احترام بزرگو! اور دوستو!

رمضان المبارک کا رحتوں والا مہینہ شروع ہو رہا ہے اس مناسبت سے میں
نے قرآن کریم کی ایک آیت کریمہ رمضان المبارک کے عنوان پر تلاوت کی ہے، جس

میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے روزوں کی فریضت کا حکم دیا ہے۔
دو تین یا تین اس عنوان سے آپ کو سمجھ لینی چاہئے کہ روزہ رکھنے کی کیوں
ضرورت پیش آئی، گیارہ مہینے جو آدمی صبح و شام کھاتا ہے، دوپہر کو بھی کھاتا پیتا ہے، تو
ایک ایسا مہینہ اللہ تعالیٰ کیوں لائے ہیں کہ جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم روزہ رکھو،
اس کی فلاحی اور حقیقت کیا ہے؟ ضرورت اس کی کیوں پیش آئی؟ کیا وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ
پوری دنیا کو ایک مہینہ بھوک میں مبتلا کرنا چاہتا ہے، اس کی کیا ضرورت ہے ایک تو مسئلہ
یہ ہے۔

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ روزہ کب سے کس کو ہیں؟ روزہ اس بات کا نام ہے کہ آدمی
کھانا پینا بند کر دے گا بھی روزہ ہے، یا روزے کی حقیقت کوئی اور ہے؟ یہ اور بات ہے
کہ روزے کا قلفہ کیا ہے؟ روزے کی اصلیت کیا ہے؟ روزے کی حقیقت کیا ہے؟
روزے کا معنی کیا ہے؟ یہ باتیں اور اس کے علاوہ روزوں کے مہینے میں مسلمانوں کو کیا
کرنا چاہئے؟ اسلام نے روزے کے بارے میں جو احکامات بیان فرمائے ہیں ان کے
بارہ میں قرآن پاک میں جو ارشاد فرمایا گیا ہے اس کا اصل اور حقیقی مفہوم کیا ہے؟
روزوں کے مہینے میں حضور ﷺ کا طرز عمل کیا تھا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا طرز
عمل کیا ہے؟ کیا باقی پورے سال کی طرح، ہم اسی طرح اپنا کاروبار کریں اور روزوں
میں بھی اسی طرح کریں، یا ہمیں کچھ تبدیلی کرنی چاہئے؟ اور اس کے علاوہ اعتکاف
ہے، کئی لوگ پورا مہینہ اعتکاف کرتے ہیں، کئی لوگ دس دن اعتکاف کرتے ہیں، لیکن
اسلام کے نزدیک آخری تشرہ میں اعتکاف فرض کفایہ ہے۔

اعتکاف فرض کفایہ ہے:

فرض کفایہ کا معنی یہ ہوتا ہے کہ محلے میں، یا مسجد کے اندر ایک آدمی ضرور
اعتکاف بیٹھے جیسا کہ جنازہ ہے جنازے کی نماز بھی فرض کفایہ ہے کہ ایک محلے سے
جنازہ جائے اور محلے کا کوئی آدمی بھی شریک نہ ہو۔ تو پوری بستی گناہگار ہوتی ہے، تو اگر

رمضان المبارک کے حوالہ سے ایک روزے کا فلسفہ اور ایک اعکاف کی
 فضیلت اور لیلۃ القدر کی بات، لیلۃ القدر کا کیا معنی ہے تو آج کے اس جمعہ کے بیان میں
 ان شاء اللہ یہ تینوں باتیں بیان ہوں گی اور آپ اس فلسفے پر غور کریں، ہم سب اس کو
 سنیں اور اس پر عمل کریں۔

روزہ عربی زبان میں صوم کو کہتے ہیں، جیسے روزے کی نیت ہے۔ و بصوم
غدا نويت من شهر رمضان۔۔۔۔۔ جب صبح کا وقت ہوتا ہے اور آدمی نیت کرتا ہے کہ
میں روزہ رکھتا ہوں، آج کے دن کا، رمضان المبارک کے مہینے میں۔۔۔۔۔ یہ روزے کی
نیت ہے۔

اور جب روزہ کھولتے ہیں تو کیا کہتے ہیں۔ اللہم انی لك صمت و بك
امننت و عليك توكلت و علی رزقك افطرت۔ اے اللہ میں نے تیرے لئے
روزہ رکھا، تجھ پر ایمان لایا، اور تیرے ہی رزق سے میں نے افطار کیا، تیرے حکم کے
مطابق۔

ایک روزہ رکھنا، اس کی بات آپ کے سامنے آگئی اور ایک ہے روزہ افطار
کی دعا، وہ بھی میں نے آپ کو سنائی تو روزے کے ساتھ فقط صوم بولا گیا۔ و بصوم
صوم کا لفظ ہے۔ اتنی لك صمت۔ صمت۔ میں نے روزہ رکھا۔

تو یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ عربی زبان میں روزے کی حقیقت دو صوم سے عبارت ہے اور قرآن پاک نے اسی کو کہا ہے۔ یا ایہا الذین امنوا کتب علیکم الصیام..... صیام..... کا لفظ ہے، اس کا معنی ہے ایمان والو! تم پر روزے فرض کر دئے گئے، کیسے؟..... کما کتب علی الذین من قبلکم..... جیسا کہ تم سے پہلی

امتوں پر روزے فرض تھے۔

سابقہ اقوام کے روزے:

پہلی امتوں پر روزے کتنے فرض تھے، علماء کے مختلف اقوال ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم پر ۴ روزے فرض تھے، حضرت آدم علیہ السلام پر ایام بیض کے روزے فرض تھے۔ حضرت نوح علیہ السلام یوم عاشورہ کا روزہ رکھتے تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دو ماہ کے روزے رکھتے تھے اور حضرت داؤد علیہ السلام ایک دن روزہ رکھتے ایک دن افطار کرتے۔ ہر امت پر روزے فرض تھے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت پر تیس روزے فرض قرار دیئے گئے اور فرمایا کہ۔۔۔۔۔ کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون۔۔۔۔۔ اللہ تعالیٰ نے روزے کی فلاسفی بیان کی ہے۔

روزے کی اصلیت اور حقیقت بیان کی ہے کہ۔۔۔۔۔ لعلکم تتقون۔۔۔۔۔ تاکہ تم متقی بن جاؤ، روزہ کیوں رکھا جاتا ہے، تاکہ تم اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے بن جاؤ، اللہ تعالیٰ سے تمہیں خوف آئے، اس لئے روزہ فرض کیا گیا۔

تقویٰ کا معنی و مفہوم:

حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ جو بڑے جلیل القدر صحابی ہیں، حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ان سے سوال کیا کہ تقویٰ کا کیا معنی ہے؟ تقویٰ کسے کہتے ہیں، حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے بڑی عجیب بات کہی۔
فرمانے لگے کہ آپ کبھی جنگل میں چلے ہیں، حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہاں میں چلا ہوں، فرمایا جب ارد گرد جھاڑیاں ہوں، کانتوں والی جھاڑیاں، تو اس وقت درمیان سے گزرتے ہو؟ ہاں گزرے ہیں اور تمہارے پاس چادر بھی ہوتی ہے؟ (ہوتی ہے) تو جس وقت جھاڑیوں کے درمیان سے گزرتے ہو، تو ایسی جھاڑیاں جن پر کانٹے ہوں، تو گزرتے وقت کیا کرتے ہو، تو فرماتے لگے کہ جب میں کانتوں والے درختوں کے پاس سے گزرتا ہوں۔ تو چادر کو لپیٹ لیتا ہوں۔ اپنی چادر کو سنبھال

لیتا ہوں، فرمایا اس چادر کو کانٹوں سے سنبھالنے کا نام تقویٰ ہے۔
انہوں نے کہا کہ کیسے؟ فرمایا کہ جب انسان دنیا میں چلتا ہے، تو اس کے ارد گرد گناہوں کی جھاڑیاں ہیں، اس کے ارد گرد گناہ ہیں، کانٹوں والے راستے ہیں اب ان کانٹوں سے بچ کر جو آدمی آگے چلے اور اپنے آپ کو لپیٹے اور سنبھالے کہ مجھے کوئی نشانہ نہ لگ جائے، گناہ نہ لگ جائے اسی بچنے کو تقویٰ کہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے سہولت دی:

اور آگے ارشاد فرمایا..... ایسا ما معدودات..... روزوں کیلئے اللہ تعالیٰ نے گنتی کے دن رکھے۔ رمضان المبارک کا پورا مہینہ تمہارے اوپر روزے فرض ہیں..... و من کان منکم مریضا او علی سفر..... اگر تم میں سے کوئی بیمار ہو گیا، بیماری میں اتنا مبتلا ہے۔ ہسپتال میں پڑا ہے، اگر وہ بھوکا رہے، اس کی جان نکل جائے، اگر وہ پیاسا رہے، تو اس کی جان نکل جائے۔

و من کان منکم مریضا..... اگر تم سے کوئی ایسا مریض ہو کہ جس کی جان کا خطرہ ہو، تو وہ ان روزوں کی قضا ادا کر سکتا ہے، یعنی روزہ چھوڑ سکتا ہے۔
آج کل کی طرح نہیں کہ سر میں درد ہوا اور کہتا ہے کہ میں بیمار ہو گیا، روزے کے چھوڑنے کی اس حالت میں اجازت نہیں، ایک آدمی کو تھوڑی سی تکلیف ہو گئی، تھوڑا سا بخار ہو گیا۔

میرے دوستو! اللہ تعالیٰ نے چودہ سو سال پہلے سے یہ سہولت دی ہے کہ اگر تو بیمار ہے، ایسا بیمار ہے کہ اگر تو بھوکا رہے تو تو ہلاک ہو جائے، ایسا بیمار ہے کہ پیاسا رہے تو ہلاک ہو جائے اور آگے فرمایا..... او علی سفر..... ایسے سفر میں ہو کہ جس میں مشقت ہو، سحری نہ کر سکتا ہو، تجھے کھانا نہ ملے، ایسے سفر میں ہو، شدت کا سفر ہے کہ اس سفر کی وجہ سے بھوک برداشت نہیں کر سکتا، فرمایا تیرے لئے اجازت ہے کہ ان دنوں میں روزے چھوڑ دے..... فعدة من ایام اخر..... اور دنوں میں روزے رکھ لے، لیکن اے

انسان اتنی بات سمجھ لے، رمضان کا روزہ چھوڑنا ایسے ہے کہ جیسے ساری زندگی کے روزے چھوڑ دے۔

نیکیوں کا سیزن:

میرے بھائیو! یہ رحمتوں کا مہینہ ہے کہ اس میں نیکی ستر گنا بڑھ جاتی ہے۔
 ایک دفعہ سبحان اللہ کہے ستر دفعہ لکھا جائے۔
 ایک دفعہ درود پڑھے ستر دفعہ لکھا جائے۔
 ایک قرآن کی آیت پڑھے ستر دفعہ پڑھنے کا ثواب لکھا جائے۔
 ایک قرآن پڑھے ستر مرتبہ لکھا جائے۔
 ایک روپیہ خیرات کرے ستر روپے خیرات کرنا لکھا جائے۔
 یہ اتنا بڑا رحمتوں والا مہینہ ہے، برکتوں والا مہینہ ہے.....
 ایک رکعت پڑھے ستر رکعت لکھی جائیں۔
 ایک دفعہ الحمد للہ کہے ستر دفعہ لکھی جائے۔
 ایک رکوع کرے ستر رکوع کرنا لکھا جائے۔
 ایک سجدہ کرے ستر سجدوں کا ثواب لکھا جائے۔

شیطان قید ہوتا ہے:

میرے بھائیو! اس برکت والے مہینے میں شیطان قید کر لئے جاتے ہیں اور اسی وجہ سے آپ دیکھتے ہیں کہ مسجدیں بھر جاتی ہیں، جمعہ میں رش ہوتا ہے، نمازوں میں رش ہوتا ہے، یہ شیطان کے قید کی وجہ سے ہوتا ہے۔

سابقہ امتوں کے روزے:

میرے بھائیو! پہلی امتوں میں ۲۴، ۲۴ گھنٹوں کا روزہ بھی تھا اور ایک روایت میں آتا ہے کہ پہلی امتوں میں روزے کا جو حکم تھا وہاں روزے میں آدمی کو بولنے کی

اجازت نہیں تھی۔ آدمی گفتگو بھی نہیں کر سکتا تھا، لیکن اسلام ایسا مذہب ہے کہ جس نے روزے میں فطری چیزوں کو باقی رکھا، انسان کی نیچر کو باقی رکھا۔

روزے کی عربی:

روزے کو عربی میں کہتے ہیں صوم، عربی میں صوم کس کو کہتے ہیں کہ ایک جانور کو آپ اس کے اصطبل میں بند کر دیں، ایک گھوڑے کو آپ اس کے محور میں بند کر دیں تو جو گھوڑا اپنی جگہ پر بند ہوگا اس کو عربی زبان میں صائم کہتے ہیں، یعنی کسی چیز کا رک جانا اور کسی چیز کا ٹھہر جانا، گھوڑے اپنی جگہ پر چونکہ رک گیا ہے اس لئے اس کو صائم کہا جاتا ہے کہ وہ رکا ہوا ہے۔

روزوں کی برکت سے:

میرے بھائیو! حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ..... من صام رمضان ایمانا واحتسابا غفرلہ ماتقدم من ذنبہ..... جس نے ایمان اور احتساب کے ساتھ روزہ رکھا۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ اس کے سابقہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

اور فرمایا..... من قام رمضان ایمانا واحتسابا غفرلہ ماتقدم من ذنبہ..... جس نے ایمان اور احتساب کے ساتھ قیام کیا، یعنی تراویح پڑھی، اس کے سابقہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں تو دیکھا کتنی بڑی فضیلت اور عظمت کی بات ہے۔
(رواہ بخاری و مسلم)

روزہ حصول تقویٰ کا ذریعہ:

روزہ فرض کر کے اللہ تعالیٰ کو ہمارے کھانے کی ضرورت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے روٹی کم کر دی ہے اس کو ضرورت ہے کہ روزہ تم پر فرض کر دیا گیا، یہ بات نہیں ہے، بات اصل یہ ہے کہ ایک بندہ جب اللہ تعالیٰ کے حکم کی تابعداری کرتا ہے کہ تابعدار کرنے کے بعد وہ جتنی بڑی بھی قربانی دیتا ہے، تو اللہ تعالیٰ کی بجا آوری اور اطاعت

میں شمار ہوتا ہے۔

مثلاً ایک آدمی قربانی کرتا ہے، جانور کے گلے پر چھری چلاتا ہے، جانور کے گلے پر چھری چلانے سے اللہ تعالیٰ کو کیا فائدہ ہے کہ ایک جانور ذبح ہو رہا ہے اور خون بہہ رہا ہے، قطرے گر رہے ہیں، اللہ تعالیٰ کو کیا فائدہ ہے، یہ بات نہیں ہے، اللہ تعالیٰ کو خون نہیں چاہئے، نہ اللہ تعالیٰ کو گوشت چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے گوشت استعمال کرنا ہے؟ (نہیں)، قرآن پاک میں ہے:

.....لن ينال الله لحومها ولا دماءها ولكن يناله التقوى منكم.....

اللہ تعالیٰ جانوروں کا خون بہا کر، حقیقت میں تمہارے دل کے تقویٰ کو دیکھنا چاہتا ہے کہ یہ جو مال تم خرچ کر رہے ہو، تمہارے دل میں اللہ تعالیٰ کا خوف ہے کہ نہیں، یہاں بھی تقویٰ کی ضرورت پڑی کہ جانور کی قربانی کر رہے ہیں تقویٰ کیلئے۔

اور یہاں بھی فرمایا..... لعلکم تتقون..... تاکہ تم متقی بن جاؤ، پرہیزگار بن جاؤ، متقی بننے کا معنی یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو، اور ہم یہ کام کیوں کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ کا حکم ہے، آپ جانور کے گلے پر چھری چلا رہے ہیں اللہ تعالیٰ کا حکم ہے، اسی طرح بھوک برداشت کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔

روزے کا فلسفہ:

یہ فلسفہ اسلام نے کیوں دیا امت کو اور اپنے ماننے والے کو، اس لئے کہ اسلام کا معنی یہ ہے، اسلام عربی کا لفظ ہے، عربی میں اسلام کا معنی ہے، گردن جھکانا، اسلام کا معنی قبول کرنا، سر ڈال دینا، اطاعت کرنا، اگر اللہ تعالیٰ کا حکم آ جائے تو فوراً گردن جھکالی، یہ نہیں کہ کیوں، ہم نہیں کرتے، نہیں اسلام نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے، بس گردن جھکالی، یہ ہے فلسفہ۔

اب یہاں روزہ رکھنے کا حکم ہے ایک آدمی سحری کے وقت اٹھے اور اس وقت

روٹی کھائے اور پھر مغرب کے وقت کھائے، اللہ تعالیٰ کو کیا فائدہ ہے؟ یہ بات نہیں، اللہ تعالیٰ کو کوئی فائدہ نہیں۔

اصل بات ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی اطاعت اور فرمان برداری کا شاہکار آپ کو بنانا چاہتا ہے، اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ اس وقت روٹی کھاؤ، اس وقت نہ کھاؤ۔

دوپہر کو دھوپ ہے، گرمی ہے، سخت دھوپ ہے اور آپ غسل خانے میں ہیں پانی ہے، دیکھنے والا کوئی نہیں، آپ کو سخت پیاس لگی ہوئی ہے، لیکن اگر اس وقت آپ کے دل میں یہ بات آئی ہے کہ چونکہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے میں نے نہیں پینا، میں نہیں پیتا، اس کا نام ہے اسلام، اسی کا نام ہے دین، اسی کا نام ہے شریعت۔

اور آپ کو بھوک لگی ہوئی ہے گھر کے اندر کوئی آدمی نہیں ہے، آپ نے روزہ رکھا ہوا ہے، آپ کھانا نہیں کھاتے ہو، کیوں؟ اس لئے کہ حکم اللہ تعالیٰ کا ہے۔

تو اصل میں اللہ تعالیٰ اپنے احکامات کی بجا آوری کا شاہکار دنیا کے سامنے لانا چاہتے ہیں، اصل فلسفہ یہ ہے۔

دیکھیں روزہ رکھنے سے کیا فائدہ ہوگا؟ اللہ تعالیٰ کو کیا فائدہ ہوگا، آپ سارا دن بھوکے رہیں پیاسے رہیں، پریشان رہیں، تو کیا فائدہ ہوا؟ کوئی نہیں، لیکن جب آپ اللہ تعالیٰ کے حکم کی فرمانبرداری کریں گے، تو گویا کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے سامنے سر جھکا دیا، اُف نہیں کی، یہ نہیں پوچھا کیوں؟ حکم اللہ تعالیٰ کا ہے سر جھکا ہے، پیغمبر کا حکم ہے، سر جھکا ہے یہ بات ہے۔

صوم کی حقیقت:

تو اب میں آپ کے سامنے لغوی معنی صوم کا لانا چاہتا ہوں، صوم کا لغوی معنی کیا ہے؟ صوم کا لغوی اصطلاح اور اصطلاح کا معنی روکنا، اللہ تعالیٰ نے روک دیا، کس لئے ان الاكل وشرب والمباشرة تین چیزوں سے روکا، اس کا معنی ہے روزہ الصوم واصطلاح روزہ، کیا مطلب، روزے نے روکا۔ کس

سے؟..... اکل..... کھانے سے، و شرب..... پینے سے..... والمباشرة..... بیوی کے پاس جانے سے، تین چیزوں سے روکنا اس کا نام ہے روزہ۔

اب علماء نے اس کی تشریح لکھی ہے کہ روزہ صرف منہ کا روزہ ہے یا اور باتوں کا بھی روزہ ہے، علماء کہتے ہیں کہ ہر چیز کا روزہ ہوتا ہے۔

روزہ زبان کا بھی ہوتا ہے

روزہ آنکھوں کا بھی ہوتا ہے

روزہ کانوں کا بھی ہوتا ہے

روزہ پاؤں کا بھی ہوتا ہے

روزہ ہاتھوں کا بھی ہوتا ہے

تو حقیقت صوم، حقیقت روزہ، اصلیت روزہ کیا ہے، اصلیت روزہ تین چیزیں ہیں..... ان الاکل..... کھانے سے رکنا، پینے سے رکنا، مباشرت سے رکنا، اور اس کی تفصیل ہے کہ ہر اس کام سے رکنا جس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ممانعت آئے۔

مثلاً آپ کی آنکھ کا روزہ کہ آپ کی آنکھیں کسی غیر محرم لڑکی کی طرف نہ دیکھیں، جب کوئی ایسا موقع پیش آئے، آپ آنکھوں کو نیچا کر لیں، اس نیت سے کہ میرا تو روزہ ہے۔

آپ کے ساتھ ایک آدمی لڑ رہا ہے، جھگڑ رہا ہے، گالیاں دے رہا ہے برا کہہ رہا ہے، اور آپ اس کے جواب میں یہ کہہ دیں کہ میرا روزہ ہے، اللہ تعالیٰ اتنا خوش ہوتا ہے کہ آپ اس کا اندازہ نہیں لگا سکتے کہ ایک آدمی کو کوئی شخص برا کہہ رہا ہے، گالی دے رہا ہے، اے ایمان والے، اے فلاں، اے فلاں، وہ اسے بھی برا کہہ سکتا ہے، لیکن وہ صرف اتنا زبان سے کہہ دے کہ تم جو مرضی کہو، میرا روزہ ہے، بس اللہ تعالیٰ خوش ہو گئے۔

اللہ تعالیٰ کے ہاں اس بات کی بڑی قدر ہے، جب اللہ تعالیٰ دیکھتے ہیں کہ یہ

میرا بندہ میری وجہ سے خاموش ہو گیا تو اللہ تعالیٰ خوش ہوتے ہیں، تو کسی غیر محرم کی طرف دیکھنا کہ کوئی غیر محرم سامنے آئے تو نظر نیچی کر لینا کہ میرا روزہ ہے۔

اسی طرح گانا بجانا ہے، اس سے اپنے کانوں کو روکنا، اصل حقیقت رکنا ہی ہے، ہاتھوں کو روکنا، کانوں کو روکنا، ہاتھوں اور کانوں کا روزہ، زبان کو روکنا زبان کا روزہ، ہاتھوں کو کسی بری چیز کے پکڑنے سے روکنا، قدموں کا برے کام کی طرف جانے سے روکنا تو یہ سب روزے کی حقیقت میں ہے۔

تو جب آدمی ایسا روزہ رکھے گا جس میں یہ ساری چیزیں پائی جائیں گی تو میں سمجھتا ہوں کہ انسان پھر فرشتوں سے بھی بہتر ہوتا ہے۔

فرشتوں سے بہتر ہے انسان بننا

مگر اس میں پڑتی ہے محنت زیادہ

تو اس روزے کی اصلیت اور حقیقت کو پانے کے بعد انسان اس درجے پر فائز ہوتا ہے۔ کوئی آپ سے پوچھے کہ روزے کا کیا معنی ہے؟ روزے کا معنی ہے رکنا اور روزہ اصل میں تین باتوں کی ممانعت کا نام ہے، کھانے سے رکنا، پینے سے رکنا، اور جماع، یعنی بیوی کے پاس جانے سے رکنا، اس کی تفصیل میں علماء نے روزے کی روح کو اور حقیقت اور فلاسفی کو بیان کرتے ہوئے کہا کہ

☆ غیر محرم عورت کو دیکھنے سے رکنا

☆ ہاتھوں کو روکنا بری چیز کے مس کرنے سے

☆ زبان کو بری بات بولنے سے روکنا

☆ کانوں کو گانے سننے سے روکنا

☆ پاؤں کو غلط راستے کی طرف جانے سے روکنا

یہ حقیقت روزہ ہے اور اصلیت روزہ ہے، صوم کی یہ حقیقت ہر مسلمان کے قلب و جگر میں آنی چاہئے، تو جب آدمی اس حقیقت کو پالیتا ہے تو پھر وہ فرشتوں سے بہتر بن جاتا ہے اور ایک حدیث ہے میں حدیث کے الفاظ آپ کو سنانا چاہتا ہوں۔

روزے کی فلاسفی:

حضور ﷺ نے فرمایا..... رب صائم ليس له من صيامه الا الجوع و رب قائم ليس له من قيامه الا السهر..... اس کا معنی کیا ہے؟ بہت سارے روزہ دار جن کو روزے سے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ سوائے بھوک کے، بہت سارے روزے دار ایسے ہیں کہ ان کو سوائے بھوکا رہنے کے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ (رواہ ابن ماجہ و نسائی)

اور بہت سے ایسے ہیں کہ جن کو سوائے رات کے جاگنے کے کچھ حاصل نہیں ہوتا، کیا مطلب کہ نیت صحیح نہیں، تراویح پڑھی اور پھر بعد میں ساری رات گپیں مارتے رہے اور اگر کسی نے پوچھا تو کہا کہ رمضان کا مہینہ ہے، ہم نے جاگنا تھا، کیا جاگے؟ جب رمضان کا مہینہ ہے تو آپ نے جاگ کر کیا کیا ہے؟ گپ شپ لگائی ہے، دو تراویح پڑھی اور مسجد کے باہر چلے گئے، سگریٹ پیا اور پھر آ گئے، گھر والے کہیں کہ تراویح پڑھنے گیا ہوا ہے اور بعد میں گپ لگاتے رہے، مولوی صاحب تھے، قاری صاحب تھے مسجد میں، یہ شہر میں پھر رہے ہیں اور گپیں لگا رہے ہیں، ہم تو ساری رات جاگتے رہے ہیں، کام کوئی نہیں کیا۔

اس کو کہتے ہیں کہ سوائے بھوک کے کچھ حاصل نہیں ہوتا..... سوائے رات کو گپ شپ کے کچھ ملے نہیں پڑا۔

اور روزے کے اندر کیا ہوا کہ روزے میں بے ایمانی ہو رہی ہے، فراڈ ہو رہا ہے، اور نماز صحیح نہیں پڑھی جا رہی، بلکہ پڑھی نہیں جا رہی ہے، گپ شپ ہو رہی ہے، اس کا نام ہے..... رب صائم ليس له من صيامه الا الجوع..... کہ سوائے بھوک کے تیرے پلے کوئی چیز نہیں پڑی، کوئی عمل تیرے پلے میں نہیں آیا، کوئی نیکی تیرے دامن میں نہیں آئی۔

لیلۃ القدر کی اہمیت:

تو ایسا روزہ نہ ہو کہ سوائے گپ شپ کے تیرے نامہ اعمال میں کوئی چیز آئے

نہ، تو اس لئے روزے کا مہینہ آگیا، جب رمضان کا آغاز ہوتا تو حضور ﷺ لوگوں سے فرماتے، ایک روزے کا مہینہ آ رہا ہے کہ جس مہینے میں ایک رات عبادت کرو گے تو ایک ہزار مہینے کی عبادت کے برابر ہے۔

یہ فضیلت کیوں ملی، جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو پہلی امتوں کے بارہ میں پتہ چلا کہ پہلی امتوں میں کسی امت کی عمر دو سو سال تھی، کسی کی تین سو سال، کسی کی چار سو سال، کسی کی پانچ سو سال، کسی کی چھ سو سال۔

تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یہ بات سن کر رو پڑے، مسجد میں بیٹھ کر رونے لگے۔ حضور ﷺ نے پوچھا کہ کیوں روتے ہو، کہا کہ ہم تو گھائے میں رہے، نقصان میں رہے، خسارے میں رہے کہ ہمارے ہاں تو ساٹھ ستر اسی سال عمر ہوتی ہے پہلی امتیں تو لمبی لمبی عمریں پا گئیں کہ وہ پانچ سو سال عبادت کر کے ہم سے بڑھ گئیں اور ہم امت محمدیہ ان سے پیچھے رہ گئے۔

دیکھیں کہ ان کو نیکیوں کا کتنا شوق تھا، کتنا جذبہ تھا۔ حضور ﷺ نے جب یہ بات سنی تو تھوڑی دیر کے بعد قرآن پاک کی یہ آیت اتری کہ..... انا انزلنہ فی لیلة القدر و ما ادرك ما لیلة القدر..... ایک رات تم رمضان میں عبادت کرو گے تو ایک ہزار مہینوں کی عبادت کے برابر ہے، گویا کہ بیاسی سال بنتے ہیں، ایک رات کے۔

تو بیاسی سال عبادت کرو گے، اگر تم رمضان کی ایک رات میں عبادت کرو گے، تو بیاسی سال کی عبادت تمہارے نامہ اعمال میں لکھی جائے گی۔ تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا رونا کام آگیا، تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے رونے سے اللہ تعالیٰ سہولتیں اتارتے ہیں: اللہ تعالیٰ کے انعامات و اکرامات اترتے ہیں، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اللہ تعالیٰ کو کتنا پیار ہے۔

روزے کا فلسفہ کیا ہے؟ وہ میں نے آپ کو بتایا ہے، روزے کا فلسفہ یہ ہے کہ انسان کے دل میں اللہ تعالیٰ کا خوف پیدا ہو، یہ ہے فلسفہ اور دوسرا روزے کا معنی ہے؟ رکنا، جماع سے، کھانے سے، پینے سے، کانوں کا رکنا، ہاتھوں کا رکنا، پاؤں کا رکنا،

آنکھوں کا رکنا، برائیوں سے، یہ روزے کا معنی ہے۔

روزہ قرب خداوندی کا ذریعہ:

اور فلسفہ روزے کا یہ ہے اللہ کا خوف، اور وہ کس آیت سے ہے..... لعلکم تتقون..... کہ روزہ اس لئے رکھوایا جا رہا ہے کہ تم اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے بن جاؤ، تمہارے دل میں اللہ تعالیٰ کا خوف پیدا ہو۔ اور روزے کے فلسفہ میں علماء نے یہ بھی لکھا ہے کہ روزہ طبعی طور پر صحت کیلئے بڑا مفید ہے، آپ ڈاکٹروں سے پوچھیں، ڈاکٹرز کہتے ہیں کہ روزے سے بڑھ کر انسانی صحت کیلئے کوئی جسمانی عمل نہیں، روزہ رکھو گے صحت ٹھیک ہو جائے گی، کئی ڈاکٹر روزہ رکھواتے ہیں کہ بھوک برداشت کرو، تو گویا کہ روزے کے طبعی فوائد بھی بڑے ہیں کہ اس سے بھی آدمی کو فائدہ پہنچتا ہے۔

اور روزہ میں بھوک جب لگتی ہے تو اس میں اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ ہوتی ہے اور دوسرا یہ کہ جو معاشرے کے بھوکے اور غریب لوگ ہوتے ہیں، ان کے ساتھ ہمدردی پیدا ہوتی ہے کہ جس طرح ہمیں دو چار گھنٹے شدید بھوک نے ستایا ہے اسی طرح یہ جھونپڑی والے، یہ غریب لوگ، جنہوں نے کھایا پیا ہی نہیں، ان کی بھوک جو ہوگی وہ بھی ایسے ہی ہوگی تو گویا کہ اسلام غریبوں کی غربت کا لحاظ کرتا ہے اور روزے میں غرباء کے ساتھ ہمدردی پوشیدہ ہے کہ جو روزے کا فلسفہ ہے، ایک تو اللہ تعالیٰ کا خوف ہے اور ایک غریب اور بے کسوں، مسکینوں کے ساتھ ہمدردی ہے۔

قرآن اور رمضان:

میرے بھائیو!

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کو اللہ تعالیٰ کا دیدار ہوا خواب میں، تو امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے پوچھا کہ اے اللہ! آپ کو کون سی چیز زیادہ پسند ہے، رمضان کا مہینہ آگیا، رمضان میں کون سا عمل کروں کہ جو تجھے سب سے زیادہ پسند ہے، تو اللہ تعالیٰ نے جواب میں فرمایا کہ مجھے قرآن سب سے زیادہ پسند ہے، یہ میرا کلام ہے۔

حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا..... فہما، بلا فہم..... سمجھ کر پڑھے تب تجھے پسند ہے یا بغیر سوچے سمجھے پڑھے تب تجھے پسند ہے، تو اللہ تعالیٰ نے جواب میں فرمایا..... فہما او بلا فہم..... تو سمجھ کر پڑھے تب بھی پسند ہے بے سوچے سمجھے پڑھے تب بھی پسند ہے۔

تو رمضان المبارک آ رہا ہے، قرآن کی تلاوت کرو، دن رات پڑھو، ہمارے ہاں ایسے ایسے بزرگ بھی تھے جنہوں نے پوری رات میں پورے قرآن پاک کی تلاوت کی ہے۔

اکابرین اور تلاوت قرآن:

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے بارہ میں آتا ہے کہ وہ ایک رات میں پورا قرآن مجید پڑھتے تھے اور دن کو بھی ایک قرآن مجید پڑھتے تھے، اور حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ روزانہ پندرہ پاروں کی تلاوت کرتے تھے۔

میاں عبدالہادی دین پوری رحمۃ اللہ علیہ دین پور شریف علاقہ ہے خانپور کے پاس، بہت بڑے اللہ تعالیٰ کے ولی گزرے ہیں، ان کا معمول یہ تھا کہ وہ روزانہ ایک قرآن کی تلاوت کرتے تھے اور صبح سے شام تک قرآن کی تلاوت کرتے رہتے تھے۔

شیخ الحدیث مولانا زکریا رحمۃ اللہ علیہ جو ہمارے بہت بڑے بزرگ ہیں، جنہوں نے تبلیغی نصاب لکھی ہے وہ فرمایا کرتے تھے کہ جو آدمی رمضان میں قرآن سے محروم رہا، وہ سارا سال دین سے محروم رہا، رمضان میں قرآن سے محروم نہ ہو۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ یہ خاص اللہ تعالیٰ کا مہینہ ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ سے تعلق ہو، تو ان کا معمول یہ تھا کہ وہ اس مہینے میں کوئی بات بھی نہیں کرتے، جس کا تعلق رمضان سے نہ ہو، بلکہ خط تک کا جواب نہیں دیتے تھے کہ عبادت میں خلل نہ آئے، ذکر و اذکار میں فرق نہ آئے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ، اپنے گھروں کو مردہ

خانہ نہ بناؤ، اپنے گھروں کو قرآن کی تلاوت سے روشن کرو۔ مسلمان ماؤں بہنوں سے کہو قرآن کی تلاوت کرو، روزانہ قرآن پڑھو، جتنا پڑھ سکتے ہو پڑھتے چلے جاؤ۔ اولیاء اللہ جتنے بھی گزرے، ان کے معمولات دیکھو تو ان کا قرآن سے شغف معلوم ہوگا۔

اللہ تعالیٰ کی معافی کا واقعہ:

میرے بھائیو! ایک یہودی کے بارہ میں شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ روزوں میں اس یہودی کا بچہ بازار میں پھر رہا تھا اور روٹی اس کے ہاتھ میں تھی، تو اس یہودی نے اس کو ایک طمانچہ مارا کہ مسلمانوں کا روزہ ہے، یہ بات اللہ تعالیٰ کو اتنی پسند آئی کہ اس کے گناہ معاف کر دیئے۔

اور ہمارے ہاں کیا ہوتا ہے کہ گھروں کا نظام ویسے ہی چلا کرتا ہے، اور کھانے پینے کا نظام ویسے ہی چل رہا ہے اور خواہ مخواہ ہم لوگ بیمار بن جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ایسے بہانوں کو برداشت نہیں کرتے، یہ اللہ تعالیٰ کو فریب دینے والی بات ہے، اللہ تعالیٰ کو دھوکہ دینا ہے، انسان کو اس سے محفوظ رہنا چاہئے۔

بیس تراویح سنت ہے:

میرے بھائیو! مصنف ابن ابی شیبہ کی حدیث ہے، بیس تراویح سنت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور روایات میں بیس تراویح کا ذکر موجود ہے، بیس تراویح پڑھو اور پورا قرآن سنو اور رمضان کے روزے رکھو، نماز باجماعت ادا کرو، اس کیلئے اہتمام کرو، قرآن کی تلاوت کرو۔ (ابن ابی شیبہ صفحہ ۲۹۴، جلد ۲)

رمضان اور قرآن سفارشی ہوں گے:

یہ رمضان کا مہینہ اور قرآن اللہ تعالیٰ کی عدالت میں آئے گا، حدیث کے الفاظ ہیں..... الصیام والقرآن یشفعان قیامت کے دن روزہ اور قرآن اللہ تعالیٰ کی عدالت میں آکر کہیں گے اے اللہ اگر ہم تیرے شعار ہیں، تو ہماری

سفارش قبول کر لے، یہ آدمی ہے اس نے روزہ رکھا تھا اور قرآن سنا تھا اور ہم اس کے سفارشی ہیں، ہماری سفارش قبول کر لو اور اس آدمی کو بخش دو۔

(رواہ البیہقی فی شعب الایمان)

شیخ الہند رحمہ اللہ کی دعا:

میرے بھائیو! رمضان المبارک کے فضائل بہت سے ہیں، ہمارے اکابرین کے معمولات ہی نرالے ہیں۔ مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ جدہ سے گرفتار ہوئے، شیخ الہند محمود الحسن رحمہ اللہ کے ساتھ تھے، بحری جہاز میں تھے پندرہ دنوں میں وہ جہاز اسکندریہ پہنچا اور آگے جزیرہ انڈمان میں جانا تھا، تو شیخ الہند مولانا محمود الحسن رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ہم تین چار آدمی ہیں اور ہم میں قرآن کا حافظ کوئی نہیں، تو میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ اے اللہ اس دفعہ ہمیں رمضان میں قرآن سے محروم نہ کرنا۔

جہاز چل رہا ہے اور حافظ کوئی نہیں، اور دعا کر رہے ہیں، صبح کو دعا کی ہے کہ اے اللہ رمضان المبارک آ رہا ہے چالیس سال سے نہ میں نے تہجد کی نماز چھوڑی ہے، نہ تراویح چھوڑی، لیکن اس دفعہ رمضان آیا ہے اور میرے ساتھ نہ میرے شاگرد حافظ ہیں۔

مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ شاگردوں میں تھے اور وہ حافظ نہیں تھے، تو شام کو مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اے میرے استاد، اے میرے شیخ، میرے لئے دعا کریں کہ میں آپ کو قرآن سناؤں، انہوں نے کہا کہ تو حافظ نہیں ہے۔ انہوں نے کہا کہ دعا آپ کریں قرآن میں سنا دوں گا، انہوں نے دعا کی، وہ روزانہ ایک پارہ صبح کو یاد کرتے اور رات کو تراویح میں سنا دیتے، استاد کی دعا ہے، بحری جہاز چل رہا ہے اور تراویح ہو رہی ہے۔

لوگ روتے تھے کہ اے اللہ رمضان کا مہینہ آ گیا اور ہم نے تیاری نہیں کی، فیصل آباد کا کرایہ آدمی کی جیب میں نہ ہو تو وہ بس پر نہیں چڑھتا، اور قبر کی تیاری نہیں ہے

اور ہم پھر رہے ہیں، کوئی توشہ نہیں، کوئی کمائی نہیں۔

بزرگوں کا تذکرہ:

میرے بھائیو!

مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے تین مہینے میں قرآن حفظ کیا۔ ایسے لوگ بھی تھے کہ نماز مغرب کے بعد یہ جامعہ رشیدیہ ساہیوال کے جو بانی تھے مفتی فقیر اللہ رحمۃ اللہ علیہ ان کے پیر و مرشد تھے مولانا فضل احمد رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ بڑے بزرگ گزرے ہیں اور یہ جو چیچہ وطنی کے پیر جی مشہور ہیں، پیر جی عبداللطیف صاحب، مولانا عبدالعزیز صاحب گیارہ چک والے، یہ بڑی ہستیاں ہیں اور یہ تو ہستیاں فوت ہو گئیں، جن کو دیکھنے کو آنکھیں ترستی ہیں، ساری ساری زندگی تہجد میں گزاری، ایسے ایسے ولی دنیا میں گزرے کہ جن کے چہرے چشم فلک نے کبھی نہیں دیکھے، ایسے ایسے لوگ۔

مولانا فضل احمد رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کا معمول تھا ان کو اللہ تعالیٰ نے عمر بخشی ستر سال، ان کو لوگ کہتے تھے کہ یہ مادر زاد ولی ہے، یہ ماں کے پیٹ سے ولی پیدا ہوا ہے، ایسے تھے، پندرہ سال کی عمر سے لیکر ستر سال کی عمر تک، نہ کوئی تہجد کی نماز چھوٹی، نہ کوئی تراویح چھوٹی، نہ تلاوت چھوٹی اور نماز مغرب کے بعد ایک پارہ روزانہ اوابین کے نفلوں میں پڑھتے تھے، اور مولانا کا پچپن سال تک یہ معمول رہا، کہ مغرب کی نماز کے بعد جو اوابین کے چار نفل ہوتے ہیں ان میں ایک پارہ وہ بلند آواز سے تلاوت کرتے تھے۔

آپ حیران ہوں گے کہ جب ان کی وفات ہوئی، وفات کے بعد ان کو عصر کے وقت دفن کیا گیا اور نماز مغرب کے بعد ان کی قبر سے قرآن کی آواز آئی اور سارے لوگوں نے سنی، لوگ مٹی اٹھا کر قبر سے لے جاتے تھے۔ قبر کی مٹی سے خوشبو آتی تھی۔

حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کی قبر سے خوشبو:

مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے ولی اور بزرگ گزرے ہیں، یہ

خدام الدین جن کا رسالہ نکلتا ہے، مولانا عبید اللہ انور کے والد مکرم تھے میاں اجمل قادری لاہور والے کے دادا تھے، بہت بڑی ہستی گزری ہے۔

حضرت لاہوری رحمہ اللہ کی قبر سے بھی خوشبو آئی، سارے لوگوں نے سونگھی کہ ان کی قبر سے خوشبو آ رہی ہے، مولانا عبداللہ درخواستی رحمہ اللہ نے ان کی قبر پر دعا مانگی تھی کہ اے اللہ ان کی قبر کی مٹی خوشبو کی وجہ سے لوگ اٹھا کر لے جا رہے ہیں روزانہ مٹی ڈالتے ہیں پھر اٹھا کر لے جاتے ہیں ان کی قبر میں ہی خوشبو رہے، چنانچہ دعا مانگی اور بعد میں وہ خوشبو بند ہو گئی۔

اور جن لوگوں کے پاس آج بھی وہ مٹی موجود ہے میرے سر صاحب حضرت لاہوری کے مرید تھے، ان کے پاس اب بھی وہ مٹی موجود ہے جس سے اب بھی خوشبو آ رہی ہے، یہ جیتا جاگتا ثبوت ہے، کسی کو بتانے کی ضرورت نہیں۔

تین افراد کی قبروں سے خوشبو:

تو اسی طرح مولانا درخواستی نے دعا مانگی تھی اور جوان کی قبر پر لاہور میں دعا ہوئی، اس میں انہوں نے فرمایا کہ تاریخ اسلام میں تین آدمی ایسے گزرے ہیں کہ جن کی قبروں سے خوشبو آئی۔

ایک کی قبر سے حدیث کی وجہ سے خوشبو آئی، اور ایک کی تفسیر کی وجہ سے خوشبو آئی، اور ایک امام مالک رحمہ اللہ تھے جن کی خوشبو کی وجہ فقہ تھی، لیکن سب سے زیادہ خوشبو، وہ امام بخاری رحمہ اللہ کی قبر پر آئی تھی، بخارا میں ان کی قبر ہے، ہزاروں دنیا نے ان کی قبر سے آنے والی خوشبو کو سونگھا اور علماء نے لکھا ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ سات سال کی عمر میں نابینا ہو گئے تھے۔

امام بخاری رحمہ اللہ کا حافظہ:

اور حافظہ کتنا تھا کہ جس استاد کے پاس جاتے، جس بھی اتالیق کے پاس، تو استاد کہتا کہ میں حدیث پڑھاتا ہوں، اور انہوں نے بہت سفر کئے، بغداد کا، کوفہ کا، مدینہ

کا، مکے کا، ناپیتا تھے، حدیث پڑھتے تھے۔

امام بخاری رحمہ اللہ سے ایک استاد نے کہا، ان کا نام تھا محمد بن اسماعیل بخاری رحمہ اللہ محمد، محمد کہا کرتے ہو، نہ تم لکھتے ہو نہ پڑھتے ہو، انہوں نے کہا: استاد جی، کیا سننا چاہتے ہو سنو، تو استاد نے چالیس احادیث پڑھیں اور اس شاگرد محمد سے کہا سناؤ، تو انہوں نے اسی ترتیب سے سنا دیں۔

اور بعد میں کئی جگہوں پر ایسے ہوا کہ ستر ستر احادیث استاد نے بیک وقت پڑھیں اور انہوں نے اسی طرح ترتیب کے ساتھ سنا دیں اور امام بخاری رحمہ اللہ کی بخاری شریف میں سات ہزار احادیث ہیں اور قرآن پاک کے بعد سب سے پہلا درجہ بخاری شریف کا ہے، جس میں ساڑھے تین ہزار احادیث مرفوع ہیں اور باقی احادیث بھی صحیح ہیں، لیکن یہاں ساڑھے تین ہزار احادیث کیسے لکھی گئیں۔

امام بخاری رحمہ اللہ کا ادب حدیث:

امام بخاری رحمہ اللہ حدیث لکھنے سے پہلے وضو کرتے تھے، کپڑوں کو خوشبو لگاتے تھے اور خوشبو لگا کر سو جاتے تھے، خواب میں حضور ﷺ کی زیارت ہوتی تھی اور خواب میں حضور ﷺ سے پوچھتے تھے کہ یا رسول اللہ ﷺ یہ آپ کی حدیث ہے، حضور ﷺ کہتے تھے کہ ہاں یہ میری حدیث ہے، اس کے بعد اٹھ کر پھر وضو کر کے وہ حدیث لکھا کرتے تھے، یہ ان کا واقعہ کتابوں میں موجود ہے۔

حضور ﷺ نے حکم دیا:

اور یہ واقعہ تو کل کی بات ہے شیخ الحدیث مولانا زکریا رحمہ اللہ کا، یہ جو کتاب انہوں نے تبلیغی نصاب لکھی اور ان کی آپ بیتی میں بھی یہ واقعہ موجود ہے کہ تقریباً ۳۵ سال تک، مدرسہ سہارن پور میں انہوں نے علوم اسلامیہ کی کتب پڑھائیں، لیکن بخاری شریف نہیں پڑھائی، مشکوٰۃ پڑھتے تھے اور کتابیں بھی پڑھاتے تھے، ۳۵ سال کے بعد حضور ﷺ نے خواب میں فرمایا کہ اے زکریا، میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ تم میری کتاب

بھی پڑھاؤ۔

شیخ الحدیث مولانا زکریا عسکری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی کون سی کتاب ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری کتاب بخاری شریف ہے۔

تو شیخ الحدیث لکھتے ہیں کہ میں نے خواب میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی بخاری تو بڑی کتاب ہے آپ کے کلام میں تو بڑی بات ہے، میرے اندر اتنی قوت نہیں کہ میں آپ کی کتاب کے مسئلے حل کر سکوں، آپ کے الفاظ میں اتنی جامعیت ہے اور آپ کے الفاظ میں اتنے کمالات ہیں کہ میں ان کمالات کا احاطہ نہیں کر سکتا، میں وہ الفاظ کہ جو آپ کی زبان سے نکلے ہیں، میں کیسے پڑھا سکتا ہوں، میں تو کمزور ہوں، گناہگار ہوں، شاید مجھے ان کا مفہوم سمجھ میں نہ آئے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ زکریا تمہیں بخاری پڑھانی پڑے گی، یہ میرے سامنے امام بخاری ہے، اسی وقت آپ نے امام بخاری کا چہرہ مولانا زکریا عسکری رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے کر دیا اور کہا کہ بخاری شریف شروع کرو، جو مسئلہ تمہیں نہ آئے، یہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ میں تیرے سامنے پیش کر رہا ہوں، اس سے پوچھ لیا کرو۔

عجیب بات ہے کہ کیسے پوچھ لیں؟ خواب کی بات ہے، خواب کا مسئلہ ہے خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم ملے، آپ نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے بارہ میں یہ بات فرمائی، اور اس کے بعد شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کتاب میں لکھتے ہیں کہ میں نے اگلے دن بخاری شریف شروع کرادی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق۔

تو پہلی جو حدیث ہے..... انما الاعمال بالنیات..... اس حدیث کے میں نے چالیس معنی بیان کئے اس کا یہ بھی معنی ہے، یہ بھی معنی ہے، یہ بھی معنی ہے۔

اگلے دن خواب میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ملے اور میں نے ان کو یہ چالیس معنی سنائے کہ میں نے یہ چالیس معنی بیان کئے تو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب میں نے بخاری شریف لکھی تھی، اس وقت یہ چالیس معنی میرے ذہن میں نہیں تھے، بلکہ ان

کے علاوہ اور چالیس معنی میرے ذہن میں تھے۔

اب دیکھو کہ پیغمبر ﷺ کی حدیث کا کتنا گہرا مفہوم ہے، حضور ﷺ نے فرمایا..... اوتیت جوامع الکلم..... مجھے جامع کلام کا حامل بنایا گیا کہ میں جامع کمالات کا حامل ہوں۔

میرے بھائیو! پیغمبر ﷺ کی زیارت خواب میں ہو، تو یہ خواب حق ہوتا ہے، یہ نبوت کا چھیلیسواں حصہ ہے سچے خواب!

رمضان کی قدر کرو:

میرے بھائیو! بات رمضان المبارک کی تھی کہ رمضان رحمتوں کا مہینہ ہے، اس کی قدر کرو، پتہ نہیں کتنے ہیں کہ جن کا پتہ شب برأت میں کٹ چکا ہے، اس کو آخری رمضان سمجھ کر عبادت کرو، آخری روزے سمجھ کر اللہ تعالیٰ کی اس نعمت سے فائدہ اٹھاؤ۔ اس میں خیرات کرو، ایک کے بدلہ میں دس دنیا میں، ستر آخرت میں اور رمضان میں تو سات سو گنا ملتا ہے۔

یہ بات یاد رکھیں کہ رمضان کا ایک فرض روزہ پوری زندگی کے نفل روزوں سے بڑھ کر ہے۔ ایک بندہ کہتا ہے کہ میں بیمار ہوں، میں پیسے دے کر ایک بندے کو روزے رکھوا رہا ہوں، یہ فراڈ ہے، اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے کہ جس کو تم روزہ رکھواؤ اس پر فرض نہیں ہے، پیسے تم سے لے گا اور فرض اپنے پورے کرے گا پھر کیا ہوگا؟ تو یہ چکر ہے اس میں نہ آؤ۔

اور یہ جو تراویح ہے، تراویح کے بارہ میں اختلاف ہے کہ کچھ روایتیں ہیں کہ ۳۶ رکعتیں ہیں اور ایک ہے آٹھ کی، وہ جو آٹھ رکعتوں کی حدیث ہے وہ ہے تہجد کی نماز کیلئے، اسے بھی صلوٰۃ اللیل کہا گیا، لیکن جو بیس رکعت والی روایت ہے اس میں باقاعدہ تراویح کا لفظ ہے کہ بیس رکعت تراویح حضور ﷺ نے حکم دیا۔

اور دوسری بات یہ ہے کہ حضور ﷺ نے خود تین دن تراویح کی باجماعت نماز

پڑھی ہے، کیوں؟ پابندی کے ساتھ پورا مہینہ اس لئے نہیں پڑھی تاکہ تم پر تراویح فرض نہ ہو جائے، فرض ہو جاتی تو بیمار آدمی چھوڑ نہ سکتا اور کوئی بیمار ہو اور مسافر ہو، وہ یہ نفل عبادت ہے۔

لیکن نبی کریم ﷺ کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس کا اہتمام کیا، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں باقاعدہ بیس رکعت تراویح باجماعت پڑھی گئی اور آپ دیکھیں مکہ اور مدینہ میں آج بھی چودہ سو سال سے بیس رکعت تراویح ہو رہی ہے تو اس لئے اس کا اہتمام کریں، اور روزے کے بارہ میں مسئلہ یاد رکھیں کہ مسواک کرنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

لیلۃ القدر کی تلاش کرو:

اور آخری عشرے میں طاق راتوں میں جو پانچ راتیں ہیں، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۷، ۲۹ یہ راتیں طاق ہیں، ان میں ہم سب کو برکتوں والی راتوں میں، عبادت کر کے فضیلت حاصل کرنی چاہئے۔ (رواہ البخاری)

اعتکاف:

ایک عبادت ہے اعتکاف کی، اعتکاف ایک ایسی عبادت ہے کہ اعتکاف میں سونے کا بھی ثواب ملتا ہے، آپ سوئے رہیں ثواب ملے گا، آپ خاموش رہے تو اس کا بھی ثواب ملے گا۔

اور اعتکاف کا یہ بھی مسئلہ یاد رکھیں کہ جس طرح عورتیں پردہ کرتی ہیں، اعتکاف کرنے والے اس طرح پردہ کریں، اس کی ضرورت نہیں ہے، اعتکاف میں آدمی خاموش رہے، دنیا کی کوئی بات نہ کرے، دین کی باتیں جتنی مرضی کرے اور چہرے کا بالکل بند کرنا یہ کوئی ضروری نہیں ہے، چہرے کو بالکل چھپا کر رکھنا یہ بالکل ضروری نہیں۔

اور اعتکاف میں بہت بڑا اجر اور بہت بڑا ثواب ہے۔ قرآن کی زیادہ سے

زیادہ تلاوت کریں، تبلیغی اور دینی کتب کا مطالعہ کریں۔ اسی طرح لیلۃ القدر ہے یہ طاق راتوں میں سے ایک ہوتی ہے اس میں عبادت کریں، یہ فضیلت والی بات ہے، اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق بخشے۔ (آمین)

وَآخِرُ دَعْوَانَا اِنَّ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝



اسباب غزوہ بدر

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِذْ هَمَّتْ طَّآئِفَتٌ مِّنْكُمْ اَنْ تَفْشَلَا وَ اللّٰهُ وَلِيُّهُمَا
وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ۝ وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ
بِبَدْرِ ۙ وَاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُشْكُرُونَ ۝
(پارہ ۴، سورۃ آل عمران، آیت ۱۲۲، ۱۲۳)

صَلَّى
الْعَظِيمِ

ترجمہ:

”جب قصد کیا دو فرقوں نے تم میں سے کہ نامردی کریں اور اللہ تعالیٰ مددگار تھا ان کا، اور اللہ تعالیٰ ہی پر چاہئے بھروسہ کریں مسلمان، اور تمہاری مدد کر چکا ہے اللہ تعالیٰ بدر کی لڑائی میں اور تم کمزور تھے۔ سو ڈرتے رہو اللہ تعالیٰ سے تاکہ تم احسان مانو۔“

☆☆☆☆

اشعار:

محمد ﷺ کی غلامی دین حق کی شرط اول ہے
 اسی میں ہو اگر خامی تو سب کچھ نامکمل ہے
 محمد ﷺ کی غلامی ہے سند آزاد ہونے کی
 خدا کے دامن توحید میں آباد ہونے کی

تمہید:

میرے واجب الاحترام، بزرگو اور دوستو!
 آج رمضان المبارک کا تیسرا جمعہ ہے، اس جمعہ میں جنگ بدر کی مناسبت سے،
 اسلام کے اس عظیم الشان معرکے اور غزوے کا ذکر ان شاء اللہ ہوگا۔
 جنگ بدر ۷ رمضان المبارک کو ہوئی اور یہ جمعہ کا دن تھا۔ آج سترہ رمضان
 ہے اور جمعہ کا دن بھی۔ آج سے چودہ سو نو سال پہلے، آج کی تاریخ میں جنگ بدر کا واقعہ
 پیش آیا۔

جنگ بدر اسلام کی تاریخ کی وہ جنگ ہے کہ جس میں مسلمانوں کو دنیا میں ایک
 قوم کی حیثیت سے متعارف کرایا۔

اس سے پہلے مسلمان بطور مسلمان کے، کسی مملکت اور کسی ریاست کے حکمران
 نہیں تھے۔ اسلام کا پہلا معرکہ، اسلام کی پہلی جنگ، کفر اور اسلام کا پہلا مقابلہ، کفر اور
 اسلام کی پہلی آمیزش، عشق و محبت کا پہلا امتحان، پیار اور الفت کی پہلی آزمائش، جنگ
 بدر کے نام سے مشہور ہے۔

اسلام میں بڑی بڑی جنگیں ہوئیں، اس میں کوئی شک نہیں، سب سے بڑی
 جنگ، جنگ تبوک ہے، جس میں مسلمانوں کی تعداد تیس ہزار اور عیسائیوں کی تعداد
 اڑھائی لاکھ تھی، یہ آخری بڑی جنگ ہے۔

تاریخ اسلام کا عظیم معرکہ:

لیکن اگر تاریخی اعتبار سے دیکھا جائے، تو سب سے زیادہ اہمیت جنگ بدر کی ہے، قرآن پاک کے انداز کو، قرآن پاک کے طرز خطاب کو آپ دیکھیں کہ قرآن پاک نے جنگ بدر کو کتنی اہمیت دی ہے کہ سورۃ انفال جنگ بدر کے واقعات پر مشتمل ہے اور تیسرے بارہ میں بھی اللہ تعالیٰ نے جنگ بدر کا ذکر فرمایا ہے۔ اور آپ قرآن پاک کے اس انداز پر غور فرمائیں گے تو انسان حیران ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کس انداز سے اس جنگ کے آغاز کا واقعہ بیان کیا کہ یہ جنگ شروع کیسے ہوئی۔

فرمایا..... فما اخرجك ربك من بيتك بالحق وان فريقا من المؤمنين لكارهون اے پیغمبر ﷺ تیری جماعت کو لوگوں نے بڑی تکلیفیں دے دے کر مکے سے نکال دیا،

گھربار لٹا دیا

بچے چھوڑ دیئے

بیویاں چھوڑ دیں

علاقے چھوڑ دیئے

شہر چھوڑ دیئے

والدین چھوڑ دیئے

زمینیں چھوڑ دیں

مال چھوڑ دیا

رشتہ دار چھوڑ دیئے

حویلیاں چھوڑ دیں

شہر چھوڑ دیئے

کما اخرجك ربك تیرے رب نے ان کو نکالنے کا سامان کیا، ان لوگوں

کی تکلیفوں کی وجہ سے، فرمایا..... و ان فریقاً من المؤمنین لکارہون..... کے سے
تکلیفیں دے دے کر نکالے گئے، ہالاً فریب میں پھنسے ہوئے کے سے داروں کو
بڑی تکلیف پہنچی کہ جن لوگوں کو ذلیل و رسوا کر کے ہم نے کے سے نکالا تھا، جن کو دھکے
دے دے کر کے سے نکالا تھا، ان کو مدینہ منورہ کے یہودیوں نے کیوں پناہ دی، وہاں
انہوں نے اسلامی ریاست کیوں بنائی؟ وہاں انہوں نے حکومت قائم کرنے کا ارادہ
کر لیا۔

ابو جہل کا خط ابن ابی کے نام:

قرآن کہتا ہے کہ مکے کے کفار کو یہ بات بڑی ناگوار گزری، ۳۱۳ وہاں بنے، جب یہاں سے نکلے تو ۱۱۴ تھے، فقیر، درویش، کھانے پینے کو کوئی چیز نہیں، پہننے کو کوئی چیز نہیں، وہاں پہنچے، تو مکے کے سردار ابو جہل نے خط لکھا عبد اللہ ابن ابی کو، جو مدینہ منورہ میں منافقین کا سردار تھا۔

اس نے کہا عبد اللہ تیرے پاس محمد ﷺ نے آ کر پناہ لی ہے، یہ بات ہماری غیرت کے خلاف ہے کہ تو نے ان بھوکے ننگوں کو پناہ دی ہے، اگر تو نے ان کا ساتھ نہ چھوڑا، یا ان کو نکالنے کا ارادہ نہ کیا تو ہم تیرا بھی مقابلہ کریں گے۔

عبداللہ ابن ابی منافق تھا، لیکن چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نئے گئے تھے تو اچھے طریقے سے ملتا، کہتا تھا کہ میں مسلمان ہوں، اوپر سے اس نے کلمہ بھی پڑھ لیا تھا۔

قتال کی اجازت:

میرے دوستو! یہ تھی اصل وجہ کہ تیرہ سال صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے میں رہے، ان کی چیز کا دھڑ دی گئی۔

.....O بلال حبشی رضی اللہ عنہ کو پتی ریت پر لٹا دیا گیا۔

.....0 سمیہ فیضیہ کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے گئے۔

.....O زائرہ خجندیہ کی آنکھیں نکال دی گئیں۔

-○ لبینہ رضی اللہ عنہا کی چمڑی ادھیڑ دی گئی۔
-○ زید ابن دشنہ رضی اللہ عنہ کو تکلیفیں دی گئیں۔
-○ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر مظالم گرائے گئے۔
-○ خباب ابن ارت رضی اللہ عنہ کو آگ کے انگاروں پر لٹایا گیا
-○ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے راستے میں کانٹے بچھائے گئے۔
-○ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے پر غلاظت کے ڈھیر ڈالے گئے۔
-○ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چوکوں میں لوگوں نے گالیاں دیں۔

جب اتنی تکلیفیں مکہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اٹھائیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اٹھائیں، تو اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اجازت دی کہ تم تلوار اٹھاؤ، تم دشمن کا مقابلہ کرو، حکم ہوا کہ پہلے بولنے کی اجازت نہیں تھی، وہ مارتے ہیں، تم خاموشی اختیار کرو، وہ مارتے ہیں تم صبر کرو، تکلیف برداشت کرو، لیکن مقابلہ کرنے کی اجازت نہیں۔

جب لوگوں کا سامان لوٹ کر، ان کو مکے سے نکال دیا گیا، جب یہ مدینہ منورہ میں پہنچے تو وہاں بھی انہوں نے پیچھے سے سازشیں شروع کر دیں، کہ یہ مدینہ میں امن اور چین کے ساتھ کیوں بیٹھے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں آرام سے کیوں رہتے ہیں۔ ابو جہل نے عبد اللہ ابن ابی کو خط لکھا کہ ان کو نکالو اور نئے نئے حربے استعمال کرنے شروع کئے، ان کو مدینہ منورہ سے نکال دیا جائے، تاکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت، پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا دین اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اسلام اور اللہ تعالیٰ کا قرآن دنیا میں پھیل نہ سکے، یہ مشرکین مکہ کا پروگرام تھا۔

لیکن جس وقت ابو جہل نے، ابوسفیان سے کہا کہ تم پچاس ہزار کا اسلحہ لیکر آؤ، تاکہ ہم مدینہ منورہ سے مسلمانوں کو نکال سکیں، اس وقت اللہ تعالیٰ کی غیرت کو جوش آیا، اللہ تعالیٰ کا کوڑا اور عذاب ان لوگوں کیلئے حرکت میں آتا ہے۔

فرمایا..... اذن للذين يقاتلون بانهم ظلموا..... اے میرے پیغمبر

ﷺ! آج تجھے قتال کی اجازت دے دی گئی..... اس وجہ سے کہ تجھے تکلیفیں پہنچائی گئیں، تجھے مارا گیا، تیرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اذیتیں دی گئیں، آج جب مدینہ منورہ میں یہ لوگ تیرے خلاف سازشیں کرنے کیلئے تیار ہیں، تو اے میرے نبی ﷺ آج تجھے بھی اجازت ہے کہ.....

تو اپنی فوجوں کو تیار کرے،

اپنے لشکر کو تیار کرے،

اپنے دیوانوں کو تیار کرے،

اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو تیار کرے،

اپنے مستانوں کو تیار کرے،

اپنے وفاداروں کو تیار کرے،

اور اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو تیار کیا، قرآن پاک نے بڑے اچھے انداز میں بیان فرمایا..... یجادلونک بالحق بعد ماتبین کانما یساقون الی الموت..... یہ لوگ اللہ کے راستے میں لڑنے کیلئے تیار ہیں اور جس وقت بدر کا معرکہ پیش آیا۔

میں قرآن کے اس انداز پر قربان جاؤں، فرمایا..... کانما یساقون الی الموت..... یہ لوگ اس طرح موت کی طرف چلتے ہیں جس طرح لوگ گھروں کی طرف چلتے ہیں..... یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رسول اللہ ﷺ کے دین کیلئے پیغمبر کے نام کیلئے، رسول اللہ ﷺ کی عزت کیلئے، اللہ تعالیٰ کے دین کی سربلندی کیلئے موت کی طرف جانے کیلئے تیار ہیں..... یساقون الی الموت..... یہ تو موت کی طرف بھاگے جا رہے ہیں، ان کو تو بلندی کی طرف جانے سے روک کوئی نہیں سکتا۔ یہ ان کا ایمان تھا جس کو قرآن نے بیان کیا ہے۔

حضور اکرم ﷺ کو مسجد نبوی میں کسی نے آ کر اطلاع دی کہ ابوسفیان تیاری کر کے بہت بڑا لشکر لیکر مسلمانوں کا مقابلہ کرنے کیلئے چل پڑا ہے، مدینہ منورہ میں مکہ

مکرمہ سے، ابوسفیان کا لشکر ابوجہل کی قیادت میں اور ادھر ابوسفیان ملک شام سے اسلحہ لیکر آئے۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کی عظمت:

اور مخبر نے خبر دے دی کہ ابوسفیان جو ہے یہ ایک دن کے بعد ادھر پہنچنے والا ہے، اس لئے کہ ملک شام سے واپسی پر راستے میں مدینہ آتا ہے تو اس راستے سے ابوسفیان کے قافلے نے اسلحہ لیکر گزرنا تھا، جب ادھر سے پتہ چلا کہ ادھر ابوجہل کی تیاری ہو رہی ہے اور وہ مسلمانوں کے خلاف لشکر تیار کر رہا ہے اور بعض روایات میں آتا ہے کہ مخبر نے خبر دی کہ لشکر چل پڑا ہے اور یہ بھی خبر ہے کہ ابوسفیان اسلحہ کے ساتھ یہاں سے گزرنا چاہتا ہے اور حضور ﷺ نے فرمایا کہ ہر مسلمان کا فرض ہے کہ ہم دفاع کریں، لہذا تم تیار ہو جاؤ، پہلے ہم ابوسفیان کا لشکر روکیں گے اور اس سے اسلحہ لیں گے، انہوں نے ہمارے مکان چھینے، انہوں نے ہماری جائیدادیں چھینی، انہوں نے مکے سے دھکے رے کر نکالا، پہلے ابوسفیان کا لشکر روکیں گے، پھر ابوجہل کا مقابلہ کریں گے، مسجد نبوی میں خطبہ دیا اور مدینہ منورہ کی تاریخ میں یہ پہلا خطبہ تھا، حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے یہ آواز سنی، حضرت صہیب رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ کا یہ آواز پہلے سنا تھا کہ آج اسلام کا معرکہ اور اسلام کی حشمت اور شوکت، آج اسلام کی بہادری کی تاریخ رقم ہونا چاہتی ہے۔

آج معلوم ہوگا کہ منافق کون ہے؟

محمد ﷺ کا حب دار کون ہے؟

صحابی رضی اللہ عنہ کون ہے؟

جان دینے والا کون ہے؟

اور پوری کھانے والا کون ہے؟

میرے نبی ﷺ نے جس جس آدمی کو منتخب کیا تھا۔ اس نے بڑھ کر تلوار کو چوما،

اس نے بڑھ کر زنجیروں کو چوما، زندانوں سے گزر گئے سب کچھ لٹا دیا، لیکن نہ قرآن چھوڑا نہ مصطفیٰ ﷺ کا فرمان چھوڑا۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کا جذبہ جہاد اور حضور ﷺ کی مسرت:

حضور ﷺ نے جب یہ خطبہ دیا تو منظر بڑا عجیب تھا، مسجد نبوی میں سارے صحابہ رضی اللہ عنہم بیٹھے تھے، حضور ﷺ نے فرمایا کہ جہاد کا حکم آ گیا، اجازت مل گئی، صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا ہم تیار ہیں۔

عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا تیار ہیں

طلحہ رضی اللہ عنہ وزیر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم تیار ہیں

حضور ﷺ خاموش ہیں، صحابہ رضی اللہ عنہم حیران ہیں، ہم سب نے حضور ﷺ کی آواز پر لبیک کہا، لیکن حضور ﷺ خاموش ہیں، اس مجمع میں ایک صحابی تھے جس کا نام تھا مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ انہوں نے بھی اظہار کیا، حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اظہار کیا کہ اے نبی ﷺ ہم نے کلمہ آپ کا پڑھا ہے، موسیٰ علیہ السلام کا نہیں پڑھا کہ ان کے ماننے والوں نے فرعون کے ظلم و استبداد کے خلاف جاتے وقت کہا تھا..... فاذهب انت وربك فقاتلا انا ههنا قاعدون..... تو اور تیرا خدا جا کے لڑے ہم یہاں بیٹھے ہیں، جب فتح ہو جائے گی ہم آجائیں گے، ہم آپ کے دائیں بائیں آگے پیچھے لڑیں گے، جہاں آپ کا پسینہ گرے گا ہم خون کی ندیاں بہا چھوڑیں گے، حضور ﷺ کا چہرہ خوشی سے چمک اٹھا۔

(زرقانی ج ۱، ص ۴۱۲۔ فتح الباری ج ۷، ص ۲۲۳۔ عیون الاثر ج ۱، ص ۳۸۵)

شرکاء بدر کا اعزاز و سعادت:

لشکر کی تیاری کا حکم ملا، صفیں سیدھی کرو، صحابہ رضی اللہ عنہم کی تعداد ۳۱۳ ہے۔ ان تین سو تیرہ کی بڑی اہمیت ہے، بزرگ کہتے ہیں کہ جو آدمی دعا کرنا چاہے، اس کی دعا قبول نہ ہو، تو تین سو تیرہ صحابہ رضی اللہ عنہم کا نام لے کر دعا کرے، اللہ اس کی دعا قبول کرتے ہیں اور ان کے نام دعاؤں کے ساتھ علیحدہ چھپے ہوئے ہیں، اصحاب بدر کا نام پڑھو تو

”عائیں قبول ہوتی ہیں۔“

حضور ﷺ نے فرمایا!! اس وقت جب جنگ یدر سے فاصلہ ہوئے، اے لوگو! کہ آج کے بعد تم کوئی غلطی کرو گے تو خدا تمہاری غلطی کو بھی سنگی بنا کر لکھے گا۔ اعملوا ما تشئتم قلہ عقودت لکم۔۔۔۔۔۔ یہ بخاری شریف کے الفاظ ہیں، چاہو تمہاری مغفرت کا اعلان ہو گیا، یہ یدر کے شرکاء کے لئے ہے۔ (بخاری ج ۲، صفحہ ۵۶۷)

اسلام کا عظیم لشکر:

کیوں؟ یدر کی جنگ نے اسلام کی بنیاد کھڑی کی، یدر کی جنگ نے مدینہ کی رسول اللہ ﷺ کی ریاست کو مستحکم کرنا تھا۔ یدر کی جنگ نے دین کی بنیادوں کو مضبوط کرنا تھا۔ یدر کی جنگ میں کتنی پوش قافلے کو فتح دینا تھی۔ یدر کی جنگ نے اسلام کا میلہ لشکر تیار کرنا تھا۔ یدر کی جنگ نے قیامت تک ہونے والے جہاد کی بنیاد بننا تھا۔ یہ پہلی جنگ تھی اور یہ لشکرِ اول تھا۔

میرے دوستو!! ۱۳۱۳ھ کا قافلہ تیار ہو گیا۔ چھوٹے چھوٹے صحابیہ کرام رضی اللہ عنہم ایک صحابی کا نام عمیر رضی اللہ عنہ ہے، وہ کہتا تھا کہ میں بھی جنگ میں چلوں گا، حضور ﷺ نے فرمایا کہ تیری عمر تھوڑی ہے، اس نے کہا کہ میں بڑے بڑے پہلوانوں پر حاوی ہوں۔

اب اس لشکر کے پاس گل آٹھ تلواریں ہیں، لیکن کتابوں میں ہے کہ چھ تلواریں ہیں، ستر اوتھ، دو گھوڑے، آٹھ درہیں، ۱۳۱۳ھ کا لشکر، ایک ایک اوتھ پر کئی کئی صحابیہ رضی اللہ عنہم سوار ہیں۔ (فتح الباری جلد ۷، صفحہ ۱۱۷، بیابعد اصحاب بدر)

حقیر نے خبر دی کہ یارسول اللہ ﷺ، دشمن کے لشکر کی تعداد ایک ہزار ہے، ایک ہزار سے تین سو تیرہ کا مقابلہ بظاہر بنتا نہیں ہے، کئی صحابیہ کرام رضی اللہ عنہم کو منافقین نے کہا کہ تم چھوٹے بچوں کو چھوڑ کر، بیویوں کو چھوڑ کر، ایک ہزار کا مقابلہ کرتے کیلئے موت کی طرف چلا رہے ہو اور تین گنا زیادہ لشکر کے مقابلہ میں جاؤ گے تو کیا کرو گے؟ بچوں کا کیا

بنے گا، یہ منافقین نے ورغلانے کی کوشش کی، لیکن قرآن نے یہ کہہ کر بات ختم کر دی۔۔۔۔۔
 کانما یساقون الی الموت۔۔۔۔۔ موت کی طرف جاتے تھے پتہ ہے کہ سامنے موت
 ہے، کفن سر پر باندھ کر موت کی طرف بھاگتے جا رہے ہیں۔

اگر جنگ پہلے ہوئی ہوتی، مدد اللہ تعالیٰ کی آئی ہوتی، تو کوئی مثال تو ہوتی کہ
 فلاں جنگ میں فرشتے آئے تھے، مدد ہو گئی تھی، اس لئے اب بھی آ جائیں گے، یہ سہارا
 ہوتا، اس جنگ کی اس لئے قدر و قیمت زیادہ ہے کہ اس سے پتہ چلے کہ اس میں مدد ملتی
 کیسے ہے، کوئی مثال نہیں تھی، حکم پیغمبر ﷺ کا تھا، نبی ﷺ کا حکم تھا، اس پر چل کر موت کی
 طرف چل پڑے۔

مدینہ سے لشکر چلا اور ۳۱۳ کا لشکر چلا، کوئی چیز پاس نہیں، کوئی علاقہ پاس نہیں،
 کوئی دولت پاس نہیں، کوئی سامان پاس نہیں اور کھانے کا سامان بھی پاس نہیں، مدینہ
 منورہ سے ستر میل کے فاصلے پر میدان بدر ہے، مجبر نے خبر دی کہ لشکر آ رہا ہے، صحابہ رضی اللہ عنہم
 اس میدان میں آ گئے، لشکر آ گیا۔

صحابہ رضی اللہ عنہم میدان بدر میں:

اب حیرانگی کی بات یہ ہے کہ بدر ایک گول میدان ہے، ایک طرف ٹیلہ ہے
 ایک طرف میدان ہے اور اس میدان میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بیٹھے ہیں، رمضان کا مہینہ
 ہے، پہلا سال ہے روزوں کی فرضیت کا، نئے نئے روزے فرض ہوئے ہیں، صحابہ
 کرام رضی اللہ عنہم کے روزے اور عرب کی دھوپ اور گرمی، اور پھر پیدل سفر، اونٹوں کا سفر،
 میدان جنگ میں جانا، روزے رکھے ہوئے بھوک ہے، پیاس ہے، ریت ہے، صحرا ہے،
 گرمی ہے، دکھ ہے، تکلیف ہے، ایک نے بھی نہیں کہا کہ کمالی والے ہمارا کیا بنے گا؟
 چھوٹے چھوٹے بچے حضور ﷺ کے ساتھ ہیں کہ مرنے کا وقت کب آتا ہے اور ہم جنت
 میں کب جاتے ہیں۔

اس میدان میں صحابہ رضی اللہ عنہم کا لشکر پہنچ گیا! اس لشکر کا کیا مقابلہ چھ تلواریں،

آٹھ زریں، ۳۱۳ افراد ایک ہزار کے مقابلہ میں۔

نہ ان کے پاس تلواریں نہ ان کے پاس ڈھالیں تھیں
نہ غلہ ان کے اونٹوں پر نہ پانی کی پکھالیں تھیں
کوئی چیز نہیں تھی۔ اسلام کا یہ پہلا لشکر، دنیا کا یہ پہلا لشکر کہ جس نے رسول
اللہ ﷺ کے نام کو اونچا کرنا تھا۔ آج اس میدان میں آ کر رک گیا کہ جس میدان میں
پانی کا ایک قطرہ بھی موجود نہیں، جس میدان میں ندی کوئی نہیں، تالے کوئی نہیں، پانی
کوئی نہیں، کوئی ٹلکا نہیں، کوئی ٹینکی نہیں، کوئی ٹیوب ویل نہیں، کوئی انتظام پانی کا نہیں،
یہاں سے رسول اللہ ﷺ کے صحابی، میدان میں آ کر پڑاؤ ڈالتے ہیں۔

حفظ کہتا ہے!

یہ تشنہ لب جماعت جب یہاں پر رک گئی آ کر
دعا کی دامن صحرا نے دونوں ہاتھ پھیلا کر
بڑی عجیب بات کہی!

خبر کیا تھی الہی ایک دن ایسا بھی آئے گا
کہ ساقی کوثر یہاں تشریف لائے گا
جب پانی کا ایک قطرہ نہیں، اس پتے ہوئے صحرا میں دعا مانگی کہ اے اللہ!
ساری دنیا کا سردار میرے دامن میں پناہ لیتا ہے، اس کی وہ شان ہے کہ مکے کے
پتھروں پر اس نے قدم رکھا، ان پتھروں کی قسم تو نہ عرشوں پر کھائی ہے آج یہ محمد ﷺ
میرے ذروں پر آتا ہے، اے اللہ! دھوپ کی ریم کو ختم کر دے، آسمان پر بادل
کر دے۔

خبر کیا تھی یہاں تیرے نمازی آ کے ٹھہریں گے
شہید آرام فرمائیں گے غازی آ کر ٹھہریں گے
..... یہ کیا پتہ تھا؟

اور خبر ہوتی تو حفظ نے بڑا ہی عجیب نقشہ کھینچا ہے کہ وہ صحرا اللہ کے سامنے

رو کر کہتا ہے، وہ کیا کہتا ہے کہ ساری دنیا کا سر دار آیا اور میرے پاس پانی کا ایک قطرہ نہیں کہ جسے میں تیرے کو پیش کر دوں۔

خبر ہوتی تو میں شہم کے قطرے جمع کر رکھتا
چھپا کر ایک گوشے میں مستحقا حوش کا رکھتا
یہ ستر بوتل گھونٹے پہلاں سیراب ہو جاتے
مجاہد بھی "مقبو کرتے" تہاتے" غسل فرماتے
..... آج پانی کوئی نہیں.....

اگر اب میرے "امن سے ہوائے گرم آئے گی
تو مجھ کو رحمتہ للعالمین سے شرم آئے گی
..... یہ میدان دعا کرتا ہے.....

دعا صحرا تے مانگی "امن امید پھیلا کر
یہ ایک ابر یاداں آسمان پر چھا گیا آ کر
کھلے میدان میں سچے تیری تعظیم کا آستانہ تھا
کہ حاکی قرش تھا اور لاج "وردی شامیانہ تھا

دعا قبول ہو گئی:

پیغمبر ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو میدان میں جمع کر کے ہدایت دیتے لگے کہ تم
نے کیا کیا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سامنے قریب کرنا ہے، اللہ تعالیٰ کے سامنے رونا ہے،
صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے "علمانگی، تہماز پرستی" تھکے ہوئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے اپنے خیموں
میں جا کر سو گئے، کیونکہ ابھی جنگ کا وقت نہیں آیا، دو پہر کو پہنچے اور شام ہو گئی، دعا ہوئی
کہ اللہ تعالیٰ بارش برسا دے۔ ادھر دعا ہوئی اور ادھر آسمانوں پر بارش آ گئی۔ اس
جنگ میں اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بارش سے نوازا، چاروں طرف پانی پانی
پھیل گیا، پانی کے حوش پھر گئے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پانی جمع کر لیا، دعا قبول ہو گئی، صحرا

میں بارش ہوگئی، نبوت کے قدموں کی برکت سے پانی وہاں بھی آ گیا۔

فرشتوں کا نزول:

یہ قدموں کی برکت ہے، ساری دنیا کا سردار ہے، کیا عظمت ہے اس پیغمبر ﷺ کی۔ کیا شان ہے اس رسول ﷺ کی۔ صحابہ رضی اللہ عنہم خیموں میں چلے گئے۔ حضور ﷺ نے دعا کی تو اللہ نے اس کو شرف قبولیت سے نوازا اور فرمایا..... اذ تستغيثون ربكم..... اے میرے پیغمبر ﷺ جب تو نے میرے سامنے سجدے میں دعا کی..... فاستجاب لكم..... اے پیغمبر ﷺ ہم نے تیری دعا کو قبول کر لیا..... انسى ممددكم بالف من الملائكة..... تیرا سر سجدے سے بعد میں اٹھا تھا ایک ہزار فرشتہ میدان بدر میں پہلے پہنچا دیا تھا۔

اور فرمایا..... وما جعله الله الا بشري و لتطمئن به قلوبكم..... اے پیغمبر ﷺ یہ فرشتے تیرے اطمینان قلب کیلئے بھیج دیئے گئے ہیں۔

میرے بھائیو! اس لشکر میں کیا خصوصیات ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے ان کے متعلق فرمایا تھا کہ اے اللہ! یہ میرے ساتھی ہیں کہ جن کی راتیں مصلے پر گزرتی ہیں اور دن گھوڑے کی پشت پر جنگ کرتے ہوئے گزرتے ہیں۔ ان کو فتح دے دے، ان کو دشمن کے مقابلہ میں کامیاب فرما دے۔ دعا قبول ہوگئی۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مقام کتنا اونچا ہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مرتبہ کتنا بلند ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شان کتنی اونچی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ایمان کو آنے والے امتوں کیلئے معیار قرار دیا۔

جنگ بدر کا نقشہ:

دوسرا دن ہوا قرآن پاک میں دوسرے دن کا واقعہ بیان کیا گیا کہ میدان کارزار میں صحابہ رضی اللہ عنہم اترے، رسول اللہ ﷺ نے صفیں ترتیب دیں، ایک اگلی صف، ایک دوسری صف، اگلی صف والوں سے کہا کہ تم نے میدان میں پہلے جانا ہے، دوسری

صف والوں سے کہا کہ تم نے بعد میں جانا ہے۔
 بارش کی وجہ سے جو پانی آیا وہ حوضوں کے اندر جمع کر لیا گیا، تاکہ لشکر کو دھوپ
 میں تکلیف نہ ہو، پانی ملے، نہانے کے کام آئے، وضو کے کام آئے، کئی حوض پانی کے بھر
 چکے تھے، کئی تالاب بن چکے تھے، اللہ تعالیٰ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کی مدد فرمائی تھی۔ دو پہر کا
 وقت ہے، مقابلے کی تیاری ہے، دشمن کا لشکر مقابلے میں موجود ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
 صحابہ رضی اللہ عنہم بھی موجود ہیں۔

ابو جہل بھی موجود ہے
 عتبہ اور شیبہ بھی موجود ہیں
 اخنس بن شریک بھی موجود ہے

صحابہ رضی اللہ عنہم کہتے ہیں کہ ہم جب میدان بدر میں آئے تو لڑائی ایک دو دن
 کے بعد شروع ہوئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم لڑائی سے ایک دن پہلے تشریف لائے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم
 کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں چھری پکڑی ہوئی تھی۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چھری
 سے نشان لگا کر کہا کہ مجھے اللہ نے خبر دی ہے کہ ہم نے تیری مدد اس میدان میں کرنی ہے
 اس میری چھری والے نشان پر.....

اے بلالؓ تو بھی دیکھ
 اے ابوبکرؓ تو بھی دیکھ
 اے عمرؓ تو بھی دیکھ
 اے عثمانؓ تو بھی دیکھ
 اے علیؓ تو بھی دیکھ

اس جگہ پر ابو جہل قتل ہوگا، اس جگہ پر عتبہ قتل ہوگا، اس جگہ پر شیبہ قتل ہوگا، اس
 جگہ پر اخنس بن شریک قتل ہوگا۔

صحابی کہتے ہیں کہ جنگ کے جاتے پر میں اس جگہ پر آیا تو نبوت نے جس جگہ
 نشان لگایا تھا وہاں ابو جہل کی لاش پڑی تھی، جہاں عتبہ کا نشان تھا وہاں عتبہ پڑا تھا، اخنس

کا نشان تھا اخس پڑا تھا، جس جگہ شیبہ کا نشان تھا شیبہ پڑا تھا۔ کفار کے بڑے بڑے سرداروں کی لاشیں بدر کے میدان میں بکھری پڑی تھیں۔

یہ پیغمبر کی پیشین گوئی تھی، جس کی خبر اللہ تعالیٰ نے میرے اور آپ کے پیغمبر کو عطا فرمائی تھی۔

لڑائی کا آغاز اور کفار کی موت:

میرے دوستو! میدان جنگ کا گرم ہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم منظم انداز میں میدان میں موجود ہیں اور لشکر لڑائی کیلئے تیار ہے۔ جنگ کا طریقہ کار یہ تھا کہ پہلے دشمن اعلان کرتا تھا کہ ہے کوئی مقابلہ کرنے والا۔

ابو جہل نے میدان جنگ میں ایک سردار عقبہ سے کہا کہ تم باہر نکلو، تم مسلمانوں کو چیلنج کرو، ابو جہل نے کہا..... اعل ہبل..... عربی میں اس کا معنی ہے کہ جیسے کوئی کہے کہ میرے بت کی عزت ہو، میرا بت زندہ ہو، میرے بت کا نام بلند ہو، اس کا معنی یہ تھا، لات، جبل اور عزئی کی جے کا نعرہ لگایا اور پکار کر کہا کہ..... هل من مبارز.....

ہے کوئی مقابلہ کرنے والا

ہے کوئی میدان میں آنے والا

ہے کوئی سامنے آنے والا

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا، علی رضی اللہ عنہ میدان میں نکل، علی رضی اللہ عنہ آج اللہ تعالیٰ کا نام بلند کر، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تکبیر کا نعرہ بلند کیا، علی رضی اللہ عنہ نے پہلا وار کیا، دشمن کے ٹکڑے کر کے زمین پر بکھیر دیئے، اس کے بعد دوسرا آیا، حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو حکم ملا کہ چچا میدان میں آئیں، حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے دشمن کے ٹکڑے زمین پر بکھیر دیئے۔ پھر تیسرا آیا تو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے تیسرے کے ٹکڑے کر دیئے، اسی طرح باری باری سات مبارز آئے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ان کے ٹکڑے زمین پر بکھیر دیئے۔

پھر لڑائی شروع ہوئی۔ جنگ شروع ہوئی، دشمن کی فوجوں میں مایوسی چھا گئی، کفار کا لشکر زیر و زبر ہونے لگا، عین لڑائی کے وقت حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کی خواہش ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارد گرد رہوں۔ میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رہوں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چلتا پھرتا رہوں، تاکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی گزند نہ پہنچے، حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد موجود ہیں۔ میدان کارزار میں لڑائی شروع ہے۔

صحابہ رضی اللہ عنہم نے محبت کا انداز بتلایا:

میرے دوستو!

قومیت کی بات ہوتی ہے یہاں رشتہ داری اور قومیت کا پاس ہوتا ہے، اس بات کو اسلام کی اس جنگ نے یہ بھی واضح کر دیا کہ اس جنگ میں حضرت حذافہ رضی اللہ عنہ ہیں، حضرت حذافہ رضی اللہ عنہ کے والد عتبہ وہ دشمن کی فوج میں ہیں، بیٹا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فوج میں ہے۔ ایک طرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور دوسری طرف حضرت عباس رضی اللہ عنہ ہیں، وہ بھی دشمن کے ساتھ ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد حضرت ابوالعاص وہ بھی دشمن کی طرف سے ہیں اور ایک طرف حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں اور دوسری طرف حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بھائی عقیل ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہیں اور ان کے ماموں عاص بن وائل دشمن کی فوجوں کے ساتھ ہیں۔ ایک طرف ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں اور دوسری طرف ان کے لڑکے عبدالرحمن دشمن کی فوج کے ساتھ ہیں۔

اس جنگ نے دنیا کو یہ بھی بتا دیا کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کا سوال ہوتا ہے، جب دین کا سوال ہوتا ہے، جب شریعت کی بات آتی ہے، جب قرآن کی بات آتی ہے، جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق کی گرمی حرارت پیدا کرتی ہے۔

تو باپ باپ نہیں ہوتا

بیٹا بیٹا نہیں ہوتا

ناموں ناموں نہیں ہوتا

چچا چچا نہیں ہوتا

بھائی بھائی نہیں ہوتا

رشتہ دار رشتہ دار نہیں ہوتا

یہ بات اگر کسی نے بتائی ہے تو وہ محمد ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم ہیں۔ پیغمبر ﷺ کے

جانشینوں نے یہ پیغام دیا۔ رسول اللہ ﷺ کے ماننے والوں نے دیا کہ

رسول اللہ ﷺ اپنے چچا کے مقابلہ میں

ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنے بیٹے کے مقابلہ میں

علی رضی اللہ عنہ اپنے بھائی کے مقابلہ میں

خدا فہ رضی اللہ عنہ اپنے باپ کے مقابلہ میں

سب کہتے ہیں کہ اے پیغمبر ﷺ جو تیرا نہیں وہ میرا نہیں، جو تیرے قدموں کا

غلام ہے وہ رشتہ دار ہے، ایک طرف رسول اللہ ﷺ کا داماد ہے اس کے گلے پر کھوار

چلانے کیلئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھاگ رہے ہیں، اور ایک طرف بلال حبشہ سے چل کر آیا

ہے وہ رسول اللہ ﷺ کا ساتھی ہے، سگے چچا پر کھوار چلنا چاہتی ہے اور کالے بلال

رضی اللہ عنہ کو سینے سے لگایا جا رہا ہے۔

یہ عشق و محبت ہے اسلام نے برادر یوں کے بت توڑے، اسلام نے قومیت کا

بت توڑا، اسلام نے دنیوی شہمت اور دنیوی رشتہ داری اور برادر یوں کے بت توڑ کر

صرف ایک اسلام کی وحدت پر امت مسلمہ کو جمع کر دیا۔ یہ اسلام کا امتیاز ہے کہ

اس امتیاز کو کوئی نہیں مٹا سکتا۔

جب جنگ ختم ہو گئی تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بیٹے عبدالرحمن مسلمان

ہوئے، انہوں نے کہا ابا جان بدر کی لڑائی میں کئی مرتبہ ایسے ہوا کہ آپ میری کھوار کے

نیچے آئے، صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ پھر تو نے کیا کیا؟ تو بیٹا کہتا ہے کہ میں نے باپ

سمجھ کر چھوڑ دیا۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ میرا باپ ہے، تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اس کے جواب میں

بڑی عجیب بات کہی کہ بیٹا تو کفر میں کچا تھا تو نے مجھے باپ سمجھ کر چھوڑ دیا، تو میری تلوار کے نیچے آتا تو میں تجھے بیٹا سمجھ کر نہیں، نبی ﷺ کا دشمن سمجھ کر قتل کرنا اور دنیا کو بیٹا نہ کہ جو نبی ﷺ کے مقابلہ میں آتا ہے وہ صدیق کا بیٹا ہو واجب القتل ہے، یہ ہے عشق و محبت کہ جس نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ساری دنیا سے اونچا بنا دیا۔
اللہ تعالیٰ ہمیں مقام نبوت و صحابہ رضی اللہ عنہم سمجھنے کی توفیق بخشے۔ (آمین)

وَآخِرُ دَعْوَانَا اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝



غزوة بدر

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ بِبَدْرٍ وَأَنْتُمْ أَذِلَّةٌ فَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ
تَشْكُرُونَ ﴿١٢٣﴾

(پارہ ۴، سورۃ آل عمران، آیت ۱۲۳)

بِسْمِ اللَّهِ
الرَّحْمَنِ
الرَّحِيمِ

ترجمہ:

”اور تمہاری مدد کر چکا اللہ تعالیٰ بدر میں اور تم کمزور تھے۔ پس اللہ ہی
سے ڈرو تا کہ تم شکر گزار بن جاؤ۔“

تمہید:

قابل صدا احترام بزرگوں اور نوجوان ساتھیو! رمضان المبارک کا دوسرا عشرہ
شروع ہو رہا ہے..... اور ہم غزوہ بدر کے عنوان پر گفتگو کریں گے۔

رمضان میں پیش آنے والے اہم واقعات:

رمضان المبارک رحمتوں اور برکتوں والا مہینہ ہے..... اس مہینے میں ایک کے
بدلے ستر عنایات اللہ تعالیٰ کی طرف سے آتی ہیں..... اگر آپ ایک رکعت پڑھیں گے

ستر رکعتوں کا ثواب۔ ایک روپیہ خیرات کریں گے ستر روپوں کا ثواب ہے۔ یہ ویسے ہی بخشش کا مہینہ ہے، رحمتوں کا مہینہ ہے، عطایات ربانی کا مہینہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے بے پایاں اور بے پناہ رحمتوں کی بارش کا مہینہ ہے۔

مولانا ابوالکلام آزاد رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بات بڑی خوبصورت لکھی، وہ فرماتے ہیں کہ ”گیارہ مہینے کاٹنے کے ہیں اور ایک مہینہ بونے کا ہے۔“
اس مہینے میں آپ نیکوں کا بیج بونیں گے، گیارہ مہینے نیکیاں کاٹیں گے، اللہ تعالیٰ ہمیں نیکوں کا بیج بونے کی توفیق عطا فرمائے، (آمین)

رمضان المبارک میں بڑے بڑے اہم واقعات پیش آئے، ان واقعات میں ایک واقعہ ہے ”جنگ بدر کا، ایک واقعہ ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی وفات کا، ایک واقعہ ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کا اور ایک واقعہ ہے غزوہ فتح مکہ کا۔

مجاہدین بدر کی خصوصیت:

یہ چار واقعات ہیں۔ میں آج جنگ بدر سے رمضان کے ان واقعات کا آغاز کر رہا ہوں۔ آپ کے سامنے ایک ایسی دستاویز، ایک ایسی تاریخ، ایک ایسی داستان حیات کا ذکر کرتا ہوں کہ چشمِ فلک نے ایسے لوگ کبھی نہیں دیکھے تھے۔ چشمِ فلک نے ایسی جماعت کا نظارہ کبھی نہیں کیا تھا۔ چشمِ فلک نے ایسی تابندہ اور درخشندہ کہانی کبھی تاریخ کے آفتاب پر ثبت ہوتے نہیں دیکھی تھی۔ جس طرح اس اسلامی کہانی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رفقاء نے، پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے دوستوں نے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے معتمد لوگوں نے اپنے خون سے رقم کر کے اسلام کی کشتی کو سہارا دیا۔ اور اسلام کی تاریخ کو درخشندہ کر دیا۔

ایک تو یہ ہے کہ پہلے کوئی مثال موجود ہوتی، پہلے کوئی کسوٹی ہوتی، پہلے کوئی معیار نظر آتا، پہلے کوئی اندازہ ہوتا کہ کھجور کی چھڑی مارنے سے گردن کٹ جائے گی۔ تین سو تیرہ سپاہیوں کے ساتھ ایک ہزار کو شکست دی جائے گی۔ پہلے اگر کوئی مثال

موجود ہوتی تو پھر ہم سمجھتے کہ ان کو پتہ تھا کہ ایک آدمی تین کا مقابلہ کر گزرے گا، ایک آدمی کئی تلواروں سے ٹکرا جائے گا..... ایک آدمی دشمن کی صفوں کو الٹ دے گا..... اگر کوئی مثال ہوتی تو ہم کہہ سکتے تھے.....!

لیکن یہاں تو پہلے کوئی ایسی مثال نہیں، مثال جب کوئی نہیں تو ایسے وقت میں رسول اللہ ﷺ پر مشکل آئی..... رسول اللہ ﷺ پر پریشانی آئی..... نبی ﷺ پر دکھ آیا..... پیغمبر ﷺ کو پریشانی آئی، ایسے وقت میں میں نے تو رسول اللہ ﷺ کا جا کر ساتھ نہیں دیا، آپ نے تو ساتھ جا کر نہیں دیا، ایسے وقت میں میں اور آپ تو پیغمبر ﷺ کے پاس نہیں پہنچے..... ایسے وقت میں جو جماعت نبی ﷺ کے پاس پہنچی..... جو لوگ نبی ﷺ کے پاس پہنچے، وہ غریب تھے، وہ پریشان حال تھے، وہ خود لٹے پٹے تھے، وہ خود بے یار و مددگار تھے، لیکن جب پیغمبر ﷺ نے بلایا، جب مکملی ﷺ والے نے بلایا، جب تاجدار رسالت ﷺ نے بلایا، تو انہوں نے یہ عذر نہیں کیا ہمارے بچوں کا کیا ہوگا، ہماری بیویوں کا کیا ہوگا، ہماری حویلیوں کا کیا ہوگا، ہمارے کاروبار کا کیا ہوگا!! سات سال کا بچہ تھا، وہ بھی چل پڑا..... بیس سال کا لڑکا تھا وہ بھی چل پڑا..... ستر سال کا بوڑھا تھا وہ بھی چل پڑا..... تلواروں کے خوف سے بے نیاز ہو کر چل پڑا..... موت کی وادی میں اترنے کیلئے چل پڑا..... چمکتی ہوئی تلواروں سے ٹکرانے کے لئے چل پڑا..... محمد ﷺ کی نبوت کو دنیا میں آشکار کرنے کیلئے چل پڑا..... سب کچھ لٹا دیا لیکن نہ قرآن چھوڑا..... نہ مصطفیٰ ﷺ کا فرمان چھوڑا۔

یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اولین جماعت ہے..... یہ اصحاب کا اولین گروہ ہے..... اس جماعت کو ”صحابہ رضی اللہ عنہم“ کہتے ہیں، اور ان شرکاء کرام کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت کہتے ہیں اور اس غزوے کو غزوہ بدر کہتے ہیں، یہ وہی جنگ ہے جس کے بارے میں حفیظ جالندھری رحمہ اللہ نے کہا!

یہ پہلا جیش تھا، دنیا میں افواج الہی کا جسے اعلان کرنا تھا، خدا کی بادشاہی کا

یہ لشکر ساری دنیا سے، انوکھا تھا، نرالا تھا
کہ اس لشکر کا افسر ایک کالی کملی والا تھا

السابقون الاولون کا ایتار:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو قرآن نے بڑے خوبصورت لفظوں میں یاد کیا اور ایک جگہ پر یاد نہیں کیا۔ قرآن پاک میں سات سو آیات کریمہ ایسی ہیں کہ جن میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اللہ تعالیٰ نے شان بیان کی، کسی اور جماعت کی اللہ تعالیٰ نے شان بیان کیوں نہیں کی؟ کسی اور گروہ کی شان بیان کیوں نہیں کی؟

قرآن کہتا ہے:

.....وَالسَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ.....

وہ لوگ! جنہوں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں اپنی جانیں دے دیں، وہ لوگ جنہوں نے باپ چھوڑ دیئے..... مائیں چھوڑ دیں..... رشتہ دار چھوڑ دیئے..... علاقے چھوڑ دیئے..... بستیاں چھوڑ دیں..... حویلیاں چھوڑ دیں..... کاروبار چھوڑ دیئے..... قبیلے چھوڑ دیئے، برادریاں چھوڑ دیں..... لیکن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو سینے سے لگایا..... مشرکوں نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیں..... انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کی..... مشرکوں نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو دھکے دیئے..... انہوں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو سینے سے لگایا..... مشرکوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نکال دیا..... انہوں نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے نیچے آنکھیں بچھائیں..... مشرکوں نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا راستہ روکا..... انہوں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑے ہو کر تیر کھائے..... تلواریں کھائیں..... لیکن پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر حرف نہیں آنے دیا..... یہ دکھوں میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہیں۔

معزز سامعین! آج کوئی آدمی کسی کے دکھ کا ساتھی ہو..... کسی کی پریشانی کا ساتھی ہو..... کسی کے الیے کا ساتھی ہو..... اس کو ساری زندگی فراموش نہیں کرتا..... اگر وہ غیرت والا ہو..... اگر وہ حمیت والا ہو..... اگر وہ خاندانی آدمی ہو..... اگر قول و فعل کا

سچا ہو..... اپنے محسن کو کبھی نہیں بھولے گا..... جس نے اس کا دکھ میں ساتھ دیا..... صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے تو نبوت کا دکھ میں ساتھ دیا..... صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے تو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا پریشانی میں ساتھ دیا..... قرآن کیا کہتا ہے..... وَالسَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ

پہلی جماعت، پہلے لوگ جنہوں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ پڑھنے میں پہل کی..... ایک تو یہ ہے ناکہ لاکھوں کی تعداد میں لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک ہیں..... تو دیکھا دیکھی کوئی شریک ہو گیا..... دیکھا دیکھی کوئی ساتھ مل گیا..... پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی جماعت میں شامل ہو گیا..... یہ بات ہے، لیکن ایک یہ ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کوئی نہیں، جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم فاران کی چوٹی پر کھڑے ہیں..... پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان تو حید کیا، لوگوں نے پتھر مارے..... نبی صلی اللہ علیہ وسلم بازار میں چلتے ہیں، لوگوں نے کانٹے بچھائے..... نبی صلی اللہ علیہ وسلم گلی میں چلتے ہیں..... اور عورتوں نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ اقدس پہ غلاظت کے ڈھیر ڈالے..... نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کوئی نہیں..... چچا ساتھ نہیں..... بھائی ساتھ نہیں..... رشتے دار ساتھ نہیں..... کوئی بھی ساتھ نہیں، کون ساتھ ہے؟..... وہ ساتھ ہے جس کو قرآن نے کہا..... وَالسَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ

وہ لوگ جو اول اول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے..... جو پہلے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے..... جو پہلی مرتبہ ساتھ آئے..... جنہوں نے آسمان سے جبرائیل علیہ السلام کو اترتے نہیں دیکھا تھا..... آسمانوں کی فوجوں کا مشاہدہ نہیں کیا تھا..... جن کے سامنے کامیابی کا دریچہ ابھی نہیں کھلا تھا..... جن کے سامنے ابھی کوئی مثال نہیں تھی..... ابھی کوئی جنت سامنے نہیں..... کامیابی بھی نہیں۔ بغیر مثال کے!

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بلایا..... چلے آئے

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے روکا..... رک گئے

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑا کیا..... کھڑے ہو گئے

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا..... چلے گئے

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا..... کر گزرے

پیغمبر ﷺ نے فرمایا آؤ میرے ساتھ، کہاں چلنا ہے؟ فاران کی چوٹی پر چڑھنا ہے۔ چوٹی پر چڑھتے ہیں، کہاں چلنا ہے؟ کعبے کی دیواروں پر جانا ہے، کعبے میں چلے گئے، نبی نے فرمایا بازار میں جانا ہے، بازار میں چلے گئے، نبی ﷺ نے فرمایا آج ہجرت کرنی ہے، ہجرت کر گزرے، پیغمبر ﷺ نے فرمایا آج بدر میں چلنا ہے، ہم بدر میں چلتے ہیں، نبی ﷺ نے فرمایا آج احد میں چلنا ہے، احد میں چل پڑے..... نبی ﷺ نے فرمایا آج خندق میں اترنا ہے..... آج خندق میں چلے گئے..... نبی ﷺ نے فرمایا آج مکے کو فتح کرنا ہے، وہ فتح کرنے کیلئے چل پڑے وہ.....

بدر میں تین سو تیرہ تھے	تھوڑے ہو کر عذر نہیں کیا
احد میں سات سو تھے	تھوڑے ہو کر عذر نہیں کیا
صلح حدیبیہ میں چودہ سو تھے	تھوڑے ہو کر عذر نہیں کیا
فتح مکہ میں دس ہزار تھے	تھوڑے ہو کر عذر نہیں کیا

اڑھائی لاکھ روم کے عیسائی مقابلے میں اترے ہیں..... یہ صرف تیس ہزار ہیں..... روٹی کھانے کے لئے نہیں..... پانی پینے کے لئے نہیں..... بچوں کے لئے خرچہ کوئی نہیں..... محمد ﷺ نے پکارا تو چلے آئے، اور یہ نہیں دیکھا بچوں کا کیا ہوگا..... یہ دیکھا کہ ساری دنیا ناراض ہو جائے..... محمد مصطفیٰ ﷺ ناراض نہ ہوں..... قرآن مجید نے انہی لوگوں کو اپنی زبان میں کہا کہ وَالسَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ.....

یہ ہیں سابقون الاولون..... پہلی جماعت، پہلے لوگ..... پہلا قافلہ..... پہلا طائفہ..... نبی ﷺ کے پہلے دوست..... کون کون تھے؟ قرآن اس کی تشریح کرتا ہے، قرآن کیا کہتا ہے..... وَالسَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ..... مہاجر کون ہیں؟..... جنہوں نے نبی ﷺ کے ساتھ ہجرت کی..... مہاجر وہ ہیں..... پیغمبر ﷺ نے پکارا آؤ..... چل اٹھے..... مہاجر وہ تھے، جنہوں نے نبی ﷺ کا ساتھ دیا، ہجرت میں..... پیغمبر ﷺ نے مکہ چھوڑا، انہوں نے بھی مکہ چھوڑا..... نبی ﷺ نے مدینہ میں بستی جمائی، انہوں نے بھی مدینے میں بستی جمائی..... نبی ﷺ نے راستے

کے دکھا اٹھائے، انہوں نے بھی راستے کے دکھا اٹھائے..... یہ وہی ہجرت ہے جس ہجرت کا ذکر قرآن میں ہے، جس ہجرت کا واقعہ قرآن میں ہے اور جن لوگوں نے ہجرت کی ان کی تعداد کتنی ہے؟ (۱۱۴)

نبی اور رسول میں فرق:

ایک نبی ہوتا ہے اور ایک رسول ہوتا ہے..... نبی کس کو کہتے ہیں؟..... رسول کس کو کہتے ہیں؟..... ان دونوں میں فرق ہے، نبی کہتے ہیں اس پیغمبر کو جو پچھلے نبی کی شریعت کو آگے پہنچائے اور رسول اس کو کہتے ہیں جس پر علیحدہ شریعت آسمانوں سے اترے..... علیحدہ کتاب اترے..... علیحدہ صحیفہ اترے..... اس کو رسول کہتے ہیں۔
(المسامرہ صفحہ ۷۳، ۸۶)

نبیوں کی کل تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار ہے۔ ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء و رسولوں میں صرف رسولوں کی تعداد ۱۱۴ ہے، جن پر نئی شریعت اتری، وہ ایک سو چودہ ہیں اور رسول اللہ ﷺ کے جو مہاجر صحابہ ہیں ان کی تعداد بھی ایک سو چودہ ہے..... یہ آپس میں بڑی مماثلت ہے، یہ اسی طرح ہے جس طرح بڑے فرشتے چار ہیں، آسمانی کتابیں بھی چار ہیں، خانہ کعبہ کی دیواریں بھی چار ہیں اور محمد ﷺ کے بڑے دوست بھی چار ہیں۔

سب سے بہترین زمانہ:

اور یہ بڑی بات ہے کہ پیغمبر ﷺ نے فرمایا!..... خَيْرُ الْقُرُونِ قُرْنِي.....
خَيْرُ الْقُرُونِ قرون، قرن سے ہے، قرن کس کو کہتے ہیں؟..... قرن زمانے کو بھی کہتے ہیں، قرن دور کو بھی کہتے ہیں..... قرن شرق و غرب کی جہت کو بھی کہتے ہیں۔

خَيْرُ الْقُرُونِ بہتر زمانہ، زمانوں میں بہترین کونسا ہے؟ فرمایا.....

”قرنی“.....

دنیا کے زمانوں میں سب سے بہتر زمانہ میرا زمانہ ہے، اس قرنی کے لفظ پہ غور کرو، یہ لفظ بتاتا ہے کہ محمد ﷺ کا زمانہ کونسا ہے..... قرنی کا مطلب ہے ”میرا زمانہ“..... اس میں چار حرف ہیں۔ (الاستیعاب جلد ۱، صفحہ ۶)

قاف ہے ”را“ ہے ”ن“ ہے، ”ی“ ہے، ان چار لفظوں میں اگر آپ غور کریں آپ کو معلوم ہوگا کہ ”ق“ صدیق ﷺ کا آخری حرف ہے۔ قرنی کا پہلا حرف ”ق“ ہے۔ عمر ﷺ کا آخری حرف ”ر“ ہے، قرنی کا دوسرا حرف ”ر“ ہے۔ قرنی کا تیسرا حرف ”ن“ ہے عثمان ﷺ کا آخری حرف ”ن“ ہے۔ قرنی کا چوتھا حرف ”ی“ ہے اور علی ﷺ کا آخری حرف بھی ”ی“ ہے۔ تو دیکھئے پیغمبر ﷺ نے فرمایا!

خَيْرُ الْقُرُونِ قُرْنِي

کہ بہترین زمانہ، میرا زمانہ ہے..... کونسا زمانہ؟..... جس زمانے میں ”ق“ صدیق کی ہے جس زمانے میں ”ر“ عمر کی ہے..... جس زمانے میں ”ن“ عثمان کی ہے..... جس زمانے میں ”ی“ علی المرتضیٰ کی ہے۔ یہ بہترین زمانہ ہے۔ قرآن نے انہی لوگوں کے بارے میں فرمایا!

وَالسَّابِقُونَ السَّابِقُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ

یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے نبی ﷺ کے ساتھ ہجرت کی ہے، جنہوں نے نبی کے ساتھ سب کچھ لٹا دیا۔

فضیلت ابو بکرؓ و عمرؓ:

پیغمبر ﷺ نے فرمایا، ہجرت کا مجھے حکم دیا گیا ہے، ابو بکرؓ تو نے میرے ساتھ چلنا ہے۔ میں نے تیرے ساتھ چلنا ہے۔ حضور ﷺ اور ابو بکرؓ دو ساتھی ہو گئے، فاروق اعظمؓ خانہ کعبہ میں آئے، فاروق اعظمؓ نے آکر اعلان کیا ابو جہل، عتبہ، شیبہ..... حضرت عمرؓ کل کو فلاں جگہ سے ہجرت کر کے مدینہ جا رہا ہے..... ابو جہل کسی کو جانے نہیں دیتا تھا، عتبہ جانے نہیں دیتا تھا، عمرؓ واحد آدمی ہے

کہ جس نے چھپ کر ہجرت نہیں کی۔ علی الاعلان ہجرت کی ہے۔ اسی لئے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے بارے میں، کتابوں میں ہے کہ

أَوَّلَ مَنْ أَسْلَمَ عَلَانِيَةً فَهُوَ عُمَرُ

سب سے پہلے جس نے اسلام کھلے عام قبول کیا۔۔۔۔۔ وہ عمرؓ تھا

أَوَّلَ مَنْ أَدْنَى فِي الْكُعْبَةِ فَهُوَ عُمَرُ

جس نے اللہ تعالیٰ کا نام سب سے پہلے کعبے میں بلند کیا۔۔۔۔۔ وہ عمرؓ تھا

أَوَّلَ مَنْ هَاجَرَ عَلَانِيَةً فَهُوَ عُمَرُ

جس نے ہجرت علی الاعلان کی۔۔۔۔۔ وہ عمرؓ تھا

یہ عمر رضی اللہ عنہ تھا کہ کعبے میں کھڑے ہو کر کہتا ہے، اوتعبہ، اوشیبہ، اوابو جہل۔۔۔۔۔ او اخس بن شریک کل کو خطاب کا بیٹا مکہ چھوڑ کر مدینے کی طرف ہجرت کر رہا ہے، اگر تمہیں تمہاری ماؤں نے دودھ پلایا ہے۔۔۔۔۔ تو آؤ عمر رضی اللہ عنہ کا راستہ روک کر دکھاؤ۔۔۔۔۔ جس نے بچوں کو یتیم کرانا ہو۔۔۔۔۔ عورتوں کو بیوہ کرانا ہو۔۔۔۔۔ وہ عمر رضی اللہ عنہ کا راستہ روک کر دکھائے۔۔۔۔۔ عمر رضی اللہ عنہ مکے کو چھوڑ سکتا ہے۔۔۔۔۔ محمد عربیؐ کو نہیں چھوڑ سکتا۔

یہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی ذات ہے، جس نے علی الاعلان ہجرت کی ہے اور قرآن نے انہی لوگوں کے بارے میں فرمایا۔۔۔۔۔ وَالسَّابِقُونَ السَّابِقُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ۔۔۔۔۔ یہ پہلے لوگ تھے۔۔۔۔۔ من المهاجرين والاولون کرنے والوں میں۔

سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا ایثار:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ پہنچ کر ایک صحابی سے کہا ”تم بڑے پریشان رہتے ہو!“ صحابی کا کیا نام ہے؟ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ، یہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے جلیل القدر صحابی رضی اللہ عنہ ہیں۔ عشرہ مبشرہ میں ان کا نام شامل ہے،، اولون میں شامل ہے، سابقون الاولون میں شامل ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سعد رضی اللہ عنہ بڑے پریشان ہو۔۔۔۔۔ سعد ابن ابی

وقاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں یا رسول اللہ ﷺ مجھے دکھ ہے، مجھے پریشانی ہے..... میں نے ہجرت سے ڈیڑھ سال پہلے ایک جگہ شادی کی تھی..... اس شادی سے میرے گھر میں ایک بچہ پیدا ہوا، چھوٹا سا، معصوم بچہ تھا..... جس دن ہجرت کا ارادہ کیا..... میں ہجرت کر کے باہر نکلنے لگا..... میری بیوی ساتھ ہے، میرا بچہ ساتھ ہے..... میں بیوی کو لے کر نکلا ہوں..... ابو جہل نے میری بیوی کا بازو پکڑ لیا اور کہا اے سعد! یہ لڑکی مکے کی ہے..... یہ بچہ مکے کا ہے، تو اس کو نہیں لے جاسکتا..... تو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جا رہا ہے تو ان دونوں کو نہیں لے جاسکتا۔ ابو جہل نے میری بیوی بھی چھین لی..... میرا بچہ بھی چھین لیا..... میں چاہتا تو مکے میں رہ جاتا، لیکن حکم آپ ﷺ کا تھا..... حکم جناب کا تھا..... حکم رسالت مآب ﷺ کا تھا..... میں چلا آیا ہوں، آج مجھے بچے کا دکھ ہوتا ہے۔

لوگو! کائنات میں کوئی ایسا عاشق نہیں پیدا ہوا ہوگا، چھوٹا سا بچہ ہے، معصوم بچہ ہے، یہ نہیں صحابی نے سوچا، یہ کھائے گا کیسے؟ یہ پیئے گا کیسے؟ یہ چلے گا کیسے؟ اس کا کیا بنے گا، لیکن حکم رسول اللہ ﷺ کا تھا..... بیوی بھی چھوڑ دی..... بچہ بھی چھوڑ دیا..... حضور ﷺ نے فرمایا اے سعد! اگر تو نے بیوی اور بچے کو چھوڑا..... لیکن اپنے پیغمبر ﷺ کو نہیں چھوڑا..... تو تو سمجھ لے کہ قیامت تک تجھے دنیا کی بھی دولت مل گئی..... آخرت کی بھی دولت مل گئی۔

حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہ کا ایثار:

اسی طرح ایک اور صحابی ہیں صہیب رومی رضی اللہ عنہ..... یہ کون تھا؟ روم کا ایک عیسائی تھا، اس نے پیغمبر ﷺ کا آکر مکے میں کلمہ پڑھا ہے..... غلامی میں زندگی بسر کی ہے۔ نبی ﷺ کا کلمہ پڑھا..... آزادی مل گئی، کچھ پیسے ملے، مکے میں مکان بنایا، مکے میں حویلی بنائی، مکے میں کاروبار شروع کیا، لیکن جب ہجرت کا وقت آیا..... تو بیچنا چاہتا تھا کہ میں سامان بیچ کر مدینہ چلا جاؤں، لیکن ابو جہل نے کہا، یہ حویلی مکے کی ہے، یہ پیسہ

مکے کا ہے، یہ کمایا تو نے یہاں ہے، حویلی چھوڑ جاؤ، اگر جانا چاہتے ہو یہ حویلی یہیں رہے گی، ورنہ اسی حویلی میں رہو، پیسے اور لے لو..... صہیب رضی اللہ عنہ نے کہا، میں حویلی چھوڑتا ہوں، مکان چھوڑتا ہوں، سب کچھ چھوڑتا ہوں..... لیکن میں محمد ﷺ کو کبھی نہیں چھوڑتا..... سب کچھ چھوڑ دیا لیکن پیغمبر ﷺ کو نہیں چھوڑا۔ قرآن نے انہی کے بارے میں کہا..... وَالسَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ..... یہ مہاجرین ہیں..... قرآن مجید نے انہی کی تعریف کی ہے۔

انصار کا ایثار:

وَالْأَنْصَارُ مدد کرنے والے..... نصرت کرنے والے کون تھے؟ وہ مدینہ کے جو لوگ تھے، ایک سو چودہ آدمی جب ہجرت کر کے مکے سے مدینہ چلے گئے، تو وہاں تقریباً دو سو آدمی تھے جنہوں نے پیغمبر ﷺ کی مدد کی..... صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مدد کی، جنہوں نے حویلیاں خالی کر دیں..... مکانات خالی کر دیئے۔ اگر ان میں کسی کی بیویاں دو تھیں..... تو انہوں نے ایک بیوی کو طلاق دے کر، آنے والے بھائی کا نکاح اس سے کر دیا..... ایسی مثال اخوت کی دنیا میں کوئی پیش نہیں ہو سکتی کہ مکان خالی کر دیئے..... رشتے داروں کو علیحدہ کر دیا..... لیکن محمد ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کو نہیں چھوڑا..... ان کو قرآن نے کہا ”والا انصار“ پہلا درجہ قرآن میں مہاجرین کا ہے۔ دوسرا درجہ انصار کا ہے، اور یہ انصار ہی تھے، جنہوں نے پیغمبر ﷺ کے راستے میں پلکیں بچھائی تھیں۔ نبی ﷺ کے راستے میں سب کچھ لٹایا تھا، انصار ہی تو تھے۔

جنگ بدر کا جب موقع آیا ہے، پیغمبر ﷺ نے فرمایا اولوگو! دشمن نے مکے سے نبی ﷺ کے خلاف محاذ کا اعلان کیا ہے اور ایک ہزار کی تعداد میں دشمن مدینہ پہ حملہ کرنا چاہتے ہیں، ہے کوئی تم میں سے جو میرا ساتھ دے..... میدان میں اترے، سارے مہاجر کھڑے ہو گئے..... حضور ﷺ نے پھر فرمایا، حضور ﷺ کا اشارہ یہ تھا کہ یہ مہاجر تو ہیں میرے ساتھ انصار بھی میرے ساتھ ہوں گے..... تو انصاری قبیلے کے جو سردار تھے،

حضرت سعد ابن ابی عبادہ رضی اللہ عنہ، حضور ﷺ کی گفتگو سننے کے بعد سعد کھڑے ہو گئے، عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! آپ کی نگاہیں مہاجرین کے بعد انصار پر ہیں۔

آپ حکم کریں..... سمندر میں چھلانگ لگانی ہے ہم اُف نہیں کریں گے۔
آپ حکم کریں..... ہم دھکتے ہوئے انگاروں پر لیٹ جائیں گے، ہم اُف نہیں کریں گے۔

آپ حکم کریں..... نیزے کی انیوں پر ہمارے سر لٹک جائیں، ہم حکم کی سرتابی نہیں کریں گے۔

اے کملی والے تو حکم کر مہاجر تیرے قدموں پر قربان ہوں گے..... مہاجر تیری نبوت پر جان دے دیں گے..... تیرے اشارے پر سب کچھ لٹا دیں گے..... اس وقت میرے پیغمبر ﷺ نے فرمایا اے مہاجرین! تم بھی سچے ہو۔ اے انصار! تم بھی سچے ہو..... یہ بات کہنے کی دیر تھی کہ قرآن کی یہ آیت اتری:

وَالسَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ

مہاجر بھی جنت میں جائیں گے..... انصار بھی جنت میں جائیں گے۔ یہ وہ ولولہ ہے، یہ وہ جذبہ ہے، یہ وہ داستان ہے، یہ وہ تاریخ ہے۔ یہ وہ درخشندہ کہانی ہے۔ جس کی مثال کائنات کی کوئی جماعت پیش نہیں کر سکتی۔ ایسا عشق..... ایسی محبت اور یہ بات صرف مہاجرین پر ختم نہیں ہو گئی..... انصار پر بات ختم نہیں ہو گئی..... بلکہ آگے قرآن کیا کہتا ہے..... وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ.....

جن لوگوں نے مہاجرین کی پیروی کی..... جنہوں نے انصار کی پیروی کی..... یعنی صرف مہاجرین جنت میں نہیں جائیں گے..... صرف انصار جنت میں نہیں جائیں گے، بلکہ فرمایا..... وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ.....

جنہوں نے ان کی اتباع کی وہ بھی جنت میں جائیں گے..... اور انہوں نے کن کی اتباع کی..... صدیق رضی اللہ عنہ کی اتباع کی..... عمر رضی اللہ عنہ کی اتباع کی..... عثمان رضی اللہ عنہ کی اتباع کی..... علی رضی اللہ عنہ کی اتباع کی..... حبشہ کے بلال رضی اللہ عنہ کی اتباع کی.....

عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کی اتباع کی..... سعد رضی اللہ عنہ کی اتباع کی..... طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہما کی اتباع کی..... وہ جنت میں جائیں گے۔

یہ قرآن کہتا ہے..... وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ.....

جو مہاجرین کے نقش قدم پہ چلے..... مہاجرین کا جنہوں نے کہنا مانا..... ایک تو یہ ہے کہ نبیوں کا کہنا ماننا..... ایک تو یہ ہے کہ رسولوں کا کہنا ماننا..... لیکن آج قرآن تجھے اور مجھے یہ سبق دیتا ہے کہ تو مہاجر صحابہ رضی اللہ عنہم کا کہنا مان، تو صدیق رضی اللہ عنہ کا کہنا مان..... عمر رضی اللہ عنہ کا کہنا مان..... عثمان رضی اللہ عنہ کا کہنا مان..... تو علی رضی اللہ عنہ کا کہنا مان..... تو سارے صحابہ رضی اللہ عنہم کا کہنا مان..... تب ہی تو جنت میں جائے گا۔

وَالسَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ

اور آگے فرمایا..... وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ

اور جنہوں نے ہر اچھے کام میں صحابہ رضی اللہ عنہم کی اتباع کی..... مہاجرین کی اتباع کی..... یا جنہوں نے مہاجر اور انصار کے بعد میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ پڑھا..... قرآن نے ان کے لئے اعلان کر دیا..... ان کی پوزیشن واضح کر دی..... ان کی آئینی حیثیت کو قیامت کی صبح تک آنے والی نسلوں کے سامنے کھول دیا..... ان کی حیثیت یہ ہے کہ..... رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ.....

خدا ان سے راضی ہو گیا وہ خدا سے راضی ہو گئے..... آج مجھے بتا حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی رضا کا اعلان خدا کرے..... حضرت عمر رضی اللہ عنہ پہ راضی ہونے کا اعلان خدا کرے..... حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پہ راضی ہونے کا اعلان خدا کرے..... حضرت علی رضی اللہ عنہ پہ راضی ہونے کا اعلان خدا کرے۔ خدا صرف یہ نہیں کہتا کہ میں ان سے راضی ہوں، بلکہ یہ بھی کہتا ہے کہ یہ بھی مجھ سے راضی ہو گئے، یعنی میں نے ان کو اتنا کچھ دے دیا کہ یہ راضی ہو گئے..... میں تو ان پہ راضی تھا، جب انہوں نے مکہ چھوڑا، میں ان پہ راضی ہو گیا۔

جب مدینے میں آئے..... میں راضی ہو گیا

جب جان لٹائی میں راضی ہو گیا
 جب بیویاں بیوہ ہو گئیں میں راضی ہو گیا
 جب زخم اٹھائے میں راضی ہو گیا
 جب یہ مکے میں تڑپے میں راضی ہو گیا
 جب یہ بدر میں اترے میں راضی ہو گیا
 جب یہ اُحد کے پہاڑوں پہ شہید ہوئے میں راضی ہو گیا
 جب ان کے ٹکڑے ہوئے میں راضی ہو گیا

جب یہ تبوک میں، خندق میں، خیبر میں، حنین میں پہنچے..... خدا راضی ہو گیا..... اور قیامت کی صبح تک آنے والے لوگو! میں تمہیں یہ بھی بتاؤں، میں نے راضی ہو کر ان کو اتنا کچھ دے دیا کہ یہ سارے مجھ پر بھی راضی ہو گئے۔

وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے خدا راضی ہے، جب خدا راضی ہے..... کسی اور کی رضا مندی کی ضرورت ہے؟ (نہیں) کسی اور کے اعلان کی ضرورت ہے؟ (نہیں)..... کسی اور کے مشق کیٹ کی ضرورت ہے؟ (نہیں بالکل نہیں)..... خدا راضی اس لئے نہیں ہوا کہ یہ صرف نبی ﷺ کے رفیق تھے..... اس لئے بھی راضی ہوا کہ انہوں نے ہر دکھ میں نبی ﷺ کا ساتھ دیا..... ایسی جماعت کوئی دنیا میں پیدا نہیں ہوئی تین سو تیرہ بدر کے میدان میں۔

بدر..... مدینہ منورہ سے ستر میل کے فاصلے پر ایک بستی ہے..... ایک علاقہ ہے..... جہاں پر بیضوی طرز کا ایک میدان بنا ہوا ہے..... اس کے قریب ایک بہت بڑا ریت کا تودا تھا..... حضور ﷺ کو خبر ملی کہ مکے کے مشرکوں نے پیغمبر ﷺ پر مدینے میں حملے کرنے کا پروگرام بنایا ہے..... اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ اے پیغمبر! تیرے راستے میں کانٹے بچھائے گئے..... تجھے جہاد کی اجازت نہیں تھی

تجھے دکھ دیا گیا تجھے جہاد کی اجازت نہیں تھی

تیرے صحابہؓ کو اذیت دی گئی تجھے جہاد کی اجازت نہیں تھی
 سمیہ رضی اللہ عنہا کے ٹکڑے ہوئے تجھے جہاد کی اجازت نہیں تھی
 بلال رضی اللہ عنہ کو پتی ریت پہ لٹایا گیا تجھے جہاد کی اجازت نہیں تھی
 لیکن آج مدینے میں آنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے اجازت دے دی اور کن
 لفظوں میں اجازت دی؟ قرآن نے کہا اُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتِلُونَ بِأَنفُسِهِمْ
 ظُلْمًا

اس لئے کہ ان پر ظلم کیا گیا اے صحابیو! میدان میں اترو اے صحابیو!
 سب کچھ لے کر میدان میں آ جاؤ صحابہ رضی اللہ عنہم میدان میں آئے کتنا سامان لے
 کر؟

چھ تلواریں لے کر

آٹھ زہریں لے کر

چند سواریاں لے کر

میدان میں اترے ہیں اور چھ تلواریں کوئی اسلحہ تو نہیں ہے آٹھ زہریں
 کوئی اسلحہ تو نہیں ہزار کی فوج مقابلے میں ہے چھ تلواریں لے کر کسی نے نہیں کہا
 اے کملی والے! موت کے منہ میں ہم چلے جائیں گے حکم پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا، قرآن کا
 حکم تھا قرآن کی اجازت تھی قرآن کہہ چکا تھا کہ اجازت دے دی ہے
 تمہیں کس چیز کی؟

اُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتِلُونَ بِأَنفُسِهِمْ ظُلْمًا

اسی لئے کہ تم پر ظلم کیا گیا تم پر زیادتی کی گئی تمہیں برا کہا گیا ہے
 تمہارے راستے میں کانٹے بچھائے گئے تمہیں دھکے دے کر مکے سے نکال دیا گیا
 آج پھر کافر تمہارے اوپر چڑھ دوڑا ہے اس لئے اے کملی والے!

ان صحابہؓ کو لیکر تم میدان میں اتر آؤ۔

ان صحابہؓ کو لے کر کارزار میں اتر آؤ۔

ان صحابہؓ کو لے کر بدر کے میدان میں آ جاؤ
پیغمبر ﷺ اللہ تعالیٰ کا حکم پا کر بدر کے میدان میں پہنچتے ہیں، دشمن ابھی نہیں آیا
تھا..... دشمن کی فوجیں ابھی نہیں پہنچی تھیں..... راستہ وہی تھا..... پیغمبر ﷺ نے پڑاؤ
ڈالا..... صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پڑاؤ ڈالا..... رات کو قیام کیا..... صبح کو جنگ کا معرکہ گرم
ہونے والا ہے..... پیغمبر ﷺ کے جاسوسوں نے خبر دے رکھی ہے کہ دشمن قریب آ چکا
ہے..... رسول اللہ ﷺ میدان میں ہیں.....!

سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا یا رسول اللہ! میرا جی چاہتا ہے کہ آپ اس
ٹیلے پر آرام کریں..... پیغمبر کے لئے ایک خیمہ لگا دیا گیا..... اور وہ خیمہ جس کی چھت کوئی
نہ تھی..... صرف کچھ درختوں کے پتے اور ٹہنیوں کے ساتھ اوپر چھت لگا دی گئی..... اور
اندر کوئی چٹائی نہ تھی..... کوئی قالین نہ تھا..... سنگریزے تھے..... پتھر تھے..... تاجدار
رسالت..... ساری دنیا کا سردار ان سنگریزوں پہ ہے، پیغمبر ﷺ نے فرمایا، آج میں نماز
بہیں پڑھوں گا..... رسول اللہ ﷺ نے نماز وہاں پڑھی اور فرمایا اے سعد رضی اللہ عنہ! میرے
اس عریش کے دروازے پر تو میرا چوکیدار ہے..... میرے اس عریش میں کوئی داخل نہیں
ہو سکتا، سوائے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے۔ صدیق رضی اللہ عنہ بغیر اجازت کے اس عریش میں داخل
ہو سکتا ہے۔

عشاء کی نماز کے بعد ابو بکر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں آیا کہ دیکھوں پیغمبر ﷺ نماز
سے فارغ ہو چکے ہیں..... فرمایا میں نے دیکھا پیغمبر ﷺ نماز میں ہیں۔ فرمایا میں پھر
آیا..... میں نے دیکھا! پیغمبر ﷺ نماز میں ہیں۔ فرمایا آدھی رات کے وقت آیا، تو میں
نے دیکھا پیغمبر ﷺ سجدے میں ہیں۔ مجھے حیرانی ہوئی کہ اتنی لمبی پیغمبر ﷺ نے نماز
پڑھی ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد میں پھر آیا، میں نے دیکھا نبی ﷺ سجدے میں ہیں.....
آسمان پر چاند چمک رہا ہے..... رات کی تاریکی ہے..... روشنی میں پیغمبر ﷺ نظر آئے
ہیں کہ سجدے میں ہیں۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ حیران رہ گئے..... صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں
میرے پاؤں کے نیچے سے زمین نکل گئی..... میں نے سمجھا کہ کہیں روح قفسِ عنصری سے

پرداز نہ کر گئی ہو..... میرے پیغمبر ﷺ کو نیا سے رخصت نہ ہو گئے ہوں..... نبی ﷺ آج سجدے میں ہیں..... اتنا لمبا سجدہ تو پیغمبر ﷺ نے کبھی نہیں فرمایا۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ عریش میں داخل ہوتے ہیں..... آدھی رات گزر چکی ہے، تہجد کا وقت شروع ہو چکا ہے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ پیغمبر ﷺ کے قریب گئے.....!

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مجھے پریشانی لاحق ہو گئی، میں حیران ہو گیا، میں جیسے نبی ﷺ کے قریب آیا..... میں نے کیا دیکھا کہ پیغمبر ﷺ سجدے میں ہیں اور پگڑی مبارک اتر کر زمین پر گر چکی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے دروازے پر اس طرح روتے ہیں، جس طرح بچہ باپ کے سامنے روتا ہے..... سنگریزوں پر ہے..... نبی ﷺ کا سر پتھروں کے اوپر ہے..... نبی ﷺ کی آنکھوں کے آنسوؤں سے سارے پتھر تر ہو چکے ہیں..... میں قریب ہوا میں نے کہا دیکھو تو سہی، آج اللہ تعالیٰ کا نبی ﷺ اللہ تعالیٰ سے کیا باتیں کرتا ہے..... آج آمنہ کا لعل خدا سے کیا کہتا ہے، صدیق اکبر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اور قریب ہوا، تو میں حیران رہ گیا کہ پیغمبر ﷺ سجدے میں اللہ تعالیٰ کے دروازے پر روتے ہیں..... اور رو کر ایک جملہ بار بار دہراتے ہیں، جملہ کیا ہے؟

اللَّهُمَّ إِنْ تَهْلِكْ هَذِهِ الْعَصَابَةَ لَا تَعْبُدُ فِي الْأَرْضِ

اے اللہ! میں اپنی ساری زندگی کی کمائی لے کر..... آج تیرے دروازے پر

آ گیا ہوں، جو میری کمائی تھی، وہ میں تیرے دروازے پہ لایا ہوں۔

لوگوں نے مجھے برا کہا تھا انہوں نے سینے سے لگایا تھا

لوگوں نے کانٹے بچھائے تھے انہوں نے میرے لئے بستر بچھائے تھے

لوگوں نے مجھے دھکے دیئے تھے انہوں نے آنکھیں بچھائی تھیں

لوگوں نے بچے ذبح کئے تھے انہوں نے بچے قربان کر دیئے تھے

اے اللہ! آج میری جو پوری زندگی کی کمائی تھی..... وہ میں تیرے دروازے پہ لے کے

آ یا ہوں۔

میں فاران کی چوٹی پر کھڑا ہوا مجھے پتھر مارے گئے
 میں غار میں گیا میرے راستے روکے گئے
 میں گلیوں میں گیا میرے راستے میں کانٹے بچھائے گئے
 میرے بھائیوں نے ساتھ چھوڑ دیا میرے رشتے داروں نے دھکے دیئے
 لیکن یہ جیسے کابل اللہ اٹھا جس نے محمد ﷺ کو نہیں چھوڑا
 یہ صدیق اکبر ﷺ تھا جس نے مجھے نہیں چھوڑا
 یہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ تھا یہ عثمان غنی رضی اللہ عنہ تھا یہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ تھا
 اے اللہ! آج میں ساری زندگی کی کمائی لیکر اس بدر کے میدان میں آ گیا ہوں۔

میرے پاس کوئی فوج نہیں
 میرے پاس کوئی اسلحہ نہیں
 میرے پاس کوئی تلواریں نہیں
 میری تلوار بھی تو ہے
 میرا اسلحہ بھی تو ہے
 میرا ساز و سامان بھی تو ہے

اے اللہ! اگر آج تو نے اس جماعت کو ختم کر دیا، یہ تین سو تیرہ آج ان
 پہاڑوں پر ذبح کر دیئے گئے یہ سارے شہید کر دیئے گئے اس مٹی نے ان کا
 خون اگر آج جذب کر لیا اے باری تعالیٰ تو میں آج تیرے دروازے پر اعلان کرتا
 ہوں اور یہ وہ دروازہ ہے جس دروازے پر

حضرت آدم علیہ السلام آئے خالی نہیں گئے
 ابراہیم علیہ السلام آتش نمرود میں رہے خالی نہیں گئے
 اسماعیل علیہ السلام چھری کے نیچے آئے خالی نہیں گئے
 عیسیٰ علیہ السلام جیل میں رہے خالی نہیں گئے

آج نبیوں کا سردار، ان پتھروں پہ اپنا نبوت والا سر رکھ کر روتا ہے اور وہ سر

آج ان پتھروں پہ پڑا ہے، جو معراج کی رات تیرے عرش پہ پہنچا تھا..... آج اس سر کو لے کر میں تیری چوکھٹ پر بیٹھا ہوں..... اور ایک بات کہتا ہوں
 اَللّٰهُمَّ اِنْ تُهْلِكْ هَذِهِ الْعَصَابَةَ لَا تَعْبُدُ فِي الْاَرْضِ
 اگر آج یہ مٹ گئے، یہ چلے گئے، یہ ذبح ہو گئے.....

اس زمین پر تیری پوجا نہیں ہوگی..... اس زمین پر تیری توحید نہیں ہوگی..... اس زمین پر میری رسالت نہیں ہوگی..... اس زمین پر تیرے قرآن کی حکومت نہیں ہوگی۔
 اگر تو نے اپنا ذکر دنیا سے کرانا ہے تو اس جماعت کو باقی رکھ
 اگر تو نے اس دنیا میں اپنے نام کو اونچا کرنا ہے..... اس جماعت کو باقی رکھ
 جنہوں نے نیزوں کی انیوں پر چڑھ کر بھی تیری توحید کا کلمہ نہیں چھوڑا۔ پیغمبر
 ﷺ بھی فرما سکتے تھے..... اَللّٰهُمَّ اِنْ تُهْلِكْ لِيْ.....

اے اللہ! آج اگر تو نے مجھے ہلاک کر دیا..... تیرا نام نہیں رہے گا..... تیرا
 دین نہیں رہے گا..... تیری شریعت نہیں رہے گی۔

میرے دوستو! اس حقیقت پہ غور کرو..... پیغمبر ﷺ کی دعا نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو
 عرش عظمت پہ بٹھا دیا۔ پیغمبر اگر یہ فرماتے کہ اگر میں چلا گیا تیرا دین چلا جائے گا، تو اس کا
 مطلب یہ ہوتا کہ دین کی عظمت صرف نبی ﷺ کی وجہ سے ہے، لیکن پیغمبر ﷺ نے ان
 پتھروں پہ اپنے آنسو بہا کر ایک حقیقت قیامت تک روشن کر دی ہے کہ اگر یہ صحابہ
 رضی اللہ عنہم مٹ گئے، اے اللہ! تیرا دین بھی مٹ جائے گا۔ معلوم ہوا کہ

صحابہ رضی اللہ عنہم باقی ہیں تو اے اللہ! تیری توحید باقی ہے
 صحابہ رضی اللہ عنہم باقی ہیں تیرے نبی ﷺ کی رسالت باقی ہے
 اس لئے کہ.....

انہوں نے تیری توحید کی گواہی دکھا اٹھا کر دی
 تیری توحید کی گواہی پتھروں پہ لیٹ کر دی
 تیری توحید کی گواہی آگ کے انگاروں پہ لیٹ کر دی

اسی لئے ان جوانوں کو اس دھرتی پر باقی رکھ، تاکہ پوری دنیا کے ایک ایک کونے میں تیری توحید، اور میری رسالت کا اعلان کر کے رہیں۔

یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت ہے، پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دعا کا کیا رزلٹ نکلا؟ کیا نتیجہ نکلا؟ پیغمبر علیہ السلام نے دعا فرمائی کہ اے اللہ! اگر آج تو نے ان کو مٹا دیا.....

تیرا نام مٹ جائے گا

تیرا دین مٹ جائے گا

یہ کتنی بڑی بات ہے پڑھے لکھے لوگ، قرآن کے اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے اس انداز پہ غور کریں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم کی معیاریت کا اعلان کیا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کو معیار بنا کے دنیا کے سامنے پیش کیا۔

دین کی بقاء کا معیار صحابہ رضی اللہ عنہم ہیں

دین کی عظمت کا معیار صحابہ رضی اللہ عنہم ہیں

دین کی بلندی کا معیار صحابہ رضی اللہ عنہم ہیں

ان کو درمیان سے نکال دو..... نہ اللہ تعالیٰ کی توحید کا کوئی گواہ رہتا ہے، نہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی گواہ رہتا ہے۔ (زرقانی ج ۱ صفحہ ۴۱۹، فتح الباری ج ۷، ص ۲۱۵)

خدا کے گواہ بھی صحابہ رضی اللہ عنہم ہیں اور مصطفیٰ کے گواہ بھی صحابہ رضی اللہ عنہم ہیں، اور..... صحابہ رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ ہم دشمن کے مقابلے میں تھے..... چھ تلواریں تھیں.....

ٹوٹ گئی تلواریں..... ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم!! تلواریں ٹوٹ گئی ہیں، کیا کریں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تلواریں ٹوٹ گئی ہیں، کوئی فکر نہ کرو، بخاری شریف میں

ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کھجور کی چھڑیاں اٹھاؤ..... صحابہ رضی اللہ عنہم کہتے ہیں ہم نے کھجور کی چھڑیاں اٹھائیں..... کھجور کی چھڑی دشمن کی گردن پر بعد میں مارتے تھے، گردن پہلے

زمین پر آ جاتی تھی۔

اور قرآن نے اس حقیقت کو قیامت تک آنے والی دنیا کے سامنے واضح کیا ہے، قرآن فرماتا ہے۔

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ بِبَدْرٍ وَأَنْتُمْ أَذِلَّةٌ

اللہ نے کہا اے صحابیو! تمہاری اس وقت مدد کی جب بدر میں تم تھوڑے تھے..... اور تمہارے لوگوں نے کہا تھا، ہماری تو تعداد بڑی تھوڑی ہے، تو قرآن کہتا ہے.....

فَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُشْكُرُونَ

اللہ تعالیٰ سے ڈرو، تم شکر کرو، مدد آ جائے گی، اور پھر مدد کیسے آئی؟.....

إِذْ يَقُولُ لِلْمُؤْمِنِينَ الْكَفِّكُمْ

جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہہ دیا تھا، یہ تین سو تیرہ کس طرح کافی ہوں گے، تو اتنی بات کہنے کی دیر تھی۔

أَنْ يُمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ

خدا تمہاری باتوں کو سن رہا تھا..... اس نے سنتے ہی جبرائیل علیہ السلام کو کہہ دیا تھا، اے جبرائیل علیہ السلام جلدی کر!

إِنْ يُمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ بِثَلَاثَةِ آلْفٍ مِنَ الْمَلَائِكَةِ

تین ہزار فرشتے بدر کے میدان میں بھیج کر، ان کی شکست کو فتح میں تبدیل کر دیا۔

بَلَىٰ إِنْ تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا

خبردار! صبر کرو، اللہ سے ڈرو۔

يَأْتُوكُمْ مِنْ قُدْرِهِمْ

اگر اس کے بعد بھی تم کہتے ہو ہماری تعداد تھوڑی ہے، اگر اس کے بعد بھی تمہارا پانسہ بھاری نہ ہوتا..... اگر اس کے بعد بھی تم بلندی پر نہ آئے..... تو قرآن کہتا ہے کہ اس کے بعد حفاظت کے لئے اللہ تعالیٰ نے پھر اور فرشتوں کی جماعت بھیجی اور وہ جماعت!

هَذَا يُمِدُّكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ آلْفٍ مِنَ الْمَلَائِكَةِ

تمہارے رب نے تمہاری مدد کی پانچ ہزار فرشتوں سے، ایک اور جماعت محمد ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کے لئے عرش سے اتاری۔

میں محمد ﷺ کے ان صحابہ رضی اللہ عنہم پہ قربان جاؤں..... جن کے کہنے کی دیر تھی کہ عرش سے پانچ ہزار فرشتے نازل ہو گئے..... یہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی عظمت ہے، پانچ ہزار فرشتے مدد کے لئے آئے۔

اور اسی جنگ میں صرف یہ نہیں تھا کہ بڑے بڑے لوگ آئے تھے، بلکہ سات سال کا ایک بچہ تھا..... نو سال کا ایک بچہ تھا..... ایک کا نام معوذ تھا..... ایک کا نام معاذ تھا..... رخصت ہوتے ہوئے پیغمبر ﷺ نے فرمایا تھا بیٹو! تم چھوٹے ہو، یہ جو نو سال کا بچہ ہے یہ ذرا بڑا ہے..... چلو میں اس کو ساتھ لے جاتا ہوں..... میں قربان جاؤں اس معوذ کی عظمت پر اس نے تاجدار رسالت ﷺ کے کانوں میں کہہ دیا، یا رسول اللہ ﷺ! تم بڑے بھائی کو لے جاتے ہو، مجھے چھوڑتے ہو اگر تم میری بھائی سے کشتی کراؤ، تو طاقت میں میں زیادہ ہوں..... اگر میں اس کو پچھاڑ دوں، تو پھر مجھے لے جاؤ۔

ہائے! میں اس کشتی پہ قربان جاؤں، اس دنگل پر قربان جاؤں..... جو کملی والے نے اپنے سامنے کرایا تھا، اس دنگل میں معوذ اور معاذ نے کشتی کی ہے، اور معوذ نے معاذ کے کان میں کہا تھا کہ تو تو منتخب ہو گیا ہے، اگر تو نیچے گر جائے گا تو میرا بھی کام بن جائے گا..... اس کو کہتے ہیں موت کی طرف چلنے والے..... جس کو قرآن نے کہا!

يساقون الى الموت

یہ وہ جماعت ہے جو موت کی طرف چلتی ہے..... موت کی طرف بھاگ کر جاتی ہے۔

وہ معاذ اور معوذ میدان جنگ میں عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کو کہنے لگے..... چچا ابو جہل کون ہے؟ جو میرے پیغمبر ﷺ کو گالیاں دیتا ہے؟ دکھاؤ تو سہی؟ حفیظ

جالندھری نے کیا خوب لکھا ہے، کہ اس بچے نے کہا:

قسم کھائی ہے ہم دونوں نے اس کو قتل کرنے کی
کہ اس سے بڑھ کر ہو سکتی نہیں اب عمر بھر تنگی
قسم کھائی ہے مر جائیں گے یا ماریں گے تیری کو
منا ہے گالیاں دیتا ہے وہ محبوب یاری کو

تو بچا نے کہا بیٹا! تو بڑا چھوٹا ہے، وہ تو سردار ہے۔ اس گھوڑے پہ سوار
ہے۔ تو اس کو کیسے قتل کرے گا، اس نے کہا نہیں! آج محمد ﷺ کے اس عاشق کو دیکھو،
کس طرح لپکتا ہے۔ جھپٹتا ہے۔ کہنے کی دیر تھی، چند لمحوں میں پیغمبر ﷺ کے اس
عاشق صادق۔ اس بچے نے جھپٹ کر ابو جہل پر حملہ کیا، ابو جہل زمین پہ گر گیا ایک بچہ
اس کے سینے پر بیٹھ گیا۔ دوسرا اس کی گردن کو کاٹنے لگتا ہے۔ اتنے میں پیچھے سے
ایک آدمی نے لکوار ماری ہے۔ معاذ گایاز وکٹ گیا اور اس کے بعد جس وقت وہ
ابو جہل کے قریب ہوا تو آگے بازو آ جاتا ہے۔ اس نے اپنے بازو کو اپنے پاؤں کے
نیچے دے کر کاٹ کر پھینک دیا اور کہہ دیا کہ جو بازو خدا کے راستے میں لکوار چلانے سے
روکتا ہے، مجھے ایسے بازو کی ضرورت نہیں ہے۔ ایسا عاشق تو بتاؤ۔ ایسی محبت تو
بتاؤ۔ سینے پر بیٹھ کر اس نے جب سر کاٹنا چاہا تو اس نے اشارے سے کہا کہ ذرا نیچے
سے کاٹنا تاکہ جب سر پڑے ہوں، تو میں نمایاں ہوں اور اب چھوٹا سا بچہ ہو کر دنیا کو کیا
سبق دیا؟ کہ جب پیغمبر ﷺ کی ناموس کا مسئلہ آتا ہے، تی ﷺ کی عظمت کا سوال
آتا ہے۔ اس کے بعد مصلحت نہیں دیکھی جاتی۔ بچہ تی ﷺ کے دشمن پر تل پڑا۔ جو
کام اس بچے نے کیا اور کسی نے نہیں کیا۔ (فتح الباری جلد ۷ صفحہ ۳۳ البیہ والہامیہ ج ۳)

لیکن اس بچے نے عشق کی ایک آگ جلا دی۔ جو چنگاڑی چودہ سو سال
سے دہک رہی ہے۔ مولانا حق نواز سے اسی طرح، یہ تی ﷺ کی گستاخی برداشت نہیں
ہوئی۔ پاکستان میں سلیمان رشدی کے خلاف جلوس نکلے، جلے ہوئے، سلمان رشدی نے
پیغمبر ﷺ کی گستاخی کی، وہ کافر ہے، وہ مرتد ہے، اس میں کوئی شک نہیں، لیکن پاکستان

میں جو رشدی سے زیادہ رسول اللہ ﷺ کی گستاخی کرے۔ اس کے خلاف اگر حق تواز
 شہید ہو جائے آواز اٹھاتا ہے تو کہتے ہیں یہ فرقہ واریت ہے یہاں آجس میں لڑ رہے ہیں، یہ
 تخریب کاری کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ سمجھ کی توفیق بخشنے۔ (آمین)

وَآخِرُ دَعْوَانَا اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ○



اسباب فتح مکہ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُبِينًا لِيُغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ
وَمَا تَأَخَّرَ وَيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكَ وَيَهْدِيكَ صِرَاطًا مُسْتَقِيمًا

(پارہ ۲۶، سورۃ فتح، آیت: ۲۷)

ترجمہ:

”ہم نے فیصلہ کر دیا تیرے واسطے صریح فیصلہ، ہامحاف کرے تجھ
کو اللہ تعالیٰ جو آگے جو چکے تیرے گناہ اور جو پیچھے رہے، اور پورا
کر دیا تجھ پر اپنا احسان اور چلائے تجھ کو سیدھی راہ۔“

تکمید:

قابل صدا احترام سہا تھیو! آج آپ حضرات کے سامنے اسلامی تاریخ کا ایک
بہت اہم واقعہ بیان کرنے کے لئے میں نے قرآن پاک کی آیات کریمہ تلاوت کی
ہیں، اور وہ اہم واقعہ کیا ہے؟ جس نے اسلامی ہستی کا رخ تبدیل کر دیا، اور اسلامی
تاریخ کا ایک انمول اور انوکھا واقعہ، قرآن پاک کے کئی مقامات پر اللہ پاک نے نقل

فرمایا ہے اور وہ واقعہ اتنا طویل ہے کہ ایک جمعہ میں بیان نہیں ہو سکتا۔ اس پہ اگلا جمعہ بھی لگے گا، اس کی پہلی قسط آج ان شاء اللہ بیان ہوگی، اور اسی واقعہ میں ایسے ایسے بڑے بڑے واقعات پوشیدہ ہیں، اس اہم واقعہ میں ایسی ایمان افروز چیزیں ہیں کہ انسان کی معلومات میں جہاں احصاء ہوگا، وہاں اسلام کے سبوت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عظمت کا بھی علم ہوگا، اور یہ معلوم ہوگا کہ اسلام نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو کتنی اہمیت دی ہے اور وہ واقعہ ہے ”فتح مکہ“۔

اہمیت فتح مکہ:

مکہ سے حضور ﷺ کو بحال دیا گیا تھا، اور آپ مدینہ منورہ پہنچ گئے تھے۔ اور چھ سال وہاں رہے۔ پھر آپ ﷺ عمرہ کرنے آئے اور آپ کو اجازت نہیں دی گئی اور پھر ایک اہم واقعہ پیش آیا، جسے معاہدہ صلح حدیبیہ کہا جاتا ہے، اس کے ایک دو سال بعد پھر مکہ کی فتح کا اعلان ہوا۔

مکہ کیسے فتح ہوا؟

خانہ کعبہ سے تین سو ماٹھ بت کیسے گرائے گئے؟

کعبہ کی چھت پر اذان کیسے ہوئی؟

اسلام کا غلبہ خانہ کعبہ پہ کیسے ہوا؟

اور بتوں کو توڑ کر اسلام کا پرچم مکہ میں کیسے لہرایا گیا؟

یہ ہے فتح مکہ کا واقعہ اور آج ان شاء اللہ ہم اس واقعہ کا آغاز کریں گے۔

سب سے پہلے آپ اس بات کو ذہن میں رکھیں کہ

فتح مکہ کی ضرورت کیوں پیش آئی؟

مکہ کیسے فتح ہوا؟

کیا کوار سے مکہ فتح ہوا؟

یا زعب سے فتح ہوا؟

کعبے کی چھت پر کون چڑھا؟

کعبے میں جواذان ہوئی، وہ پہلے کس نے دی؟

حضور ﷺ کتنا بڑا لشکر لے کر مکے میں آئے تھے اور بغیر جنگ کے اللہ تعالیٰ نے فتح عطا فرمائی۔ جنگ کی باقاعدہ ضرورت پیش نہیں آئی، یہی غزوہ فتح مکہ جسے فتح اعظم بھی کتابوں میں لکھا گیا ہے۔

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے کہا کہ اسلام کی پوری تاریخ میں فتح مکہ سے زیادہ شاندار موقع کوئی نہیں دیکھا گیا۔

جنگ..... مرتبے کے اعتبار سے جنگ بدر سب سے بڑی ہے۔

فوج کے اعتبار سے جنگ تبوک سب سے بڑی ہے۔

اور شان و شوکت کے اعتبار سے غزوہ فتح مکہ سب سے بڑا ہے۔

مکے کی فتح اسلام کا ایک تاریخی واقعہ ہے اس واقعہ کو سمجھنے سے پہلے یہ واقعہ

سمجھیں۔

پیغمبر ﷺ کا خواب اور اس کی حقیقت:

حضور ﷺ کو مدینہ منورہ میں آئے ہوئے چھ سال ہو گئے تھے، حضور ﷺ کی دلی خواہش تھی کہ میں خانہ کعبہ دیکھوں، میں عمرہ کروں..... اللہ تعالیٰ کے گھر کو دیکھوں، نبی ﷺ کے دل میں تڑپ تھی۔ اس تڑپ کے نتیجے میں پیغمبر ﷺ کو خواب آیا اور خواب میں حضور ﷺ نے دیکھا کہ میں خانہ کعبہ کا طواف کر رہا ہوں..... اور خانہ کعبہ کی طرف میں لشکر لے کر جا رہا ہوں..... حضور ﷺ یہ خواب دیکھ کر اٹھے..... اور آپ کو معلوم ہے کہ نبی ﷺ کا خواب بھی وحی ہوتا ہے تو حضور ﷺ نے صبح سارے صحابہ رضی اللہ عنہم کو حکم دیا کہ سارے صحابہ رضی اللہ عنہم میرے ساتھ عمرہ کرنے کیلئے چلیں، تیاری کریں، چنانچہ ساڑھے چودہ سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے تیاری کی، سامان باندھا..... خوش ہو گئے..... کہ ہم خانہ کعبہ نبی ﷺ کی موجودگی میں دیکھیں گے، اور وہ بڑے برکت والے لوگ تھے۔ ان کو نبی ﷺ

کے ساتھ سفر کرنے کی سعادت ملی۔ پیغمبر ﷺ کے ساتھ جنہوں نے سفر کیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا تیار ہو جاؤ! سارے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تیار ہو گئے۔ ساڑھے چودہ سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عمرہ کرنے کیلئے تیار ہو گئے۔ لیکن میں آپ کو بتاؤں گا کہ عمرہ نہیں ہوا۔ چلے تھے عمرہ کرنے کیلئے۔

(عیون الاثر جلد ۲، صفحہ ۱۶۰۔ طبقات ابن سعد جلد ۲۔ فتح الباری جلد ۵، صفحہ ۲۴۲)

پیغمبر ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عالم الغیب نہیں:

اگر غیب کا علم نبی ﷺ کو ہوتا تو نبی ﷺ یہیں سے واپس چلے جاتے، بلکہ جانے کی ضرورت ہی کیا تھی؟ غیب کے خزانے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے پاس نہیں۔ پیغمبر ﷺ نے عمرے کا احرام باندھا..... احرام اس وقت آدمی باندھتا ہے، جب ارادہ پکا ہو اور مدینہ سے باہر نکل کر ستر میل کے فاصلے پر ایک جگہ آتی ہے جس کا نام ہے ”ذوالحلیفہ“ اس مقام پر ساڑھے چودہ سو صحابہ رضی اللہ عنہم نے احرام باندھا..... میں قربان جاؤں صحابہ رضی اللہ عنہم کے پاؤں کی خاک پر کہ جنہوں نے نبی ﷺ کے ساتھ احرام باندھا، پیغمبر ﷺ کے ساتھ نمازیں پڑھیں..... نبی ﷺ کی اقتداء میں آ گئے..... پیغمبر ﷺ کے ساتھ سفر کیا۔ وہ قافلہ کیسا اچھا ہوگا؟ جس قافلے کا امیر کارواں محمد رسول اللہ ﷺ ہو..... لشکر وہ بھی بڑا بابرکت تھا..... جس کا واقعہ میں نے رمضان میں بیان کیا ہے، جو جنگ بدر کا لشکر تھا، جس کو حفیظ جالندھری نے کہا!

یہ پہلا جیش تھا دنیا میں افواج الہی کا
جسے اعلان کرنا تھا، خدا کی بادشاہی کا
یہ لشکر ساری دنیا سے انوکھا تھا، نرالا تھا
کہ اس لشکر کا ایک افسر کالی کملی والا تھا
وہ لشکر بھی بے مثال تھا..... اور اس لشکر کو دیکھو..... مدینہ سے لشکر چلا ہے۔
ساڑھے چودہ سو صحابہ رضی اللہ عنہم نبی ﷺ کے ساتھ ہیں۔ مکہ مکرمہ سے چند میل پیچھے

”حدیبیہ“ ایک جگہ ہے، حضور ﷺ نے وہاں پڑاؤ ڈالا۔

ابوسفیان سے ملاقات کیلئے قاصد کا انتخاب:

وہاں ٹھہرے اور کیوں ٹھہرے؟ تاکہ عمرے کی اجازت ابوسفیان سے لیں۔ کیونکہ خانہ کعبہ پر قبضہ تو کافروں کا تھا، ابوسفیان اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ سردار قریش تھے، حضور ﷺ نے سوچا کہ یہاں سے میں ایک قافلہ بھیجتا ہوں، جو جاگے ابوسفیان سے خانہ کعبہ میں داخلہ کی اجازت مانگے۔ یہ کہے کہ صرف عمرہ کرنا ہے..... جھگڑا نہیں کرنا۔

لڑائی نہیں کرنی

آپ صرف عمرے کی اجازت دے دیں۔ حدیبیہ کے مقام پر آپ نے خطبہ دیا تھا اور خطبہ میں فرمایا کہ میں چاہتا ہوں ایک وفد بھیجوں ابوسفیان کے پاس مکہ مکرمہ میں، جو میرا سفیر بن کر جائے، میرا قاصد بن کر جائے تو حضور ﷺ نے فرمایا! عمر رضی اللہ عنہ! تم جاؤ قاصد بن کر اور جا کر تم اجازت مانگو۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! میں بڑا سخت آدمی ہوں، میں جب مکہ سے نکلا تھا، آج سے چھ سال پہلے، تو بڑے لوگوں کے ساتھ لڑائی تھی، میری تلخ طبیعت کی وجہ سے، تو آپ ایسے آدمی کو سفیر بنا کر بھیجیں، کہ جو نرم ہو اور جس کی نرمی پر دشمن بھی تعریف کرتا ہو، حضور ﷺ نے فرمایا وہ کون آدمی ہے؟..... حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی وہ عثمان غنی رضی اللہ عنہ ہیں..... حضور ﷺ نے فرمایا عثمان آؤ..... عثمان رضی اللہ عنہ آئے..... حضور ﷺ نے فرمایا دو آدمیوں کو اپنے ساتھ لو اور میرے سفیر بن کر مکہ میں داخل ہو جاؤ۔ جا کر ابوسفیان سے کہو مسلمان آئے ہیں، پیغمبر ﷺ آئے ہیں، چھ سات میل کے فاصلے پر پڑاؤ ہے۔ پیغمبر ﷺ نے عمرہ کرنا ہے، کعبے کا طواف کرنا ہے، اس کی اجازت دے دو۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی بطور قاصد روانگی:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سفیر بن کر مکے میں داخل ہو گئے۔ تو بڑے بڑے کافر.....

جو عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے واقف تھے کہ یہ تو کپڑے کا بڑا تاجرتھا..... بڑا رکیس تھا..... لوگ ان کے پاس آ کر ملے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا ابوسفیان سے کہ میرے رسول صلی اللہ علیہ وسلم عمرہ کرنا چاہتے ہیں، طواف کرنا چاہتے ہیں کعبے کا..... آپ اگر اس کی اجازت دیں..... تو ابوسفیان نے کہا!

”تیرے نبی کو اجازت نہیں ہے، اگر تو طواف کرنا چاہتا ہے تو تجھے اجازت ہے۔“ عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ”میں اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کعبے کا طواف نہیں کر سکتا۔“ (سیرت ابن ہشام ج ۲، صفحہ ۲۰۱)

جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی نہ ہو وہ ثواب نہیں:

یہاں سے ایک مسئلہ ثابت ہوا کہ ”نیکی بھی وہی کہلاتی ہے جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی شامل ہو“ حالانکہ کعبے کا طواف کرنا تو عبادت ہے، دیکھنا عبادت ہے، سب کچھ ثواب ہے..... لیکن آج یہ ثواب کدھر چلا گیا کہ اس ثواب میں چونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی نہیں تھی، اس لئے عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ ”قبلہ تو ہے قبلہ نما موجود نہیں ہے۔“ جس نے مجھے قبلے کا دروازہ دکھایا وہ چھ میل کے فاصلے پر بیٹھا ہے اور عثمان رضی اللہ عنہ اکیلا کعبے کا طواف کرے، یہ عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ہے۔

سفیر پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کی افواہ:

میرے بھائیو! حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی اس عظمت کو دیکھو، کافروں نے کہا کہ ”اے عثمان!

آپ طواف کریں

آپ عمرہ کریں

آپ عبادت کریں

لیکن کسی اور کو اجازت نہیں کہ کعبے میں داخل ہو، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں تو یہ بات ماننے کو تیار نہیں ہوں..... چنانچہ انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو

گرفتار کر کے ایک مکان میں نظر بند کر دیا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ گرفتار ہو گئے۔۔۔۔۔ میں قربان جاؤں عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی عظمت پر۔ آپ دیکھتے ہیں کوئی انڈیا کا سفیر ہے۔۔۔۔۔ کوئی امریکہ کا سفیر ہے۔۔۔۔۔ کوئی پاکستان کا سفیر ہے۔۔۔۔۔ عثمان رضی اللہ عنہ وہ عظمت والا ہے جو محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا سفیر ہے۔ جس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا سفیر بنا کر کعبے میں بھیجا اور آج وہ سفیر گرفتار ہو چکا ہے۔ اب دیکھیں کیا ہوا۔ جب عثمان غنی رضی اللہ عنہ گرفتار ہو گئے تو یہاں ایک خبر مشہور ہو گئی، یہ خبر غلط تھی اور مشہور ہو گئی، خبر کیا؟ کہ عثمان غنی رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے، حالانکہ شہید نہیں ہوئے تھے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی قدر و منزلت:

اب اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو غیب کا علم ہوتا تو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پہلے کہہ دیتے عثمان رضی اللہ عنہ شہید نہیں ہوئے، یہ غلط کہہ رہا ہے، لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں کہا، بلکہ فرمایا ”لوگو جو آدمی تم میں سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا بدلہ لینے کیلئے میرے ہاتھ پر بیعت کرنا چاہتا ہے۔۔۔۔۔ آئے! میں عثمان کا بدلہ لئے بغیر یہاں سے واپس نہیں جاؤں گا۔“ اس کو کہتے ہیں عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی قیمت! کیا قیمت ہے؟ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا بدلہ لینے کیلئے تیار ہیں اور بدلہ لیتے ہوئے تو آدمی شہید بھی ہو سکتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شہید بھی ہو سکتے ہیں۔

ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں بھی بدلہ لوں گا۔

عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں بھی بدلہ لوں گا۔

علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں بھی بدلہ لوں گا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کتنا قیمتی ہے کہ اس عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی

شہید ہونے کے لئے تیار ہے!

عثمان رضی اللہ عنہ کیلئے..... ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی شہید ہونے کو تیار ہے

عثمان رضی اللہ عنہ کیلئے..... عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی شہید ہونے کو تیار ہے

عثمان رضی اللہ عنہ کیلئے علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بھی شہید ہونے کو تیار ہے
عثمان رضی اللہ عنہ کیلئے سارے صحابہ رضی اللہ عنہم شہید ہونے کو تیار ہیں

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بیعت:

پیغمبر ﷺ نے یوں ہاتھ بڑھایا کہ لوگو آؤ جو عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا بدلہ لینا چاہتا ہے، میرے ہاتھ پر ہاتھ رکھے۔ تو ساڑھے چودہ سو صحابہ رضی اللہ عنہم نے نبی ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ جب صحابہ رضی اللہ عنہم کے ہاتھ پیغمبر ﷺ کے ہاتھ پر آئے، تو اللہ تعالیٰ نے قرآن بھی وہیں اتار دیا۔

يَدُ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ

نیچے نبی ﷺ کا ہاتھ، اوپر صحابہ رضی اللہ عنہم کا ہاتھ اور اوپر اللہ تعالیٰ کا ہاتھ
تو دیکھو اوپر اللہ تعالیٰ کا ہاتھ، نیچے نبی ﷺ کا ہاتھ اور درمیان میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہاتھ۔

تو کوئی ہاتھ..... اللہ و رسول ﷺ کے ہاتھوں سے صحابہ رضی اللہ عنہم کا ہاتھ نکال سکتا ہے؟..... (نہیں)

ایک بچہ بازار میں جائے، اور آپ انگلی پکڑ کر جائیں وہ بچہ چاہے جتنا بھی ہو، آپ کے ہاتھ سے انگلی بچے کی کوئی نہیں چھڑا سکتا، کیونکہ انگلی آپ کے ہاتھ میں ہے، تو آپ کا ہاتھ اتنا وزنی ہے کہ بچہ آپ سے نہیں چھڑا سکتا اور اللہ تعالیٰ کا ہاتھ اتنا نرم ہے کہ ساڑھے چودہ سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہاتھوں پر اللہ تعالیٰ نے اپنا ہاتھ رکھا اور اللہ تعالیٰ کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم چھوڑ کر چلے گئے، اور وہ ہاتھ چھڑا کس نے دیا؟ کوئی ہاتھ چھڑا سکتا ہے؟..... (نہیں)

نبی ﷺ کے ہاتھ میں ساڑھے چودہ سو صحابہ رضی اللہ عنہم کے ہاتھ اور اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ساڑھے چودہ سو صحابہ رضی اللہ عنہم کے ہاتھ۔

میرے بھائیو! جب وہ بیعت کر رہے تھے تو قرآن کی یہ آیت اُتری!

لقد رضى الله عن المؤمنين اذ بيا يعونك تحت الشجرة
 ”اس درخت کے نیچے جن ساڑھے چودہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے
 عثمان رضی اللہ عنہ کا بدلہ لینے کے لئے نبی ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی
 ہے، عرش پہ خدا ان سے راضی ہو چکا ہے۔“

حالانکہ عثمان غنی رضی اللہ عنہ تو ابھی زندہ تھے، لیکن صرف عثمان رضی اللہ عنہ کی محبت ہے،
 جس نے نبی ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی۔۔۔ ان پر جنت واجب ہو گئی۔۔۔ حالانکہ بدلہ تو
 لینا نہیں تھا۔۔۔ اس کا اللہ تعالیٰ کو پتہ تھا کہ عثمان غنی رضی اللہ عنہ شہید نہیں ہوئے، لیکن پھر بھی
 بیعت ہو گئی تھی۔ (زر قانی جلد ۲، صفحہ ۲۰۶، ۲۰۸)

بغض عثمان کا انجام:

حدیث شریف میں آتا ہے کہ ایک جنازے میں حضور ﷺ تشریف لائے،
 جنازہ آگے رکھا ہے، حضور ﷺ جنازہ پڑھانے کے لئے آگے کھڑے ہوئے ہیں،
 حضور ﷺ نے پوچھا کس کا جنازہ ہے؟ تو بتایا گیا فلاں آدمی کا ہے۔ حضور ﷺ پیچھے ہٹ
 گئے، فرمایا میں جنازہ نہیں پڑھاتا۔ لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ! آپ تو رحمۃ
 اللعالمین ہیں، جنازہ پڑھائیں، حضور ﷺ نے فرمایا!

انہ کان یبغض عثمان

میں اس لئے اس کا جنازہ نہیں پڑھاتا کہ اس کے دل میں عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا
 بغض تھا۔ جس کے دل میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا بغض ہو، پیغمبر ﷺ اس کا جنازہ نہیں
 پڑھاتا۔ عثمان رضی اللہ عنہ کی محبت اور عظمت کا کیا اندازہ ہے کہ ابھی عثمان رضی اللہ عنہ شہید نہیں
 ہوئے، لیکن نبی ﷺ بدلہ لینے کیلئے تیار ہے۔۔۔ یہ سارا واقعہ میں آپ کو بتاؤں گا۔ فی
 الحال میں آپ کو فتح مکہ کا آغاز بتانا چاہتا ہوں کہ فتح مکہ کیسے ہوا؟ تو اس کے بعد عثمان
 غنی رضی اللہ عنہ کے بارے پتہ چلا کہ وہ تو زندہ ہیں۔

(خلفائے راشدین: علامہ خالد محمود صاحب صفحہ ۵۶۱)

معاہدہ صلح حدیبیہ:

تو بعد میں اہل مکہ کی طرف سے اور ابوسفیان کی طرف سے دو آدمی مذاکرات کے لئے چنے گئے۔ رسول اللہ ﷺ کی طرف سے بھی دو آدمی مذاکرات کے لئے چنے گئے۔ اور فیصلہ ہوا کہ یہ دونوں گروپ بیٹھ کر فیصلہ کریں کہ عمرہ کرنا ہے یا نہیں کرنا۔ اور آئندہ مشرکین مکہ کا اور مسلمانوں کا آپس میں تعلق کیا ہوگا۔ اس پر حدیبیہ کے مقام پر مشرکین مکہ کے سردار آئے۔ مسلمان آئے، اور وہاں آ کر آپس میں معاہدہ ہوا، اس معاہدے کا نام ہے۔ ”معاہدہ صلح حدیبیہ“۔ اور جب معاہدہ لکھا جانے لگا، حضور ﷺ کی طرف سے تو اوپر لکھا گیا۔ من محمد رسول اللہ۔ یعنی محمد رسول اللہ کی طرف سے ہے یہ معاہدہ، جب محمد ﷺ کے بعد رسول اللہ لکھا تو کافروں نے کہا اگر ہم محمد ﷺ کو رسول مانتے تو جھگڑا کیا۔ پہلے رسول اللہ کا لفظ مٹاؤ۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیٹھے تھے۔ حضور ﷺ نے فرمایا علیؑ اپنے ہاتھ سے ”رسول اللہ“ کا لفظ مٹا دو۔ علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، اللہ کے رسول ﷺ! میں لفظ ”رسول اللہ“ اپنے ہاتھ سے نہیں مٹا سکتا۔ میرے اندر جرأت نہیں ہے کہ میں اس کو مٹاؤں۔ حضور ﷺ نے اپنے ہاتھوں سے مٹایا، اب جملہ ”من محمد بن عبد اللہ“ ہو گیا۔ (طبقات ابن سعد جلد ۲، ص ۷۱)

اس معاہدے کے اندر دس شرائط تھیں۔ دس شقیں تھیں۔ سیرت کی ساری کتابوں میں اس معاہدے کی شقیں موجود ہیں، اس معاہدے کی ایک شق یہ تھی کہ کئے کے جتنے بھی قبائل ہیں، وہ جس طرف جانا چاہیں جس کو اپنا حلیف اور ساتھی بنانا چاہیں بنا سکتے ہیں۔ مثلاً مکہ میں دو بڑے بڑے قبیلے تھے، ایک بنو خزاعہ کا قبیلہ تھا، اور ایک بنو بکر کا قبیلہ تھا۔ تو ان دونوں قبیلوں کو معاہدے میں اختیار دے دیا گیا کہ ان میں دونوں میں سے جس طرف کوئی جانا چاہے، جاسکتا ہے۔

ان دونوں میں چونکہ اختلاف تھا، تو بنو بکر مشرکین مکہ سے مل گئے اور مشرکین مکہ کو اپنی پارٹی بنالیا، اور بنو خزاعہ نے کہا کہ ہماری پارٹی محمد رسول اللہ ﷺ ہے۔

محمد رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جو بھی ہیں وہ بھی بڑی قسمت والے ہوئے کہ ان کو حبیب ملا تو محمد رسول اللہ ﷺ ملا۔ دنیا کا سردار ملا۔ یہ ان کا معاہدہ ہوا تھا..... باقی ساری شقوں کے بتانے کی ضرورت نہیں ہے۔ صرف یہ بتانا چاہتا ہوں کہ فتح مکہ کے اسباب کیا تھے؟ اس کے اندر شرطیں باندھی گئیں کہ اس دفعہ مسلمان عمرہ نہیں کریں گے..... اس پر صحابہ رضی اللہ عنہم کو بڑی تکلیف ہوئی اور اس معاہدہ کے بارے میں یہ کہا کہ اس میں مسلمانوں نے اپنی کمزوری دکھائی ہے اور مشرکین کی ساری شقیں مان لیں کہ اگر مکے کے مشرکوں کا کوئی آدمی بھاگ کر مدینہ جائے تو حضور ﷺ اسے واپس کر دیں گے..... اور اگر ان کا کوئی آدمی بھاگ کر مدینہ سے مکہ آئے تو مشرکین واپس کریں نہ کریں، ان کی مرضی ہے، تو بظاہر یہ شقیں جو تھیں..... یہ مسلمانوں کے خلاف جارہی تھیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! کیا ہم مسلمان نہیں اور ہم غالب آنے والے نہیں..... حضور ﷺ نے فرمایا! ہاں ہم غالب آنے والے ہیں تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، اتنے پیچھے لگ کر، اتنی شرطیں مان کر اور ادھر ایک شق یہ تھی کہ بنو خزاعہ..... یہ مسلمانوں کے ساتھ ملیں گے اور بنو بکر مشرکین سے ملیں گے، اور آپس میں معاہدے کی خلاف ورزی کوئی نہیں کرے گا۔ مشرکین مکہ اور مسلمانوں کی لڑائی نہیں ہوگی، کب تک؟ جب تک مسلمانوں کے کسی حلیف کو مکے کے مشرک خود تنگ نہ کریں اور مکے کے مشرکوں کے حلیف کو مسلمان تنگ نہ کریں..... جب معاہدہ ہو گیا، تو حضور اکرم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا کہ عمرہ کر کے تمہیں قربانی دینی پڑے گی اور سر کی حجامت بنوانی پڑے گی، حجامت یہیں بنوالو، عمرہ کا ثواب تمہیں یہیں بیٹھے بیٹھے مل جائے گا۔ (عیون الاثر جلد ۲، صفحہ ۱۶۰۔ زاد المعاد جلد ۲، صفحہ ۱۲۲)

معاہدہ کی خلاف ورزی:

کچھ عرصہ بعد بنو بکر نے حملہ کیا اور بنو خزاعہ کے کچھ آدمیوں کو مار دیا۔ جواب میں انہوں نے بھی آدمی مار دیا۔ برابر ہو گئے، لیکن برابری کے بعد بنو بکر نے دوبارہ بنو خزاعہ کے

چھ آدمی مار دیئے، جب چھ آدمی مار کر زیادتی کر دی..... تو وہ جو معاہدہ صلح حدیبیہ ہوا تھا۔ اس کی خلاف ورزی ہو گئی۔ معاہدے میں تو یہ تھا کہ یہ دونوں قبیلے آپس میں نہیں لڑیں گے، لیکن اب پہل کر دی بنو بکر نے اور جب انہوں نے پہل کر دی، تو مشرکین مکہ نے اپنے حلیف قبیلے کا ساتھ دیا، یہ معاہدے کی خلاف ورزی ہے۔

بنو خزاعہ کا وفد حضور ﷺ کی خدمت میں:

جب مشرکین مکہ نے معاہدہ توڑ دیا، تو اسی وقت بنو خزاعہ کا ایک وفد عمرو بن سالم خزاعی کی قیادت میں مکہ سے مدینہ، رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں گیا۔ انہوں نے جا کر حضور ﷺ کو سارا واقعہ سنایا کہ یا رسول اللہ یہ ہے دستخط ابوسفیان کے، یہ ان کی مہر لگی ہوئی ہے کہ ہم ایک دوسرے کے خلاف لڑائی نہیں کریں گے، لیکن مشرکین مکہ نے ہمارے چھ آدمیوں کو قتل کر کے معاہدے کی خلاف ورزی کی ہے، یہ شکایت پیش کی۔

حضور ﷺ کے قاصد کی سرداران مکہ سے ملاقات:

حضور ﷺ نے اسی وقت ایک قاصد تیار کیا اور قاصد کو کہا کہ جلدی جلدی جاؤ اور جا کر مشرکین مکہ کے سامنے تین باتیں پیش کرو کہ جو آدمی تم نے مارے ہیں ان کی دیت ادا کرو۔

یا اعلان کرو کہ حدیبیہ کا معاہدہ کینسل ہو گیا، ہم معاہدہ کینسل کرتے ہیں، تیسرا یہ کہ بنو خزاعہ کو راضی کر لو، بغیر پیسے کے یہ نہیں ہو سکتا کہ تم معاہدہ بھی توڑو اور تم سے نمٹنے کا اعلان نہ ہو۔

حضور ﷺ نے جب تین آدمیوں کو قاصد بنا کر وہاں بھیجا کہ ان تین شرطوں میں سے ایک شرط منواؤ، تو جب قاصد وہاں پہنچے، وہاں اس وقت ابوسفیان نہیں تھا جو قائم مقام سردار تھا، اس نے کہا کہ جاؤ چلے جاؤ! ہم نے معاہدہ بھی توڑ دیا ہم دیت بھی ادا نہیں کریں گے، جاؤ محمد مصطفیٰ ﷺ کو کہو، جو کر سکتا ہے کرے ہم یہاں موجود ہیں، یہ بڑی ڈھٹائی تھی، بڑا ظلم تھا، بڑی زیادتی تھی۔ مسلمانوں نے تو کوئی زیادتی نہیں کی تھی،

لیکن معاہدہ توڑا مشرکین مکہ نے، جب یہ پیغام آ کر حضور ﷺ کو سنایا گیا، بدیل ابن ورقاء اس آدمی کا نام تھا جس کو رسول اللہ ﷺ نے قاصد بنا کر بھیجا کہ تین شرطوں میں سے ایک شرط منا کر آؤ۔ یہ آدمی تو جلدی جلدی حضور ﷺ کے پاس آیا اور کہا یا رسول اللہ! انہوں نے تو معاہدہ توڑ دیا، بات ہی ختم کر دی۔

(زرقانی جلد ۲، صفحہ ۲۹۲۔ فتح الباری جلد ۸، ص ۴)

ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی حضور ﷺ کی خدمت میں حاضری:

میرے دوستو!

جب حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ پیچھے سے آیا اور اسے معلوم ہوا کہ میرے قائم مقام نے معاہدہ توڑ دیا تو ابوسفیان نے کہا۔ تیرا بیچ ختم ہو جائے گا، تو محمد مصطفیٰ ﷺ سے ٹکر لیتا ہے۔ نبی ﷺ سے ٹکر لینے والا کبھی بھی کامیاب نہیں ہو سکتا۔ اس نے کہا کہ جناب میں تو اب معاہدہ توڑ بیٹھا ہوں، اب کیا ہوگا؟

ابوسفیان نے کہا، تم یہاں بیٹھو میں چلتا ہوں مدینہ، چنانچہ ابوسفیان نے دو تین سواریاں لے لیں اور جلدی جلدی تیز رفتار قاصد کے ذریعے مدینہ منورہ پہنچا۔ جب مدینہ منورہ پہنچا تو سیدھا حضور ﷺ کے پاس آیا۔ آپ مسجد نبوی میں تشریف فرما تھے، آ کر حضور ﷺ سے کہنے لگا، یا رسول اللہ! میں معافی مانگنے آیا ہوں، جو معاہدہ ہم نے کیا تھا اس پر پکے ہیں..... حضور ﷺ نے منہ دوسری طرف پھیر لیا..... پھر اس نے دوسری طرف ہو کر کہا کہ میں معافی مانگنے آیا ہوں، حضور ﷺ کو وہ قاصد تو مل گیا تھا کہ انہوں نے معاہدہ توڑ دیا، تو حضور ﷺ نے کلام نہیں کی، جب حضور ﷺ نے کلام نہیں کی..... تو ابوسفیان رضی اللہ عنہ باہر نکلے اور جا کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سامنے ہاتھ جوڑ کر کہا کہ رسول اللہ ﷺ تو ناراض ہیں۔ اپنے پیغمبر ﷺ کو راضی کرو، میں معاہدے کو پکا کرنا چاہتا ہوں، صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا جب نبی ﷺ ناراض ہو تو ابوبکر رضی اللہ عنہ میں جرأت نہیں ہے کہ پیغمبر ﷺ کو راضی کر لے۔

پاک بستر پر مشرک نہیں بیٹھ سکتا:

حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے گھر سے نکل کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر چلے گئے، کیونکہ ابھی تک ابوسفیان تو مسلمان نہیں تھے، لیکن ابوسفیان کی بیٹی ام حبیبہ رضی اللہ عنہا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی تھیں، تو اپنی بیٹی کے گھر چلے گئے، جب بیٹی کے گھر گئے تو انہوں نے اپنے باپ سے ملاقات کی، لیکن جب جا کر اندر بستر پر بیٹھنے لگے تو بیٹی نے بستر اٹھالیا اور کہا ابا جان! یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر پہ مشرک نہیں بیٹھ سکتا۔

ابوسفیان نے کہا بیٹی! تیرا خون سفید ہو گیا، تو میری بیٹی ہے، میرا خون ہے، تو محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں آ کر اپنے باپ سے بستر ہٹاتی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر پر نہیں بیٹھ سکتا، تجھے کیا ہو گیا، تو اپنے مذہب کو چھوڑ گئی۔

ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا! ابا جان..... میں نے جو مذہب شرکیہ اختیار کیا ہوا تھا وہ غلط تھا، میں محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ پڑھ کر اسلام کی روشنی میں آ چکی ہوں، ابا جان تم میرے باپ ہو میں تمہاری لخت جگر ہوں، لیکن میں اپنے باپ کو کروڑوں مرتبہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں کی خاک پر قربان کر سکتی ہوں۔

یہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کون ہے؟ یہ سردار قریش کی لڑکی ہے اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی چھوٹی بہن ہے، اس عورت کے ایمان کو دیکھو، کتنا ایمان مضبوط ہے، ایمان کی بات کی ہے، کہنے لگیں، والد اپنی جگہ، لیکن نبوت کے پاک بستر پر نہیں بیٹھ سکتے ہو، اس بستر پہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھتے ہیں، چنانچہ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے پاؤں سے زمین نکل گئی کہ میری بچی نے میرے ساتھ کیا کیا، لیکن بچی نے ایمان کا مظاہرہ کیا، بیٹی نے ایمان کی بات کی۔ (زرقاتی جلد ۲، صفحہ ۲۹۳)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے سفارش کا وعدہ:

حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ باہر نکلے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور حضرت

علی رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچ کر کہنے لگے، علی رضی اللہ عنہ! میں تیرے پاس آیا ہوں، تم بھی قریشی ہو، میں بھی قریشی ہوں، حضور ﷺ کے پاس ہماری سفارش کرو، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم چپ کر کے یہاں سے چلے جاؤ، میں بعد میں سفارش کروں گا، ابوسفیان چپ کر کے چلا گیا۔ جب ابوسفیان واپس پہنچا تو جا کر کہا کہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ میں پیچھے سے بات کروں گا۔ تو مشرکین مکہ نے کہا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے تجھے چکر دے دیا ہے، اگر تو صلح کر کے آتا تو ہم بے خوف ہو جاتے اور اگر تو کہتے جنگ ہوتی، تو ہم تیاری کرتے، نہ تو صلح کر کے آیا، نہ تیاری کی خبر دلایا۔ تو تو اسی طرح ہمیں مردائے گا کہ گل کو رسول اللہ ﷺ آ کر خانہ کعبہ پر حملہ کر دیں گے اور مشرکین مکہ کو ختم کر دیں گے۔

(سیرت مصطفیٰ ﷺ جلد ۲، صفحہ ۱۱۵)

دس ہزار کا لشکر تیار:

حالانکہ حضور ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حکم دے دیا تھا کہ لشکر تیار کرو، مشرکین مکہ نے پیغمبر ﷺ کے وعدہ کی خلاف ورزی کی ہے، اب تیاری شروع کی گئی ان کو معاف نہیں کر سکتا، چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے لشکر تیار کیا۔ دس ہزار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تیار ہو گئے۔ اسلام کی تاریخ میں اس سے پہلے اتنا بڑا لشکر کبھی نہیں آیا۔ دس ہزار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا لشکر، قافلے، وفود، لشکر، مسلمانوں کی جماعتیں، گاؤں کے لوگ ایک جگہ جمع ہو گئے، لشکر تیار ہو رہا ہے، دو دن، چار دن، دس دن لگ گئے اور فرمایا کہ مشرکین مکہ نے جو معاہدہ توڑا ہے، ہم ان کو حرہ چکھائیں گے کہ پیغمبر ﷺ کے حلیوں کو قتل کیا۔ اور اس کی دیت بھی نہیں دی اور کہا جاؤ بھاگ جاؤ، دس ہزار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تیار ہو گئے۔ بڑا شوق شہادت ہے، ولولہ ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا۔

حضرت حاطب ابن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ:

لیکن عین اس حالت میں ایک عجیب واقعہ پیش آیا کہ ایک صحابی حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ، جب حضور ﷺ نے لشکر کی روانگی کا فیصلہ کیا تو حاطب بن

ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ایک ایسا کام، جو بظاہر صحیح نہیں تھا۔ لغزش ہوئی، غلطی ہوئی، کوتاہی ہوئی۔ جس کوتاہی کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن میں کیا اور پھر معافی کا ذکر بھی قرآن نے کیا۔ جب حضرت حاطب بن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ کو پتہ چلا کہ دس ہزار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا لشکر تیار ہو رہا ہے، تو انہوں نے ایک عورت (سارہ) کو ایک خط دے کر مکے بھیجا کہ جا کر فلاں آدمی سردار ہے اس کو دے دو، اور خط میں یہ لکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہت بڑا لشکر لا رہے ہیں اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا لشکر مشرکین مکہ کا صفایا کر دے گا۔ تم اپنا ٹھکانہ کر لو اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم جہاں بھی دنیا میں جاتے ہیں فتح ان کے قدم چومتی ہے۔ اس خط کا یہ مضمون ہے۔ یہ خط لکھنا خلاف درزی تھی، صحابہ رضی اللہ عنہم کے اصول کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خفیہ جا رہے ہیں، اور صحابی یہ راز فاش کر دے، ادھر خط لیکر ایک عورت وہاں سے چلی..... ادھر اللہ تعالیٰ نے جبرائیل امین علیہ السلام کے ذریعے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بتا دیا کہ اس لشکر کی خبری حاطب بن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کر دی ہے اور فلاں عورت خط لے کر مکہ پہنچ رہی ہے اگر وہ عورت پہلے پہنچ گئی تو مشرکین آپ کے مقابلہ میں تیار ہو جائیں گے، اس لئے اس خط کو پکڑو۔

چنانچہ اسی وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بلایا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سمیت تین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے تیز رفتار گھوڑا دوڑایا اور مدینہ منورہ سے چالیس پچاس میل دور ایک جگہ پر درخت تھے بہت سارے، ان درختوں کے پاس جا کر اس عورت کو پکڑ لیا اور عورت سے کہا کہ تو کہاں جاتی ہے، کہنے لگی مکہ جاتی ہوں..... تیرے پاس کوئی خط ہے؟ کہنے لگی کوئی خط نہیں، جب تلاشی لی گئی تو خط کوئی نہ نکلا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات غلط نہیں ہو سکتی۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے بتایا ہے کہ خط لے کر جا رہی ہے، یہ عورت کیسے کہتی ہے کہ خط نہیں لائی، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہم تیرے کپڑے آگے پیچھے کر کے بھی، سر کے بالوں سے کپڑا ہٹا کر بال بھی چیک کریں گے..... جسم بھی چیک کریں گے..... نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان غلط نہیں ہو سکتی، خط دے دے..... یا اسے کہا کہ ہم تیرے بال چیک کرتے ہیں، تو اس نے اسی وقت

سر کے بالوں کے نیچے سے خط نکال کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دے دیا۔ اور اس خط میں یہ لکھا تھا:

”مکے کے مشرک! صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ایک لشکر آ رہا ہے، اسلام کا لشکر

آ رہا ہے، اس لشکر سے پہلے اپنا انتظام کر لو۔“

یہ بات تو غلط تھی، اصول کے خلاف تھی اور کرنے والا صحابی تھا..... اور بتایا جبرائیل امین علیہ السلام نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو..... جب خط لیکر حضرت علی رضی اللہ عنہ واپس پہنچے تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں کھڑے ہو گئے اور فرمایا یا رسول اللہ مجھے اجازت دو کہ میں حاطب ابن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کو آپ کے دربار میں پیش کروں..... حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! دربار میں پیش کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ آپ مجھے اجازت دو، میں اس کا سر قلم کر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں پیش کر دوں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سر قلم کرنے کی ضرورت نہیں، تم حاطب ابن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کو میرے دربار میں پیش کرو۔ چنانچہ اس صحابی کو ایک مہم کی حیثیت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں پیش کیا گیا، جب وہ صحابی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں آیا، سارے صحابہ رضی اللہ عنہم اتنے گرم تھے اس نے مخبری کیوں کی؟ کھڑا ہو گیا صحابی، کہنے لگا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! نہ میں کافر ہوں، نہ منافق ہوں۔

اعلان سنو صحابی کا، نہ میں کافر ہوں، نہ میں منافق ہوں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ خط تیرا ہے؟ میرا ہے!!

یہ مکے کی طرف بھیجا ہے؟ بھیجا ہے!!

اس خط میں خبر دی گئی ہے کہ لشکر آ رہا ہے خبر دی گئی ہے!

خط تو نے لکھا ہے؟ خط میں نے لکھا ہے

مہر تیری ہے؟ مہر میری ہے!

کاغذ تیرا ہے؟ کاغذ میرا ہے!

سب کچھ مانا، کہنے لگے نہ میں کافر ہوں، نہ میں منافق ہوں۔

حضور ﷺ نے فرمایا اچھا بتا تو نے خط کیوں لکھا؟ کہنے لگا یا رسول اللہ ﷺ! میرے چھوٹے چھوٹے بچے اور میری بیوی ہے، وہ مکہ میں ہیں اور ان کا کسی کے ساتھ تعلق نہیں ہے مکہ میں، جب یہ لشکر مسلمانوں کا جاتا تو وہ تو الگ تھلگ بچے رہتے ہیں، اس حملے سے وہ میرے بچے اور بیوی بھی شہید ہو سکتی تھی، اس لئے میں نے مشرکین مکہ کے ایک آدمی کو اطلاع دی کہ میرا اس پر احسان ہو اور میرے بچوں کی حفاظت کیلئے بھی انتقام کرے۔

میں نہ مخالف ہوں

نہ میں منافق ہوں

نہ بے ایمان ہوں

نہ آپ کا دشمن ہوں

میں نے اپنے چھوٹے چھوٹے بچوں کیلئے یہ کام کیا ہے اور ہوئی مجھ سے غلطی ہے، میں مخالف یا منافق ہوں۔

شرکاء بدر کی سعادت ابدی:

حضور ﷺ نے فرمایا کہ حاطب ابن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کو کچھ نہ کہو، اس لئے کہ اس کی وضاحت کو انجی جبرائیل امین علیہ السلام نے مجھے بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے بھی تسلیم کر لیا ہے اس کی وضاحت مان لی ہے اور حاطب ابن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے معاف کر دیا، اور فرمایا یا رسول اللہ میں منافق نہیں ہوں، حضور ﷺ نے فرمایا معاف پتہ ہے کیوں کیا؟ صحابہ رضی اللہ عنہم کو کہا! اس لئے معاف کیا کہ یہ جو حاطب ابن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ ہیں یہ جنگ بدر کے شریک ہیں۔ اور جنگ بدر میں جو جو لوگ شریک ہوئے تھے، ان کے بارے میں یہ آیت اتر چکی ہے کہ

أُولَٰئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ

جن کو میرے نبی ﷺ نے فرمایا تھا:

اعْمَلُوا مَا شِئْتُمْ فَقَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ

جو جو آدمی بدر میں شریک ہوا..... وہ بدر میں شریک ہونے کے بعد موت سے پہلے کوئی غلطی کرے گا، خدا اس کی غلطی کو بھی نیکی میں بدل دے گا، تو جنگ بدر کا شریک ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے تیری اس غلطی کو معاف کر دیا ہے۔

(بخاری جلد ۱، صفحہ ۴۲۲..... جلد ۲، صفحہ ۶۱۲)

اب اللہ تعالیٰ نے تو معاف کر دیا، کوئی اور آدمی اس غلطی کو اچھا لے سکتا ہے؟ کوئی اور آدمی اس بنیاد پر صحابی پر تنقید کر سکتا ہے؟ (نہیں)

شرکاء بدر کے اسماء کی برکت:

مسلمانو! شرکاء بدر، اسلام کا سب سے بڑا سرمایہ ہیں، محققین نے لکھا کہ جو کوئی بہت بڑی مصیبت میں مبتلا ہو جائے، اگر شرکائے بدر کا نام لکھ کر دعا مانگے، اللہ تعالیٰ کبھی اس کی دعا کو رد نہیں کرے گا۔ جو جو بدر میں شریک ہوا۔

قرآن کہتا ہے!

أُولَٰئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ

ان کی چوڑی تو اتر سکتی ہے، ایمان ان کے دل سے نہیں نکل سکتا، اب ان میں یہ حاطب ابن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ بھی شامل ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے عرش سے جن کی معافی کا اعلان پیغمبر ﷺ کے دل پر اتارا ہے۔ مسلمانو! غلطی اور کوتاہی ہو سکتی ہے، لیکن اگر غلطی اور کوتاہی کی معافی عرش سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئے، تو میں سمجھتا ہوں، نیکیوں سے بھی یہ بات بہت بڑھ جاتی ہے، جس کو معاف کرنے والا پروردگار ہے۔

میرے بھائیو! فتح مکہ کا آغاز کیسے ہوا، سمجھ میں آیا؟ فتح مکہ اس معاہدے کی خلاف ورزی کی وجہ سے عمل میں آیا، جو مشرکین مکہ نے کی۔ اب دس ہزار صحابہ رضی اللہ عنہم کا لشکر یہاں سے روانہ ہوتا ہے، راستے میں کیا ہوا؟ مکے میں جا کر کیا ہوا؟

چھ آدمی راستے میں شہید ہو گئے، خانہ کعبہ میں داخلہ کیسے ہوا؟ حضور ﷺ نے

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو کعبے کی چھت پر کیسے چڑھایا؟ پیغمبر ﷺ نے اعلان کیسے کیا؟
 لا تشریب علیکم الیوم ابوسفیان نے نبی کا کلمہ کیسے پڑھا؟ اور یہ اعلان ہوا.....
 من دخل فی دار ابوسفیان فهو امن یہ بڑے بڑے ایمان افروز واقعات ہیں فتح
 مکہ کے، ان شاء اللہ ان کا ذکر آئندہ جمعہ ہوگا۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اِنَّ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ۝



فتح مکہ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

لَئِنْ لَمْ يَنْتَهِ الْمُنَافِقُونَ وَالَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ وَالْمُرْجِفُونَ
فِي الْمَدِينَةِ لَنُغْرِيَنَّكَ بِهِمْ ثُمَّ لَا يُجَاوِرُونَكَ فِيهَا إِلَّا
قَلِيلًا ۖ مَلْعُونِينَ أَيْنَمَا ثَقِفُوا أَخْدُوا وَقَتِلُوا تَقْتِيلًا ۝
سُنَّةَ اللَّهِ فِي الَّذِينَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ وَلَكِنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللَّهِ
تَبْدِيلًا ۝

(پارہ ۲۲، سورۃ الاحزاب، آیت ۶۰ تا ۶۲)

بِسْمِ اللَّهِ
الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

ترجمہ:

”البتہ اگر باز نہ آئے منافق اور جن کے دل میں روگ ہے اور جھوٹی
خبریں اڑانے والے مدینہ میں۔ تو ہم لگا دیں گے تجھ کو ان کے پیچھے۔
پھر نہ رہنے پائیں گے تیرے ساتھ اس شہر میں مگر تھوڑے دنوں۔
پھٹکارے ہوئے جہاں پائیں گے پکڑے گئے اور مارے گئے جان

سے۔ دستور پڑا ہوا ہے اللہ تعالیٰ کا ان لوگوں میں جو پہلے ہو چکے ہیں اور تو نہ دیکھے گا اللہ تعالیٰ کی چال بدلتی۔“

تمہید:

بزرگان محترم! آپ حضرات کے سامنے گزشتہ جمعہ سے فتح مکہ کا ذکر ہو رہا ہے اور میں نے عرض کیا تھا کہ اسلام میں جتنی بھی جنگیں اور غزوات ہوئے، ان سب سے زیادہ شان و شوکت والا غزوہ، غزوہ فتح مکہ ہے۔

فضیلت کے اعتبار سے جنگ بدر سب سے بڑی جنگ ہے، جو جو آدمی غزوہ بدر میں شریک ہوا اس پر جنت واجب ہو چکی ہے..... اس کا اعلان حضور ﷺ نے فرمایا، شہدائے بدر کو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا..... اَعْمَلُوا مَا شِئْتُمْ قَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ..... اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جو کچھ مرضی کرو، تمہیں میں نے معاف کر دیا، یہ کسی اور کیلئے نہیں کہا گیا کہ آئندہ غلطی کرنے والے کو بھی میں معاف کروں گا۔ تو شہدائے بدر کا ایک اعزاز ہے..... اسلام میں جتنی بھی جنگیں ہوئی ہیں، سب سے زیادہ برگزیدہ اور مرتبے میں اونچی جنگ، جنگ بدر ہے جس کا ذکر قرآن پاک میں کئی جگہ آیا ہے، جس میں اللہ پاک نے یہ خبر دی ہے کہ فرشتوں کی ایک جماعت نے آ کر اس جنگ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ حصہ لیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شہادتوں کے اعتبار سے سب سے اونچی جنگ، جنگ احد ہے۔

فوج کے اعتبار سے سب سے بڑی جنگ جنگ تبوک ہے، جس میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لشکر کی تعداد تیس ہزار تھی اور دشمن کی تعداد اڑھائی لاکھ..... اڑھائی لاکھ رومی عیسائیوں سے مقابلہ ہوا جنگ تبوک میں..... لیکن شان و شوکت کے اعتبار سے، فخر کے اعتبار سے، رونق کے اعتبار سے، خوشی کے اعتبار سے، سب سے بڑی جنگ اور سب سے بڑا غزوہ غزوہ فتح مکہ تھا..... اسلامی شان و شوکت کا شاہکار، اسلام کو جو شان و شوکت فتح مکہ میں ملی، وہ کبھی نہیں ملی، حقیقت یہ ہے کہ مکہ سے رسول اللہ ﷺ کو نکالا گیا

تھا اذیتیں دے دے کر، اسی مکہ میں آٹھ سال کے بعد پیغمبر ﷺ کا داخلہ ہوا، اس جنگ پر..... جس کا واقعہ آج آپ کے سامنے میں بیان کروں گا..... ان شاء اللہ

پچھلے جمعہ ہم یہاں تک پہنچے تھے کہ غزوہ فتح مکہ کیوں پیش آیا؟ اس کی ضرورت کیوں پیش آئی؟ حضور ﷺ کو کیا ضرورت پیش آئی کہ اسلام کا ایک لشکر لے کر مکہ پر حملہ کریں۔ میں نے آپ کو بتایا تھا کہ صلح حدیبیہ جو معاہدہ ہوا تھا اس میں کچھ ایسی شقیں تھیں کہ جن شقوں کی خلاف ورزی مشرکین مکہ نے کی، اور اب رسول اللہ ﷺ مشرکین مکہ کی خلاف ورزی کا اللہ کے حکم سے ان کو مزہ چکھانے کے لئے مکہ کی فتح کا اعلان کیا، اور اسلام کا ایک لشکر تیار کیا جس کی تعداد دس ہزار تھی۔ حضور ﷺ دس رمضان المبارک آٹھ ہجری کو روانہ ہوئے، مکہ سے آئے ہوئے آٹھ سال ہو چکے تھے اور دل میں تڑپ تھی کہ میں کعبے کی زیارت کروں، حضور ﷺ کی بھی تڑپ تھی اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی بھی تڑپ تھی، اور ادھر اللہ تعالیٰ نے حکم دے دیا کہ مشرکین مکہ نے چونکہ معاہدہ توڑا ہے اب خانہ کعبہ پر قبضہ کرو..... اور خانہ کعبہ کی چابیاں اپنے ہاتھ میں لو۔ اللہ کا حکم آیا۔ پیغمبر ﷺ دس ہزار صحابہ رضی اللہ عنہم کا لشکر لے کر مدینہ منورہ سے چلے ان میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ اور تمام بڑے بڑے صحابہ رضی اللہ عنہم موجود تھے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے تین طبقات:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی صحابیت کے تین طبقے ہیں..... صحابہ رضی اللہ عنہم کے تین طبقے ہیں اور قرآن پاک میں ان تینوں طبقوں کا ذکر آیا ہے۔ پہلا طبقہ مہاجرین کا..... مہاجر ان صحابہ کو کہتے ہیں، جنہوں نے مکہ مکرمہ سے پیغمبر ﷺ کے ساتھ ہجرت کی اور مدینہ چلے گئے جب حضور ﷺ کو مکہ مکرمہ سے نکالا گیا تو جو آدمی نبی ﷺ کے ساتھ گئے ان کو مہاجرین کہتے ہیں اور مہاجرین کی تعداد تھی ۱۱۳۔ قرآن پاک نے ان لوگوں کی بڑی تعریف کی ہے۔ قرآن کہتا ہے:

.....وَالسَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ.....

اسلام میں ان لوگوں کا بڑا رتبہ ہے، جنہوں نے ہجرت کر کے نبی ﷺ کا ساتھ دیا..... جن لوگوں نے مکہ سے نبی ﷺ کے ساتھ ہجرت کی وہ مہاجرین ہیں۔ اور جن لوگوں نے مدینہ میں نبی ﷺ کا استقبال کر کے نبی ﷺ کے آگے آنکھوں میں، پلکیں بچھائیں ان کو اسلام کی اصطلاح میں ”انصار“ کہتے ہیں، انصار عربی میں کہتے ہیں مددگار کو، یعنی جب حضور ﷺ کا قافلہ مدینہ میں پہنچا تو انہوں نے صحابہ کی مدد کی اپنے مکان خالی کر دیئے، ان کو بھائی بنالیا، اپنی حویلیاں ان کے سپرد کر دیں..... یہ مدینہ میں آٹھ سال تک رہنے والے سارے انصار ہیں اور مکہ کی جب فتح ہوئی، تو مکہ فتح کے بعد جن لوگوں نے کلمہ پڑھا، ان کو کہتے ہیں مہاجرین و انصار کے پیروکار، قرآن کریم کی زبان میں آپ کو بتاتا ہوں، قرآن کہتا ہے:

.....وَالسَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ.....

اسلام میں پہلا مرتبہ مہاجرین کا ہے، دوسرا درجہ انصار کا ہے، اور آگے قرآن مجید نے کیا کہا..... وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ..... جن لوگوں نے ان انصار اور مہاجرین کی پیروی کی۔

وہ لوگ تھے کون؟ جو فتح مکہ کے بعد مسلمان ہوئے، وہ تیسرا طبقہ ہے جیسے حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ، حضرت ہند رضی اللہ عنہا اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ یہ لوگ تھے۔ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے بارے میں آتا ہے کہ انہوں نے فتح مکہ سے پہلے کلمہ پڑھا، اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں آتا ہے کہ انہوں نے کلمہ صلح حدیبیہ کے موقع پر پڑھ لیا تھا، لیکن کلمے کا اظہار فتح مکہ کے بعد ہوا، کیونکہ انکے والد ابوسفیان جو اسلام کے خلاف تھے تو انہوں نے بھی کلمہ بعد میں پڑھا اور قرآن پاک نے ان تینوں طبقوں کے بارے میں ایک دوسری جگہ فرمایا!

ان تمام کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے جنت کا وعدہ کر لیا ہے، یہ تینوں طبقے جو ہیں ان کے ساتھ جنت کا وعدہ کس نے کیا؟..... (اللہ نے)..... فتح مکہ سے پہلے کے

مسلمان بھی جنتی اور بعد کے مسلمان بھی جنتی!

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر میں روزہ توڑا:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دس رمضان کو لشکر تیار کیا اور اس لشکر کی تعداد تھی دس ہزار..... دس ہزار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مدینہ منورہ سے چلے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے روزے تھے، علماء کرام کہتے ہیں کہ اگر آدمی روزے کے اندر سفر کرے اور سفر میں تکلیف ہو..... پیدل سفر ہے، یا گاڑیوں کا سفر ہے کہ دھوپ برداشت نہ ہو، تو روزہ چھوڑنے کی اجازت ہے، صرف چھوڑنے کی نہیں بلکہ توڑنے کی بھی اجازت ہے..... اس غزوہ فتح مکہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روزہ دوپہر کے وقت توڑ دیا۔ یہ سنت ہے کہ سفر پیدل تھا، سواریاں کم تھیں لشکر جا رہا تھا..... دھوپ کی گرمی تھی..... نیچے ریت تھی..... اوپر آگ تھی..... دھوپ برس رہی تھی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پتہ چلا کہ ایک صحابی بڑے بیمار ہیں..... اور بزرگ ہیں وہ روزہ نہیں کھول سکتے تھے..... اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نہ کھولتے۔ ان کی دلجوئی کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ کھول لیا اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا اگر کوئی آدمی بیمار ہو یا کوئی آدمی سخت تکلیف دہ سفر میں ہو..... تو اس کو روزہ توڑنے کی اجازت ہے، اس جنگ میں روزہ کو توڑا گیا..... اور اس جنگ میں روزے کو کھولا گیا۔ (بخاری جلد ۲، صفحہ ۶۱۳)

مدینہ منورہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چلے..... دس ہزار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا لشکر لے کر دنیا کا سب سے بڑا سردار مکے کو فتح کرنے کے لئے مدینہ سے چلا۔ اور مدینہ منورہ سے بہتر (۷۲) میل کے فاصلے پر یہاں آ کر آپ نے پڑاؤ ڈالا..... تو یہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات ہو گئی حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے، حضرت عباس رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سگے چچا تھے اور یہ مکہ میں رہتے تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اجازت دی تھی کہ چچا تم مکہ میں اپنے بچوں سمیت رہو اور مکہ کے مشرکین کی خبریں بھی مجھ تک پہنچاؤ۔

بخاری شریف میں آتا ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا تھے اور مشرکین مکہ کی خبریں بھی آپ کو پہنچاتے تھے، جب جعفہ یا بعض روایات کے مطابق اس

سے ذرا آگے کے ایک مقام پر لشکر پہنچا، تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہو گئی، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا کو بہت اعزازات سے نوازا۔ یہاں پر ایک آدمی نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ اے عباس رضی اللہ عنہ! اے عم پیغمبر، اے عم رسول، اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا..... تم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بڑی عزت کرتے ہو، بڑا ادب و احترام کرتے ہو، کیا وجہ ہے؟ کیا عمر میں تم اپنے بھتیجے سے کم ہو؟ کیا تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بڑا سمجھ کر اس کی عزت کرتے ہو تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے جو تاریخی کلمہ فرمایا وہ بخاری شریف میں ہے!

وُلِدْتُ قَبْلَهُ وَهُوَ أَكْبَرُ مِنِّي

”پیدا میں پہلے ہوا تھا لیکن مجھ سے بڑے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔“

گالیاں دینے والوں کو معافی:

حضرت عباس رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے۔ یہاں پر دو آدمی آئے، ایک تھے ابوسفیان بن حارث، اور ایک تھے عبداللہ بن ابی امیہ..... اور دونوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قریبی رشتے دار تھے مثلاً ابوسفیان بن حارث یہ وہ نہیں تھے جو حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے والد ہیں..... بلکہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سگے چچا زاد بھائی تھے۔ جس طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ چچا زاد بھائی ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ ابوطالب کے لڑکے ہیں اور حضرت ابوسفیان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حارث کے لڑکے ہیں۔ اور عبداللہ بن امیہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پیغام بھیجا..... کس کے ذریعے پیغام؟..... حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی ام سلمہ رضی اللہ عنہا جو اس غزوے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھیں..... اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا جو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی لڑکی ہیں۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی ہیں، تو ہر سفر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ کی ایک دو بیویاں ہوتی تھیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم قرعہ اندازی کرتے، جن کا نام نکل آتا وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ میں جاتیں، تو فتح مکہ کا جو غزوہ تھا اس میں قرعہ اندازی میں ام سلمہ رضی اللہ عنہا اور حفصہ رضی اللہ عنہا کا نام نکلا، اور یہ دونوں

حضور ﷺ کے ساتھ تھیں۔ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے حضور ﷺ کے خیمے میں آ کر کہا یا رسول اللہ ﷺ! اگر آپ مجھے اجازت دیں تو میں آپ کے سامنے ایک سفارش کرنا چاہتی ہوں.....!

حضور ﷺ نے فرمایا! کیا سفارش ہے؟

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! ابوسفیان بن حارث جو آپ کے چچا زاد بھائی ہیں اور عبد اللہ بن امیہ جو پھوپھی کے لڑکے ہیں، وہ آئے ہیں، اور وہ آپ سے معافی مانگنا چاہتے ہیں، اور آپ سے ملاقات کرنے آئے ہیں، وہ آپ پر ایمان لانا چاہتے ہیں..... وہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ سے ہماری ملاقات کرادو، حضور ﷺ نے فرمایا میرا دل نہیں چاہتا کہ میں ان دونوں سے ملوں، اس لئے کہ مکے میں، ان لوگوں نے مجھے بڑی گالیاں دی تھیں..... میرے چچا اور پھوپھی کے لڑکے ہو کر مجھے دھکے دیئے تھے..... میرے راستے میں کانٹے بچھانے والوں میں یہ تھے..... اور مجھے گالیاں دیتے تھے، برا کہتے تھے، میرا دل نہیں چاہتا کہ میرے سامنے آئیں۔ اے ام سلمہ رضی اللہ عنہا چلی جاؤ..... میرے سامنے ان کی سفارش مت کرو..... ام سلمہ رضی اللہ عنہا چلی گئیں..... تھوڑی دیر کے بعد پھر ام سلمہ رضی اللہ عنہا آئیں اور کہنے لگیں یا رسول اللہ ﷺ! اگر آپ کسی ایسے آدمی کو معاف کریں..... جنہوں نے آپ کے خلاف کوئی بات نہیں کی تو یہ آپ کی رحمتہ اللعالمین نہیں ہے..... آپ کی رحمتہ اللعالمین تو یہ ہے کہ آپ اپنے بڑے دشمن کو معاف کر دیں جس نے آپ کو برا کہا ہے۔ اس لئے کہ میں آپ کی صفات کو جانتی ہوں کہ آپ کی یہ صفت ہے کہ دشمنوں کو آپ نے سینے سے لگایا، یہ تو چچا کا لڑکا ہے چل کر آپ کے دروازے پر آیا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا اچھا! ام سلمہ رضی اللہ عنہا میں تیری سفارش منظور کرتا ہوں..... لاؤ میں محمد رحمتہ اللعالمین ہوں چنانچہ چچا کے بیٹے کو اور پھوپھی کے بیٹے کو نبی کے سامنے لایا گیا..... اور ابوسفیان بن حارث نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے کہا۔ ”کہ اے ام سلمہ اگر ساری کی ساری کمائی تو مجھ سے لے لے کہ سفارش تیری وجہ سے منظور ہوئی تو یہ سودا میرے لئے سستا ہے..... کہ آج دنیا کا سردار مجھ پر راضی ہو گیا ہے، چچا

کے لڑکوں میں یہ شرافت باقی تو ہوتی ہے کہ ہمارا چچا زاد بھائی کتنا اونچا چلا گیا ہے..... لیکن حضور ﷺ تو اللہ تعالیٰ کے رسول تھے، تو ان لوگوں کو تو یہ پتہ تھا کہ ہمارے چچا کا لڑکا نبی ﷺ بن گیا ہے، لیکن وہ تعصب کرتے تھے..... لیکن آج پھر وہی چل کر رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور آ کر کیا کہا..... حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بڑی اچھی خاتون تھیں اور بڑی اچھی بات کہی!

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ اس طرح کرو میں تمہاری سفارش حضور ﷺ سے کرتی ہوں اور زور دے کر کرتی ہوں..... اور یہ دعویٰ کرتی ہوں کہ میری بات نبی ﷺ مان جائیں گے، لیکن ایک کام تم نے کرنا ہے کہ جب تم نبی ﷺ کے سامنے جاؤ تو قرآن کی یہ آیت پڑھو..... جو حضرت یوسف علیہ السلام کے سامنے ان کے بھائیوں نے پڑھی تھی۔ یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے ان کو کنوئیں میں ڈالا تھا..... لیکن جب وہ تخت شاہی پر بیٹھے اور بھائی آئے معافی مانگنے اور بھائیوں نے آ کر جو لفظ کہے..... قرآن پاک نے ان لفظوں کو نقل کیا ہے، تیرھویں پارے میں:

تَاللّٰهِ لَقَدْ اٰثَرَكُ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَاِنْ كُنَّا لَخٰطِئِيْنَ ۝

(سورۃ یوسف: ۹۱)

اے محمد مصطفیٰ ﷺ! ہم تیرے پاس آئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تجھے ہم پر عزت بخش دی ہے..... اور ہمیں آج پتہ چلا ہے کہ ہم غلطی پر تھے اور تو حق پر تھا۔ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا..... حضور ﷺ کے سامنے جب جاؤ تو جاتے ہی یہ آیت پڑھو..... چنانچہ وہ دونوں آئے اور آ کر کہا!

تَاللّٰهِ لَقَدْ اٰثَرَكُ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَاِنْ كُنَّا لَخٰطِئِيْنَ ۝

(سورۃ یوسف: ۹۱)

اے محمد مصطفیٰ ﷺ آج تیرے دروازے پر ہمارے سر جھک گئے ہیں، ہمیں یقین ہو گیا ہے!

تو حق پر ہے ہم غلطی پر تھے

تو سچائی پر ہے ہم جھوٹ پر تھے

تو اچھائی پر ہے ہم برائی پر تھے

اے محمد ﷺ! آج ہم نے یہ دل سے تسلیم کر لیا ہے کہ تو عظمت میں سب سے بلند ہے اور ہم غلطی میں سب سے آگے تھے، تو جب انہوں نے یہ بات کی تو حضور ﷺ کی زبان سے وہی لفظ نکلا..... جو حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا تھا!

لَا تَثْرِبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ

جاؤ! میرے اوپر حملہ کرنے والے..... مجھے گالیاں دینے والے..... میرے راستے میں کانٹے پچھانے والے..... سن لیں کہ میں محمد ﷺ نے سب کو معاف کر دیا۔ لیکن یہ بھی میں آپ کو بتاؤں کہ کچھ لوگ مکے میں ایسے بھی تھے، جن کو فتح مکہ میں معافی نہیں ملی، ان کا ذکر بھی قرآن پاک میں ہے:

إِلَّا قَلِيلًا مَّلْعُونِينَ أَيْنَمَا ثُقِفُوا أُخِذُوا وَقَتِلُوا قَتِيلًا

یہ سولہ آدمی ہیں..... جہاں کہیں ملیں، ان کی گردنیں اڑا دو..... ان کے مقدر میں ہدایت نہیں ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں جی نبی رحمۃ اللعالمین تھے ہر آدمی کو معاف کر دیتے تھے، اگر ہر آدمی کو معاف کر دیتے تو یہ قرآن کیا کہتا ہے؟ کہ

أَيْنَمَا ثُقِفُوا جہاں تمہیں ملیں

أُخِذُوا ان کو پکڑو

وَقَتِلُوا قَتِيلًا اور ان کو قتل کر کے ان کی لاشوں کو بکھیر دو

کیوں؟ پیغمبر ﷺ جب مکہ کو فتح کر کے آئے تو ان کے دل میں اس وقت بھی ہدایت نہیں آئی اور اس وقت بھی یہ سازشیں کرتے تھے اور سازشی عناصر کیلئے دنیا میں کوئی جگہ نہیں۔

ابوسفیان کی آمد اور قبول اسلام:

میرے بھائیو! یہ پہلا مرحلہ تھا معافی کا..... حضور ﷺ نے مقام ”کدید“ میں

اپنے چچا زاد بھائی اور پھوپھی کے لڑکے کو معاف کر دیا..... اور اس کے بعد یہ قافلہ آگے بڑھا اور مکہ کے قریب ایک بستی میں پڑاؤ ڈالا..... تو وہ ابوسفیان بن حرب جو مکہ مکرمہ سے آیا تھا..... اور سردار قریش تھا وہ یہاں پر آ گیا..... لشکر نے جہاں پر پڑاؤ ڈالا ہوا تھا..... ابوسفیان بن حرب اور اس کے ساتھ بدیل ابن ورقاء یہ دو آدمی تھے، تو یہ لشکر کے باہر جوار گرد باز لگائی ہوئی تھی اور وہاں سے جو اندر داخل ہونے کا راستہ تھا، وہاں پر کچھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پہرے دار تھے، حضور ﷺ کی طرف سے مقرر تھے، یہاں ایک دو دن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے قیام کرنا ہے، تو لشکر کے پہریدار یہاں پر تھے، جب ابوسفیان وہاں پہنچے تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے دیکھ لیا کہ یہ تو سردار قریش ہے، یہ تو ابوسفیان ہے جس نے جنگ اُحد میں بڑے بڑے صحابہ رضی اللہ عنہم کو قتل کیا..... اور جنگ اُحد میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کافی تعداد میں شہید ہو گئے، یہ تو اسلام کا مخالف ہے چنانچہ ان صحابیوں نے ان دونوں آدمیوں کو گرفتار کر لیا..... لیکن اب تھوڑی دیر بعد ابوسفیان کو یہ بات کھٹک گئی کہ اب تو ہم قتل کر دیئے جائیں گے، اس لشکر میں ہم آئے کیسے؟ کون لایا؟ لیکن تھوڑی دیر بعد حضرت عباس بن عبدالمطلب کا وہاں سے گزر ہوا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا بازو پکڑ لیا ابو سفیان نے..... ابوسفیان نے کہا کہ عباس! آج تیرے سوا مجھ پر احسان کرنے والا کوئی نہیں، تجھے پتہ ہے کہ میں قریش مکہ کا سردار ہوں..... تجھے پتہ ہے کہ میں قریشی ہوں، لیکن میں آج محمد مصطفیٰ ﷺ کا مقابلہ کرنے نہیں آیا۔

ابوسفیان نے جب یہ کہا تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم میری سواری پر بیٹھ جاؤ، اپنے خنجر پر حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کو بٹھایا، اور بٹھا کر رات کے دس گیارہ بجے کا وقت ہوگا، حضور ﷺ کے پاس لے چلے، جہاں حضور ﷺ کا خیمہ تھا اب جب حضور ﷺ کے پاس جب ابوسفیان پہنچا تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! ابوسفیان آپ سے ملاقات کرنا چاہتے ہیں..... اور ان کے ساتھ بدیل ابن ورقاء اور ایک سالار ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا ابوسفیان سے ملاقات کی اجازت نہیں ہے۔ چلے جاؤ..... حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! اگر آپ

اجازت دے دیں تو آپؐ کی رحمۃ اللعالمین کا تقاضا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا چچا تیرے کہنے پر اجازت دیتا ہوں۔۔۔۔۔ لیکن ملاقات صبح کو ہوگی، رات کو نہیں ہوگی، چنانچہ ابوسفیان چلے گئے اور حضرت عباسؓ کے خیمے میں ساری رات باتیں کرتے رہے۔ حضرت عباسؓ کو ممتا تے رہے کہ حضور ﷺ کو مجھ سے منادو۔۔۔ ادھر پورے اسلام کے لشکر میں یہ بات پھیل گئی تھی کہ سردار مکہ گرفتار ہو گئے۔ پتہ چلا کہ ابوسفیان یہاں بیٹھے ہیں۔۔۔۔۔ عباسؓ یہاں بیٹھے ہیں۔۔۔ حضرت عمرؓ کو اور لیکر ابوسفیان کے سر پر کھڑے ہو گئے۔۔۔۔۔ ابوسفیان کا سر نیچے ہے۔۔۔ حضرت عمرؓ نے ہاتھ جوڑ کر کہا یا رسول اللہ ﷺ! مجھے اجازت دیں، میں اسلام کے اس دشمن کا سر قلم کر دوں۔ اسلام کے اس دشمن کا سر قلم کرنے کی مجھے اجازت دیں۔ حضور ﷺ خاموش ہیں۔ حضور ﷺ نے کوئی بات نہیں کی۔

حضرت عباسؓ نے فرمایا عمرؓ! کھوار اپنے نیام میں داخل کرو، ابوسفیان کو میں نے پناہ دی ہے۔۔۔۔۔ اب نبی ﷺ کا چچا جسے پناہ دیتا ہے اسے کوئی صحابی قتل نہیں کر سکتا۔۔۔ حضرت عمرؓ نے کھوار اپنے نیام میں ڈال لی۔۔۔ یہ نبی ﷺ کے صحابہ جنی جنیم کا دشمن ہے۔ پیغمبر ﷺ کے مقابلہ میں اس نے کئی جنگیں لڑی ہیں۔ قتل کر دوں؟ حضور ﷺ نے فرمایا ابوسفیان! اب بتا کیا خدا سچا ہے یا لات منات سچے ہیں؟ ابوسفیان نے کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ! اگر لات و منات سچے ہوتے تو میں آج اسی لات و منات سے مدد مانگ کر آپؐ کا مقابلہ کرتا۔ لیکن مجھے یقین ہو گیا کہ لات و منات جھوٹے ہیں پروردگار سچا ہے۔

اسی جگہ پر ابوسفیانؓ نے رسول اللہ ﷺ کا کلمہ پڑھ لیا اور وہ ابوسفیانؓ جن کا چند لمحے پہلے قتل کرنا واجب تھا۔۔۔۔۔ چند لمحوں بعد ان کے اوپر شرف صحابیت کا تاج سج گیا اور پھر ایسا موقع بھی آیا، جب چلے گئے تو حضرت عباسؓ نے فرمایا یا رسول اللہ ﷺ! یہ قریش کا بڑا سردار ہے، یہ خوش ہو جائے گا اس کی حوصلہ افزائی کر دیں، کوئی جملہ اس کے لئے کہہ دیں، تاکہ وہ خوش ہو جائے۔۔۔۔۔ اور پھر اسلام کی

خدمت کرے، حضور ﷺ سے رحیم و کریم تھے، کیا ان کی رحمۃ العالمین تھی کہ نبی ﷺ کا اتنا بڑا دشمن تھا کہ جس کے دور میں بڑی جنگیں ہوئی تھیں، لیکن حضور ﷺ نے جب معافی دے دی تو کیا ہوا، معافی کیسے دے دی؟ (بخاری جلد ۱، صفحہ ۳۱۳)

ابوسفیان کا اعزاز اور عام معافی کا اعلان:

پیغمبر ﷺ جب معافی دیتے لگے، تو حضور ﷺ نے فرمایا اچھا..... اعلان کر دو مکہ میں جا کر کہ..... من دخل فی دار ابی سفیان فهو امن..... جو آج ابی سفیان رضی اللہ عنہ کے گھر داخل ہوگا..... ابوسفیان اس کو امان دے گا، پناہ دے گا۔ اسے امن ہے۔ (مسلم باب فتح مکہ صفحہ ۱۰۴)

حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! مکہ کی تو اتنی آبادی ہے کہ وہ سارے میرے گھر میں داخل ہی نہیں ہو سکتے تو کس کس کو پناہ ملے گی؟ حضور ﷺ نے فرمایا یہ بھی اعلان کر دو..... جو کعبے میں داخل ہو جائے گا اس کو بھی پناہ مل جائے گی۔

ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے کہا کعبے میں بھی جگہ تھوڑی ہے، آبادی زیادہ ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا چلو! رحمۃ العالمین کا اعلان سنو کہ جو اپنے گھر کا دروازہ بند کر کے اندر چلا جائے، اس کو بھی امان ہوگی۔

تمن طبعے ہیں امان کے..... حضور ﷺ نے فرمایا جو ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے گھر داخل ہوگا، اس کو کچھ نہیں کہا جائے گا، جو کعبے میں آجائے گا، اس کو کچھ نہیں کہا جائے گا، جو اپنے گھر کا دروازہ بند کر لے گا، اسے بھی کچھ نہیں کہا جائے گا۔ رحمۃ العالمین تو دیکھو۔ (مسلم جلد ۲، صفحہ ۱۰۴۔ مصنف عبدالرزاق جلد ۵، صفحہ ۳۷۶۔ مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۱۲، صفحہ ۴۹۶۔ زاد المعاد جلد ۲۔ البدایہ جلد ۴، صفحہ ۲۹۰۔ عیون الآثار جلد ۲، صفحہ ۱۲۹)

حضور ﷺ کے ساتھ کون سوار تھا؟

حضور ﷺ اپنی جگہ سے چلے دو دن کا قاصد ملے کر کے آپ مکہ مکرمہ میں داخل

ہورے ہیں۔۔۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ حضور ﷺ کے ساتھ دو آدمی سوار ہوئے، ایک آدمی کا نام علی ابن ابوالعاص ہے، جو حضور ﷺ کی بیٹی حضرت زینب بنت جحش کے بڑے لڑکے ہیں، ان کی عمر سات سال تھی، وہ نبی ﷺ کے ساتھ پیچھے سواری پر سوار تھے، اور بعض علماء نے لکھا ہے کہ اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ حضور کے ساتھ سوار تھے۔

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے خصوصی خادم، حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے بیٹے تھے، اور اس وقت ان کی عمر عالتیا چودہ چودہ سال تھی وہ بھی سواری پر سوار تھے۔

حضور ﷺ نے ڈیوٹیاں لگا دیں، خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اے خالد! تو بائیں طرف سے کعبے میں داخل ہو جاؤ گے، کعبہ کے تین چار دروازے تھے۔۔۔۔۔ تین اطراف سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ڈیوٹیاں لگ گئیں کہ دو ہزار کاشکریاں کے ساتھ ہوگا۔۔۔۔۔ تین ہزار کاشکریاں کے ساتھ ہوگا۔۔۔۔۔ حضور ﷺ نے فرمایا باب قدنی جو کعبے میں ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا! میں اس طرف سے کعبے میں داخل ہوں گا، چنانچہ حضور ﷺ قدنی کے علاقے سے داخل ہو گئے۔

خالد بن ولید رضی اللہ عنہ دوسری طرف سے، جب خالد ابن ولید رضی اللہ عنہ داخل ہونے لگے تو وہاں کچھ لوگوں نے حراحت کی۔۔۔۔۔ شریکین مکہ نے روکا، خالد رضی اللہ عنہ نے کہا پیچھے ہٹ جاؤ، انہوں نے کہا نہیں ہٹتے، انہوں نے خالد رضی اللہ عنہ پر حملہ کر دیا۔ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ساتھ دو صحابی شہید ہو گئے، چنانچہ جب خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے وار کیا تو وہ میں آدمی مارے گئے۔

حضور ﷺ کو اطلاع ملی تو حضور ﷺ نے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو بلایا، بلا کر کہا میں نے تجھے نہیں کہا تھا کہ قتل و غارت نہیں کرنا، جب تک کوئی آدمی پھل نہ کرے، خالد رضی اللہ عنہ نے عرض کی اگر پھل انہوں نے کی ہے تو پھر قصور ان کا ہے۔۔۔۔۔ پھر جو اللہ تعالیٰ نے لکھا دیا تھا میں محمد ﷺ اس پر راضی ہوں۔

حضور ﷺ تاج بن کر کعبے میں داخل ہوئے۔ مسلمانو! یہ عجیب معرکہ ہے کہ

آٹھ سال پہلے اس کعبے سے نبی ﷺ کو نکالا گیا تھا۔ آٹھ سال پہلے رسول اللہ ﷺ کے راستے میں کانٹے بچھائے گئے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کو گالیاں دی گئیں تھیں! نبی ﷺ کو دھکے دیئے گئے تھے!

پیغمبر ﷺ کے قتل کے منصوبے بنائے گئے تھے۔ آج کعبے پر محمد مصطفیٰ ﷺ قابض ہوئے، کس طریقے سے؟ بڑی شان و شوکت سے۔ لیکن علماء کہتے ہیں، کوئی ڈھول نہیں بجایا گیا، کوئی بانسری نہیں بجائی گئی۔ کوئی قمقمے نہیں جلائے گئے۔ کوئی بازاروں میں جھنڈیاں نہیں لگائی گئیں۔ حضور ﷺ اپنی اونٹنی پر سوار تھے، اور حضور ﷺ نے اس اونٹنی پر اپنے سر کو جھکا رکھا تھا۔ مفسرین کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کا سر اتنا جھکا ہوا تھا کہ حضور ﷺ کی داڑھی کچاوے کی لکڑی کے ساتھ لگی ہوئی تھی اور نبی ﷺ نے سر جھکایا ہوا تھا۔ جھکائے ہوئے سر کے ساتھ محمد مصطفیٰ ﷺ کعبے میں داخل ہوئے، اور وہاں اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ اونٹنی سے نیچے اتر آئے اور نبی ﷺ نے سر جھکا دیا۔ پیغمبر ﷺ کعبے میں سر بسجود ہو گئے، پھر سارے لشکر جمع ہو گئے، حضور ﷺ نے فرمایا او مکہ کے رہنے والو!..... اوسر دارو!..... مکہ کے چوہدریو!..... آج میں محمد مصطفیٰ ﷺ تمہارے شہر میں آیا ہوں تم مجھے پہچانو!..... تَعْرِفُوا أَوَّلَهُ تَعْرِفُوا!.....

کیا مجھے نہیں پہچانتے؟ میں وہی محمد ﷺ ہوں جس کے راستے میں کانٹے بچھائے گئے تھے۔

اسی مکہ کی گلیوں میں۔۔۔ بلال رضی اللہ عنہ کو تہی ریت پر لٹایا گیا تھا۔
انہی گلیوں میں سمیہ رضی اللہ عنہا کے ٹکڑے کر دیئے گئے تھے۔
زنیرہ رضی اللہ عنہا کی آنکھیں نکال دی گئی تھیں۔

بڑے بڑے قریشی حضور ﷺ کے سامنے آئے، حضور ﷺ نے فرمایا میں تمہارے ساتھ کیا سلوک کروں، تو ان لوگوں نے کہا جو شریف آدمی شریف سے کرتا ہے، اے محمد ﷺ! ہمیں آپ سے خیر کی توقع ہے۔

حضور ﷺ نے اعلان کر دیا، فرمایا۔۔۔ لا تشرب علیکم الیوم۔۔۔

بڑے بڑے لوگوں نے کہا..... آج ہماری گردن کٹ جائے گی..... وہ لوگ بھی آئے جنہوں نے نبی ﷺ کے گلے میں رسیاں ڈال کر گھسیٹا تھا..... وہ بھی کھڑے تھے، جنہوں نے نبی ﷺ کو دھکے دیئے تھے اور وہ آدمی بھی سامنے کھڑا تھا، جس نے حضور ﷺ کے سگے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی لاش کے بارہ ٹکڑے کر دیئے تھے، اور وہ عثمان بن ابی طلحہ رضی اللہ عنہ بھی تھا جس کے پاس کعبے کی چابیاں تھیں اور حضور ﷺ نے آخری رات اس سے چابی مانگی کہ مجھے کعبے میں نماز پڑھنے دے، اس نے کہا محمد ﷺ! میں تجھے اجازت نہیں دے سکتا۔ ابو جہل کی اجازت نہیں ہے۔ تو اس نے چابی نہیں دی تھی، آج وہ بھی سامنے کھڑا تھا، آج بڑے بڑے لوگ موجود تھے..... قریشی لوگ موجود تھے..... دنیا کے سب سے بڑے سردار کے سامنے موجود تھے..... حضور ﷺ نے کعبے کے دروازے میں کھڑے ہو کر فرمایا..... بتاؤ میں تم سے کیا سلوک کروں؟ ہر ایک نے یہی سوچا ابھی تلوار آئے گی..... اور گردن کٹ جائے گی، ابھی ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گے..... ابھی انتقام لیا جائے گا..... ابھی محمد مصطفیٰ ﷺ قتل عام کا حکم دیں گے، لیکن وہ لوگ حیران ہو گئے..... جب محمد مصطفیٰ ﷺ نے اپنے چچا کے قاتلوں کو معاف کرنے کا اعلان کیا، اپنے راستے میں کانٹے بچھانے والوں کی معافی کا اعلان کیا، جب اس پیغمبر نے کعبے کے دروازے میں کہا!

لَا تَشْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ أَنْتُمْ الطَّلَقَاءُ

میں محمد ﷺ رحمۃ اللعالمین بن کے آیا ہوں..... آج سے پہلے جتنی غلطیاں ہو گئیں، جتنی کوتاہیاں ہو گئیں، تم نے مجھے دھکے دیئے..... تم نے مجھے مارا..... تم نے میرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو تنگ کیا..... میں محمد ﷺ تم سب کو معاف کرتا ہوں۔

(البدایہ والنہایہ جلد ۴، صفحہ ۴)

میرے بھائیو!

یہ رحمۃ اللعالمین ہونے کا تقاضا تھا..... پیغمبر ﷺ کی عظمت کا سوال تھا..... رسول اللہ ﷺ نے ان تمام لوگوں کی معافی کا اعلان کر دیا اور حدیث شریف میں آتا ہے

کہ جب رسول اللہ ﷺ نے معافی کا اعلان کیا تو اسی وقت کعبے کے اطراف میں جتنے قبیلے تھے..... جتنے قریشی تھے..... جتنے لوگ تھے..... سب کے سب قافلوں کی شکل میں آئے اور محمد ﷺ کا کلمہ پڑھنے لگے۔ جب قافلے قطاروں میں لگے ہوئے تھے ایک قافلہ تھا آگے..... اس کے ہاتھ میں پرچم تھا اپنے قبیلے کا پرچم..... پھر دوسرا پرچم..... پھر تیسرا پرچم، اس طرح قطار تھی، پیچھے حد نظر نہیں آتی تھی، ہر طرف سے کلمہ پڑھنے آئے تھے، عین اس موقع پر جب قافلے نبی ﷺ کا کلمہ پڑھ رہے تھے، اس وقت قرآن کی آیت اتری!

إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ ○ وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُونَ
فِي دِينِ اللَّهِ أَفْوَاجًا ○

اے محمد ﷺ! اللہ تعالیٰ کی مدد آچکی اور فتح نے تیرے قدم چوم لئے اور اسلام میں اب لشکروں کی صورت میں لوگ دین میں داخل ہو رہی ہے..... یہ فتح مکہ کا وہ لشکر تھا..... یہ فتح مکہ کا وہ شان و شوکت والا غزوہ تھا کہ جس نے کعبے کے اندر اسلام کا پرچم بلند کر دیا۔

بت کس نے گرائے:

حضور ﷺ جب کعبے میں داخل ہوئے تو وہاں مورتیاں پڑی تھیں..... وہاں دیوتا بنائے ہوئے تھے، وہاں تین سو ساٹھ بت رکھے ہوئے تھے۔ حضور ﷺ کے ہاتھ میں چھڑی تھی، آپ اس طرح چھڑی لگاتے تھے اور وہ بت نیچے آ جاتے تھے اور کچھ بت اوپر پڑے تھے..... حضور ﷺ نے اپنے کندھے پر اپنے نواسے علی بن ابی العاص رضی اللہ عنہ کو، بعض لوگ کہتے ہیں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ شیر خدا وہ نبی ﷺ کے کندھے پر چڑھے..... یہ تاریخ کا واقعہ صحیح نہیں بلکہ وہ بچہ ہے، جس کی عمر سات سال تھی اور اس کا نام علی بن ابوالعاص رضی اللہ عنہ تھا جو حضور ﷺ کا نواسہ تھا..... حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا بیٹا تھا..... بخاری شریف اور طبقات ابن سعد میں بھی اس کا ذکر ہے کہ وہ لڑکا، نبی ﷺ کا

نواسہ..... نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھے پہ سوار ہوا، اور اس نے کعبے کے تین سو ساٹھ بت گرائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم چھری لگاتے تھے بچہ بت گرا دیتا تھا..... اور جب بت گرتا تھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کی آیت پڑھتے تھے:

.....قُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ.....

حق آچکا ہے باطل جا چکا ہے، یہ آیت اس موقع پر اتری، جب کعبے کے بت گرائے جا رہے تھے اور اسلام کا نام بلند ہو گیا۔ وہ کعبہ جو ایک خدا کے لئے بنایا گیا تھا..... اس میں تین سو ساٹھ بتوں کی پوجا ہو رہی تھی۔ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر لوگ کعبے میں بتوں کی پوجا کرتے تھے، لیکن آج اس کعبے کے اندر اسلام کے پرچم کو بلند کر دیا گیا..... اور پھر کعبہ تو بڑی برگزیدہ جگہ ہے..... کعبہ تو بڑی عزت والی جگہ ہے..... لیکن آپ دیکھو ارد گرد بڑی بڑی عمارتوں کے اوپر بڑے بڑے پہاڑوں کے اوپر مشرکین مکہ کھڑے تھے جن کو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے معافی دی تھی..... بڑے بڑے سردار کھڑے تھے، لیکن یہاں ایک عجیب واقعہ پیش آیا کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ اذان دو، حضرت بلال رضی اللہ عنہ اذان دینے لگے۔

ابومحزورہ رضی اللہ عنہ کا اعزاز:

ایک سولہ سال کا لڑکا تھا جس کا نام تھا ابومحزورہ رضی اللہ عنہ، تو وہ اذان کی نقل اتارنے لگا پیچھے بیٹھ کر۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو شکایت کی گئی کہ یہ ابومحزورہ جو مشرکین مکہ کا بچہ ہے، یہ نقل اتار رہا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بلاؤ ابومحزورہ کو، بلایا گیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابومحزورہ بتا، تو نقل اتارتا ہے یا سچے دل سے اللہ تعالیٰ کا نام بلند کرتا ہے؟ اس نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں نقل نہیں اتارتا، جب بلال رضی اللہ عنہ اللہ اکبر کہتا ہے، تو میرے دل میں ایمان کی روشنی آ جاتی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اچھا! ابومحزورہ جا! میں نے تجھے خانہ کعبہ کا مؤذن مقرر کر دیا ہے۔ اسی وقت ابومحزورہ کو کعبہ کا مؤذن بنادیا، اور اس واقعہ کے تقریباً چالیس

سال بعد تک کعبہ کا مؤذن رہا، حضور ﷺ نے مؤذن بنایا تھا۔

(استیعاب جلد ۳، صفحہ ۱۵۳)

عثمان بن ابی طلحہؓ کا اعزاز:

حضور ﷺ کے سامنے عثمانؓ ابن ابی طلحہؓ بھی تھے..... عثمانؓ ابن ابی طلحہؓ چابی لے کر حضور ﷺ کے پاس آئے..... یہ کعبے کی چابیاں ہیں۔ دیکھو آٹھ سال پہلے جب حضور ﷺ مکہ سے نکلنے لگے تو حضور ﷺ نے رات کو فرمایا عثمانؓ ابن ابی طلحہؓ! کعبے کی چابی دے دو، اس نے کہا میں ابو جہل کی اجازت کے بغیر چابی نہیں دیتا، لیکن آج جب حضور ﷺ نے کعبہ کو فتح کیا، تو عثمانؓ ابن ابی طلحہؓ حضور ﷺ کے پاس چابیاں لے آیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا عثمانؓ! جا قیامت تک تیرے خاندان میں کعبے کی چابیاں رہیں گی۔ آج بھی خانہ کعبہ کی چابی جس خاندان کے پاس ہے وہ اسی عثمانؓ ابن ابی طلحہؓ کا خاندان ہے، اس نے کیا سلوک کیا تھا اور پیغمبر ﷺ نے کیا سلوک کیا تھا؟ اس نے چابی نہیں دی آخری رات، آج پیغمبر ﷺ نے کہا جا قیامت تک تیرے خاندان کے پاس چابیاں رہیں گی۔ (البدایہ والنہایہ جلد ۴، صفحہ ۳۰۱)

میرے بھائیو! اسی طرح حضرت عتاب بن اسید بڑے سردار تھے..... انہوں نے نبی ﷺ کا کلمہ پڑھا، ان کو حضور ﷺ نے اسی وقت گورنر مکہ مقرر کر دیا، یہ مکے کا گورنر ہے، اور یہ انسانیت کی ہمدردی اور انسانیت کی عظمت کا بڑا اہم واقعہ ہے کہ عرب کے لوگ تو غلاموں اور نوکروں پر بڑا ظلم کرتے تھے۔

سیدنا بلالؓ کا اعزاز:

لیکن ان غلاموں اور نوکروں میں ایک حضرت بلالؓ تھے جو حضور ﷺ کے ساتھ تھے جب کعبہ فتح ہو گیا..... جب خانہ کعبہ سے بتوں کو گرایا گیا تو حضور ﷺ نے فرمایا بلالؓ! ادھر آؤ وہ بلالؓ جس کا رنگ کالا تھا، ہونٹ لمبے لمبے تھے، غلام تھا، عرب کے سردار اس سے نفرت کرتے تھے، حضور ﷺ نے فرمایا بلالؓ! کعبے کی چھت پر چڑھ جاؤ

اور کعبے کی چھت پر چڑھ کر اذان دو، مسلمانو! بلال! کعبے کی چھت پر چڑھ جانے کا حکم ہوا تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ جوتا اتارنے لگے۔ حضور ﷺ نے فرمایا تجھے جوتا اتارنے کی بھی اجازت نہیں ہے۔ آج جوتوں سمیت کعبے کی چھت پر چڑھ جاؤ، یہ واقعہ بڑے بڑے انسانیت کے ہم نواؤں نے لکھا ہے کہ ایسا واقعہ دنیا میں کبھی پیش نہیں آیا کہ ایک آدمی دنیا کا سب سے بڑا سردار ہو اور ایک گھر دنیا میں سب سے زیادہ حبرک ہو..... اور دنیا کے سب سے بڑے اللہ کے گھر کی چھت کے اوپر، جوتوں سمیت ایک نوکر کو چڑھا دیا جائے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کا حکم تھا کہ اے پیغمبر ﷺ! آج کعبے کی چھت پہ اس غریب کو، جن سے عرب کے قریشی نفرت کرتے تھے کہ یہ غریب ہے، نوکر ہے، بدو ہے، غلام ہے..... محمد ﷺ ان بدوؤں کے ساتھ کھڑا ہوا ہے، اے میرے محمد ﷺ! آج اس کالے رنگ کے شخص کو، جوتوں سمیت کعبے کی چھت پر چڑھا کر، دنیا کو بتادے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک گوروں اور پیسے والوں کی کوئی قدر نہیں ہے۔ قدر ہے تو ایمان کی قدر ہے کہ جس کے دل میں ایمان ہے، اس کا رنگ بھی کالا ہو، وہ ویسے بھی غلام ہو، تو کعبے کی چھت پر چڑھ کر اللہ تعالیٰ کا نام بلند کرتا ہے۔

(زر کافی جلد ۲، صفحہ ۳۳۶۔ البدایہ والنہایہ جلد ۴، صفحہ ۳۰۳)

مسلمانو! یہ انسانیت کی عظمت کا بڑا اہم باب ہے..... میں نے برطانیہ اور امریکہ کے کئی مقامات پہ گوروں سے کہا کہ تم کیا انسانیت پرور ہو..... امریکہ کے اندر گوروں کے لئے علیحدہ کالونیاں ہیں..... کالوں کے لئے علیحدہ کالونیاں ہیں، اور گوروں کے لئے علیحدہ بسیں ہیں، اور دنیا کا سب سے متمدن ملک امریکہ اپنے آپ کو کہتا ہے ہم ترقی یافتہ ملک ہیں..... ترقی یافتہ ملکوں میں گورے علیحدہ رہتے ہیں، کالے علیحدہ رہتے ہیں۔

لیکن آؤ چودہ صدیاں پہلے میں اسلام کا ایک ایسا پیغمبر ﷺ کو دکھاتا ہوں کہ جس کو محمد مصطفیٰ ﷺ نے، حبشے کے بلال رضی اللہ عنہ کو..... کالے رنگ والے کو..... کعبے پہ کھڑا کر کے اس کو کعبے سے بھی زیادہ عظمت دے دی..... اور بتا دیا ہے کہ کعبہ غلام کے پاؤں

کے نیچے ہیں اور غلام اوپر ہے، کیونکہ اس کے دل میں محمد ﷺ کا ایمان ہے، اسلام کا یہ مسئلہ ہے کہ کعبے سے زیادہ عزت ہے انسان کی۔ شرف انسانیت۔ شرف ایمان۔ کعبے سے بھی زیادہ عزت والی ہے۔

میرے بھائیو!

کعبے کی چھت پر غلام چڑھ گیا اور حضور ﷺ نے فرمایا جوتے سمیت چڑھ جاؤ، جو تار تار نے کی اجازت نہیں ہے۔ یہی پیغمبر ﷺ ہے کہ جس وقت حضور ﷺ کی وفات کا وقت تھا۔ آپ نے شام کے ملک میں جو لشکر بھیجا تھا، اس کا سپہ سالار حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو بنا دیا۔ اسامہ تو زید غلام کا لڑکا تھا اور عمر اس کی اٹھارہ سال تھی۔ اٹھارہ سال کا لڑکا۔۔۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ سے بھی سردار تھا، عمر رضی اللہ عنہ سے بھی سردار تھا۔ عثمان رضی اللہ عنہ سے بھی سردار تھا۔ علی رضی اللہ عنہ سے بھی سردار تھا۔ لوگوں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! یہ کل کا بچہ ہے۔

حضور ﷺ نے فرمایا نہیں! اس کے دل میں ایمان ہے، خواہ یہ غلام کا بیٹا ہے، اس کو پتہ چل جائے کہ میرے نزدیک سرداری اور قریشیوں کی بات نہیں ہے، اگر بات ہے تو ایمان کی بات ہے، یہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو حضور ﷺ نے سواری پہ سوار کیا، غلام ہیں اور سواری پہ سوار کر کے نبی ﷺ ساتھ چلنے لگے، غلام اوپر ہے پیغمبر ﷺ نیچے ہے، یہ اسلام ہے، یہ اسلام کا شرف انسانیت ہے، اسی لئے قرآن نے کہا۔۔۔ ولقد کرمتنا بنی آدم

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا، لیکن انسان کی حالت نے۔۔۔ شراب و کباب میں۔۔۔ برائیوں میں۔۔۔ بد معاشی میں اتنا غلبہ ہو گیا ہے کہ ان کو شرف انسانیت کا کوئی پتہ نہیں۔

کبھی جنوں کے آگے جھکتا ہے
کبھی قبروں کے آگے جھکتا ہے
کبھی گائے کے آگے جھکتا ہے

کبھی مردوں کو خدا کہنے لگ جاتا ہے
 کبھی علی رضی اللہ عنہ کو مدد کیلئے پکارنے لگ جاتا ہے
 کبھی گائے کے پیشاب پینے لگ جاتا ہے
 کبھی اپنے ہاتھ کی بنا کی ہوئی مورتیوں کو سجدہ کرتا ہے
 اور وہ علی رضی اللہ عنہ جو خود اللہ تعالیٰ کو پکارتے تھے، ان کو پکارتا ہے، خدا کو چھوڑ کر۔
 انسان اپنے شرف اور اپنی عظمت کو بھول گیا ہے۔ اس کو اپنے مالک کا پتہ نہیں چلا کہ
 میرے مالک نے مجھے کس لئے بنایا تھا، اور میں نے اپنے مالک کو بھلا کر کیا کفر کئے.....
 کیا کیا شرک کئے اور کیا غلطیاں کی ہیں۔ انسان اس وقت اشرف ہے، جب تک اس
 کے دل میں ایمان ہے..... اگر ایمان نہیں، قرآن نے کہا:

.....اولئك كالانعام بل هم اضل.....

یہ تو جانوروں سے بھی زیادہ ذلیل ہیں۔ اصل قیمت ایمان کی ہے، آج
 دیکھیں خانہ کعبہ فتح ہو گیا..... مکہ فتح ہو گیا، اسلام کا لشکر کعبے میں داخل ہوا، کوئی قتل و
 غارت نہیں..... صرف جن لوگوں نے خود حراحت کی ان کو جوابی کارروائی میں مارا
 گیا..... لیکن اسلام نے اپنے دشمنوں کو قتل نہیں کیا..... اسلام نے اپنے قاتلوں کو قتل نہیں
 کیا، بلکہ معاف کیا..... کچھ لوگ ایسے تھے جن کی تعداد سولہ تھی..... وہ پیغمبر ﷺ کے مکہ
 میں داخل ہو جانے کے بعد بھی سازشیں کرتے تھے..... ان کے بارے میں قرآن نے
 کہہ دیا۔

ملعونین یہ لوگ لعنت کے مستحق ہیں

اینما ثقفوا جہاں بھی یہ ملیں

اخذوا ان کو گرفتار کریں

و قتلوا ثقیلًا..... اور ان کو قتل کر کے، ان کے ٹکڑے ٹکڑے کر دو، تاکہ دنیا کو
 پتہ چلے کہ اسلام جب معافی دے دے تو معافی مل جاتی ہے، اور جو لوگ معافی کے بعد
 بھی سازشیں کریں، ان کے لئے کوئی معافی نہیں ہے۔

میرے بھائیو! اللہ تبارک و تعالیٰ ہم سب کو اسلام کے قروغ کے لئے دل و جان سے کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اور فتح مکہ کے اس واقعہ نے بڑے سبق دیئے ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ حق کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ (آمین)

وَآخِرُ دُعَاؤَانَا اِنَّ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ۝



دنیا کا فرقہ گمراہ نہیں ہو سکتا، حضور ﷺ نے فرمایا اے علی رضی اللہ عنہ تیری مثال عیسیٰ ابن مریم کی ہوگی، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حیران ہوئے کہ حضور ﷺ نے علی رضی اللہ عنہ کی مثال عیسیٰ بن مریم کی فرمائی۔

فرمایا اے علی رضی اللہ عنہ تیری مثال عیسیٰ بن مریم کی ہوگی کہ جس کے ساتھ ایک طبقہ نے بغض رکھا اور ایک طبقہ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا بنا دیا۔ یہودیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نعوذ باللہ ذلیل انسان تک لکھا، لیکن دوسری طرف عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اتنا بڑھا دیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا بنا دیا، حضور ﷺ نے فرمایا نہ یہودی جنت میں جائے گا، نہ عیسائی جنت میں جائے گا۔ جو خدا کا بیٹا عیسیٰ کو بناتا ہے اے علی تیری مثال میری امت میں یہی ہوگی۔

آج دنیا کے اندر ایک فرقہ تبت اور ملتان میں رہتا ہے، جو علی رضی اللہ عنہ کا نام جوتے کے نیچے لکھنا فخر سمجھتا ہے۔

اور ایک طبقہ وہ ہے جو تاریخ کی روشنی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بزدل بناتا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو برا کہتا ہے ایک طبقہ علی رضی اللہ عنہ کا نام جوتے میں رکھتا ہے اور دوسرا طبقہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مشکل کشا کہتا ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حاجت روا کہتا ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ کو معصوم عن الخطاء کہتا ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خدا کی مسند پر بٹھاتا ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ کو نبوت کی مسند پر بٹھاتا ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ان کے اپنے مرتبہ سے اونچا کر کے دنیا کے سامنے پیش کرتا ہے۔

حضور ﷺ نے فرمایا علی رضی اللہ عنہ تیری وجہ سے دو فرقے گمراہ ہوں گے، جو تجھے بڑھائے گا ضرورت سے زیادہ وہ بھی جہنم میں جائے گا۔

اور جو تجھے ضرورت سے زیادہ گھٹائے گا، وہ بھی جہنم میں جائے گا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں اہلسنت کا عقیدہ:

آج تجزیہ کر کے دیکھو ایک شیعہ کا فرقہ ہے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خدا بناتا

ہے، مشکل کشاء کہتا ہے۔

ایک خارجیوں کا فتنہ ہے جو علی رضی اللہ عنہ کا نام جو توں میں لکھتا ہے۔
لیکن درمیان میں ایک طبقہ اہل سنت کا ہے جو علی رضی اللہ عنہ کو نہ خدا بناتا ہے اور نہ
برا کہتا ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ کو چوتھے نمبر پر رکھتا ہے، حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا دنیا میں
اونچا مقام بتاتا ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عظمت کو دنیا میں بلند کرتا ہے اور وہ طبقہ یہ عقیدہ
رکھتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ مشکل کشاء نہیں، حاجت روا نہیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ معصوم عن
الخطا نہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ شہر کا تاجدار ہے
حضرت علی رضی اللہ عنہ سلطنت زہد کا شہریار ہے
حضرت علی رضی اللہ عنہ علم صرف و نحو کا بانی ہے
حضرت علی رضی اللہ عنہ چاروں نقشبندی سہروردی قادری اور چشتی سلسلوں کا بانی ہے۔
حضرت علی رضی اللہ عنہ اسلام کی تاریخ کا وہ درخشندہ ستارہ ہے کہ جس سے بہتر فیصلہ
کرنے والا مدینہ میں کوئی نہیں تھا۔
حضرت علی رضی اللہ عنہ وہ انسان ہے جس کو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی عطاء فرمائی۔
حضرت علی رضی اللہ عنہ وہ انسان ہے جس نے بچپن میں سب سے پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا
کلمہ پڑھا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ وہ انسان ہے کہ جو ۲۷ جنگوں میں ایک جنگ، جنگ تبوک
کے علاوہ ہر جنگ میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم رکاب رہا ہے۔
حضرت علی رضی اللہ عنہ وہ انسان ہے..... جس نے غزوہ خندق میں عمرو بن عبدود
کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے۔ (روض الانف جلد ۲، صفحہ ۱۹۱)

حضرت علی رضی اللہ عنہ وہ انسان ہے کہ جس نے خیبر کے اندر ایک قلعہ فتح کر کے
دتیا کو بتا دیا کہ ۴۰ آدمی جو دروازہ اکھاڑ نہ سکتے تھے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کو اکیلے
اکھاڑ کر ہاتھوں پہ اٹھا لیا اور دنیا نے یہ کہا یہ علی رضی اللہ عنہ ہے اور علی رضی اللہ عنہ سے بہادر اس

وقت کوئی نہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ وہ انسان ہے کہ جس نے خیبر کے اندر مرحب کا سراڑ ادا کیا۔
حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ وہ عظیم انسان ہے کہ جو مرحب کے ساتھ میدان میں
اترتا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ وہ انسان ہے کہ جو مرحب کے ساتھ پہلوانی پہ آتا ہے جب
حضرت علی رضی اللہ عنہ اور مرحب کی پہلوانی ہوتی ہے دنیا نے دیکھا کہ مرحب کہتا ہے کہ میں
اتنا بڑا پہلوان ہوں، میری پچاس سال کی عمر ہے تو کل کا بچہ میرا کیا مقابلہ کرے
گا؟..... تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا..... او مرحب یاد رکھ میں وہ حضرت
علی رضی اللہ عنہ ہوں جس کی ماں نے جس کا نام حیدر رکھا ہے، میں وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ہوں کہ
جس طرح ایک جھاڑی کے اندر سے شیر نکل کر حملہ آور ہوتا ہے اس طرح حملہ آور ہوں
گا اور تیرے قدموں کو کاٹ دوں گا، تیری بہادری کے ٹکڑے ٹکڑے کر دوں گا اور جس
وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مرحب کو گرایا، تو اس مرحب نے بڑی عجیب بات کہی، اس
نے کہا:

یہ شکست فاش مجھ کو آج پہلی بار ہے
معلوم ہوتا ہے کہ تو ہی حیدر کراڑ ہے

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ولادت اور ابتدائی بنیادی معلومات:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں ایک بات تصدیق تک پہنچی ہے اس پر بعض
لوگوں نے کلام کیا ہے لیکن عام طور پر مؤرخین اور محدثین نے اس بات کو قبول کیا ہے کہ
حضرت علی رضی اللہ عنہ خانہ کعبہ میں پیدا ہوئے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کل چار بھائی ہیں، ابو طالب ان کے والد ہیں، ابو طالب
کا نام عبد مناف ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بڑے بھائی کا نام طالب جو فوت ہو گئے تھے،
دوسرے بھائی ہیں حضرت جعفر رضی اللہ عنہ، تیسرے بھائی ہیں حضرت عقیل رضی اللہ عنہ اور چوتھے خود

حضرت علی رضی اللہ عنہ میں، حضرت علی رضی اللہ عنہ سب سے چھوٹے ہیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ کی پیدائش خانہ کعبہ میں ہوئی ہے، اور خانہ کعبہ میں ان دنوں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی پیدائش ہوئی ہے کہ جس وقت خانہ کعبہ میں ۳۶۰ سالوں کی پرستش ہو رہی تھی، حضرت علی رضی اللہ عنہ کی والدہ فاطمہ بنت اسد کی کام کی عرق سے وہاں لگی بیویں لگی اور وہاں بچہ پیدا ہو گیا، تو خانہ کعبہ میں پیدا ہونے کی ایک اتفاقیات ہے۔ (الزین ابی الحدید جلد ۱ صفحہ ۱۱۴)

خانہ کعبہ میں ولادت ایک اتفاقی امر ہے:

بعض لوگ میاں لگتے ہیں جس طرح وہ میاں لگ کر کے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مشکل کشا بنادیتے ہیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حاجت روا کہتے ہیں، اسی طرح وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اس بات کو کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ خانہ کعبہ میں پیدا ہوئے، اس بات کو بہانہ بنا کر کہتے ہیں جی شہر خدا خانہ کعبہ میں پیدا ہوا، جو خانہ کعبہ میں پیدا ہوا حقیقہ اول و بی ہوتا ہے، ان یا گلوں کو یہ یہ نہیں کہ کعبہ میں پیدا ہونا فضیلت نہیں ہے کعبہ میں پیدا ہونا ایک اتفاقی بات ہے۔

کعبہ میں پیدا ہونا اگر فضیلت کی بات ہو تو خدا اپنے پیغمبر علی رضی اللہ عنہ کو بھی کعبہ میں پیدا کرتا۔

خدا اپنے پیغمبر کو بھی کعبہ میں پیدا کرتا۔

ایک لاکھ چوبیس ہزار تہی کعبہ میں ہی پیدا ہوتے

اگر کعبہ میں پیدا ہونا عظمت کی دلیل ہو تو آج کل کے دور میں کعبہ میں اپنے گھر میں

پیدا ہونا بھی کعبہ میں پیدا ہونا۔

آج بھی کعبہ میں آتے ہیں، حضور علی رضی اللہ عنہ بھی وہاں پیدا ہوئے، بھی کعبہ میں

ہو تو نہیں تھا، کعبہ کوئی ولادت خانہ تو نہیں تھا، کعبہ تو عبادت خانہ تھا، تو عبادت خانہ

میں ایک عورت اگر کسی کام کے لیے آتی ہے، یہاں بچہ پیدا ہو جاتا ہے تو اس کو آپ

فضیلت کی بات سمجھتے لگ جاتے ہیں، اصل یہ اتنی لوگوں کا ہونے والا ہے کہ جن کے

نزدیک حضرت علی رضی اللہ عنہ کا درجہ تہی سے بھی بلند ہے، وہ یہ یاد رکھنا چاہتے ہیں کہ دیکھو
بھئی نبی مآلہم تو کعبہ میں پیدا نہیں ہوئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کعبہ میں پیدا ہوئے، اس
لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مقام حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی زیادہ ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم پہلے
فرما چکے ہیں۔

علی رضی اللہ عنہ تیری وجہ سے وہ فرقہ بھی گمراہ ہوگا جو میالہ کرے گا محبت میں۔
وہ بھی گمراہ ہوگا جو میالہ کرے گا تیرے اختلاف میں۔

میزے دوستو!

پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی وقت اس فرقہ کو گمراہ کہہ دیا تھا اس لئے کہ ولادت کی بات
کو کوئی خلافت پر قیاس کرے۔۔۔۔۔ ولادت کی بات کو کوئی علی رضی اللہ عنہ کے پہلے نمبر پر قیاس
کرے، اس سے بڑا دھوکہ اور اس سے بڑا الجھوٹ اور کوئی نہیں ہو سکتا۔

یہ بات صحیح ہوگی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کعبہ میں پیدا ہوئے، حضرت علی رضی اللہ عنہ کی
پیدائش ۱۳ رجب کو ہوئی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے لے کر جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تیوت کا دعویٰ
فرمایا اس سے چھ سال پہلے، ایک روایت میں ہے کہ آٹھ سال پہلے، علامہ سیوطی رحمہ اللہ
نے یہاں تک لکھا ہے، جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی اس سے سات سال پہلے اور آٹھ
سال پہلے یا چھ سال پہلے، صحیح روایت یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بعثت سے چھ سال پہلے
پیدا ہوئے، یعنی جس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تیوت کا دعویٰ کیا اس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ کی
عمر چھ سال تھی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام:

حضرت علی رضی اللہ عنہ چھ سال کے بچے تھے اور چھ سال کے بچے کے سامنے جب
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کلمہ کی بات آئی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پہلے فرمایا کہ میں اپنے والد سے
پوچھوں گا۔۔۔۔۔ والد نے کہا تیری مرضی ہے، اچھی بات ہے اگر ماننا چاہتا ہے مان لے
نہیں ماننا چاہتا تو کوئی مجھے عذر نہیں ہے، مجھے کوئی اختلاف نہیں ہے گویا کہ ایمان لانے

میں اس نے اپنے والد سے پوچھ لیا، ٹھیک ہے۔ بھئی بچے نے سب سے پہلے کلمہ پڑھ لیا، پہلے بھی مان لیتے ہیں، لیکن حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے چھ سال کی عمر کا کلمہ یہ تو تمہیں یاد آتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے چھ سال کی عمر میں کلمہ پڑھ لیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ پیغمبر ﷺ کا پہلا کلمہ پڑھنے والا تھا، لیکن ایک بات یہ تم نے غور تو کیا ہوتا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عمر تو چھ سال ہے اور چھ سال کا بچہ حضور ﷺ کے گھر سے کھانا پیتا ہے، جس کے گھر سے کھانا پیتا ہے اس کا اگر وہ کلمہ پڑھ لے گا کوئی بڑی بات بھی نہیں بنتی۔ اس لئے کہ جس نے بڑی بات کا دنیا کے سامنے اظہار کیا وہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہے، جس کی عمر ۳۸ سال ہے اور کپڑے کا سب سے بڑا تاج ہے، اس کے کلمہ پڑھنے پر تمہیں تعجب نہیں ہوتا، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے چھ سال کی عمر میں کلمہ پڑھنے پر تعجب ہوتا ہے۔

اور جس کے گھر سے کھانا ہے اس کا کلمہ پڑھا کیا کمال ہے؟

مرتبہ اپنی جگہ ہے اس میں کیا شک ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے چھ سال کی عمر میں نبی ﷺ کا کلمہ پڑھا، لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ کے چھ سال کی عمر میں کلمہ پڑھنے سے تعجب اس لئے نہیں ہوتا کہ جس کے گھر سے کھاتے ہیں اسی کا کلمہ پڑھا، اور پھر ایک بات ہے صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بات نہیں، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی بھی بات ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا حضور ﷺ کی بیوی ہیں۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی پہلے نبی ﷺ کا کلمہ پڑھا تو بیوی نے شوہر کا کلمہ پڑھ لیا کوئی بڑی بات نہ ہوئی۔

حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا حضور ﷺ کی رضاعی والدہ ہیں، والدہ نے بیٹے کا کلمہ پڑھ لیا کوئی بڑی بات نہ ہوئی۔

زید ابن حارثہ رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے غلام ہیں غلام نے آقا کا کلمہ پڑھ لیا کوئی بڑی بات نہ ہوئی۔

بچہ کلمہ پڑھے بڑی بات نہیں..... بیوی کلمہ پڑھے بڑی بات نہیں..... غلام کلمہ

پڑھے بڑی بات نہیں..... ماں بیٹے کا کلمہ پڑھے بڑی بات نہیں..... اس لئے تو ابو جہل کو ان کے کلمہ پڑھنے پر تکلیف نہیں ہوئی.....

عتیبہ کو تکلیف نہیں ہوئی

عتیبہ کو تکلیف نہیں ہوئی

عتیبہ کو تکلیف نہیں ہوئی

لیکن جس وقت ایک کپڑے کا تاج حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت محمد مصطفیٰ کے قدموں میں آٹا ہے تو ملک کی گلیوں میں کبرا ام گج جاتا ہے۔ (زر قاتی جلد ۱۱ صفحہ ۱۲۸)

حدیث قاطمہؓ کا ستان و رود اور چند غلط فہمیوں کا ازالہ:-

میرے دوستو! حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت ایسی جگہ..... میں آغا رہی میں ایک بات آپ کے گوش گزار کرنا چاہتا ہوں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فضائل کے بارے میں جو غلط فہمیاں ہمارے لوگوں میں ہیں مثلاً ایک یہ غلط فہمی ہے بیدائش کے بارے میں کہ بیدائش کو تیار بنا کر خلافت کی بات کرتے ہیں یہ بھی پرلہ ور ہے کی جہالت ہے اور اس کے علاوہ ایک اور بات ہے۔

حضور ﷺ نے فرمایا..... السلام علیہ بیضۃ عتی..... قاطمہ رضی اللہ عنہا میرے جگر کا ٹکڑا ہے۔ جس نے قاطمہ رضی اللہ عنہا کو تنگ کیا اس نے محمد مصطفیٰ ﷺ کو تنگ کیا۔

ایک رات ہی مجھے کہنے لگا کہ یہ حضور ﷺ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا تھا، حضور ﷺ کو یہ تھا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے میری بیٹی قاطمہ رضی اللہ عنہا کو تنگ کرنا ہے اس لئے حضور ﷺ نے پہلے ہی فرمادیا کہ جس نے قاطمہ رضی اللہ عنہا کو تنگ کیا اس نے مجھے تنگ کیا۔

میں نے کہا حضور ﷺ کو غلط حدیث بیان کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ ابوبکر رضی اللہ عنہ تو ہر وقت ہی اکرم ﷺ کے ساتھ تھے، حضور ﷺ کو ایسے ہی ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو فرمادیتے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ دیکھنا، میری بیٹی کو کچھ نہ کہنا لیکن لوگوں کی جہالت کی حد ہو گئی۔

الفاطمة بضعة منی..... فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے، جس نے فاطمہ رضی اللہ عنہا کو تنگ کیا اس نے مجھے تنگ کیا۔

یہ حدیث فرمائی کس کے لئے، لیکن فٹ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پر کر دی گئی..... آپ کو پتہ ہے کہ یہ حدیث حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کس موقع پر فرمائی جب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ناراض ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر چلی آئیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا فاطمہ کیوں ناراض ہے، تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، اے ابا جان! جس گھر میں میں رہتی ہوں، اسی گھر میں اگر آپ کے دشمن کی بیٹی آئے تو پھر میرا گزارا کیسے ہوگا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا بات ہے؟ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! جس گھر میں میں رہتی ہوں اس گھر میں علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ابو جہل کی لڑکی کو لانا چاہتے ہیں۔

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے..... آپ کے چچا زاد بھائی نے..... ابو جہل کی لڑکی سے منگنی کر لی، منگنی ہو چکی ہے، نکاح کی بات ہو چکی ہے اور جس گھر میں ہوں اس گھر میں ابو جہل کی لڑکی آئے گی تو کیا بنے گا؟

جس وقت حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے یہ بات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کہی اسی وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلا کر فرمایا اے علی رضی اللہ عنہ تجھے پتہ نہیں؟

الفاطمة بضعة منی من اذاها فقد اذانی
فاطمہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے جگر کا ٹکڑا ہے جس نے فاطمہ رضی اللہ عنہا کو تنگ کیا اس نے مجھے تنگ کیا۔

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سنی تو فوراً شادی کا ارادہ ترک کر دیا۔

چنانچہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی پوری زندگی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کسی اور بیوی سے نکاح نہیں کیا، یہ بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اعزاز ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش پر

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عمل کیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت تو یہ بنے گی کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش پر عمل کیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ناراض نہیں کیا، اپنی خواہش کو قربان کر دیا، لیکن پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش پر عمل کیا۔
(انوار العمانیہ جلد ۱، صفحہ ۷۳۔ جلاء العیون جلد ۱، صفحہ ۲۲۔ بخاری جلد ۱، صفحہ ۵۲۸)

چار باتوں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت:

اور اس کے علاوہ ایک اور بات ذہن میں رہنی چاہئے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مقام چار باتوں میں تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بلند ہے۔

ایک بات یہ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بچپن میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں پرورش پاتے رہے، یہ اعزاز کسی اور کو نہیں ملا کہ کسی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر پرورش پائی ہو۔

دوسری فضیلت حضرت علی رضی اللہ عنہ کی یہ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اچھا فقیہہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اچھا فیصلہ کرنے والا اور کوئی نہیں تھا، کئی مسئلے ایسے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس فیصلہ آتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ان کا فیصلہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کرے گا، کئی ایسے مسئلے ہوتے کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور میں کوئی مسئلہ درپیش آتا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے فیصلہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کرے گا..... حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں کئی ایسے مسئلے پیش آتے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فیصلے کے لئے کہتے یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا دوسرا اعزاز ہے کہ آپ سب سے بڑے فیصلہ کرنے والے تھے۔

تیسری بات جو سب سے اہم ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا..... الا ترضی ان تکون منی بمنزلہ ہارون من موسیٰ..... اے علی کیا تو اس پر راضی نہیں کہ تو میرے لئے اس طرح ہے کہ جس طرح حضرت موسیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے حضرت ہارون صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔

یعنی جس طرح حضرت موسیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا بھائی حضرت ہارون صلی اللہ علیہ وسلم تھا، اسی طرح میرے لئے تو ہے، یہ اعزاز اور کسی کو نہیں ملا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کا ذکر کر کے اس کے ساتھ مشابہت فرمائی ہو، یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے مشابہت فرمائی

ہے کہ علی رضی اللہ عنہ تو میرے لئے اس طرح ہے جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے حضرت ہارون علیہ السلام تھے۔

لیکن اس حدیث سے لوگوں نے مطلب غلط لیا کہ دیکھو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد چونکہ حضرت ہارون علیہ السلام کا درجہ تھا..... اس لئے حضور علیہ السلام کے بعد درجہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہونا چاہیے، اس حدیث کی بنیاد پر لیکن اگر میں آپ کو بتاؤں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زندگی میں ہی حضرت ہارون علیہ السلام فوت ہو گئے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد پھر حضرت ہارون علیہ السلام آئے تو درجہ کیسے بعد میں ہو گیا۔

حدیث کی تحقیق:

اور آپ کو یہ بھی معلوم ہونا چاہئے کہ یہ حدیث حضور علیہ السلام نے کس موقع پر فرمائی؟ حضور علیہ السلام نے جنگ تبوک کے موقع پر فرمایا، حضرت علی رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ میں جنگ تبوک کے موقع پر تو میرا جانشین ہے، میرا قائم مقام ہے..... حضرت علی رضی اللہ عنہ مدینہ میں رہ گئے جب وہ لشکر چلا گیا جنگ تبوک والا جس کی تعداد ۳۰ ہزار تھی اڑھائی لاکھ رومیوں کے ساتھ جس کا مقابلہ تھا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مدینہ کی عورتوں نے کہا کہ اے علی رضی اللہ عنہ آپ اتنے بہادر ہیں، آپ کو پیغمبر علیہ السلام یہاں عورتوں میں چھوڑ کر چلے گئے، یہ بات بہادری کے خلاف ہے، آپ کی جرأت کے خلاف ہے..... حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اتنا جوش دلایا جہاد کا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مدینہ چھوڑ دیا، مدینہ چھوڑ کر لشکر کے پیچھے چل پڑے۔ مقام جرف پر پہنچے حضور علیہ السلام سے ملاقات ہو گئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے علی رضی اللہ عنہ میں تمہیں مدینہ میں اپنا قائم مقام بنا کر آیا تھا، تو میرے پیچھے چلا آیا..... تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا، اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم آپ بچوں اور عورتوں میں مجھے چھوڑ کر آ گئے۔

اس کے جواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا..... الا ترضی ان تکون منی

بمنزلة ہارون من موسیٰ! (بخاری جلد ۲، صفحہ ۶۳۳)

اے علی رضی اللہ عنہ کیا تو اس بات پر راضی نہیں ہوتا کہ جس طرح موسیٰ علیہ السلام طور پہاڑ پر گئے اور اپنے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کو پیچھے چھوڑ گئے تو اسی طرح میں تبوک میں آیا تو تجھے اپنا بھائی سمجھ کر مدینہ میں چھوڑ آیا۔

تو یہاں سے خلافت اول کیسے ثابت ہو گئی؟
چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ وہیں سے واپس چلے آئے یہ تین اعزاز ہیں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے۔

چوتھا اعزاز وہ سب سے بڑا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ۲۳ سالہ دور نبوت میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ۲۶ جنگوں میں شرکت کی۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بدر میں آئے تو ۹ دشمنان رسول کو قتل کیا۔
احد کے میدان میں ۷ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قتل کیے۔
خیبر کے معرکے میں جس میں دس بارہ بڑے بڑے قلعے تھے ان بارہ قلعوں میں گیارہ قلعے فتح ہو گئے ایک قلعہ تھا اس کو تمام صحابہ رضی اللہ عنہم فتح کرنے لگے وہ قلعہ فتح نہ ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کل کو میں ایک ایسے آدمی کے ہاتھ میں اسلام کا پرچم دوں گا کہ جس کے ہاتھ پر قلعہ فتح ہو جائے گا..... دوسرا دن ہوا تمام صحابہ رضی اللہ عنہم آ گئے، لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ نہ آئے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! علی رضی اللہ عنہ کہاں ہے؟ پتہ چلا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی آنکھوں میں تکلیف ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا علی رضی اللہ عنہ کو بلاؤ، حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو بلایا گیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا، علی رضی اللہ عنہ تم کیوں نہیں آئے، فرمایا میری آنکھوں میں تکلیف ہے، پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت والا لعاب حضرت علی رضی اللہ عنہ کی آنکھوں میں لگا دیا۔

وہی لعاب لگایا جو کسی وقت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی ایڑی پہ لگایا گیا تھا۔
وہی لعاب لگایا جو جابر ابن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی ہنڈیا میں ڈالا گیا تھا۔
وہی لعاب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی آنکھوں میں لگایا۔
حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا لعاب لگا آنکھیں ایسی ہو

گئیں کہ جیسے زندگی میں کبھی تکلیف نہیں ہوتی۔

(بخاری جلد ۲، صفحہ ۶۰۵ - مسلم جلد ۲، صفحہ ۱۷۹)

اور ہمیں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ مختار کل نہیں ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ معصوم عن الخطا نہیں ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ مشکل کشا نہیں ہیں۔

جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مشکل آئی، حضرت علی رضی اللہ عنہ کی آنکھ میں تکلیف آئی،

تو مشکل کشائی حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنی خودتو کر نہیں سکے، بلکہ پیغمبر ﷺ کا حجرہ صادر ہوا کہ

تبی مائشتم کا لعاب حضرت علی رضی اللہ عنہ کی آنکھوں پہ لگا، ہمیں سے یہ چل گیا کہ مشکل کشا

اللہ تعالیٰ کے سوا دنیا میں کوئی نہیں۔

میرے دوستو! یہ بات ذہن میں رہتی چاہئے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے

یدر میں بہادری کے جوہر دکھائے۔

احد میں بہادری کے جوہر دکھائے،

خندق میں بہادری کے جوہر دکھائے،

ذی العشرہ میں بہادری کے جوہر دکھائے،

جنگ موتہ میں علی رضی اللہ عنہ نے بہادری کے جوہر دکھائے،

غزوہ خیبر میں علی رضی اللہ عنہ نے بہادری کے جوہر دکھائے،

غزوہ حنین میں علی رضی اللہ عنہ نے بہادری کے جوہر دکھائے،

صلح حدیبیہ میں علی رضی اللہ عنہ بہادری کے جوہر دکھاتا ہے،

فتح مکہ میں علی رضی اللہ عنہ حراّت و رسالت کے سبق دنیا کو پڑھاتا ہے،

اور ۲۶ جنگوں میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ براہ راست شریک ہیں اور ہر موقع

پر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی بہادری کے نقش پوری دنیا کے سامنے روشن ہو گئے ہیں، یہ

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا اعزاز ہے کہ دور نبوت کی ۲۶ جنگوں میں حضرت علی

المرتضیٰ رضی اللہ عنہ شریک ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ دور خلفاء ثلاثہ میں:

اور اس کے بعد جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ دو سال تین مہینے دس دن تک خلیفہ رہے اور اس پوری مدت میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سیکرٹریٹ کے نگران ہیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا مشیر ہے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا وزیر ہے، گویا جو اصلاحات حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور میں ہوئیں، ان اصلاحات میں بھی شیر خدا حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے، دس سال کی مدت میں جب حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ۳۶۰۰ علاقوں کو فتح کیا، تو ان ۳۶۰۰ علاقوں کی فتوحات کے اندر بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کا حصہ ہے، کیونکہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں بھی وزیر اور مشیر رہے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے جب ۴۴ لاکھ مربع میل پر اسلام کا پرچم لہرایا اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ۳۶۰۰۰ علاقوں کو فتح کر لیا، تو اس موقع پر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے وزیر ہیں اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے مشیر ہیں۔

گویا کہ یہ اتنا بڑا اعزاز ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نبوت کے ۲۳ سالوں میں بہادری کے جوہر دکھاتا ہے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دو سالوں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ وزارت کا قلمدان اٹھاتا ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دس سالوں میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ مشیر ہونے کی حیثیت سے پوری دنیا کی فتوحات میں حصہ ڈالتا ہے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کے دور میں بارہ سال تک عظمت و بسالت اور جرات و شجاعت کے اندر حصہ ڈال کر دنیا میں اپنی عظمت کا لوہا منواتا ہے۔

یہ اعزاز حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے علاوہ اور کسی کو نہیں ملا کہ حضرت علی

المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ۲۳ سال محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام ہے، ۲ سال حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا مقتدی اور مشیر ہے، اور دس سال حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا مشیر ہے، بارہ سال تک حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا مشیر ہے، یہ اعزاز ایک لاکھ چوالیس ہزار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں کسی اور کو نہیں ملا۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو تلاش کرنا ہو، حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ کو ملنگوں کے گھردندوں میں نہیں ملے گا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ کو کسی ایمان بگاڑے میں نہیں ملے گا، حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ کو مسجد میں ملے گا۔ ہمیں نظر آتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس ملے گا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے رشتہ داری:

ہمیں نظر آتا ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے جو رشتہ داری کی ہے، اس رشتہ داری کی مثال کوئی پیش نہیں کر سکتا، کسی ایک بات پر کوئی آدمی انگلی نہیں رکھ سکتا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نوبیویاں ہیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ کی پہلی بیوی ہیں حضرت فاطمہ بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تین لڑکے تین لڑکیاں ان سے ہیں۔

دوسری بیوی کا نام ہے امامہ بنت زینب رضی اللہ عنہا، یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی دوسری بیوی امامہ کون تھی؟ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی ایک تھی تو حضرت امامہ رضی اللہ عنہا کون تھی؟ کبھی اس پر بھی غور کیا؟

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وفات کا وقت آیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ رونے لگے، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا! حضرت علی رضی اللہ عنہ کیوں رو رہے ہو؟ فرمایا تیری وفات کے بعد تیرے جانے کے بعد مجھے تیرے جیسی خدمت والی عورت نہیں ملے گی، تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا اے علی! اگر میرے جیسی عورت کو تلاش کرنا چاہتے ہو تو میری بڑی

بہن حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی لڑکی حضرت امام رضی اللہ عنہما جو ان ہو چکی ہے، وہ میری بھانجی ہے، میری وفات کے بعد ان کے ساتھ شادی کرتا، چنانچہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت قاطرہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد حضرت امام رضی اللہ عنہما کے ساتھ شادی کی۔ اب دیکھو! حضرت امام رضی اللہ عنہما کے ساتھ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ شادی کرتا ہے تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے گھر میں ایک نئی عورت کی بیٹی حضرت قاطرہ رضی اللہ عنہما تھی، ایک نئی عورت کی بیٹی تو اسی حضرت امام رضی اللہ عنہما آ گئی۔

اب دیکھو! جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کے گھر حضرت امام رضی اللہ عنہما آئی تو وہ حضرت زینب رضی اللہ عنہما جو خیمہ رضی اللہ عنہما کی سب سے بڑی بیٹی ہے، وہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی ساس بنی، اور تمہیں پتہ ہے کہ ساس ماں کے درجہ میں ہوتی ہے، خیمہ رضی اللہ عنہما کی دو بیٹیاں ہیں، ایک بیٹی حضرت قاطرہ رضی اللہ عنہما حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیوی ہے، ایک بیٹی ساس حضرت علی رضی اللہ عنہ کی، یاد لوگوں نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی بیوی کو تو یاد رکھا، حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ماں کو بھلا دیا، یہ بھی بڑی عجیب بات ہے کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہما حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ساس ہے، اس ساس کو بھلاتے ہو بیوی کو یاد رکھتے ہو؟ اس سے بڑا ظلم کیا ہے؟ اگر یہ حضرت زینب رضی اللہ عنہما ساس نہیں تو مجھے بتاؤ حضرت امام رضی اللہ عنہما کس کی لڑکی ہے؟ (اسد الغابہ جلد ۵، صفحہ ۳۰۰۔ مروج الذهب جلد ۲، صفحہ ۲۹۸۔ فروع کافی جلد ۲، صفحہ ۲۳۳ لکھنؤ)

ایک بار گم ہوا ہے، خیمہ رضی اللہ عنہما نے وہ بار اٹھایا اور کہا صحابہ رضی اللہ عنہم سے کہ یہ میری بیٹی کا بار ہے، صحابہ رضی اللہ عنہم نے حیرانی کا اظہار کیا، حضور رضی اللہ عنہ نے وہی بار لے کر حضرت زینب رضی اللہ عنہما کی بیٹی حضرت امام رضی اللہ عنہما کے گلے میں ڈال دیا، مجھے بتاؤ کہ حضرت امام رضی اللہ عنہما کو اتمام تہ حاصل ہے کہ حضرت امام رضی اللہ عنہما حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی بیوی بنتی ہے اور پھر اسی حضرت امام رضی اللہ عنہما کے بطن سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دو بچے پیدا ہوئے، ایک بچے کا نام زید ابن علی رضی اللہ عنہما اور ایک کا نام یحییٰ ابن علی رضی اللہ عنہما، کس کے لڑکے ہیں؟ کس کے نواسے ہیں؟ حضور رضی اللہ عنہ کی ایک صاحبزادی حضرت قاطرہ رضی اللہ عنہما حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی بیوی ہے، ایک صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہما حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی

ساس ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ازواج و اولاد:

ایک حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیوی کا نام ہے فاطمہ بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ دوسری بیوی کا نام ہے امامہ بنت زینب رضی اللہ عنہا، تیسری بیوی کا نام ہے ام البنین بنت حزام رضی اللہ عنہا، چوتھی بیوی کا نام ہے لیلیٰ بنت مسعود رضی اللہ عنہا، پانچویں بیوی کا نام ممیات بنت امراء القیس رضی اللہ عنہا، چھٹی بیوی کا نام ہے خولہ بنت جعفر رضی اللہ عنہا، ساتویں بیوی کا نام ہے ام سعید بنت عروہ رضی اللہ عنہا، آٹھویں بیوی کا نام اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا ہے اور نویں بیوی کا نام صہبایا ام حبیب بنت ربیعہ رضی اللہ عنہا ہے۔ یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ۹ بیویاں ہیں، ان نو بیویوں کی اولاد ہے، ان نو بیویوں کے لڑکے ہیں ۹، حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے کل لڑکے ۱۵ ہیں، لیکن ان نو بیویوں کے نو لڑکے اور اٹھارہ لڑکیاں ہیں، باقی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے چھ لڑکے کس سے ہیں؟ باندیوں سے ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ۱۵ لڑکے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اٹھارہ لڑکیاں ہیں، ان پندرہ لڑکوں میں ایک ایک لڑکے کا نام علیحدہ لمبی تفصیل ہے، ایک لڑکے کا نام عمر ہے اور ایک کا نام عبید اللہ ہے، ایک کا نام عثمان ہے، اور ایک تاریخ میں میں نے یہ بھی پڑھا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ایک لڑکے کا نام معاویہ ہے، ایک لڑکے کا نام طلحہ ہے، ایک لڑکے کا نام زبیر بھی ہے، یہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے لڑکے ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ایک لڑکی کا نام زینب ہے

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ایک لڑکی کا نام عائشہ ہے

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ایک لڑکی کا نام حفصہ ہے

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ایک لڑکی کا نام میمونہ ہے

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ایک لڑکی کا نام ام ہانی ہے

یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیچیاں ہیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی اولاد کے یہ نام

رکھے..... اگر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے اختلاف تھا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے اختلاف تھا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے نعوذ باللہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا حق چھین لیا تھا..... تو علی

نے اپنے بچوں کے نام دشمن کے ناموں پر کیوں رکھے؟

ایک رافضی مجھے کہنے لگا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے دشمنوں کے نام پر بچوں کا

نام اس لیے رکھا تا کہ دشمن ہر وقت سامنے رہیں، میں نے کہا تم پھر اس طرح کرو کہ آج

کے بعد اپنے.....

کسی بیٹے کا نام شمر رکھو

کسی بیٹے کا نام یزید رکھو

کسی کا نام ابن زیاد رکھو

تا کہ تمہارے دشمن ہر وقت تمہارے سامنے رہیں اور صبح سے لے کر شام تک

ان کی پٹائی بھی کرتے رہو۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی ایک ایک بات پر دنیاۓ رض کو چیلنج کر سکتا ہوں

کہ بتاؤ دنیا کا کونسا کام ہے کہ جس میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ حضرت ابو بکر صدیق

رضی اللہ عنہ کے ساتھ شریک نہیں تھا؟

ایک بات تو بتاؤ، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے

بیعت نہیں کی۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی جب وفات ہوئی تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بیوی اسماء

بنت عمیس نے حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کو غسل دیا، جنازہ تیار کر کے مسجد نبوی سے

باہر رکھا گیا، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کا زمانہ ہے، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ

نے فرمایا! حضرت علی رضی اللہ عنہ یہ بیوی آپ کی ہے، اس کا جنازہ آپ پڑھائیں، حضرت علی

رضی اللہ عنہ نے جواب دیا، شیعہ کی کتابوں میں بھی ہے اور سنیوں کی کتاب ترمذی شریف

میں موجود ہے، حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ سے سنا ہے کہ جس قوم میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ موجود ہو..... کسی اور کے لئے جائز نہیں کہ مصلے پر کھڑا ہو، چنانچہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پیچھے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا جنازہ پڑھا۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے بھی پڑھا، حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے بھی پیچھے جنازہ پڑھا۔ (طبقات ابن سعد جلد ۸، صفحہ ۱۹۔ تحت تذکرہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا)

اگر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اختلاف تھا، دشمنی تھی، جنازہ پیچھے کیوں پڑھا؟ امامت قبول کیوں کی؟ اقتداء قبول کیوں کی؟ خلیفہ کیوں مانا؟ اور جب دو سال تک حضرت صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ رہے، تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ان کے پیچھے مسجد نبوی میں نمازیں کیوں پڑھیں؟ ان کو اپنا امام کیوں مانا؟

اگر نمازیں نہیں پڑھیں تو بتاؤ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اور کوئی مسجد بنائی ہے تو وہ دکھاؤ۔ اگر اور کوئی مسجد علی رضی اللہ عنہ نے نہیں بنائی اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو اپنا امام مانا تو تمہیں کیا تکلیف ہوتی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کو امام مانے اور تم حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کو گالیاں دیتے ہو۔

ایک بات اور ذہن میں رہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی ویسے رشتہ داری بھی بڑی قریبی ہے، رشتہ داری اتنی قریبی ہے کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں شہنشاہ ایران کی دو لڑکیاں قید ہو کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دربار میں لائی گئیں۔ ایک لڑکی کا نام شاہ جہاں اور ایک لڑکی کا نام نفیسہ ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ لڑکیاں شہزادیاں ہیں ان شہزادیوں کے لئے مجھے دو شہزادوں کی تلاش ہے، تو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے دو شہزادے کون سے تلاش کیے؟ شاہ جہاں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو دے دی، اور نفیسہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بیٹے محمد بن ابوبکر رضی اللہ عنہ کو دے دی۔

اب دیکھئے یہ دونوں بہنیں ہیں، یہ شاہ جہاں کے نام والی وہی لڑکی ہے جو بعد میں شہر بانو کے نام سے مشہور ہوتی ہے، یہ دونوں بہنیں ہیں، ان دونوں بہنوں کی اولاد

پیدا ہوئی، یعنی حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے گھر میں جب یہ شاہ جہان آئی تو اس شاہ جہان کے بطن سے زین العابدین پیدا ہوئے، یہ زین العابدین حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پوتے بنے اور جب محمد بن ابی بکر کے گھر نفیسہ آئی تو حضرت محمد رضی اللہ عنہ کے گھر ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام قاسم رکھا گیا۔ وہ قاسم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا پوتا لگا، یعنی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے دونوں پوتے آپس میں خالہ زاد بھائی بھی ہیں۔ رشتہ داری اتنی قریبی ہے کہ ان کی اولاد کا آپس میں تعلق ہے، ان کی تو اولاد کا آپس میں پیار ہے۔

(اصول کافی مع شرح الصافی حصہ ۲، صفحہ ۲۰۴)

میرے دوستو! حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات پر جو خطبہ دیا ہے، اس خطبہ جیسا خطبہ آج تک میرے کانوں نے نہیں سنا، میری آنکھوں نے نہیں دیکھا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اتنی شان حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بیان فرمائی ہے، میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فصاحت کا بادشاہ ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ علم بدیع اور بیان کا بادشاہ ہے، حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ایسا لفظ بولتا ہے، جس طرح قرآن کے کلام میں اعجاز ہے، اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کلام میں بھی اعجاز ہے۔

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمان علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ:

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی شان میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا جنازہ جس چار پائی پر پڑا تھا تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا اولوگو! روئے زمین پر اس چار پائی والے سے بہتر کوئی نہیں، حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ جس کو آج رافضی اپنا امام کہتا ہے، اپنا امیر المومنین کہتا ہے، اپنا مقتدا کہتا ہے، وہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ کہے کہ اس سے بہتر روئے زمین پہ کوئی نہیں، اور ایران کا آدم خور اس حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو کافر لکھتا ہے تو میں کیوں نہ کہوں کہ جس طرح وہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا دشمن ہے، اس سے بڑا وہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

جیٹو کا دشمن ہے، ان کا حضرت علی جیٹو سے کتنا تعلق ہے، ان کا حضرت علی جیٹو سے کتنا
بیار ہے؟

علی المرتضیٰ جیٹو کی قوت فیصلہ کی عجیب مثال:

حضرت علی المرتضیٰ جیٹو شیر خدا اتابا افسیہ ہے، مدینہ کی سپریم کورٹ کا
حضرت علی المرتضیٰ جیٹو چیف جسٹس ہے، مدینہ منورہ کے ایک بازار میں حضرت علی
المرتضیٰ جیٹو کھڑے ہیں، حضرت قاروق اعظم جیٹو کی خلافت کا دور ہے، ایک آدمی کو
پولیس گرفتار کر کے لے جا رہی ہے، اس نے حضرت علی جیٹو سے کہا اے علی جیٹو میں
بے گناہ ہوں اور پولیس مجھ بے گناہ کو سنگسار کرنے کے لیے جا رہی ہے، قتل کرنے جا
رہی ہے۔

حضرت علی جیٹو نے فرمایا بھئی تیرا قصور ہوگا؟

اس نے کہا میرا قصور کوئی نہیں۔

انہوں نے پولیس والوں سے پوچھا بھئی تم اس کو کیوں لے جاتے ہو، تو پولیس
والوں نے کہا ہم اسے قتل کرنے لے جا رہے ہیں، قصاص لینے جا رہے ہیں

حضرت علی جیٹو نے فرمایا کیوں؟

پولیس نے کہا جی اس نے اپنے مالک کو قتل کیا ہے۔

حضرت علی جیٹو نے پوچھا بھائی تو نے اپنے مالک کو قتل کیا ہے؟

اس نے کہا ہاں جی میں نے قتل کیا ہے۔

تو فرمانے لگے پھر تو بے گناہ کیسے ہے؟

اس نے کہا کہ میں نے اپنے مالک کو قتل کیا ہے لیکن بے گناہ ہوں۔ بڑی

عجیب بات کہی، حضرت عمر قاروق جیٹو کے دور کی عدالت نے فیصلہ اس کے قتل کا کر

دیا۔ اور علی المرتضیٰ جیٹو شیر خدا سے اس لڑکے نے کہا آپ میرے الزام کی دوبارہ تفتیش

کرائیں، میں بے گناہ ہوں، حضرت علی جیٹو نے فرمایا کہ تو نے اپنے مالک کو قتل کیا ہے

اور تو مانتا ہے کہ میں نے اپنے مالک کو قتل کیا ہے، پھر کہتا ہے کہ میں بے گناہ ہوں، قتل بھی مالک کو کیا اور میں بے گناہ ہوں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لائے، فرمایا اس قتل کی تفتیش مجھے کرنے کی اجازت دیجئے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا علی رضی اللہ عنہ تم سے بہتر فیصلہ کون کر سکتا ہے۔ تم فیصلہ کرو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لڑکے سے پوچھا کہ تو نے اپنے مالک کو قتل کیا ہے؟ اس نے کہا کہ قتل کیا ہے۔

کیوں قتل کیا ہے؟

کہنے لگا کہ میرا مالک مجھ سے بُرائی کا ارادہ کرتا تھا۔ میں نو عمر ہوں، وہ بد فعلی کرنا چاہتا تھا، برائی کرنا چاہتا تھا، میں نے اپنی عزت بچانے کے لیے اس کو قتل کیا ہے، اس کے لئے کوئی حد نہیں، اے علی رضی اللہ عنہ میں نے تو اپنی عزت کو بچانے کے لئے قتل کیا ہے تو میں بے گناہ ہوں۔ اگر میں نے اس کو مارا ہے تو عزت کو بچایا ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا تیرے پاس گواہ ہے؟ اس نے تیرے ساتھ برائی کا ارادہ کیا، کہنے لگا گواہ کوئی نہیں، جو فیصلہ عدالت نے کیا تھا، گواہ نہ ہونے کی بنیاد پر کیا تھا، وہ فیصلہ اپنی جگہ صحیح تھا، لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تعمق نظری آپ دیکھیں، فرمایا تیرا مالک کیسا تھا؟

کہنے لگا میرا مالک قوم لوط کا فعل کرتا اور بہت بدنیت آدمی تھا اور اس کی عادت یہی تھی کہ وہ لڑکوں سے برائی کرتا تھا، صبح شام اس کا یہ کام تھا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا، تیرے پاس کوئی گواہ ہے؟

اس نے کہا گواہ کوئی نہیں، اب دیکھئے مجھے بھی اسے تو نے کب قتل کیا؟ کل قتل کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا! تین دن ٹھہر جاؤ، تین دن ٹھہر گئے، تین دن کے بعد مقتول کے وارثوں کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بلایا اور فرمایا بھی تمہارا آدمی قتل ہوا۔ اس کی قبر کہاں ہے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ اس لڑکے کو، پولیس کو اور وارثوں کو لے کر قبرستان چلے گئے، انہوں نے بتایا یہ قبر ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا قبر کھودو، قبر کھودی گئی تو اس آدمی

کی لاش غائب تھی، آپ نے فرمایا قبر کو بند کر دو، قبر بند ہو گئی، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ یہ لڑکا بے گناہ ہے۔

بھئی یہ لڑکا کیسے بے گناہ ہے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث بیان فرمائی، فرمایا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ”جو آدمی قوم لوط کے فعل سے تعلق رکھتا ہوگا، جب مرجائے گا، لواطت کی بیماری والا قبر میں جانے کے ساتھ تین دن کے اندر اندر اس کی لاش کو لوط کے قبرستان میں پہنچا دیا جائے گا“

تین دن کے بعد قبر کو کھودا وہ قبر میں نہیں تھا، اس کا مطلب ہے کہ واقعی وہ برائی کا ارادہ کرتا تھا، اور اس میں یہ بیماری تھی، اس موقع پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا..... لولا علی لہلک عمر..... آج اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ نہ ہوتے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہلاک ہو جاتا، یہ فیصلے کی بات ہے۔

میرے دوستو!

اسی طرح حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے بارے میں ایک مرتبہ فرمایا تھا..... لولا معاذ لہلک عمر..... کہ جس وقت حضرت معاذ نے فرمایا کہ اے امیر المومنین جس عورت پر تم حد لگانا چاہتے ہو یہ عورت تو حاملہ ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تک حمل وضع نہ ہو جائے جب تک بچہ پیدا نہ ہو جائے حد نہیں لگتی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا..... لولا معاذ لہلک عمر..... اگر آج معاذ نہ ہوتے تو عمر رضی اللہ عنہ ہلاک ہو جاتا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ایک اور یادگار فیصلہ:

ایک لڑکا مدینہ کی گلیوں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلانے لگا اور کہنے لگا کہ مجھ پر نا جائز طور پر حد قذف جاری کی جانے والی ہے، اے علی رضی اللہ عنہ میں بے گناہ ہوں مجھے بچائیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ تشریف لائے فرمایا بھئی کیا بات ہے؟

کہنے لگا جی میں بے گناہ ہوں پولیس سے کہا بھئی کیا بات ہے، کیا جرم ہے؟ پولیس نے کہا کہ اس لڑکے نے اس عورت پر تہمت لگائی ہے اور تہمت کے جرم میں اس کو اسی کوڑوں کی سزا دینے کے لئے پولیس لے جا رہی ہے، بڑی عجیب بات ہو گئی، اس لڑکے نے کہا اے علی اصل بات یہ ہے کہ وہ عورت میری ماں ہے، اب جب اس عورت نے سنا کہ یہ لڑکا مجھے اپنی ماں کہتا ہے عورت چیخ کر کہتی ہے۔ علی رضی اللہ عنہ نہیں میں اس کی ماں نہیں ہوں، اس عورت کا بھائی ساتھ تھا، اس بھائی نے کہا کہ اے علی رضی اللہ عنہ ہماری بہن کی تو ابھی شادی نہیں ہوئی، یہ لڑکا اس کا کیسے بن گیا؟ تہمت کیا تھی؟

لڑکا کہتا ہے کہ میں اس عورت کا بیٹا ہوں بھائی اس کے کہتے ہیں ہم نے ابھی بہن کی شادی نہیں کی، اب تہمت تو ہو گئی نا؟ اسی تہمت کا جرم تھا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اس کی تفتیش مجھے کرنے کی اجازت دی جائے، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس تفتیش گئی۔

آج بھی تفتیش ہوتی ہے جہاں زیادہ پیسہ چلا جائے اس کی تفتیش گول ہو جاتی ہے، لوگ کہتے ہیں جی فلاں تفتیشی افریڈ اچھا ہے۔ کیا اچھائی ہے اس میں؟۔۔۔۔۔ وہ جی پیسے نہیں لیتا۔۔۔۔۔ میں نے ایک تفتیشی افریڈ کے بارے میں سنا کہ وہ پیسے نہیں لیتا، لیکن بعد میں پتہ چلا وہ پیسے نہیں لیتا اچھا ہے، کسی نے کوٹھی لے کر دے دی قتل چھوڑ دیا، کوٹھی لے لی، پلاٹ لے لیا، پیسے نہیں لیتا، قسم ہے جو پیسہ لیا ہو، ایسے بھی تفتیشی افریڈ ہوتے ہیں، ایسے لوگوں پر لعنت برکتی ہے۔

لیکن آج ایک ایسے تفتیشی افریڈ کی بات عرض کرتا ہوں کہ دنیا میں اس سے بڑی عقل والا کوئی نہیں تھا، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ خلافت کے کاموں میں مصروف ہیں، حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ وہیں رسا کے ساتھ تفتیش کرتے ہیں، اب وہ لڑکا کہتا ہے یہ میری ماں ہے، عورت کہتی ہے میری شادی نہیں ہوئی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ دونوں کو مسجد میں لے آئے، مسجد میں لا کر دونوں سے کہا کہ اس کاغذ پر لکھ دو کہ جو فیصلہ علی رضی اللہ عنہ کرے گا، وہ ہمیں منظور ہے، انہوں نے لکھ دیا جو

فیصلہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کرے وہ ہمیں منظور ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ شیر خدا اس لڑکی سے پوچھتے ہیں واقعی تیری شادی نہیں ہوئی؟

اس نے کہا نہیں جی میری شادی نہیں ہوئی۔

اس لڑکے سے کہا واقعی تو اس کا لڑکا ہے؟

اس نے کہا ہاں میں اسی عورت کا لڑکا ہوں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پوچھا تیرے پاس کوئی گواہ ہے؟

اس نے کہا گواہ کوئی نہیں، بچہ پیدا ہوتا ہے تو اس کے پاس کون سا گواہ ہوتا

ہے، گواہ کوئی نہیں، لیکن میں ہوں اس کا لڑکا!

اب وہ عورت کہتی ہے میری شادی ابھی تک نہیں ہوئی مسئلہ حل ہی نہیں ہوتا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اچھا تیری شادی نہیں ہوئی؟ نہیں جی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس لڑکے کا بازو پکڑا اور اس عورت سے کہا کہ ان دو

گواہوں کے سامنے میں نے اے عورت تیرا نکاح ۵۰۰ درہم کے بدلے میں اسی لڑکے

سے کر دیا..... بڑی عجیب بات کہی، جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس عورت کا ہاتھ اس

لڑکے کو پکڑا یا اور وہ بازو پکڑ کر اس عورت کو لے جانے لگا، تو عورت چیخ کر کہتی ہے اے

علی رضی اللہ عنہ بیٹے کا نکاح ماں کے ساتھ کیسے ہو سکتا ہے؟

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ فیصلہ سن، دنیا دنگ رہ جاتی ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ذہن

میں تھا کہ کوئی اور ایسا طریقہ نہیں جو اس کیس کی تفتیش کرے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پوچھا

اس عورت سے بتا یہ تو تیرا اکلوتا بیٹا ہے، تجھے اس پر فخر کرنا چاہئے، تو کہتی ہے میری شادی

نہیں ہوئی۔

کہنے لگی میرا خاوند فوت ہو گیا، یہ ایک لڑکا تھا اور میرے بھائیوں نے کہا کہ

اس خاوند کی بڑی جائیداد ہے، وہ جائیداد کو قابو کرنا چاہتے تھے، اگر یہ لڑکا میں مان لوں تو

جائیداد ساری یہ لڑکا لے جاتا ہے اور میرے بھائی میری شادی کسی اور جگہ کرنا چاہتے

تھے، تو میں اپنے بھائیوں کے چکر میں آ گئی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جب اس واقعہ کا پتہ چلا کہ شیر خدا نے یہ فیصلہ کیا، تو

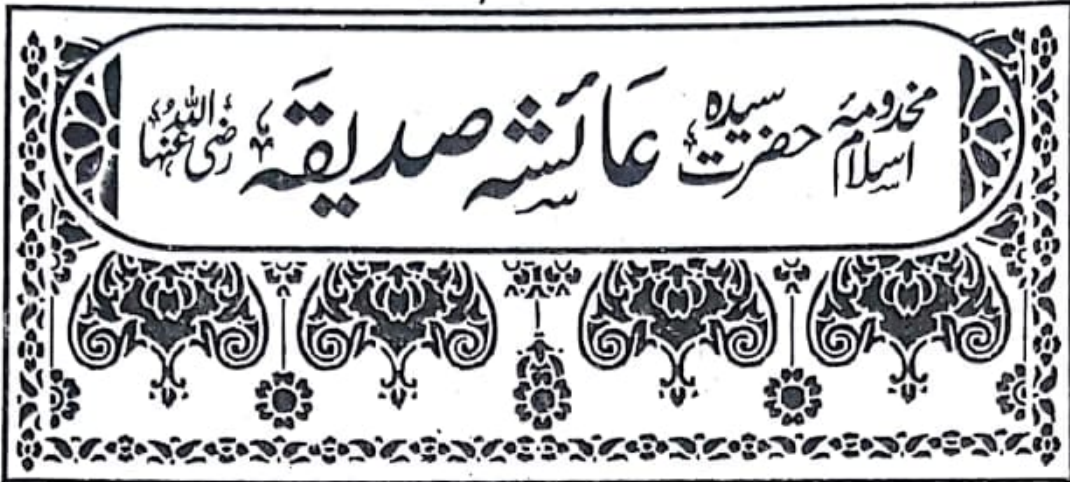
حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا!

..... لولا علی لهلك عمر.....

”اگر علی رضی اللہ عنہ نہ ہوتے تو عمر رضی اللہ عنہ ہلاک ہو جاتا“

وَآخِرُ دَعْوَانَا اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ○





بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

لَوْلَا إِذْ سَمِعْتُمُوهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بِأَنْفُسِهِمْ خَيْرًا ۖ
وَقَالُوا هَذَا أَفْكٌ مُّبِينٌ ۚ لَوْلَا جَاءُوا عَلَيْهِ بِأَرْبَعَةِ
شُهَدَاءَ ۚ فَإِذْ لَمْ يَأْتُوا بِالشُّهَدَاءِ فَأُولَٰئِكَ عِنْدَ اللَّهِ هُمُ
الْكَاذِبُونَ ۚ وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ فِي الدُّنْيَا
وَالْآخِرَةِ لَمَسَّكُمْ فِي مَا أَفَضْتُمْ فِيهِ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۝

(پارہ ۱۸، سورۃ النور، آیت: ۱۲ تا ۱۴)

عَلَيْهِ
الْعَظِيمُ

ترجمہ:

”کیوں نہ جب تم نے اس کو سنا تھا خیال کیا ہوتا ایمان والے
مردوں اور ایمان والی عورتوں نے اپنے لوگوں پر بھلا خیال، اور کہا
ہوتا یہ صریح طوفان ہے۔ کیوں نہ لائے وہ اس بات پر چار گواہ

شاہد، پھر جب نہ لائے شاہد تو وہ لوگ اللہ تعالیٰ کے یہاں وہی ہیں، اور اگر نہ ہوتا اللہ تعالیٰ کا فضل تم پر اور اس کی رحمت دنیا اور آخرت میں، تو تم پر پڑتی اس چرچا کرنے میں کوئی آفت بڑی۔“

اشعار:

ہم فخر سے کہتے ہیں ہمارے ہیں صحابہؓ
واللہ ہمیں جان سے پیارے ہیں صحابہؓ
وہ چاند جو روشن ہوا بطحا کے افق پر
اس چاند کے تابندہ ستارے ہیں صحابہؓ

تمہید:

قابل صدا احترام ساتھیو! میں نے گزشتہ سے پیوستہ جمعہ میں اعلان کیا تھا کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے فضائل و مناقب پر جمعہ کا خطبہ ہوگا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اسلام کی وہ مقدس خاتون ہیں کہ جن کی عظمت، جن کی فضیلت اور منقبت اور جن کے کارنامے، حدیث کی تمام کتابوں میں موجود ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کوئی عام عورت نہیں، امت مسلمہ کی ماں کا درجہ رکھتی ہیں۔ قرآن پاک کی زبان میں، پیغمبر کی ﷺ بیویاں امت کی مائیں ہیں..... وازواجه امہاتہم..... نبی ﷺ کی بیویاں مومنوں کی مائیں ہیں۔

حضور ﷺ کی ازواج کی تعداد:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پیغمبر ﷺ کی بیوی ہے، حضور ﷺ کی گیارہ بیویاں تھیں، گیارہ بیویوں میں سب سے چھوٹی عمر، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی تھی، گیارہ میں سے آپ ﷺ کی دس بیویاں عمر رسیدہ تھیں، عمر رسیدہ کا یہ مقام نہیں کہ بوڑھی تھیں، جب حضور ﷺ کی ان سے شادی ہوئی، وہ بیوہ عورتیں تھیں، جن کے خاوند فوت ہو چکے تھے

ادروہ بیوگی کی زندگی گزار رہی تھیں۔

آدمی حیران ہوتا ہے کہ آخر الزمان پیغمبر، جو دنیا کا سردار ہے جس کو عورتوں کی کوئی کمی نہیں، اس کے نکاح میں گیارہ بیویوں میں سے دس بیویاں بیوہ آئیں، حالانکہ آپ اور عورتوں سے بھی نکاح کر سکتے تھے جو کنواری تھیں۔

گیارہ عورتوں میں صرف ایک عورت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ایسی ہیں کہ جو بیوہ نہیں ہیں، بلکہ کنواری ہیں، لیکن گیارہ عورتوں میں سے دس عورتیں جو حضور ﷺ کے نکاح میں آئیں وہ بیوہ تھیں۔

بیوہ عورتوں کو پیغمبر ﷺ کے نکاح میں کیوں لایا گیا؟ اور اتنی بڑی تعداد میں کیوں لایا گیا کہ گیارہ عورتوں میں سے دس بیوہ ہیں۔ بڑی عجیب بات ہے، ایک عام آدمی حیران ہو جاتا ہے کہ کتنا بڑا پیغمبر اور اتنا بڑا رسول، اس کے نکاح میں دس بیوہ خواتین آئیں، کیا آپ کو کنواری عورت نہیں ملی، یا آپ کو کسی کنواری لڑکی سے شادی کرنے سے روک دیا گیا۔

پہلی بات یہ ہے کہ حضور ﷺ نے گیارہ عورتوں سے شادی کیوں کی؟ جبکہ امت محمدیہ میں چار شادیوں کی اجازت ہے عام مسلمان کیلئے..... ما طاب لکم من النساء مثنیٰ و ثلث و ربیع..... دو، تین، یا چار اور اگر تم ان میں انصاف نہیں کر سکتے تو پھر ایک ہی بہتر ہے..... فان خفتم الا تعدلوا فواحدة..... پھر ایک ہی کافی ہے۔

لیکن حضور ﷺ کے نکاح میں گیارہ بیویاں آئیں اور گیارہ بیویوں میں دس عورتیں بیوہ اور ایک عورت کنواری۔ سب سے پہلا مسئلہ میں آپ کے سامنے یہ بیان کرتا ہوں پھر اس کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا حضور ﷺ سے نکاح، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے کمالات، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طریقہ زندگی، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عبادت و فضیلت، اس کا ذکر بھی ان شاء اللہ اس کے ساتھ ہوگا۔

بعض چیزیں نبی کے ساتھ خاص ہیں:

میرے بھائیو! پہلی بات یہ ہے کہ بعض چیزیں نبی کی خصوصیات میں داخل ہیں، جو امت میں سے کسی اور کیلئے جائز نہیں، مثلاً:

تہجد کی نماز حضور ﷺ پر اس طرح فرض تھی جس طرح ہم پر پانچ نمازیں فرض ہیں، یہ نبی ﷺ کی خصوصیت ہے، تہجد کی نماز پیغمبر ﷺ کیلئے فرض تھی اور کسی کیلئے فرض نہیں۔

مسواک کرنا نبی ﷺ پر فرض ہے، امت پر فرض نہیں اور اس طرح یہ نبی کی خصوصیت ہے کہ باقی مرد اور عورتوں سے چار شادیاں کر سکتا ہے لیکن پیغمبر ﷺ نے گیارہ کی ہیں۔

جس طرح حضور ﷺ مسجد میں داخل ہوتے تھے تو آپ کو اجازت تھی کہ آپ جوتے سمیت مسجد میں آجائیں، یہ بات آپ کو کسی نے نہیں بتائی، حضور ﷺ جو توں سمیت مسجد میں آسکتے تھے، کیونکہ آپ کے جوتے پر گندگی نہیں لگتی تھی، اس لئے آپ کو اجازت تھی، تو بعض نبی کی خصوصیات ہیں۔

اسی طرح پیغمبر کی یہ خصوصیت ہے کہ نبی کے نکاح میں گیارہ عورتیں آئیں، کیوں آئیں، اس کی کئی وجوہات ہیں، میں وہ آپ کو بتاتا ہوں، پہلی بات یہ ہے کہ پیغمبر کی بعثت اس زمانے میں ہوئی کہ جس زمانے میں سب سے بری مخلوق بیوہ عورت ہوتی تھی۔ بیوہ عورت کو معاشرے کا سب سے بڑا ناسور کہا جاتا تھا، اور لوگ کہتے تھے کہ یہ جو عورت ہے اس کی نحوست کی وجہ سے مرد مرا ہے، لہذا جب عورت بیوہ ہو جائے تو اس کو گھر سے باہر نکال دیتے۔ جنگلوں میں باندھ دیتے اور وہ مرتے دم تک شادی نہیں کر سکتی تھی، بیوہ عورت بہت دکھوں کی ماری ہوتی تھی تو معاشرے میں سب سے بڑا بوجھ اس کو سمجھا جاتا تھا، اور حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص بیوہ عورت کا سہارا بنے گا، بیوہ عورت کی کفالت کرے گا، اس کا حشر قیامت کے دن میرے ساتھ ہوگا۔ بیوہ عورت کا سہارا، بیوہ

کا آسرا بنتا یہ بڑی بات تھی، اور عربی میں بیوہ عورت کو..... ارملة..... کہتے ہیں بیوہ عورت کی کفالت یہ بہت بڑا اعزاز ہے، اور بہت بڑا اجر ہے۔

ایسے معاشرے میں اٹھارہ سال کی لڑکی سے شادی کی، چھ ماہ کے بعد خاوند مر گیا، وہ ساری زندگی تڑپ تڑپ کر مر جاتی اور اس کو عرب کا معاشرہ دوسری شادی کی اجازت نہیں دیتا تھا۔ اس معاشرے میں اللہ تعالیٰ نے اپنے آخر الزمان پیغمبر ﷺ کے نکاح میں، بیوہ عورت دی۔ اللہ تعالیٰ نے ایسا انتظام فرمادیا کہ حضور ﷺ کی عمر ۲۵ سال ہے اور بیوہ عورت کی عمر ۴۰ سال ہے حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی، تو پہلی شادی پیغمبر نے بیوہ سے کی جبکہ بیوہ عورت معاشرے میں سب سے بڑا ناسور تھا۔ پیغمبر نے بیوہ عورت کو سہارا دیا اور بیوہ عورت سے شادی کر کے دنیا والوں کو بتایا کہ جس کا کوئی آسرا نہ ہو اس کا آسرا محمد رسول اللہ ﷺ ہے۔

بیوہ عورتوں سے شادی کی وجہ:

پھر اگر حضور ﷺ ایک سے شادی کرتے تو کوئی کہہ سکتا تھا کہ حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا بیوہ ہے، وہ تو مالدار تھی، پیغمبر ﷺ نے تو مالدار ہونے کی وجہ سے شادی کی ہے، تو دوسری شادی بھی بیوہ سے ہوئی حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا، سودہ کی عمر ۵۵ سال ہے اور غریب عورت ہے۔ پیغمبر ﷺ نے اس غریب عورت سے شادی کی۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے شادی کی، حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے شادی کی، حضرت ام سلمیٰ رضی اللہ عنہا سے، حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے، یہ پیغمبر ﷺ کی بیویاں ہیں، دس عورتیں بیوہ نبی ﷺ کے نکاح میں آئیں، اور ایک کنواری لڑکی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نبی ﷺ کے نکاح میں آئی۔ کیوں آئی؟ اس لئے کہ ایک طرف تو اللہ تعالیٰ نے پیغمبر ﷺ کے گھر میں بیوہ عورتیں زیادہ تعداد میں بھیج کر قیامت تک آنے والے مسلمانوں کو بتایا کہ بیوہ عورتوں سے نفرت نہ کیا کرو، تمہارے پیغمبر ﷺ نے بھی بیوہ عورتوں کو سینے سے لگایا اور تم بھی بیوہ عورتوں کا سہارا بنو، یہ نظام ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا انتخاب خداوندی ہیں:

اور دوسری یہ بات ہے کہ بیوہ عورت جو ہوتی ہے وہ انتہا درجے کی ذہانت کا مظاہرہ بھی نہیں کرتی ہے اس کا خاوند فوت ہوا ہے وہ دکھوں میں ہے، پریشانیوں میں ہے تو وہ دکھی اور پریشان عورت اتنا ذہن اور اتنی فقاہت نہیں رکھتی کہ جتنی ایک کنواری لڑکی رکھتی ہے اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کے اندر جو دین تھا یہ دین بھی قیامت تک امت کو پہنچانا تھا۔

اور قیامت تک دین پہنچانے کیلئے ایک ایسی عورت کی ضرورت تھی کہ جس کے ذہن پر پریشانی کا کوئی نشان نہ ہو اور وہ ذہین بھی ہو، تو اللہ تعالیٰ نے اس عورت کا انتخاب پیغمبر کیلئے کیا اور اس عورت کا نام عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے شادی کی تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر ۹ سال تھی بعض لوگ کہتے ہیں کہ زیادہ تھی بخاری شریف میں ہے ۹ سال تھی۔

(صحیح بخاری تزویج عائشہ وسیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم جلد ۲)

عرب کی آب و ہوا میں ۹ سال کی لڑکی جوان ہوتی تھی۔ گرم آب و ہوا تھی، بچیاں جوان ہوتی تھیں، گیارہ بارہ سال کی لڑکی تو اب بھی جوان ہے اور بارہ بارہ سال کی بچیاں امریکہ میں مائیں بن گئی ہیں، اور دوسری بات یہ ہے کہ یہ تصور رکھنا کہ بیوی کے ساتھ جو نکاح ہے وہ صرف مباشرت اور جماع کیلئے ہوتا ہے، یہ غلط بات ہے، عورت اگر جوان ہو تو اس کو مرد کے گھر آنا چاہئے، یہ ضروری نہیں، یہ تصور رکھنا کہ میاں بیوی کا جو تعلق ہے، وہ صرف بچوں کی پیدائش کیلئے ہے اور کسی کام کیلئے نہیں، یہ غلط ہے، عورت خاوند کے گھر میں خدمت کیلئے جاتی ہے، اور خدمت گھریلو کام، گھریلو فرائض سرانجام دینا، مین تصور یہ ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا اعزاز:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں تشریف لائیں۔ علماء

فرماتے ہیں کہ ان کی بلوغت کا پہلا دن تھا جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر آئیں اور بالغ ہونے کے بعد پہلی نظر اپنے شوہر رسول اللہ پر ڈالی، یہ ان کی عصمت کا ثبوت تھا، کہ جس عورت کی صفائی میں اللہ تعالیٰ نے آیات اتارنی تھیں اس عورت کو اتنی حفاظت اور اتنی عصمت عطا فرمائی کہ بلوغت کے بعد اس نے کائنات کے کسی انسان کو نہیں دیکھا، اگر دیکھا تو اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور شوہر کو دیکھا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی ہیں، ان کے والد کا نام ابوبکر رضی اللہ عنہ اور والدہ کا نام ام رومان رضی اللہ عنہا ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آئیں، کیسے آئیں؟ یہ واقعہ بڑا عجیب ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بڑے فضائل ہیں۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی قربانی:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کی جو صورت پیش آئی۔ وہ یہ تھی کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا جب فوت ہوئیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پریشان رہنے لگے، ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ بڑے پریشان ہیں، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خدیجہ میری بڑی وفاداری بیوی تھی مجھے اس کی جدائی کا دکھ بڑا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بڑے پریشان رہتے تھے تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ میرے گھر میں کوئی بڑی لڑکی نہیں ہے صرف ایک بچی ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، تو میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پریشان نہیں دیکھ سکتا، عرض کیا کہ میرا جی چاہتا ہے کہ میں عائشہ رضی اللہ عنہا آپ کے نکاح میں دے دوں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہو گئے۔

اب یہاں ایک بات یاد رکھیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر ہو ۹ سال، اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر ہو ۵۲، ۵۳ سال، کوئی شخص اپنی ۹ سال کی لڑکی ۵۳ سال کے آدمی کو نہیں دیتا۔ اپنے سینے پر ہاتھ رکھ کر سوچیں، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہا کو پتہ تھا کہ ساٹھ ستر سال انسان کی طبعی عمر ہے۔ اگر میں اپنی لڑکی عائشہ رضی اللہ عنہا کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں دے دوں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم آج سے دس پندرہ سال بعد فوت ہو جائیں اور میری لڑکی جوانی میں بیوہ

ہو جائے، اور جن کی لڑکیاں جوانی میں بیوہ ہو جاتی ہیں ان سے پوچھو کہ دکھ کتنا ہوتا ہے؟
صدمہ کتنا ہوتا ہے؟

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو احساس تھا کہ میری لڑکی جوانی میں بیوہ ہو سکتی ہے،
لیکن ایک طرف جوانی میں بیوگی کا خدشہ تھا اور دوسری طرف حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی
پریشانی تھی۔

جن کی تصویر جبرائیل علیہ السلام لائے:

تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے سوچا کہ میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی پریشانی نہیں دیکھ سکتا۔ میں
اپنی بیٹی کا دکھ اٹھا سکتا ہوں، چنانچہ آ کر پیش کش کر دی کہ میری بیٹی عائشہ آپ کیلئے حاضر
ہے۔ ادھر سے پیش کش ہوئی اور ادھر سے جبرائیل امین علیہ السلام آئے اور خواب میں
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ جبرائیل میرے پاس ہیں اور ایک ریشم کا کپڑا پکڑا ہے اور اس
محمل کے کپڑے میں ایک چیز لپی ہوئی ہے۔

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو پتہ ہے، یہ کیا ہے؟
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بتاؤ، جب انہوں نے کپڑا ہٹایا تو عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی تصویر تھی، تو
فرمایا اسے اللہ تعالیٰ نے آپ کی بیوی بنا دیا ہے، یہ اعزاز عرش سے ملا ہے اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا
خواب بھی وحی ہوتا ہے، یہ خواب ہے۔ (صحیح بخاری مناقب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا)

جن کا نکاح عرش پر ہوا:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عائشہ! جتنی
عورتیں میرے نکاح میں آئیں، بے شک سب کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا تھا، باقیوں کا حکم
دیا اور نکاح زمین پر ہوئے، لیکن تیرا نکاح میرے ساتھ عرش پر کر دیا گیا۔

سیدہ کا اعزاز:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر چھوٹی ہے اور پیغمبر کے نکاح میں ہیں۔ علماء کہتے

ہیں کہ آدھا دین تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے امت تک پہنچا اور آدھا دین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پہنچا، عائشہ وہ خاتون ہے جن کی ذہانت اور جس کی فطانت جس کا علم بے مثال ہے۔ (طبقات ابن سعد جز ۲، صفحہ ۲۶)

روئے زمین کی سب سے بڑی عالمہ:

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی سے پوچھا کہ بتاؤ اس وقت روئے زمین کا سب سے بڑا عالم کون ہے؟ تو اس نے کہا آپ ہیں، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس کے منہ پر طمانچہ مارا اور کہا تو میری خوشامد کرتا ہے؟ تو اس نے کہا کہ اگر سچی بات پوچھتے ہو تو اس وقت روئے زمین کی سب سے بڑی عالمہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ہیں۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بیٹی کو یہ اعزاز حاصل ہے۔ (مستدرک حاکم)

سیدہ کی عبادت و ریاضت:

• عبادت گزار، تہجد گزار، ساری ساری رات رونے والی، حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ مشہور صحابی ہیں، ساتویں خلیفہ فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا میری سگی خالہ ہیں، حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کے لڑکے ہیں اور حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت زبیر سے ہوا تھا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پھوپھی زاد بھائی بھی ہیں اور عشرہ مبشرہ کے صحابی بھی ہیں، حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میرے ساتھ خالہ کو بڑا پیار تھا اس لئے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنی کنیت رکھی تھی ام عبداللہ، حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو اپنا بیٹا بنایا ہوا تھا، اور ام عبداللہ کا معنی عبداللہ کی ماں، تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ان سے اتنی محبت تھی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہاں جا کر حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کا کھیلنا اور ان کے ہاں آتے جاتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں اپنی خالہ کے ہاں رہا ہوں تو میں نے کیا دیکھا۔ ایک دفعہ میں اپنی خالہ سے ملنے گیا، رات کا وقت تھا، میں خالہ سے کوئی بات

کرنا چاہتا تھا، میں نے دیکھا کہ میری خالہ نماز میں ہے، میں آدھی رات کے وقت گیا تو میں نے دیکھا کہ خالہ نماز میں ہے، میں تہجد تک باہر بیٹھا رہا، جب بھی دیکھا تو میری خالہ کبھی سجدے میں ہوتی، کبھی رکوع میں ہوتی، اور کبھی اللہ تعالیٰ کے سامنے ہاتھ پھیلاتی۔

میں نے کہا کہ خالہ آج آپ نے نماز بڑی لمبی کر دی، تو کہا کہ قرآن کی آیت میرے ذہن میں آئی تھی کہ جس میں اللہ نے فرمایا..... وامتاز والیوم ایہا المجرمون..... کہ قیامت کے دن مجرم علیحدہ کر دیئے جائیں گے جب میں نے یہ آیت سنی تو میں نے کہا کہ میرا نام ان میں شامل نہ ہو جائے، اس لئے ساری رات اس آیت کو پڑھ کر روتی رہی۔

تین کامل خواتین:

کون عائشہ رضی اللہ عنہا جن عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں ہمارے پیغمبر نے فرمایا مرد دنیا میں بڑے کامل گزر رہے ہیں، لیکن عورتیں دنیا میں تین کامل گزری ہیں، ایک آسیہ بنت مزاحم علیہا السلام، فرعون کی بیوی آسیہ علیہا السلام اور ایک مریم علیہا السلام بنت عمران اور امت محمدیہ میں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا۔ (صحیح مسلم کتاب الفضائل)

سیدہ کی سخاوت:

میرے بھائیو! حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کتنی سخی تھیں۔ عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ گھر میں کھجوروں کا ڈھیر لگا ہوا ہے، اماں کہتی ہیں اپنی لونڈی بریرہ سے کہ جاؤ ساری کھجوریں خیرات کر دو، اور جب روزے کی افطاری کا وقت آیا تو ایک کھجور بھی گھر میں نہیں تھی۔ (مسند رک حاکم)

فرمایا بریرہ کوئی کھجور ہے؟ بریرہ نے عرض کی کہ آپ نے فرمایا تھا کہ ایک کھجور بھی گھر میں نہ ہو، اگلے دن پھر جو سامان آیا وہ بھی سارا خیرات کر دیا اور خود پانی سے افطاری کی، جو چیز گھر میں آتی، فرماتی ابھی خیرات کرو، لوگ کہتے ہیں کہ گھر کیلئے کچھ

رکھو، فرمایا کہ میں کیسے رکھوں؟

میں نے رات کو دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ بستر پر لیٹے ہیں اور پیغمبر کو نیند نہیں آتی ہے، رسول اللہ ﷺ کروٹیں بدلتے ہیں، تو میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ آپ کو نیند نہیں آتی، فرمایا کہ میرے گھر میں ایک دینار بچا ہوا پڑا ہے، میں چاہتا ہوں کہ وہ دینار بھی میرے گھر میں نہ رہے، کہیں وہ دینار میرے گھر میں رہ گیا تو اللہ تعالیٰ مجھ سے پوچھے گا، عائشہ جلدی کرو، دینار خرچ کرو، پھر میرے پیغمبر ﷺ کو نیند آئی۔

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ جب بیت المقدس کی طرف چلے:

میرے بھائیو! حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا دور خلافت تھا تو لوگ جمع ہو کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے مدینہ منورہ میں، اماں ایک درخواست لیکر آئے ہیں، بیٹا کیا درخواست ہے، فرمایا کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ بیت المقدس فتح کرنے جا رہے ہیں اور ہم نے دیکھا کہ ان کے جسم پر جو کپڑے ہیں وہ پھٹے ہوئے اور پیوند لگے ہوئے ہیں، فتح کرنے جا رہے ہیں بیت المقدس پھٹے ہوئے کپڑے پہن کر، خدا کیلئے آپ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو کہہ دیں کہ اچھے کپڑے تو پہنو، یہودی اور عیسائی کیا کہیں گے؟ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو بلایا اور بلا کر کہا امیر المومنین آپ کے کپڑے بوسیدہ ہیں۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا اماں، آپ مجھ سے کہتی ہیں کہ میں بوسیدہ کپڑے بدل لوں، کیا رسول اللہ ﷺ کا وہ دور تمہیں یاد نہیں کہ جب گھر میں چولہا نہ چلتا تھا اور پیغمبر کے کپڑوں پر پیوند لگے ہوتے تھے، جب یہ واقعہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے بیان کیا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی رونے لگیں، فاروق اعظم رضی اللہ عنہ بھی رونے لگے، سارے صحابہ رضی اللہ عنہم رونے لگے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ اماں مجھے اختیار دو کہ میں جو کپڑے پہن کر جانا چاہوں اجازت ہے۔ اماں نے اختیار دیا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے

عرض کیا کہ کوشش کرو اچھے کپڑے پہننے کی۔ اچھے کپڑے پہن لئے اور چند قدم چلے اور واپس آ کر فرمایا کہ جب میں نے ان کپڑوں کو پہنا تو مجھے سکون نہ ہوا کہ جو پھٹے ہوئے کپڑوں میں ہوتا ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اسلام میں عزت کپڑے میں نہیں رکھی، اسلام نے عزت ایمان میں رکھی ہے، دین میں رکھی ہے، نبی کی محبت میں رکھی ہے۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کی معلمہ:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کہتے ہیں کہ جب ہمیں کوئی مسئلہ نہ آتا کسی بڑے سے بڑے مسئلے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اٹک جاتے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مسئلہ حل نہ کر سکتے تو سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مل کر اماں عائشہ رضی اللہ عنہا کے دروازے پر جاتے، ایک لمحے میں اماں مسئلہ حل کر دیتیں۔ (جامع ترمذی مناقب عائشہ رضی اللہ عنہا)

فضیلت عائشہ رضی اللہ عنہا بزبان رسالت:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو تمام عورتوں پر ایسی فضیلت حاصل ہے کہ جیسی تمام کھانوں پر شرید کھانے کو فضیلت حاصل ہے۔ عربی میں شرید وہ کھانا ہوتا تھا جو شور بے میں روٹی ڈال کر کھایا جاتا تھا، اس کو سب سے اچھا کھانا کہتے تھے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جس طرح فضیلت شرید کھانے کو ہے اسی طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو تمام عورتوں پر فضیلت ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بڑے بڑے کمالات ہیں۔ (صحیح بخاری و ترمذی مناقب عائشہ رضی اللہ عنہا)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت دس باتوں میں:

اماں نے ایک بات بڑی عجیب فرمائی، فرمایا دنیا کے لوگو! میں وہ عورت ہوں کہ جس کو پوری کائنات کی عورتوں پر دس باتوں میں فضیلت حاصل ہے، اور وہ دس باتیں کسی اور عورت میں نہیں ہیں۔

☆..... میں وہ عائشہ رضی اللہ عنہا ہوں کہ جس کا نکاح پیغمبر ﷺ کے ساتھ ہوا اس حالت میں کہ کنواری تھی اور کوئی کنواری عورت پیغمبر کے نکاح میں نہیں آئی۔

☆..... اماں فرماتی ہیں کہ میں وہ عورت ہوں کہ حضور ﷺ کو مجھ سے اتنی محبت تھی کہ برتن میں جس جگہ منہ لگا کر میں پانی پیتی، حضور ﷺ بھی اسی جگہ منہ لگا کر پانی پیتے۔

☆..... اماں فرماتی ہیں کہ میں وہ عائشہ رضی اللہ عنہا ہوں کہ جب حضور ﷺ کی وفات ہوئی تو حضور ﷺ نے مسواک مانگی تو مسواک سخت تھی، حضور ﷺ نے فرمایا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا اسے چباؤ میں نے چبا کر مسواک دی، وہی میری چبائی ہوئی مسواک حضور ﷺ نے استعمال فرمائی۔

☆..... اماں فرماتی ہیں کہ میں وہ عائشہ رضی اللہ عنہا ہوں کہ جس کے ڈوٹے کو جنگ بدر میں پیغمبر ﷺ نے پرچم بنا کر لہرایا۔

☆..... اماں فرماتی ہیں کہ میں وہ عائشہ رضی اللہ عنہا ہوں کہ جس کی صفائی میں قرآن کی سترہ آیات اتریں۔

☆..... اماں فرماتی ہیں کہ میں وہ عائشہ رضی اللہ عنہا ہوں کہ جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے تیمم کی نعمت عطا فرمائی۔

☆..... اماں فرماتی ہیں کہ میں وہ عائشہ رضی اللہ عنہا ہوں کہ جس کے حجرے میں آج بھی رسول اللہ ﷺ سوئے ہوئے ہیں..... تمام بیویوں کے علیحدہ علیحدہ حجرے اور کمرے تھے لیکن جب حضور ﷺ کا آخری وقت آیا تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ آج کون سادن ہے، بیماری میں پوچھا، جو باقی عورتیں تھیں، انہوں نے پوچھا کہ حضور ﷺ بار بار پوچھتے ہیں کہ آج کون سادن ہے؟

تو ام سلمیٰ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میرا دل کہتا ہے کہ آج حضور ﷺ میرے گھر میں ہیں اور پوچھتے ہیں کہ کون سادن ہے اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی باری جمعات سے شروع ہوتی ہے، تو حضور ﷺ پوچھتے ہیں کہ ابھی عائشہ رضی اللہ عنہا کی باری کا دن نہیں آیا، تو آج تو منگل کا دن ہے تو حضرت ام سلمیٰ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ حضور ﷺ میرا جی

چاہتا ہے کہ آپ میری باری بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو دے دیں اور آپ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں تشریف لے جائیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں گئے اور وہیں بیمار ہوئے اور جس جگہ پر نبی فوت ہوتا ہے، پیغمبر کو اس جگہ سے ہٹانے کی اجازت نہیں ہوتی، مثلاً نبی یہاں فوت ہوا ہے تو پیغمبر کو اسی جگہ پر دفن کیا جائے گا، پیغمبر جہاں بیمار ہوئے چار پائی کو حرکت نہیں دی گئی، پیغمبر کو غسل بھی انہی کپڑوں میں دیا جاتا ہے جس میں فوت ہوتا ہے، نبی کے کپڑے نہیں اتارے جاتے۔

(بحوالہ مجمع الزوائد جلد ۴، صفحہ ۲۴۱)

ماں اور بیٹی کا مکالمہ:

میرے دوستو!

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ماں ہیں، اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بیٹی ہیں۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے چند سال بڑی ہیں، لیکن عمر میں تو بڑی تھیں، مرتبے میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ماں تھی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بیٹی تھی۔

ایک مرتبہ بیٹھی ہیں، ماں بیٹی میں بحث ہو گئی، مذاکرات ہو گئے، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا میں محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی ہوں، عائشہ رضی اللہ عنہا تم پیغمبر کی بیوی ہو، میں پیغمبر کی بیٹی ہوں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں تم بیٹی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہو، لیکن تم بیوی علی رضی اللہ عنہ کی ہو، میں بیوی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہوں۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تمہاری رگوں میں خون حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا گردش کر رہا ہے اور میری رگوں میں محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا خون گردش کر رہا ہے۔ میری رگوں میں خون نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے، تیری رگوں میں خون حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا! ٹھیک ہے، تو بیٹی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے، میں بیٹی ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ہوں، لیکن میں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں ہوں، آج تو علی

ﷺ کے گھر میں ہے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بڑی عجیب بات فرمائی کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا! تیری بات ٹھیک ہے کہ تو بیٹی نبی ﷺ کی ہے اور میں بیٹی صدیق ﷺ کی ہوں، لیکن بات دنیا کی نہیں ہے بات قیامت کے دن کی کرو، قیامت کے دن کے بارے میں نبی ﷺ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن ہر عورت اپنے خاوند کے ساتھ جنت میں جائے گی، جب قیامت کا دن آئے گا تیری انگلی علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں ہوگی میری انگلی نبی ﷺ کے ہاتھ میں ہوگی۔

اور مولانا رومی رحمہ اللہ نے بڑے دردناک انداز میں اس واقعہ کو نقل کیا ہے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا یہ سن کر رو پڑی، جب یہ کہا کہ تیری انگلی علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں ہوگی، میری انگلی نبی ﷺ کے ہاتھ میں ہوگی تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا دھاڑیں مار کر رونے لگی، تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو سینے سے لگایا اور فرمایا بیٹی تو نبی ﷺ کا جگر ہے، میں نے سنا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا تھا کہ لوگو، فاطمہ محمد ﷺ کے جگر کا ٹکڑا ہے جس نے فاطمہ رضی اللہ عنہا کو تنگ کیا اس نے مجھے تنگ کیا، تیرا بڑا مرتبہ ہے، تو بڑے اکرام والی عورت ہے۔

دو جنگوں کی بات:

میرے بھائیو! حضور ﷺ کی زندگی کے دو واقعات بڑے عجیب ہیں اور دونوں واقعات کا ذکر قرآن پاک میں موجود ہے۔ حضور ﷺ جب کسی جنگ میں تشریف لے جاتے، قرعہ ڈالتے، قرعہ میں جس عورت کا نام نکلتا، اس عورت کو جنگ میں ساتھ لے جاتے، دو جنگیں ایسی ہیں کہ جن میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے نام کا قرعہ نکلا۔

ایک غزوہ کا نام ہے غزوہ ذات الرقاع، ایک ہے غزوہ بنی مصطلق، ان میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضور اکرم ﷺ کے ساتھ گئیں۔ رقاع کس کو کہتے ہیں؟ عربی میں یہ رقعہ سے ہے، رقعہ عربی میں کہتے ہیں ٹاکی کو، یہ جو کپڑا ہے اس کو پھاڑیں تو اس کو کہتے

ہیں رقتہ -

غزوہ ذات الرقاع، ٹاکیوں والا غزوہ، اس غزوہ میں صحابہ رضی اللہ عنہم کے پاؤں کے جوتے ٹوٹ گئے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پاؤں پر جوتے کی جگہ ٹاکیاں باندھی تھیں۔ اس لئے اس کو غزوہ ذات الرقاع کہتے ہیں۔ (بخاری شریف)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی وجہ سے تیمم کی سہولت:

ایک غزوہ بنی مصطلق تھا، بنی مصطلق ایک قبیلے کا نام تھا مدینہ کے کچھ فاصلے پر، آپ نے وہاں بھی جانا تھا، غزوہ ذات الرقاع میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دو تین سو نوجوان تھے آپ مدینہ سے چلے، وہاں پہنچے، مقام جرم، پر آپ نے پڑاؤ ڈالا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بتایا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہاں تو پانی نہیں ہے، وضو کہاں کریں گے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تھکے ہوئے لوگ ہیں اور صبح صبح تہجد کے وقت آگے چلیں گے، اگلی منزل پر پانی ہے، وہاں وضو کریں گے، پروگرام طے ہو گیا، تھکے ہوئے لوگ ہیں، رات کو سو گئے، صبح تہجد میں اٹھے، سارے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بیدار ہو گئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ اپنے خیمے میں تشریف فرما ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جاگ رہے ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم باہر نہیں نکلے تھے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے محسوس کیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ابھی تک بیدار نہیں ہوئیں تو اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم باہر نہیں نکلے، تو عائشہ رضی اللہ عنہا بیدار ہوں گی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم باہر نکلیں گے، اور صورت یہ تھی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا سر پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے گھٹنے مبارک کے اوپر تھا، یا جسم کا کچھ حصہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم کے ساتھ لگا ہوا تھا۔ بخاری شریف میں یہ روایت موجود ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اٹھاتے تھے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا اٹھو، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی آنکھ نہ کھلی، عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی وجہ سے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے حرکت نہیں کی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اٹھے گی تو میں اٹھوں گا، اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سارے سوار یوں پر سوار

ہو گئے، تیار کھڑے ہیں کہ تھوڑی دیر اور ہوگئی تو نماز فجر ضائع ہو جائے گی، وضو کہاں کریں گے، یہاں تو پانی نہیں۔

صحابہ رضی اللہ عنہم پریشان ہو کر ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس گئے کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ اپنی بیٹی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو جگاؤ، تمہاری بیٹی کی وجہ سے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم بیدار نہیں ہوتے۔ بیٹی کو جگاؤ چنانچہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ جب خیمے کے اندر گئے، چاند کی چاندنی تھی کیا دیکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا جسم ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم جگاتے ہیں، عائشہ جاگتی نہیں اور امت پریشان ہے، کیوں پریشان ہے کہ یہاں پانی نہیں تھا، پانی نہیں ہوگا تو نماز فجر ضائع ہو جائے گی، پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بہت زور دار چونکا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی کمر پر لگایا یعنی یہ انگوٹھا اس طرح عائشہ رضی اللہ عنہا کی کمر پر مارا اور کہا کہ عائشہ اٹھتی کیوں نہیں، اٹھ تیری وجہ سے امت پریشان ہے، تیری وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پریشان ہیں۔

اب دیکھو، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے والد ہیں، والد نے بیٹی کی کمر پر چونکا لگایا اور والد کا بیٹی کی کمر پر اس طرح انگوٹھا مارنا، کوئی عیب نہیں تھا، کوئی جرم نہیں تھا، کوئی شریعت کے خلاف نہیں تھا، اور دین کے خلاف، شریعت کے خلاف نہیں ہے کہ اگر آدمی کو گہری نیند آتی ہے تو آدمی کیا کر سکتا ہے، یہ عذر ہے۔

اب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جو چونکا بیٹی کو لگایا اس پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تو اٹھ بیٹھی، لیکن ان کی کمر میں بڑی تکلیف ہوئی۔ ادھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی کمر پر تکلیف ہوئی۔ ادھر فوراً آسمانوں سے حضرت جبرائیل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کا قرآن لیکر اترے اور اسی وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن کی یہ آیت لیکر آئے..... فلم تجدوا ماء فتيمموا صعيدا طيبا..... اے میرے پیغمبر اگر پانی نہ ملے تو تیمم کر لیا کرو، یعنی عائشہ رضی اللہ عنہا کی کمر پر ایک انگلی لگائی گئی ہے، تو اللہ تعالیٰ کا قرآن ان کی عظمت کیلئے اتر آیا اور اللہ تعالیٰ نے عرش پر یہ بات برداشت نہیں کی ہے کہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی کمر پر باپ بھی انگلی لگائے، تو جو خدا عائشہ رضی اللہ عنہا پر انگلی کو برداشت نہیں کر سکتا، عائشہ رضی اللہ عنہا کو آج کافرہ کہا

جائے تو مسلمان کیسے برداشت کر سکتا ہے؟

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی عظمت کو دیکھو کہ پانی نہ ہونے کی وجہ سے لوگ پریشان تھے، پانی نہیں ہے تو وضو نہیں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی وجہ سے شریعت محمدیہ کا ضابطہ تبدیل کر دیا اور اعلان کیا کہ اگر پانی نہیں ہے تو کوئی بات نہیں ہے تیمم کرو۔

چنانچہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سواریوں سے نیچے اتر آئے اور مٹی پر تیمم کر کے وہاں نماز پڑھی، جب یہ تیمم کی آیت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سنی تو حضرت ابن حنظلہ کھڑے ہو گئے، انہوں نے کہا..... ما اول برکۃ یا آل ابی بکر..... اے ابو بکر کی اولاد، امت پر یہ کوئی تمہارا پہلا احسان نہیں ہے، تمہاری وجہ سے قیامت تک کے امتیوں کو تیمم کی سہولت اللہ تعالیٰ نے عطا فرمادی ہے۔

یہ کتنا بڑا اعزاز ہے؟ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے اللہ کو کتنی محبت ہے۔ کتنا پیار ہے، کتنا انس ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی کمر پر باپ نے انگلی لگائی اللہ تعالیٰ کا عرش ہل گیا، ضابطہ شریعت کا بدل گیا۔

شریعت کا ضابطہ کیا ہے؟ شریعت کا ضابطہ ہے کہ نماز کیلئے وضو کرو، لیکن جب پانی نہ ملے، پہلے تیمم نہیں ہوتا تھا نماز نہیں پڑھتے تھے، اب قیامت تک کیلئے یہ ضابطہ بدل گیا کہ پانی نہ ہو تو تیمم کر لیا کرو، جو ضابطہ وضو کا ضروری تھا اس کی جگہ پانی نہ ملنے کی صورت میں تیمم آ گیا، یہ سارا ضابطہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی وجہ سے بدلا اور قرآن کی آیات حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عظمت میں اتریں۔ (صحیح بخاری کتاب التیمم)

غزوہ بنی مصطلق کا تذکرہ:

دوسرا غزوہ، غزوہ بنی مصطلق ہے، جس غزوہ میں حضرت سیدہ طاہرہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گئیں، غزوہ بنی مصطلق میں جب صحابہ رضی اللہ عنہم پہنچے تو دشمن بغیر لڑائی کے بھاگ گیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم واپس آ گئے، تو واپسی پر راستے میں ایک جگہ

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پڑاؤ ڈالا اور وہاں آرام کرنا تھا اور تہجد کے وقت آگے جانا تھا۔
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا قضائے حاجت کیلئے گئیں، وہ علیحدہ ایک اونٹ پر اپنے کجاوے میں تھیں۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے کجاوے نیچے رکھ دیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اٹھ کر قضائے حاجت کیلئے چلی گئیں، وہاں جا کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ہار گم ہو گیا، اور وہ دانے بکھر گئے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہار تلاش کرتی رہیں، وہاں دیر ہو گئی اور یہ سارے صحابہ رضی اللہ عنہم واپس آ گئے، صحابہ نے کجاوہ رکھا، رات کا اندھیرا تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا وزن زیادہ نہیں تھا جسم پتلا تھا تو کجاوے والوں نے کجاوہ رکھا اور چل پڑے، قافلے والوں نے کہا کہ اماں کجاوے میں موجود ہوں گی۔

جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا واپس آئیں، دیکھا تو قافلہ نہیں ہے، اونٹ نہیں ہے، چاند کی چاندنی ہے، بڑی پریشانی ہوئی، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سر پر چادر تھی اس کو آدھا نیچے بچھایا اور آدھا اوپر لیکر لیٹ گئیں۔ اسی جگہ پر اور یہ دل میں خیال کیا قافلے والے جہاں کہیں رکیں گے اور دیکھیں گے کہ عائشہ نہیں ہے تو واپس یہیں آئیں گے وہیں لیٹ گئیں۔ اور ادھر ایک صحابی ہیں جن کی ڈیوٹی تھی گری پڑی چیزوں کو اٹھانا، جن کی ڈیوٹی بعد میں آنا تھا، تھوڑی دیر کے بعد وہ بھی آ گئے، انہوں نے دور سے دیکھا کہ کپڑا پڑا ہوا ہے ان کو پتہ چلا کہ کسی کا کپڑا رہ گیا، قریب پہنچے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حرکت کی، جب انہوں نے حرکت دیکھی تو پردے کی آیات اترنے سے پہلے انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو دیکھا ہوا تھا۔

جب اچانک حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے دوپٹے سے سر نکالا کہ میرے سر پر کون آ گیا؟ تو انہوں نے پہچان لیا کہ یہ تو عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ہیں، تو اس صحابی کا نام تھا حضرت صفوان ابن معطل رضی اللہ عنہ۔ جب انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو دیکھا تو ان کی زبان سے ایک لفظ نکلا، کیا لفظ نکلا..... انا لله وانا اليه راجعون..... کہا کہ یہ پریشانی کی بات ہے کہ قافلہ یہاں موجود نہیں اور اماں عائشہ رضی اللہ عنہا یہاں ہیں، انہوں نے اماں عائشہ رضی اللہ عنہا کے قریب اپنا اونٹ بٹھا دیا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے قریب اونٹ بیٹھا،

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اٹھ کر اونٹ پر سوار ہو گئیں۔

اماں فرماتی ہیں کہ میں نے اپنی پوری زندگی میں صفوان جیسا پاکباز انسان نہیں دیکھا کہ جب اس نے میرے قریب اونٹ بٹھایا اور میں اونٹ پر سوار ہوئی پورا راستہ اس نے نہیں پوچھا کہ تم کیسے رہ گئی ہو؟ کیا بات ہوئی ہے؟ صرف اس کی زبان سے ایک لفظ سنا..... انا للہ وانا الیہ راجعون..... اور کوئی لفظ نہیں سنا۔

سیدہ پر تہمت:

اماں فرماتی ہیں کہ اونٹ جا رہا تھا صبح ہو گئی دن چڑھ گیا، تو ہم نے دیکھا کہ ایک درختوں کے جھنڈ میں قافلہ بیٹھا ہوا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قافلے کو ٹھہرایا ہوا ہے، جب وہاں پہنچے سب لوگوں نے دیکھا کہ اونٹ آ رہا ہے اور ساتھ حضرت صفوان ابن معطل رضی اللہ عنہ آ رہے ہیں، قریب جا کر حضرت صفوان ابن معطل رضی اللہ عنہ نے اونٹ نیچے بٹھایا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اونٹ سے اتر کر اپنے کجاوے میں چلی گئیں، عام لوگوں کو اندازہ نہ ہوا، عام لوگوں کو پتہ نہ چلا، صرف انہوں نے حضرت صفوان ابن معطل رضی اللہ عنہ کو دیکھا، یہ نہ پتہ چلا کہ اونٹ پر کون عورت ہے؟ اور کیا ہوا ہے؟

مدینہ منورہ پہنچے ایک دن گزر گیا، اگلے دن شام کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نماز عشاء کے بعد قضائے حاجت کیلئے گھر سے باہر آئیں، چند قدم باہر گئیں تو ان کے ساتھ حضرت ام مسطح رضی اللہ عنہا تھیں، ام مسطح رضی اللہ عنہا کا پاؤں پھسلا، تو ام مسطح رضی اللہ عنہا کی زبان سے نکلا کہ اے اللہ! مسطح کو ہلاک کر دے۔

مسطح اس کا لڑکا تھا، ام مسطح نے کہا کہ..... تعس مسطح..... اے اللہ! مسطح ہلاک ہو جائے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا کہ اماں اپنے بیٹے پر بدعاء کیوں کرتی ہے؟ تو ام مسطح نے کہا کہ عائشہ تجھے نہیں پتہ کہ تجھ پر مدینہ میں تہمت لگی ہے کہ رات کی تاریکی میں تو صفوان ابن معطل کے ساتھ کیوں آئی ہے؟ جو تہمت لگانے والے ہیں ان میں میرا لڑکا بھی شامل ہے، اس لئے میں اپنے لڑکے پر بدعاء کر رہی ہوں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ کیا تہمت لگی ہے؟ تہمت یہ لگی ہے کہ تیرا دامن نعوذ باللہ ٹھیک نہیں، تیرا دامن نعوذ باللہ داغدار ہے، اور تورات کی تاریکی میں ایک نوجوان کے ساتھ آئی ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ مجھے قضائے حاجت بھول گئی اور وہیں سے واپس آ گئیں، قضائے حاجت سے فارغ نہ ہوئی، واپس آ گئیں حضور ﷺ کے پاس۔ اماں فرماتی ہیں کہ میں اب سمجھی کہ جس وقت سے میں گھر میں پہنچی، رسول اللہ ﷺ میری طرف اس محبت سے نہیں دیکھتے، جس محبت سے پہلے دیکھتے تھے، مجھے احساس ہوا کہ واقعی میرے خلاف پروپیگنڈہ ہوا ہے۔

سیدہ اپنے والد کے گھر میں:

اماں فرماتی ہیں کہ اگلے دن میں نے جب حضور ﷺ کو پریشان دیکھا تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے اجازت دیں کہ میں اپنے گھر چلی جاؤں۔ اماں کہتی ہیں کہ میں پہلے جب بھی اجازت مانگتی، تو پیغمبر ﷺ اجازت نہ دیتے تھے، فرماتے عائشہ رضی اللہ عنہا ٹھہر جاؤ کل چلی جانا، پرسوں چلی جانا، لیکن جب میں نے اجازت مانگی تو نبی ﷺ نے اس وقت اجازت دے دی تو بھرم ٹوٹ گیا اور میری آنکھوں سے آنسو آ گئے کہ پیغمبر واقعی مجھ سے ناراض ہیں، آپ نے ایک دفعہ کہنے سے اجازت کیوں دی؟

اماں فرماتی ہیں کہ میں اس پریشانی کے عالم میں گھر چلی گئیں اور گھر جا کر میں نے دیکھا کہ میرا باپ اور میری ماں قرآن کی تلاوت کر رہے ہیں، جب میں نے دروازہ کھٹکھٹایا، ماں نے دروازہ کھولا، تو میں نے کہا میں بڑی پریشان ہوں تو میری اماں رو کر کہتی ہے تو اکیلی پریشان نہیں ہے، تیرا بوڑھا باپ بھی پریشان ہے، تیری ماں بھی پریشان ہے، عائشہ رضی اللہ عنہا تیری وجہ سے ہم بڑے دکھی ہیں، ہم تیری وجہ سے بڑے پریشان ہیں، والد تیرا رو رہا ہے، تیری ماں رو رہی ہے۔

اماں فرماتی ہیں کہ میں نے ماں اور باپ کو دیکھا کہ وہ پریشان تھے۔ قرآن پڑھتے اور روتے تھے۔ میں نے ماں سے اور باپ سے کوئی کلام نہیں کی، میں مکان کے اندر کے کمرے میں چلی گئی اور وہاں جا کر میں نے مصطفیٰؐ بچھایا اور اللہ تعالیٰ کے دروازے پر میں سجدہ ریز ہو گئی، ایک دن گزر گیا دوسرا دن گزرا، مدینہ کی گلیوں میں کہرام مچ گیا، مدینہ کی گلیوں میں لوگ ایک دوسرے سے باتیں کرنے لگے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ گزرتے تو لوگ کہتے تھے کہ یہ ابوبکرؓ ہے کہ جس کی بیٹی پر تہمت لگی ہے، نعوذ باللہ جس کی بیٹی پر الزام لگا ہے، لوگ حضرت ابوبکرؓ پر انگلیاں اٹھایا کرتے تھے کہ صدیق اکبرؓ گھرا کر روتے تھے، سفید داڑھی والا باپ اپنی بیٹی کے غم میں روئے اور پریشان ہو جائے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو بلایا:

میرے بھائیو! کوئی بات کرنے والا نہ ہو، جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ لوگ چاروں طرف باتیں کرتے ہیں تو نبی نے مسجد نبوی میں تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجلاس بلایا، تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کو جمع کیا، حضرت ابوبکرؓ کو پتہ چلا، حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا کہ میں اس پوزیشن میں نہیں ہوں کہ اس مجلس میں، اس میٹنگ میں جاسکوں، دیکھنا ذرا خیال رکھنا، حضرت عمرؓ چلے آئے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم آ گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ لوگو بتاؤ میری عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں کیا خیال ہے؟

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے صفائی دی:

ایک آدمی کھڑا ہو گیا، کہنے لگا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو الزام لگا ہے اس پر میں کہنا چاہتا ہوں اور تحقیق کرو اور لوگوں سے پوچھو۔ حضرت علیؓ کھڑے ہوئے فرمایا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بات غلط ہو یا صحیح ہو، آپ کو کوئی عورتوں کی کمی نہیں ہے۔ اگر الزام لگا ہے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو چھوڑ دیں کوئی اور عورت آپ کے نکاح میں آئے گی۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے انہوں نے کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری رائے یہ ہے کہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی جو نوکرائی ہے بریرہ، چھوٹی بچی اس کو بلاؤ اس سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں پوچھو، کہ اس نے عائشہ کو کیسا پایا؟ چھوٹی سی بچی بریرہ آئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بریرہ تو بتا تو نے عائشہ رضی اللہ عنہا کو کیسا پایا تو اس لڑکی بریرہ کی پاؤں کی خاک پر میں قربان ہو جاؤں، آج عائشہ رضی اللہ عنہا کی صفائی لیکر آئی تھی اس سے پوچھا کہ عائشہ کو کیسے پایا؟ اس نے کہا کہ جب سے میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں آئی ہوں میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا میں کوئی غلطی نہیں دیکھی۔ صرف یہ بات کہ آٹا گوندھ کر سو جاتی ہے اور بکری آکر آٹا کھا جاتی ہے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا کو پتہ نہیں چلتا اس غلطی کے سوا میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا کے دامن پر کوئی داغ نہیں دیکھا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پریشان ہیں
صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رورہے ہیں
عائشہ رضی اللہ عنہا حجرے میں رورہی ہے
عائشہ رضی اللہ عنہا کا باپ رورہا ہے
عائشہ رضی اللہ عنہا کی ماں رورہی ہے
قیامت کا منظر ہے

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی رائے:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عمر رضی اللہ عنہ! تیری کیا رائے ہے؟ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کھڑے ہو گئے، عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں صرف یہ سوال کرنا چاہتا ہوں کہ عائشہ کے ساتھ نکاح ہم نے کرایا تھا یا اللہ تعالیٰ نے کرایا تھا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکاح میرے اللہ نے کرایا تھا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پھر مسئلہ حل ہو گیا، جو اللہ آپ

کے جسم پر گندی مکھی نہیں بیٹھنے دیتا۔ وہ اللہ تعالیٰ آپ کے بستر پر غلط عورت کو نہیں آنے دے گا۔ میری رائے ہے، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں آپ پروردگار کی وحی کا انتظار کریں جو عرش سے فیصلہ ہو اسی کو قبول کرو، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی یہ رائے آئی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت فرمایا:

..... جزاك الله ابن خطاب

اللہ تجھے جزائے خیر دے تو نے میرے دل کی گرانی کو دور کر دیا ہے۔ اب یہ بات ہوئی ہے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اپنے گھر میں تھے بات ختم ہو گئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسجد سے اٹھے اور سیدھے عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر گئے اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے پوچھا عائشہ رضی اللہ عنہا کہاں ہے؟ فرمایا جس دن سے آئی ہے وہ اندر کے حجرے سے نہیں نکلتی، اس نے کچھ کھایا پیا نہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم اٹھ کر اندر چلے گئے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم دیا ر صدیق رضی اللہ عنہ میں:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب اندر پہنچے تو عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا مصلے پر بیٹھی ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم میرے سامنے آ کر مصلے پر بیٹھ گئے اور مجھے کہنے لگے..... یا عائشہ..... اے عائشہ..... و ان كنت اتممت بذنب..... اگر تجھ سے غلطی ہو گئی ہے..... فاستغفري الله وتوبى اليه..... تو اللہ تعالیٰ سے معافی مانگ لے میں بھی تیری معافی مانگوں گا۔

تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ مجھے اتنا غم تھا کہ اس غم میں حضرت یعقوب علیہ السلام کا نام بھول گئیں، میں نے کہا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! آج میری مثال یوسف کے باپ کی ہے کہ جب اس کا بیٹا کنوئیں میں گرا تھا تو اس نے کہا:

..... انما اشكوا بئى و حزنى الى الله

میرے دکھوں کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی ختم نہیں کر سکتا۔ اللہ تعالیٰ کے رسول اگر

میں کہوں کہ میں قصور وار ہوں تو سب مانیں گے، اگر میں کہوں کہ میں بے قصور ہوں تو شاید آپ میری بات کا یقین نہ کریں۔

خدا وکیل صفائی بنا:

پیغمبر واپس آئے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھ گئے، اور کہنے لگے ابو بکر رضی اللہ عنہ! میں نے عائشہ کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا ہے، جو آسمانوں سے وحی آئے گی، میں اس پر عمل کروں گا، بس اتنی بات آپ نے کہی تھی، چند لمحے گزرے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کے اثرات مرتب ہوئے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی اترنے لگی۔

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی اترتی تھی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے ماتھے پر پسینہ آ جاتا تھا، جب سردیاں ہوتی تھیں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چہرے پر کپڑا ڈال لیتے تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت والی چادر اپنے چہرے پر ڈالی، وحی اترنے لگی۔ اور ادھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے والد پوچھتا ہے عائشہ کیا کرتی ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہے، میں نے خدا کا دروازہ کھٹکھٹایا ہوا ہے، میں نے اللہ تعالیٰ کے دروازے پر دستک دی ہے، گویا یہ کہا ہوگا کہ ہائی کورٹ ناراض ہے، سپریم کورٹ میں میں نے اپیل کر دی ہے اب فیصلہ سپریم کورٹ سے کیا ہوتا ہے؟

چند لمحے کیسے گزرے ہوں گے ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت ام رومان رضی اللہ عنہا کے، کہ میری بیٹی کا اور اس کی آبرو کا کیا فیصلہ ہوگا، ابو بکر رضی اللہ عنہ گلیوں میں چل نہیں سکتا، اگر عائشہ رضی اللہ عنہا کی صفائی نہ آئی تو صدیق رضی اللہ عنہ مدینہ میں پھر نہیں سکتا۔

لیکن چند لمحوں کے بعد دنیا کے سردار نے چہرے سے نقاب اٹھایا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ چمک اٹھا، پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ تجھے مبارک ہو عائشہ رضی اللہ عنہا کی صفائی میں قرآن کی سترہ آیات اتر آئی ہیں۔

اور یہ آیت..... ان الذین جاؤا بالافک عصبۃ منکم لا تحسبوا شرکم بل هو خیر لکم..... اے میرے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم! جو تہمت عائشہ پر لگی ہے،

اس کو برانہ کہو، اس تہمت کا نتیجہ صحیح ہے، اگر تہمت نہ لگتی، عائشہ رضی اللہ عنہا کی صفائی میں قرآن نہ اترتا۔ اگر تہمت نہ لگتی، عائشہ کی صفائی عرش سے نہ آتی، اے میرے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم تہمت تو لگی ہے لیکن عائشہ کے حق میں بہتر ہوا ہے.....

بل هو خیر لکم لکل امری منہم ما اکتسب من الائم جن لوگوں نے تہمت لگائی، وہ تباہ ہو گئے، وہ جہنم میں گئے، کیا کہا..... والذی تولیٰ کبرہ..... جس نے اس تہمت کی پیروی کی جو بڑا تھا..... کبرہ..... کا معنی کہ جو بڑا سردار تھا، اس سے مراد عبد اللہ ابن ابی ہے، جس نے تہمت لگائی تھی۔

قرآن کہتا ہے..... منہم لہ عذاب عظیم..... اس کیلئے بہت بڑا عذاب مقرر کر دیا ہے کہ اس نے عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت کیوں لگائی؟ اور آگے قرآن کہتا ہے کہ اے میرے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم! تو مجھے بتا اب اس انداز کو دیکھو، قرآن نے کیا کہا؟

قرآن نے کہا..... لولا اذ سمعتموہ ظن المؤمنون والمؤمنات بانفسہم خیرا وقالوا هذا افک مبین..... جب کسی مومن کے پاس کوئی جھوٹی خبر لیکر جاتا ہے، تو آگے سے اسے کہنا چاہئے کہ یہ جھوٹا الزام ہے، کیوں؟..... لولا جاؤا علیہ باریعة شہداء..... پھر چار گواہ اس الزام کے جواب میں پیش نہیں کئے، تو پھر تم نے اس کی بات تسلیم کیوں کی ہے کہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر تہمت سچی ہے، اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! یہ بتاؤ کہ اگر چار گواہ عبد اللہ ابن ابی لے آتا تو پھر تو اگلی بات کرتا، چار گواہ نہیں آئے تھے تو تم نے اس تہمت کو مانا کیوں؟

لولا جاؤا علیہ باریعة شہداء فاذا لم یأتوا بالشہداء..... اگر وہ گواہ نہیں آئے..... فاولئک عند اللہ هم الفائزون..... تو اللہ عرش پر اعلان کرتا ہے کہ یہ تہمت لگانے والے جھوٹے ہیں اور عائشہ رضی اللہ عنہا سچی ہے۔

اور آگے کیا کہا..... اذ تلقونہ بالسنتکم و تقولون بافواہکم..... اے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم! ان افواہوں پر یقین کیوں کرتے ہو؟

مالیس لکم بہ علم..... جس بات کا تجھے علم نہیں ہے..... و تحسبونه
ہینا و هو عند اللہ عظیم..... اللہ تعالیٰ کے نزدیک تو یہ بہت بڑی بات ہے کہ بغیر
تحقیق کے اور بغیر گواہوں کے، تم عائشہ پر تہمت کو سچا سمجھنے لگو.....

ولولا اذ سمعتموه قلتم ما یكون لنا ان نتکلم بهذا..... اللہ تعالیٰ
فرماتا ہے کہ میں عرش پر اعلان کرتا ہوں سنو، دنیا کے لوگو تم بھی سنو، قیامت تک آنے
والو تم بھی سنو.....

سبحانک هذا بہتان عظیم..... یہ بہت بڑا بہتان ہے، حضرت عائشہ
صدیقہ رضی اللہ عنہا کا دامن پہلے بھی پاک تھا آج بھی پاک ہے۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی صفائی رحمٰن کی زبانی:

میرے بھائیو! جس عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی صفائی میں اللہ تعالیٰ کا قرآن اتر
رہا ہے، کوئی عام گواہی نہیں آئی۔ حضرت یوسف علیہ السلام پر تہمت لگی تو تین مہینے کے بچے نے
پنگھوڑے میں گواہی دی۔

قرآن کہتا ہے..... وشہد شاہد من اہلہا..... جب زلیخا نے کہا کہ یہ
یوسف میرے بارے میں برائی کا ارادہ کرتا تھا تو بچے نے کیا کہا اس نے کہا کہ اگر قمیض
پیچھے سے پھٹی ہے تو قصور زلیخا کا ہے اور اگر قمیض آگے سے پھٹی ہے تو قصور یوسف کا ہے
تو جب دیکھا تو قمیض پیچھے سے پھٹی ہوئی تھی۔

میرے بھائیو! حضرت مریم علیہا السلام پر تہمت لگی تو تین دن کے بچے نے پنگھوڑے
سے کہا، قرآن مجید کہتا ہے:

..... قال انی عبد اللہ اتنی الکتب و جعلنی نبیا ○.....

جب یوسف پر تہمت لگتی تو بچہ بولا

جب مریم پر تہمت لگی تو بچہ بولا

اور جب عائشہ پر تہمت لگی تو خدا بولا

کوئی جانور نہیں بولا، کوئی درخت نہیں بولا، کوئی اونٹ نہیں بولا، کیوں؟ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اگر صرف ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بیٹی ہوتی تو شاید قرآن نہ اترتا، عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا لباس ہے۔ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی طہارت ہے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سترہ آیات حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی صفائی میں اتار کر قیامت تک عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو عظمت عطا فرمادی۔

(ابن ہشام ذکر افک، صحیح بخاری و مسلم حدیث افک)

میرے بھائیو! یہ ہے وہ اعزاز جو اللہ تعالیٰ نے ہماری ماں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو عطا فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارا احقران کے ساتھ کرے۔ آمین

وَآخِرُ دَعْوَانَا اِنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ○



غزوة أحد

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

قُلْ لَوْ كُنْتُمْ فِي بُيُوتِكُمْ لَبَرَزَ الَّذِينَ كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ إِلَى مَضَاجِعِهِمْ وَلِيَبْتَلِيَ اللَّهُ مَا فِي صُدُورِكُمْ وَلِيُبَحِّصَ مَا فِي قُلُوبِكُمْ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ۝
 إِنَّ الَّذِينَ تَوَلَّوْا مِنْكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعَانِ إِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطَانُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوا وَلَقَدْ عَفَا اللَّهُ عَنْهُمْ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ حَلِيمٌ ۝
 يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ كَفَرُوا وَقَالُوا لِإِخْوَانِهِمْ إِذَا ضَرَبُوا فِي الْأَرْضِ أَوْ كَانُوا غُزًى لَوْ كَانُوا عِنْدَنَا مَا مَاتُوا وَمَا قُتِلُوا لِيَجْعَلَ اللَّهُ ذَلِكَ حَسْرَةً فِي قُلُوبِهِمْ وَاللَّهُ يُحْيِي وَيُمِيتُ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ۝

(پارہ ۴، سورۃ آل عمران، آیت: ۱۵۳ تا ۱۵۶)

بِسْمِ اللَّهِ
 الرَّحْمَنِ
 الرَّحِيمِ

ترجمہ:

”تو کہہ اگر تم ہوتے اپنے گھروں میں البتہ باہر نکلتے جن پر لکھ دیا گیا ہے مارا جانا، اپنے پڑاؤ پر، اور اللہ تعالیٰ کو آزمانا تھا جو کچھ تمہارے جی میں ہے، اور صاف کرنا تھا اس کا جو تمہارے دل میں ہے، اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے دلوں کے بھید۔ جو لوگ تم میں سے ہٹ گئے جس دن لڑیں دو فوجیں، سوان کو بہکا دیا شیطان نے ان کے گناہ کی شامت سے اور ان کو بخش چکا اللہ تعالیٰ، اللہ تعالیٰ بخشنے والا ہے تحمل کرنے والا، اے ایمان والو تم نہ ہو ان کی طرح جو کافر ہوئے اور کہتے ہیں اپنے بھائیوں کو جب وہ سفر کو نکلیں ملک میں یا ہوں جہاد میں، اگر رہتے ہمارے پاس تو نہ مرتے اور نہ مارے جاتے، تاکہ اللہ تعالیٰ ڈالے اس گمان سے افسوس ان کے دلوں میں، اور اللہ تعالیٰ ہی چلاتا ہے اور مارتا ہے اور اللہ تعالیٰ تمہارے سب کام دیکھتا ہے۔“

تمہید:

بزرگان محترم و برادران عزیز!

یہ سوال کا مہینہ ہے، اس میں اسلام کی تاریخ کا ایک اہم واقعہ پیش آیا اور وہ ہے جنگ اُحد، اور جنگ اُحد میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کا واقعہ پیش آیا، تو میں ان شاء اللہ جنگ اُحد کے حوالے سے آپ کے سامنے کچھ واقعات پر مشتمل ایمان افروز بیان کروں گا..... اور آئندہ جمعہ بھی ان شاء اللہ جنگ اُحد کا واقعہ بیان ہوگا، کیونکہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت ایک جمعہ میں بیان نہیں ہو سکتی، جنگ اُحد میں بہت سے ایسے واقعات پیش آئے..... کہ جن کو کئی جمعوں میں پھیلا یا جاسکتا ہے لیکن میں کوشش کروں گا کہ جنگ اُحد کا یہ عنوان دو حصوں میں ختم ہو جائے۔

اُحد کا معنی:

اُحد اصل میں اُحد سے ہے، علماء کرام کہتے ہیں کہ دنیا میں ایک اُحد پہاڑ ہے جو اللہ تعالیٰ کی یکتائی اور وحدانیت کا سب سے زیادہ ذکر کرتا ہے، اس لئے اس کو اُحد کہا جاتا ہے۔

مقام صحابہ رضی اللہ عنہم:

اور اُحد پہاڑ کا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ جنتیوں کے سامنے ذکر کریں گے اور علماء کہتے ہیں کہ اُحد پہاڑ کے نیچے سونا بھرا ہوا ہے، پیغمبر ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کی صبح تک آنے والے لوگ اُحد پہاڑ کے برابر سونا دیں اور میرے صحابہ رضی اللہ عنہم جو کی مٹھی خیرات کریں تو جو کی مٹھی کا ثواب اُحد پہاڑ کے سونے سے بڑھ جائے گا۔
میرے بھائیو! یہ نبی ﷺ نے کیوں فرمایا، اس جو کی مٹھی میں

ہیرے نہیں ہیں

جواہرات نہیں ہیں

موتی نہیں ہیں

اگر حبشے کا کالا بلال رضی اللہ عنہ جو کی مٹھی خیرات کرتا ہے اور مسلمان تو اُحد پہاڑ کے برابر سونا خیرات کرتا ہے تو اس جو کی مٹھی کا ثواب تیرے اُحد کے پہاڑ کے سونے سے اس لئے بڑھ جائے گا کہ اس نے ان ہاتھوں سے جو کی مٹھی دی ہے، یہ ہاتھ وہ ہیں کہ جنہوں نے پیغمبر ﷺ کے ہاتھوں کو چھوا ہے، یہ آنکھیں وہ ہیں کہ جن آنکھوں نے رسول اللہ ﷺ کے جمال جہاں آرائے نبوت کا دیدار کیا ہے، پیغمبر ﷺ کے جسم کو چھوا ہے۔

میرے بھائیو! قرآن اس جنگ کے متعلق کیا کہتا ہے، کتنی خوبصورت بات کرتا ہے، قرآن میں ہے: قل لو كنتم في بيوتكم لبرد الذين كتب عليهم القتل الى مضاجعهم اے دنیا کے لوگو تم آرام کی نیند گھروں میں سوتے ہو، تم عیش کرتے ہو، تم عشرت کرتے ہو، تمہیں کوئی تکلیف نہیں ہے، لیکن تم جانتے ہو محمد

صلی اللہ علیہ وسلم کی اس جماعت کو، جنہوں نے گرم بستر چھوڑ کر، جنہوں نے چھوٹے چھوٹے بچے چھوڑ کر، جنہوں نے بیویوں کے عشرت کدوں کو چھوڑ کر، قبروں کو آباد کیا، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کو سینے سے لگایا، یہ صحابہ رضی اللہ عنہم کا مقام ہے، یہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی جماعت ہے۔

اسباب غزوہ احد:

جنگ احد..... اسلام کی دوسری بڑی جنگ ہے، جو سترہ شوال ۳ھ کو پیش آئی، یہ جنگ مشرکین مکہ کے ساتھ تھی..... مشرکین مکہ جنگ بدر کی شکست کا بدلہ لینے کی تیاری کر رہے تھے..... انہوں نے بہت کوشش کی کہ کسی نہ کسی طریقے سے جنگ بدر کی شکست کا بدلہ لیں چونکہ بدر کی جنگ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بڑے بڑے دشمن مارے گئے..... ستر سردار، قریش کے جنگ بدر میں مارے گئے کوئی رات نہیں گزرتی تھی کہ جب عرب کے مشرک اور کافر اس جنگ کا بدلہ لینے کی تیاری نہ کریں، ساری ساری رات عورتیں روتی رہتی تھیں کہ ہائے کاش کوئی بدر کا بدلہ لینے کے لیے پیدا ہو..... صحابہ رضی اللہ عنہم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقابلہ کیا تھا جنگ بدر میں..... اس کے بعد تیاری شروع ہو گئی..... کہ ہم نے مدینہ میں بھی صحابہ رضی اللہ عنہم کو رہنے نہیں دینا، یہ تیاری ہوتی تھی۔ (زر قانی جلد ۲، صفحہ ۲۰)

ابتدائی معلومات:

جنگ احد کے کئی پہلو ہیں..... مدینہ منورہ سے چار پانچ میل کے فاصلے پر ایک پہاڑ ہے..... جس کا نام ہے ”احد“..... یہ جنگ اسی جگہ پر لڑی گئی، اس لیے اس جنگ کو جنگ احد کہتے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم پندرہ شوال جمعہ کے دن مدینہ منورہ اپنے گھر سے چلے..... نماز جمعہ ”مسجد جمعہ“ میں پڑھی، اللہ پاک آپ کو مدینہ منورہ لے جائے وہاں ایک مسجد ہے جس کا نام ہے ”مسجد جمعہ“۔

اس مسجد کو ”مسجد جمعہ“ اس لیے کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں نماز جمعہ ادا کی تھی اس دن..... جس وقت جمعہ فرض ہوا تھا، اس دن آپ نے وہاں پر نماز پڑھی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب جنگ احد میں جانے لگے تو اس مسجد میں جمعہ پڑھا..... اور یہاں سے

اُحد کے پہاڑ تک چار میل کا فاصلہ ہے، راستے میں دو جگہ پر آپ نے قیام فرمایا ان میں سے ایک جگہ میں نے دیکھی ہے، میں نے ۱۹۹۳ء میں عمرے کے موقع پر مدینہ منورہ کے ایک عالم ہیں شیخ محمد الیاس، پاکستانی ہیں..... میں نے انہیں کہا کہ شیخ آج کل آپ کیا کر رہے ہیں تو انہوں نے کہا میں آج کل مدینہ منورہ کی مساجد کی تاریخ لکھ رہا ہوں..... کہ مدینہ منورہ میں حضور ﷺ کے دور میں کون کون سی مساجد تھیں، بہت بڑے عالم ہیں، انہوں نے بہت سی کتابیں لکھی ہیں، تو میں نے کہا ایک میری خواہش ہے، انہوں نے کہا کیا خواہش ہے؟ میں نے کہا میری خواہش یہ ہے کہ آپ مجھے مدینہ منورہ میں وہ جگہ دکھائیں، جو حضور ﷺ کے دور سے لے کر اب تک ویسی کی ویسی ہو..... یعنی جس جگہ پر رسول اللہ ﷺ کی نظر کرم پڑی ہو..... وہ جگہ دکھائیں۔

انہوں نے کہا کہ جو تاریخ کی کتابوں میں لکھی ہے، ان میں ایک جگہ ہے اور انہوں نے مجھے بڑی معلومات دیں، انہوں نے یہ بھی بتایا کہ حضور ﷺ کے روضہ اقدس میں جو حضور ﷺ کی قبر کی جگہ ہے..... وہاں سے کافی نیچے آپ کی قبر ہے، جہاں قبر جالیوں سے نظر آتی ہے، وہاں قبر نہیں ہے، حضور ﷺ کے دور سے اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے دور سے لے کر آج تک کوئی نہیں جاسکا۔

ایک مرتبہ جب مسجد نبوی کی نئی تعمیر ہونے لگی..... تو کچھ کھدائی ہوئی جس کی وجہ سے حضور ﷺ کی قبر والی جگہ پر ایک دیوار کی کچھ اینٹیں گر گئیں ایک مستری دیوار کی اینٹیں اٹھانے نیچے گیا..... تو اسی وقت فوت ہو گیا..... وہ اس تجلی کی تاب نہیں لاسکا اور یہ جو گنبد ہے یہ اس جگہ پر ہے جہاں پر حضور ﷺ کی قبر ہے اور انہوں نے بہت بڑی عجیب و غریب تاریخ بتائی، بہت بڑے عالم تھے۔

مجھے کہنے لگے کہ رسول اللہ ﷺ کے دور سے ایک جگہ ویسی کی ویسی ہے..... میں نے کہا چلیں، وہ مجھے لے گئے..... تو آبادی کے درمیان میں بستی کے درمیان میں ایک پرانی مسجد تھی بالکل کسی کو پتہ نہیں تھا کہ مسجد ہے، چھوٹا سا اس کا مینار تھا..... مجھے وہاں لے گئے، کہنے لگے کہ اس جگہ پر، جگہ کا نشان بتایا کھڑے ہو کر رسول اللہ ﷺ نے

نماز ادا کی تھی اور کونسی نماز؟..... کہنے لگے نماز عصر..... حضور ﷺ جب جنگ احد کے لئے مدینہ سے نکلے تو راستے میں نماز عصر ادا کرنے کے لیے یہاں آپ ﷺ نے پڑاؤ ڈالا اور اسی وجہ سے اس جگہ پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مسجد بنادی تھی کہ رسول اللہ ﷺ نے یہاں پڑاؤ ڈالا..... تو میں نے وہاں اپنی بساط کے مطابق نماز پڑھی، دو نفل پڑھے، دعا مانگی اور مجھے محسوس ہوا کہ یہ برکت والی جگہ ہے، یہاں رسول اللہ ﷺ کے قدم ضرور آئے ہیں وہ آپ ﷺ کے قدموں والی جگہ تھی، بڑی برکت والی جگہ تھی اور حضور ﷺ کا گزر جس جس جگہ سے ہوا، جن لوگوں کو پرانی تاریخ کا پتہ ہے، وہ اب بھی جا کر دیکھیں گے تو ان کو برکات معلوم ہوں گی کہ یہاں سے دنیا کا سردار گزرا تھا، رسول اللہ ﷺ کا یہاں سے گزر ہوا تھا۔

تو میں کافی دیر تک وہاں بیٹھا رہا، گھنٹہ ڈیڑھ لگ گیا، ساتھی کہنے لگے کہ جلدی کرو، لیکن میں نے کہا کہ میرا جی نہیں چاہتا کہ یہاں سے چلوں مجھے ایسا سکون آتا تھا..... تو شیخ ریاض نے کہا یہ ایک تحفہ ہے حضور ﷺ کے دور کا جو میں آپ کو دے رہا ہوں۔

میں نے کہا کوئی اور چیز دکھاؤ، تو ہمارے ایک دوست تھے قاری عبداللطیف صاحب، انہوں نے کہا کہ میں حضور ﷺ کے دور کی ایک اور جگہ آپ کو دکھاتا ہوں، وہ مجھے گاڑی میں بٹھا کر مدینہ سے دس میل دور لے گئے اور وہاں جب ہم پہنچے تو وہاں پانی کا ایک چشمہ تھا، میں نے کہا یہ چشمہ کیسا ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ حضور ﷺ ایک لشکر کو لے کر یہاں سے گزرے تھے، لشکر نے یہاں پڑاؤ کیا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اونٹوں پر جو مشکیں ہیں پانی کی، ان میں پانی ختم ہو گیا ہے..... ان جانوروں کے لیے اور انسانوں کے پینے کے لیے پانی نہیں ہے، حضور ﷺ نے اپنا نیزہ اٹھا کر ایک جگہ پر مارا اور یوں کہا ابھی یہاں سے پانی نکلے گا۔

چنانچہ جب آپ نے نیزہ مارا، وہاں سے پانی کا چشمہ نکل پڑا، اور وہ تقریباً پندرہ سولہ سو صحابہ رضی اللہ عنہم کا لشکر تھا..... وہ اس چشمے سے پانی پینے لگے..... پانی میٹھا نکل آیا جس جگہ نیزہ مارا، تو جانوروں کیلئے بھی ایک علیحدہ چشمہ پانی کا نکل آیا، یعنی پتھروں

کی زمین سے پانی کا چشمہ نکل آیا..... تو مجھے شیخ الیاس اور قاری عبداللطیف لے گئے اور جس طرح کا وہ نشان تھا اسی طرح..... اب دیکھیں کہ وہ زمین کے تھوڑا سا نیچے پانی نکلتا ہوا نظر آ رہا تھا..... اور پانی کی سطح برابر تھی پانی نکالو، تو پانی اتنا ہی رہے گا، یعنی آپ ڈول بھر کر نکالیں پھر بھی پانی اتنا ہی رہے گا..... وہ کہتے ہیں حضور ﷺ کے دور سے یہ ایسے ہی ہے، جتنا مرضی پانی نکالو..... پانی اسی سطح پر باقی رہے گا، اور حضور ﷺ نے اپنے دور میں یہاں سے پانی نکالا تھا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے یہاں سے پانی پیا تھا..... تو بڑی ایمان افروز جگہ تھی، تو مجھے یہ واقعہ یاد آیا، ایمان تازہ ہوا..... میں نے وہاں سے پانی پیا اور کچھ پانی لایا بھی اور وہ پانی، جو میں نے وہاں پر پیا..... ایسا ذائقہ پانی کا کہیں نہیں دیکھا آج تک وہ حضور ﷺ کے دور سے ایسے چلا آ رہا ہے، عرب میں تو پانی بھی نہیں ہوتا تھا، لیکن جہاں آب زمزم ہے وہ بھی ایک پیغمبر کی ایڑی کی وجہ سے پانی نکلا تھا..... اور یہاں رسول اللہ ﷺ کے نیزہ مارنے کی وجہ سے پانی نکلا۔ تو یہ رسول اللہ ﷺ کی برکات ہیں..... مدینہ منورہ کے اطراف میں۔

جن لوگوں کو مدینہ منورہ کا تعارف ہو..... یا جن کو واقفیت ہو یا کوئی پرانا آدمی مل جائے..... تو وہ ان ساری جگہوں پر جاتے ہیں ابھی میرے استاد ہیں شیخ الحدیث مولانا عبدالمجید صاحب کھرور پکا والے..... انہوں نے مجھے کہا کہ اگر حکومت سعودیہ وزٹ ویزہ دے دے..... جس کی وجہ سے مکہ، مدینہ، جدہ کے علاوہ باقی جگہوں پر بھی آدمی جاسکتا ہے، بدر کے میدان میں باقی میدانوں میں بھی، اگر یہ ویزہ مل جائے تو میں آپ کو سعودی عرب کی وہ تمام جگہیں نشاندہی کر سکتا ہوں..... جہاں جہاں رسول اللہ ﷺ کے قدم آئے تھے، اسی لئے کہ ان کے پاس ساری کتابیں موجود ہیں، مطالعہ ہے..... تو میری کوشش ہے کہ شاید اس سال حج کے موقع پر حکومت ہمیں اجازت دے دے اور وہ ساری جگہیں ہم دیکھیں کہ جس جگہ آپ ﷺ نے رات کو قیام کیا..... جس جگہ آپ نے دن کو قیام کیا..... جس جگہ رسول اللہ ﷺ نے دو دن قیام کیا..... جہاں حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کی سواری گئی..... اور رسول اللہ ﷺ گئے..... تو ایک ایک جگہ کی نشاندہی

استادوں کے پاس ہے، وہ ایک مرتبہ پہلے ہو آئے ہیں..... تو اس لیے یہ بڑی برکت والی بات ہے..... خیر بات سے بات نکل آئی، میں عرض یہ کر رہا تھا کہ یہ جو غزوہ احد ہے جنگ احد..... احد ایسی جگہ ہے کہ جہاں رسول اللہ ﷺ نے پڑاؤ ڈالا اور راستے میں جتنی جگہیں ہیں..... وہ بھی برکات والی جگہیں ہیں۔

حضور ﷺ کی روانگی اور ابتدائی واقعات:

حضور ﷺ پندرہ شوال کو چلے۔ راستے میں آپ ﷺ نے ایک جگہ قیام کیا۔ سولہ تاریخ کو بھی راستے میں ٹھہرے اور سولہ کی شام ہی کو آپ میدان احد میں پہنچ گئے اور دشمن کا لشکر کتنا تھا؟ حضور ﷺ کو وہاں پتہ چلا۔

جب مدینہ منورہ سے حضور ﷺ باہر نکلے تو سارے صحابہ رضی اللہ عنہم کو بلایا اور پوچھا کہ اللہ کا حکم آچکا ہے، لڑائی کیسے کرنی ہے؟ مدینہ منورہ سے باہر نکل کر لڑائی لڑنی ہے یا مدینہ منورہ کے ارد گرد خندق کھود کر لڑائی کرنی ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا کہ میری رائے یہ ہے کہ مدینہ منورہ کے ارد گرد ہم بڑی بڑی خندقیں کھودیں اور ان خندقوں میں ہم بیٹھ جائیں اور دشمن کا مقابلہ خندق میں بیٹھ کر کریں، حضور ﷺ کی یہ اپنی رائے تھی۔

لیکن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اکثریت کی رائے یہ تھی کہ یہ جو اندر بیٹھ کر لڑائی لڑنا ہے، میدان جنگ اس سے قائم نہیں ہوگا، کچھ لوگ بدر میں جانے سے رہ گئے تھے، ان کو بڑا جوش تھا کہ ہم میدان میں اتریں، تلوار چلائیں..... لوگ ہمیں ماریں، ہم ان کو ماریں، خندقوں میں تو ایسا نہیں ہو سکتا تو ان کا جذبہ جہاد ایسا تھا کہ انہوں نے کہا نہیں، یا رسول اللہ ﷺ میدان میں لڑیں گے..... باہر جا کر لڑیں گے (طبقات ابن سعد جلد ۳ صفحہ ۱۶)..... حضور ﷺ نے ان کی رائے کو ترجیح دی، اچھا اب جو وہ چلنے لگے تو ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ آپ کی رائے پر ہمیں عمل کرنا چاہیے۔

حضور ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا پیغمبر ہتھیار باندھ کر اتارا نہیں کرتا۔ تمہاری رائے تھی کہ باہر جانا ہے تو باہر جانے کے لیے میں نے زرہ پہن لی اور

میں نے ہتھیار اٹھالیے، تو اب اگر خندق میں لڑنا ہے، تو مجھے ہتھیار نہیں اٹھانے پڑیں گے..... اور زرہ بھی نہیں پہننی پڑے گی اور پیغمبر ﷺ کے لیے حکم ہوتا ہے کہ وہ جب کسی جنگ میں تیاری کے لیے چل پڑتا ہے تو واپس آنے کی اجازت نہیں ہوتی، چنانچہ اب نبی ﷺ چل پڑے ہیں، اب نبی ﷺ نے تیاری کر لی ہے..... اس لیے اب پیچھے نہیں ہٹ سکتا، چنانچہ رسول اللہ ﷺ اسی طرح آگے بڑھے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ساتھ لے کر راستے میں پڑاؤ ڈالتے ہوئے آپ احد کے پہاڑ پر پہنچ گئے، اور وہاں آپ ﷺ نے احد کے پہاڑ پر قبضہ کر لیا، پہاڑ کے ارد گرد لشکر کو متعین کر دیا..... یہ بہت بڑا لشکر تھا۔

جب مدینہ منورہ سے صحابہ رضی اللہ عنہم چلے..... تو اس وقت تعداد تھی ساڑھے دس سو..... ایک ہزار پچاس آدمی تھے، جن میں منافقوں کا سردار عبداللہ ابن ابی بھی تھا اور چند قدم آگے چل کر وہ اپنے آدمیوں کو واپس لے آیا..... کہنے لگا چونکہ میری بات نہیں مانی گئی، اس لیے میں ساتھ نہیں چل سکتا۔ اس لیے آدھے راستے میں آ کر اس منافق نے پیغمبر ﷺ کا ساتھ چھوڑ دیا..... تو ساڑھے سات سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رہ گئے، اور مقابلہ تھا تین ہزار آدمیوں سے! (زاد المعاد جلد ۲، صفحہ ۹۳۔ سیرۃ ابن ہشام جلد ۲، صفحہ ۶۷)

مشرکین کی آمد:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا لشکر وہاں پہنچا، تو دو تین دنوں کے بعد دشمن کا لشکر بھی وہاں آ گیا..... جس کا سپہ سالار ابوسفیان تھا، اس لیے کہ ابو جہل بدر میں قتل ہو چکا تھا اور ابو جہل کے بعد سپہ سالار مشرکین مکہ نے بنایا ابوسفیان کو..... یہ وہی ابوسفیان ہیں جو سردار قریش تھے..... یہ وہی ابوسفیان رضی اللہ عنہ ہیں جو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے والد مکرم ہیں۔

حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے فتح مکہ کے موقع پر حضور ﷺ کا کلمہ پڑھ لیا..... اور ابوسفیان کی لڑکی ام حبیبہ رضی اللہ عنہا رملہ بنت ابی سفیان..... یہ رسول اللہ ﷺ کی بیوی تھیں..... اور پیغمبر ﷺ کی جو بیوی ہوتی ہے وہ امت کی ماں ہوتی ہے..... گویا کہ ابوسفیان کو

یہ اعزاز حاصل ہے کہ اس کی لڑکی پوری امت کی ماں بنی۔ اور ان کے لڑکے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پورے مسلمانوں کے خلیفہ بنے..... یہ بہت بڑا اعزاز ہے۔

ابوسفیان نے جنگ حنین میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مل کر اور اپنے بیٹے معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کے ساتھ مل کر دشمنوں کا مقابلہ کیا، اس جنگ حنین میں ابوسفیان رضی اللہ عنہ جو پہلے صحابی نہیں تھے..... اب صحابی بن گئے تھے..... تو حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی آنکھ میں تیر لگا اور آنکھ باہر آ گئی، حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے اپنی آنکھ کا ڈیلا اپنے ہاتھ پر رکھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے آئے، جنگ کے بعد..... کہنے لگے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ ڈیلا میرے ہاتھ میں ہے، اپنے نبوت والے ہاتھوں سے یہ ڈیلا اٹھا کر میری آنکھ میں دوبارہ لگا دیں..... حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابوسفیان رضی اللہ عنہ آنکھ کا ڈیلا چاہتا ہے یا جنت چاہتا ہے؟ تو ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے فرمایا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ڈیلا نہیں چاہیے مجھے جنت چاہیے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ڈیلے کو زمین میں دفن کر دے اس کے بدلے میں تجھے اللہ تعالیٰ جنت عطا فرمائے گا، یہ بہت بڑا اعزاز تھا، جو اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا۔ (الاصابہ جلد ۲، صفحہ ۱۷۹)

ایک ایسا وقت بھی تھا کہ یہی ابوسفیان رضی اللہ عنہ جنگ احد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلے میں آئے تھے اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا مقابلہ کر رہے تھے..... اور پھر یہی ابوسفیان تھا کہ فتح مکہ میں جب اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ پڑھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔

من دخل فی دار ابو سفیان فهو امن

جو ابوسفیان کے گھر آج داخل ہوگا..... اس کو بھی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم امن عطا فرمائیں گے..... یہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت ہے..... یہ ابوسفیان کا اعزاز تھا سردار قریش تھے، بہت بڑے سردار تھے۔ (مسلم باب فتح مکہ صفحہ ۱۰۴)

میٹرے بھائیو! ابوسفیان سردار اور فوج کے سپہ سالار تھے..... تین ہزار کا لشکر تھا، صحابہ رضی اللہ عنہم کی تعداد ساڑھے سات سو تھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود جنگ میں تھے، خود کارزار میں تھے۔

جنگ کے واقعات:

عرب میں رواج تھا کہ جب جنگ شروع ہوتی تو پہلے دشمن کی طرف سے آنے والا ایک سورما اعلان کرتا..... هل من مبارز؟ ہے کوئی مقابلہ کرنے والا؟ تو ابوسفیان نے اعلان کیا۔

هل من مبارز

”ہے کوئی مقابلہ کرنے والا؟“

سب سے پہلے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ میدان میں اترے، اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہاں میں محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مقابلہ کر رہا ہوں..... چنانچہ کافروں کا ایک نمائندہ آگے بڑھا، اس کا نام تھا عتبہ بن ورقہ، وہ آگے بڑھا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے میدان میں مقابلہ کیا، پہلے ہی وار میں عتبہ کا سر قلم کر دیا اور عتبہ کوزمین پر گرا دیا۔

پھر ایک دوسرا آدمی آیا، اس نے کہا..... هل من مبارز..... حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کا بھی سر قلم کر دیا۔

پھر تیسرا آیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کا بھی سر قلم کر دیا اور اسلام کی فوجوں نے نعرہ تکبیر بلند کیا، اس کے بعد پھر دشمن نے چڑھائی کی، دشمن آگے بڑھا تفصیلی واقعات کا موقع نہیں ہے۔ (زرقانی جلد ۲، صفحہ ۳۱)

حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی شہادت:

اس جنگ میں ساڑھے سات سو صحابہ رضی اللہ عنہم تھے..... ستر بڑے بڑے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس جنگ میں شہید ہوئے اور کچھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم گرفتار ہوئے..... یہی وہ جنگ ہے کہ جس جنگ میں حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ شہید ہوئے اور جب لوگ لاشوں کو جمع کر رہے تھے، تو مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی لاش پڑی تھی، صحابہ رضی اللہ عنہم نے آکر بتایا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مصعب کی لاش پڑی ہے، ہمارے پاس کفن کے لیے کپڑا پورا

نہیں، حضور ﷺ نے فرمایا کتنا کپڑا ہے؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے فرمایا اگر سر ڈھانپتے ہیں تو پاؤں ننگا ہو جاتا ہے..... پاؤں ڈھانپتے ہیں تو سر ننگا ہو جاتا ہے..... حضور ﷺ نے فرمایا اس کے سر کو ڈھانپ دو اور اس کے پاؤں کے اوپر گھاس ڈال دو، قیامت کے دن یہ گھاس بھی اللہ تعالیٰ کی عدالت میں اس کی شہادت کی گواہی دے گی۔

اور حضور ﷺ حضرت معصب بن عمیر رضی اللہ عنہ کا نام لے کر دعا کرتے تھے کہ اے اللہ میں معصب پہ راضی ہوں تو بھی راضی ہو جا، آپ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو نکل آئے، صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ آپ روتے ہیں؟ فرمایا میں اس لیے روتا ہوں کہ یہ وہ معصب بن عمیر رضی اللہ عنہ تھا، میرا کلمہ پڑھنے کے جرم میں اس کے تن بدن سے اس کے باپ نے کپڑے اتار لیے اور یہ دو کپڑے لے کر میرے پاس آیا تھا، آج اس کی لاش پہاڑ پر پڑی ہے، اس کیلئے کفن نہیں..... کفن پورا نہیں آتا..... اے اللہ! یہ سب کچھ تیرا کلمہ پڑھنے کی وجہ سے ہے، اے اللہ! میں بھی راضی ہوں تو بھی راضی ہو جا۔

(فیض الباری جلد ۲، صفحہ ۷۷۷)

انصار کا ایثار:

میرے بھائیو! اس جنگ میں حضور ﷺ کے قریب دشمن آگئے تو حضور اکرم ﷺ نے اعلان کیا اے صحابیو کون ہے تم میں جو محمد ﷺ پر جان دیتا ہے، یہ کہنے کی دیر تھی، انصار یوں کے سات بچے رسول اللہ ﷺ کے سامنے آ کر کھڑے ہو گئے پیغمبر ﷺ پر تیر آتا ہے، بچہ سامنے کھڑا ہے، تیر سینے میں لگتا ہے، بچہ شہید ہو جاتا ہے۔

پھر دوسرا آتا ہے وہ بھی شہید ہو جاتا ہے

پھر تیسرا آتا ہے وہ بھی شہید ہو جاتا ہے

پھر چوتھا آتا ہے وہ بھی شہید ہو جاتا ہے

انصار یوں کے سات بچے محمد ﷺ کے سامنے ذبح ہو گئے (صحیح مسلم جلد ۲،

صفحہ ۱۰۷۔ غزوہ احد) اور مجھے بنی اسرائیل کی قوم کا واقعہ یاد آیا کہ موسیٰ فرعون کا مقابلہ

کرنے کے لئے گئے۔

تو موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ بتاؤ تم میرے ساتھ چلنے کے لئے تیار ہو کہ نہیں؟
تو انہوں نے کہا..... فاذهب انت و ربك فقاتلانا ههنا قاعدون..... اے موسیٰ
تو جا اور تیرا خدا جا کر لڑو، ہم یہاں بیٹھتے ہیں، موسیٰ جب فرعون کے مقابلے میں آئے تو
قوم نے کہا کہ ہم نہیں چل سکتے۔

لیکن جب محمد ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کا مقابلہ دشمن سے ہوتا ہے تو انصار کا ایک
بچہ ذبح ہوا، پھر دوسرا ذبح ہوا، پھر تیسرا ذبح ہوا، پھر چوتھا ذبح ہوا، پھر پانچواں ذبح
ہوا، پھر چھٹا ذبح ہوا، پھر ساتواں ذبح ہوا، پھر صحابہ رضی اللہ عنہم کی جماعت نے پیغمبر ﷺ
تک تیر نہیں آنے دیا، ہلکے کر لئے تیر آنے نہیں دیا۔

مکان چھوڑ دیئے

مائیں چھوڑ دیں

باپ چھوڑ دیئے

دنیا کی الفت چھوڑ دی لیکن مصطفیٰ ﷺ کا دامن نہیں چھوڑا۔

یہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی محبت ہے، کسی پیغمبر کے امتیوں نے اس طرح رسول اللہ ﷺ
کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرح نبی پر جان نہیں دی، جس طرح اُحد میں انصاریوں کے
سات بچے رسول اللہ ﷺ کے سامنے آ کر ذبح ہو گئے، لیکن کملی والے تک تیر نہیں آنے
دیا۔ (مسلم جلد ۲، صفحہ ۱۰۷۔ باب غزوہ اُحد۔ البدایہ والنہایہ جلد ۴، صفحہ ۲۶)

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی محبت رسول:

حضور ﷺ نے حضرت نعمان سے کہا کہ نعمان جاؤ اور انصار کے سردار سعد بن
ربیع رضی اللہ عنہ کو تلاش کر کے لاؤ، عین جنگ کے درمیان، اور فرمایا کہ جہاں تمہیں سعد بن
ربیع رضی اللہ عنہ ملے اسے میرا سلام کہنا، اور اسے کہنا کہ رسول اللہ ﷺ نے تجھے سلام بھیجا ہے۔
میں قربان جاؤں سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کے قدموں کی مٹی پر کہ جس کو رسول اللہ

ﷺ نے سلام بھیجا۔

نعمان کہتے ہیں کہ میں نے پورے لشکر میں سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کو تلاش کیا مجھے سعد رضی اللہ عنہ نہ ملا، میں نے کہا کہ میں لاشوں میں دیکھتا ہوں لاشوں میں بھی سعد نہ ملا، میں نے زخمیوں میں دیکھا تو میں کیا دیکھتا ہوں کہ بہت سے زخمی پہاڑ کی اوٹ میں پڑے ہوئے ہیں اور ان میں سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ بھی تڑپ رہا ہے، میں قریب چلا گیا، میں نے سعد بن ربیع کو پہچانا، اس کے چہرے پر لہو تھا، اس کے کپڑے خون آلود تھے، سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ تڑپ رہا تھا، میں نے جب اس کے سامنے جا کر کہا کہ سعد تجھے رسول اللہ ﷺ نے سلام بھیجا ہے ہائے نعمان کہتا ہے کہ میں وہ منظر بتا نہیں سکتا کہ سعد بن ربیع کا چہرہ خوشی سے چمک اٹھا کہ نبی ﷺ نے سلام بھیجا ہے پیغمبر ﷺ نے سلام بھیجا ہے، سعد رضی اللہ عنہ نے کہا نعمان، رسول اللہ ﷺ کا کیا حال ہے؟ بتایا کہ پیغمبر ﷺ خیریت سے ہیں تو سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ نے پوچھا کیا بات ہے؟ تو نعمان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ تمہیں بلا تے ہیں، پیغمبر ﷺ بلا تے ہیں۔

میرے بھائیو! جس کو نبی ﷺ بلائے، جس کو نبی ﷺ سلام بھیجے، تو مرجائے تیرے رشتہ دار روئیں، میں مرجاؤں میرے رشتہ دار روئیں، میں ان لوگوں کے قدموں پر کیوں نہ قربان ہو جاؤں کہ جن کی شہادتوں پہ رسول اللہ ﷺ روئے، جن کی شہادتوں پہ پیغمبر ﷺ نے آنسو بہائے۔

حضرت سعد ابن ربیع رضی اللہ عنہ نے جب نبی ﷺ کا حکم سنا تو وہ زخمی شیر کی طرح اٹھنے لگا، حضرت نعمان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ وہ اٹھ نہ سکا، بار بار اٹھتا ہے، اٹھ نہ سکا، اٹھتا ہے پھر گر جاتا ہے، تڑپتا ہے پھر گر جاتا ہے، سارا جسم تیروں سے چھلنی ہے، چہرے پر زخم ہیں، نبی ﷺ کا حکم ہے پھر اٹھتا ہے پھر گر جاتا ہے، پھر اٹھتا ہے، جب وہ ہار گیا اور زندگی کی بازی ہارنے لگا، تو اس نے حضرت نعمان رضی اللہ عنہ کا بازو پکڑ لیا، دامن پکڑ لیا، اس نے کہا کہ میرے پیغمبر ﷺ کو جا کر میرا سلام کہنا اور بتانا کہ سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ دنیا سے جا رہا تھا، اس کے جسم سے لہو بہہ رہا تھا، آخری وقت میں اس نے دعا کی تھی:

”اے اللہ! قیامت کے دن پیغمبر ﷺ کا رفیق بنا۔“

یہ دعا کر کے وہ کہتا ہے کہ نعمان میری وصیت یاد رکھو، میں تمہیں وصیت سناتا ہوں ابھی میری جان نکل رہی ہے، لیکن میری وصیت سنو کہ میری قوم کے انصاریوں کو جمع کرنا اور جمع کر کے کہنا کہ تمہارا سردار محمد ﷺ کی آبرو پر کٹ گیا پیغمبر ﷺ کی عزت پر کٹ گیا ہے۔

انصاریو اگر تم نے نبی ﷺ کا ساتھ چھوڑ دیا، اگر تم نے پیغمبر ﷺ پر سب کچھ نہ لٹایا تو میں قیامت کے دن تمہارا گریبان پکڑ لوں گا۔

انصاریو! پیغمبر ﷺ پر آنچ نہ آئے، نبی اکرم ﷺ پر تیر نہ آئے، پیغمبر ﷺ پر دکھ نہ آئے، یہ کہتا ہوا، سعد کلمہ پڑھتا ہوا، جام شہادت نوش کر کے دنیا سے رخصت ہو جاتا ہے۔

حضرت نعمان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میری چیخ نکل گئی کہ یہ دیکھو زخمی تھا، شہید ہو رہا ہے، اس نے وصیت میں اپنے باپ کو نہیں بلایا، اپنے بھائی کو نہیں بلایا، اپنے رشتے دار کو نہیں بلایا، اپنی جائیداد کا نہیں بتایا، یہ شہید ہو رہا ہے پیغمبر ﷺ کی عزت کا درس دے رہا ہے، نبی ﷺ کی آبرو پر کٹ رہا ہے، نبی ﷺ کی عزت پر مٹ رہا ہے، لیکن اس کو کسی چیز کا خیال نہیں آیا۔

حضرت نعمان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں اس وقت روتا ہوا پیغمبر ﷺ کے پاس آیا، نبی ﷺ کو سارا واقعہ سنایا، پیغمبر ﷺ نے رو کر ہاتھ اٹھائے کہ اے اللہ میں سعد سے راضی ہوں تو بھی راضی ہو جا۔ (زرقانی جلد ۲، صفحہ ۴۹۔ ابن ہشام جلد ۲، صفحہ ۸۶)

جو عشق نبوی ﷺ میں کٹے:

میرے بھائیو! جنگ ختم ہو گئی اس جنگ کے بعد میں (نعمان) مدینہ منورہ میں ایک گلی سے گزر رہا تھا تو میں نے کیا دیکھا کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اپنے مکان سے باہر ایک چبوترے پر چٹائی پر لیٹے ہوئے ہیں، میں قریب ہوا میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک چھوٹی سی بچی صدیق رضی اللہ عنہ کے سینے پر کھیل رہی ہے اور ابو بکر اس بچی کو چومتے ہیں، سینے

سے لگاتے ہیں۔

حضرت نعمان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ یہ بچی کس کی ہے، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے رو کر کہا یہ حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کی یتیم بچی ہے۔

حضرت نعمان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میری چیخ نکل گئی، میں نے کہا کہ اے اللہ! دنیا میں ایسے آدمی بھی آئے کہ شہادت کے وقت اسے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال آیا، یہ یتیم بچی یاد نہیں آئی، اس نے یہ نہیں کہا کہ میری اس یتیم بچی کا خیال کرنا، یہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں۔ (زرقانی جلد ۲، صفحہ ۹۵)

حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ:

میرے بھائیو! یہی جنگ اُحد ہے کہ جس جنگ میں بڑے ایمان افروز واقعات ہیں، جتنے ایمان افروز واقعات جنگ اُحد کے ہیں..... کسی اور جنگ کے نہیں۔ ایسی ایسی شہادتیں، ایسے ایسے لوگوں نے جان قربان کی کہ انسان درطہ حیرت میں رہ جاتا ہے، کچھ نہیں سوچتا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عشق سوچتا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سوچتی، پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا دین سوچتا..... سب کچھ چھوڑ دیا، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کو نہیں چھوڑا۔

تو میرے بھائیو! حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ بھی اس غزوہ کے ایک شہید ہیں..... جنگ کے بعد جب ان کی لاش سامنے آئی، عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ پاؤں سے لنگڑاتے تھے اور میدان جنگ میں شہید ہو گئے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ کے لڑکوں سے کہا کہ اپنے باپ کی لاش کو اٹھا کر اونٹ پہ رکھو اور لاش کو مدینہ لے جاؤ معذور ہیں، گھر والے یہاں آ کر منہ نہیں دیکھ سکتے، یہاں آ کر جنازہ نہیں پڑھ سکتے۔ گھر لے جاؤ۔

حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ کی لاش کو اٹھا کر جب اونٹ پہ رکھا گیا..... اونٹ اٹھتا نہیں تھا، اونٹ بیٹھا ہے..... سارے صحابہ رضی اللہ عنہم نے زور لگا لیا کہ اونٹ اٹھے..... اونٹ نہیں اٹھتا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹوں نے جا کر کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہمارے والد کی

جس کجاوے پر لاش موجود ہے وہ اونٹ نہیں اٹھتا۔

حضور ﷺ نے فرمایا اچھا ٹھہر و اونٹ کو نہ اٹھاؤ..... لاش کو نہ لے جاؤ..... اور بیٹے سے کہا بتاؤ تمہارے والد نے گھر سے نکلنے سے پہلے کوئی دعا بھی مانگی تھی؟ تو بیٹے نے کہا ہاں یا رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ سے چلتے ہوئے میرے والد نے یہ دعا مانگی تھی۔

اللھم ارزقنی الشهادة ولا تردنی الی اہلی

حضور ﷺ نے فرمایا بیٹو تمہارے والد کی یہ دعا قبول ہو چکی ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے اونٹ کو کہہ دیا ہے کہ اس لاش کو لے جانے کی اجازت نہیں..... اس لیے عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ کی لاش کو احد کے شہداء میں دفن کر دو، چنانچہ ایک ہی جگہ پر ستر شہداء کی لاشوں کو رکھا گیا اور ایک ہی مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی نماز جنازہ ادا کی۔

اس واقعہ سے علماء مسئلہ نکالتے ہیں کہ اگر دس آدمی بھی مرے ہوں تو بیک وقت ایک ہی مرتبہ دس آدمیوں کا جنازہ ہو سکتا ہے، کیونکہ احد کے شہداء کا جنازہ پیغمبر ﷺ نے ستر آدمیوں کا جنازہ تنہا سامنے رکھ کر ایک ہی مرتبہ ادا فرمایا، اور شہیدوں کو غسل نہیں دیا جاتا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی شہید کو غسل نہیں دیا گیا، سوائے ایک صحابی رضی اللہ عنہ کے۔ (سیرۃ ابن ہشام جلد ۲، صفحہ ۹۰۔ استیعاب جلد ۲، صفحہ ۵۰۳)

حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ غسیل الملائکہ:

ایک صحابی رضی اللہ عنہ جن کا نام تھا حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ، ان کو غسل کیوں دیا گیا کہ جب جنگ احد میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر مشکل آئی..... دشمن کی یلغار زیادہ تیز ہوئی..... تو حضور ﷺ نے مدینہ منورہ میں پیغام بھیجا کہ مدینہ کے لوگو جو جو آدمی مدینہ میں رہ گیا ہے رسول اللہ ﷺ کا اعلان ہے کہ سارے کام چھوڑ کر جنگ احد میں پہنچیں، احد کے میدان میں پہنچیں۔

یہ اعلان ہوا، تہجد کے وقت ایک صحابی رضی اللہ عنہ کی اپنی بیوی کے ساتھ ایک رات

گزری تھی، ایک دن پہلے نکاح ہوا اور وہ رات ان کی شب زفاف تھی..... جگہ عروسی میں تھے، بیوی کے ساتھ ایک رات گزاری..... ایمان دیکھو تہجد کا وقت ہے بستر سے اٹھے، غسل کرنے کے لئے غسل خانے میں آئے..... کپڑے اتار دیئے تھے..... کپڑا کوئی نہیں تن پہ..... پانی رکھا ہوا ہے اور غسل کرنے کے لئے پانی ڈالنے لگے تو کان میں صحابی رضی اللہ عنہ کی آواز آئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام ہے کہ جو آدمی جس حالت میں ہے، وہ اپنے آپ کو اسی وقت تیار کر کے احد کے میدان میں پہنچیں اور گھر میں کوئی آدمی بیٹھا نہ رہے، اب دیکھو غسل بھی تو کر سکتے تھے اسی وقت پانی ڈال کر غسل کر لیتے، لیکن حکم پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا کان میں آیا..... غسل نہیں کیا کپڑے اتارے ہوئے، دوبارہ پہن کر باہر آ گئے، فوراً میدان جنگ میں پہنچے، لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔

یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عشق ہے..... یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی محبت ہے..... یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا پیار ہے۔

ستر صحابہ رضی اللہ عنہم ذبح ہو گئے، جان کا نذرانہ دے کر پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں پہ قربان ہو گئے۔ (زاد المعاد جلد ۲، صفحہ ۹۴)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دندان مبارک:

اسی جنگ احد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ماتھے پہ خود چبھ گیا..... حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دندان مبارک شہید ہو گئے تھے، خود نکلتا نہیں تھا اور ایک پانی کی جگہ پر آپ کے دندان اور آپ کا خون صاف کیا جا رہا تھا تو ایسے وقت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے یہ لفظ نکلا۔

کیف یفلح قوما شجوا نبیا

وہ قوم کیسے کامیاب ہوگی، جس نے اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ زخمی کر دیا..... حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سر اقدس پر پانی ڈالے جاتی تھیں اور روتی جاتی تھیں، یہ واقعہ بھی چشم فلک نے دیکھا..... اس وقت قرآن کی یہ آیت اتری۔

لیس لك من الامر شیی

جب پتہ چلا کہ دشمن نے کچھ صحابہ رضی اللہ عنہم کی لاشوں کا مثلہ کیا..... تو حضور ﷺ نے فرمایا۔ ”ایک صحابی رضی اللہ عنہ کے بدلے میں دس دس آدمیوں کی لاشوں کا مثلہ کروں گا“ تو اللہ تعالیٰ نے قرآن کی آیت اتاری:

ليس لك من الامم شيء

اے پیغمبر ﷺ آپ ﷺ کو تجاوز کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ ایک کے بدلے میں آپ دس کیسے کریں گے؟ آپ ﷺ کو کہنے کی اجازت نہیں ہے کہ میں اتنا بدلہ لوں گا۔

میرے بھائیو! ستر صحابہ رضی اللہ عنہم شہید ہوئے، چھوٹے چھوٹے بچے قربان ہو گئے، چھوٹے چھوٹے بچوں نے جان کے نذرانے دیئے۔ اُحد کا پہاڑ خون آلود ہو گیا، لاشیں تڑپتی رہیں، کسی کا ہاتھ نہیں..... کسی کا پاؤں نہیں..... کسی کا بچہ یتیم ہو گیا۔ کسی کی بیوی بیوہ ہو گئی..... کسی کی حویلیاں اُجڑ گئیں..... کوئی اپاہج ہو گیا..... لیکن وہ کہتے تھے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کا چہرہ دیکھتے ہیں، ساری مصیبتیں دور ہو جاتی ہیں۔
(بخاری جلد ۲، صفحہ ۵۸۲۔ مسلم جلد ۲، صفحہ ۱۰۸)

صحابی رسول ﷺ کی آخری خواہش:

ایک صحابی جنگ اُحد میں پہاڑ کے نیچے زخمی پڑے تھے، انہوں نے پانی کے مشکیزے والے کو بلایا اور پانی کے مشکیزے والے، میری بات سنو، پانی والا قریب چلا گیا، اس نے کہا پانی چاہیے؟..... اس نے کہا نہیں میرا آخری وقت ہے، اس نے کہا دوائی چاہیے؟..... اس نے کہا نہیں دوائی بھی نہیں چاہتا۔

اس نے کہا کیا چاہتے ہو؟ اس نے کہا میرا آخری وقت ہے، میرا لہو بہہ رہا ہے اور میں جنت کی خوشبو پا رہا ہوں، میری ایک خواہش ہے کہ مرنے سے پہلے ایک مرتبہ رسول اکرم ﷺ کا چہرہ دیکھ لوں..... حدیث میں آتا ہے کہ اس پانی کے مشکیزے والے نے مشک زمین پر رکھی اور اس زخمی صحابی رضی اللہ عنہ کو اٹھا کر حضور ﷺ کے پاس لے گیا حضور

ﷺ کا چہرہ دیکھ کر اس زخمی صحابی نے کہا مجھے نیچے اتار دے..... اور پیغمبر ﷺ کو دیکھ کر کہا!

فزت ہرب الکعبہ

کعبہ کے رب کی قسم میں کامیاب ہو گیا..... جب نبی ﷺ کا چہرہ دیکھا تو کامیاب ہو گیا، اب یہ گھسٹا ہوا حضور ﷺ کے قریب پہنچا، حضور ﷺ ایک پہاڑ کے اوپر تشریف فرما تھے، آپ کے قدم نیچے لٹک رہے تھے تو یہ گھسٹا ہوا پیغمبر ﷺ کے قریب پہنچا اور اپنے رخساروں کو پیغمبر ﷺ کے پاؤں کے تلوے سے لگا دیا، حضور اکرم ﷺ نے دیکھا حضور اکرم ﷺ نے فرمایا لوگو یہ تو زیادہ بن سکتا ہے، جس نے جنتی دیکھنا ہو زیادہ دیکھ لے یہ سیدھا جنت جا رہا ہے۔ (سیرت ابن ہشام جلد ۲) اس کو کسی شاعر نے زبان حال سے منظوم کیا:

نکل جائے دم تیرے قدموں کے نیچے
یہی دل کی حسرت یہی آرزو ہے

یہ صحابہ رضی اللہ عنہم کا عشق ہے، آج دشمن صحابہ کہتا ہے کہ سارے صحابہ کافر تھے سارے صحابہ پیغمبر ﷺ کے دشمن تھے، سارے صحابہ نبی ﷺ کو چھوڑ گئے تھے مجھے بتاؤ کہ ساڑھے سات سو صحابہ رضی اللہ عنہم کیا اُحد کے میدان میں پیغمبر ﷺ کے ساتھ شریک نہیں ہوئے تھے؟..... جنگ بدر میں تین سو تیرہ نہیں گئے تھے؟..... اگر صحابہ رضی اللہ عنہم کے دل میں ایمان نہیں تھا تو بدر میں تین سو تیرہ نہیں گئے؟ اُحد کے میدان میں ساڑھے سات سو کیوں گئے؟ خیبر کی لڑائی میں انیس ہزار کیوں گئے؟ تبوک کی جنگ میں تیس ہزار کیوں گئے؟ حنین کے معرکے میں بارہ ہزار کیوں گئے؟ اگر ان کے دل میں ایمان نہیں تھا؟ تو بچے یتیم کرانے کیوں گئے؟ بیویوں کو بیوہ کرانے کیوں گئے، حویلیاں کیوں اجاڑیں؟ قربان کیوں ہوئے، سب کچھ کیوں لٹایا؟ مال کیوں لٹا دینے؟ اپنے آپ کو کیوں لٹایا؟..... اپنے آپ کو تلواروں کے حوالے کیوں کیا؟..... ایمان نہ ہو تو ایسے ہوتا ہے؟ جو شخص پیغمبر ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کو برا بھلا کہتا ہے..... لاشک کافر ہے اس

لئے کہ پیغمبر ﷺ کی ساری شریعت نبی ﷺ کا سارا دین، پیغمبر ﷺ کا سارا اسلام پیغمبر ﷺ کی ساری تعلیمات کو پوری کائنات تک پہنچانے والے رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں۔

یہ قرآن جو آج ہمارے پاس پہنچا ہے کہاں سے آیا؟ صحابہ رضی اللہ عنہم سے
اسلام کہاں سے آیا؟ صحابہ رضی اللہ عنہم سے
حدیث کہاں سے آئی؟ صحابہ رضی اللہ عنہم سے
صحابہ رضی اللہ عنہم نہ ہوں تو اسلام آپ کے پاس پہنچتا ہے؟
سب سے بڑی قربانی دنیا میں دینے والے صحابہ رضی اللہ عنہم ہیں، نبی ﷺ کے بعد
صحابہ رضی اللہ عنہم بہادر تھے، اس کے بارے میں حضور ﷺ کی ایک حدیث ہے، حضور ﷺ
نے فرمایا!

الناس معادن او كمعادن الذهب والفضة خيارهم
فی الجاهلیة خيارهم فی الاسلام۔ (بخاری ج ۱ ص ۹۳۶)
لوگوں کی مثال سونے کی ہے، چاندی کی ہے، پیتل کی ہے، جو کلمہ پڑھنے سے
پہلے سونا ہے وہ کلمہ پڑھنے کے بعد بھی سونا ہے، جو کلمہ پڑھنے سے پہلے عزت والا ہے، وہ
کلمے کے بعد بھی عزت والا ہے، جو کلمہ پڑھنے سے پہلے بہادر ہے وہ کلمے کے بعد بھی
بہادر ہے، جو کلمے سے پہلے شریف ہے وہ کلمے کے بعد بھی شریف ہے، جو کلمے سے پہلے
جنگ جو ہے وہ کلمہ کے بعد بھی جنگ جو ہے۔

اس لئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ اے اللہ! اگر تو اسلام کو عزت دینا
چاہتا ہے یا عمر بن خطاب دے دے یا عمرو بن ہشام دے دے، یعنی پیغمبر ﷺ نے کفر
میں سے دو آدمیوں کو کیوں مانگا کہ وہ کفر میں بہادر تھے، جب اسلام میں آئے تو اس
وقت بھی وہ بہادر تھے۔

میرے بھائیو! یہ حدیث اصل میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر فٹ ہوتی ہے کہ
حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ جب پیدا ہوئے تو ان کی ماں نے کہا کہ میرے بیٹے کا سر بہت بڑا

ہے اور بڑا سرداروں کا ہوتا ہے، یہ میرا بیٹا سردار بنے گا، کفر کی حالت میں تھے لیکن ماں سردیکھ کر کہہ رہی ہے کہ میرا بیٹا کسی قوم کا سردار بنے گا، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے سردار ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے لڑکے تھے۔

حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کا نام تھا حرب بن امیہ، ابوسفیان رضی اللہ عنہ تو کنیت تھی۔

ابوسفیان رضی اللہ عنہ جلیل القدر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے والد کا نام ہے۔

☆..... ابوسفیان رضی اللہ عنہ سردار مکہ کا نام ہے

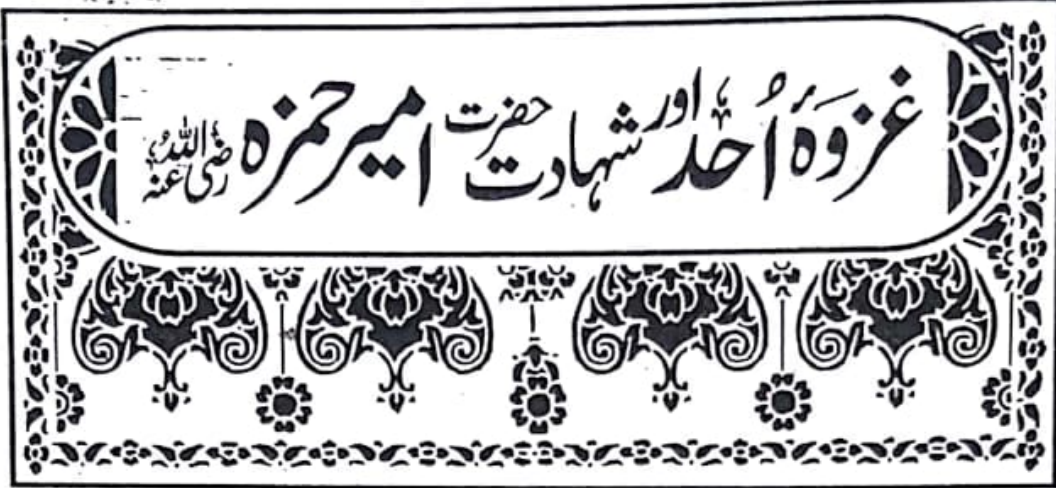
☆..... ابوسفیان رضی اللہ عنہ سردار قریش کا نام ہے

☆..... ابوسفیان رضی اللہ عنہ چالیس قبیلوں کے سردار کا نام ہے

میرے بھائیو! صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی لازوال قربانیوں سے تاریخ اسلام کی جبین روشن ہے، اور انہی کی وجہ سے اسلام ہم تک پہنچا، دعا فرمائیں کہ اللہ ہمیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مقام و مرتبے کو سمجھنے کی توفیق دے۔ (آمین)

وَآخِرُ دَعْوَانَا اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝





بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءُ
عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ ۖ فَرِحِينَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ
وَيَسْتَبْشِرُونَ بِالَّذِينَ لَمْ يَلْحَقُوا بِهِمْ مِنْ خَلْفِهِمْ
أَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۝

(پارہ ۴، سورۃ آل عمران، آیت: ۱۶۹، ۱۷۰)

ﷺ
العظیم

ترجمہ:

”اور تو نہ سمجھ ان لوگوں کو جو مارے گئے اللہ تعالیٰ کی راہ میں
مردے، بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس کھانے پیتے، خوشی
کرتے ہیں، اس پر جو دیا ان کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے اور
خوش ہوتے ہیں ان کی طرف سے جو ابھی تک نہیں پہنچے ان کے
پاس ان کے پیچھے سے۔ اس واسطے کہ نہ ڈر ہے ان پر اور نہ اُن
کو غم۔“

تمہید:

بزرگان محترم! آپ حضرات کے سامنے گزشتہ جمعہ جنگ اُحد کے موضوع پر بیان ہوا تھا، غزوہ اُحد اسلام کا وہ غزوہ ہے جس میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عظمت..... صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شہادتیں..... اور ان کا اعزاز..... ان کے بارے میں قرآنی آیات کا نزول یہ بھی ایک تاریخی اعزاز ہے۔

ماہ شوال کے متعلق ایک بات:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ حضور ﷺ کی شادی بھی شوال کے مہینے میں ہوئی اور حدیث شریف میں آتا ہے کہ مشرکین مکہ کا عقیدہ تھا کہ شوال منحوس مہینہ ہے، اس میں مشرکین مکہ شادی نہیں کرتے تھے، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ میرا کوئی مہینہ منحوس نہیں، کوئی دن منحوس نہیں، چنانچہ اس اعلان کے بعد سب سے پہلی شادی رسول اللہ ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کی، اور ایک باطل اور کفر کا عقیدہ غلط ثابت ہو گیا کہ شوال کی شادی میں نحوست ہوتی ہے۔

قرآن پاک کی جو آیات کریمہ میں نے آپ کے سامنے تلاوت کی ہیں ان آیات کریمہ میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے جنگ اُحد کا واقعہ بیان فرمایا ہے، قرآن پاک کا ارشاد ہے۔

ولا تحسبن الذين قتلوا في سبيل الله امواتاً
جو لوگ اللہ کے راستے میں ذبح کر دیے گئے انہیں مردہ خیال نہ کرو،

بل احياء عند ربهم يرزقون ○

بلکہ وہ زندہ ہیں اور ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے رزق عطا کیا جاتا ہے
شہادت کے بعد، اس کا اعلان اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا،..... اور آگے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

فرحين بما آتاهم الله من فضله

وہ بڑے خوش ہیں اللہ کے پاس اللہ تعالیٰ کے پاس ان کی خوشی کی انتہاء نہیں ہے، جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہیں فضل اور نعمتیں عطا ہوتی ہیں..... اس پر وہ اتنے خوش ہیں..... کہ دنیا میں ایسے کبھی خوش نہیں ہوئے تھے۔

جنت میں شہداء کا مطالبہ:

حضور ﷺ نے ایک حدیث میں فرمایا کہ قیامت کے دن شہداء سے اللہ پاک فرمائیں گے اے شہید وتم مانگو کیا مانگتے ہو؟ تو شہید یہ کہیں گے کہ اے اللہ ہمیں کسی چیز کی ضرورت نہیں، اللہ تعالیٰ فرمائیں گے جنت کا کوئی مکان مانگو..... کوئی اعلیٰ درجہ مانگو..... کوئی اعلیٰ چیز مانگو..... اور جنت کے اندر جو سب سے اعلیٰ مقام ہے جہاں جا کر انسان کی آرزو ختم ہو جائیں گی..... اس کا نام ہے رضوان، رضوان عربی زبان میں خوشی کو کہتے ہیں، اچھی جگہ کو کہتے ہیں، تروتازہ جگہ کو کہتے ہیں، لیکن اصطلاح شریعت میں رضوان سے مراد وہ جگہ ہے جہاں جنت میں جا کر انسان کی تمنائیں ختم ہو جائیں گی..... اس جگہ کا نام ہے رضوان، تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن مقام رضوان بھی شہید نہیں مانگیں گے..... شہید یہ نہیں کہیں گے ہمیں رضوان عطا کر، بلکہ شہید ایک اور بات کہیں گے اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے فرمایا ہے کہ قیامت کے دن شہداء خوش ہوں گے اور دنیا کے اندر بھی جب کوئی آدمی شہید ہوتا ہے اس کی روح بڑی خوش ہوتی ہے، قرآن کہتا ہے۔

فرحین بما آتھم اللہ من فضله

اللہ تعالیٰ نے جتنی نعمتیں ان شہیدوں کو دے دی ہیں، اس پر وہ بڑے خوش ہوں گے کتنے خوش ہوں گے؟ فرمایا!

ویستبشرون بالذین لم یلحقوا بہم من خلفہم

وہ شہید اپنے پیچھے آنے والوں کو خوشخبریاں دیں گے، کہ تمہیں پتہ نہیں شہادت کا کیا مزہ ہے؟ تمہیں نہیں پتہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں گردن کٹوانے میں لطف

کیا ہے، وہ لوگوں کو خوشخبریاں دیں گے۔..... تو حضور ﷺ نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ ان لوگوں سے سوال کریں گے..... پوچھیں گے کہ بتاؤ تمہیں کیا چاہیے؟ شہیدوں کی ارواح کو جمع کر کے پروردگار پوچھیں گے کہ بتاؤ تمہیں کیا چاہئے؟ تمہاری کیا آرزو ہے؟ تمہاری کیا تمنا ہے؟ تم کیا چاہتے ہو؟ تو وہ سب شہید کہیں گے کہ اے اللہ جنت نہیں چاہئے..... باغات نہیں چاہئیں..... مقام رضوان نہیں چاہئے..... نہریں نہیں چاہئے..... حوریں نہیں چاہئے..... کیا چاہتے ہو؟

تمام ارواح کہیں گی کہ ہمیں ایک مرتبہ دنیا میں دوبارہ بھیج دے جس طرح شہید ہوئے ہیں، اسی طرح دوبارہ شہید ہو جائیں..... ہم یہ مانگتے ہیں اور کچھ نہیں مانگتے کہ جتنا مزہ گردن کٹوانے میں آیا ہے، جتنا مزہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں خون بہانے میں آیا اتنا مزہ کبھی نہیں آیا۔

جنت کی تلاش میں ساری دنیا روتی ہے میں اور آپ جنت کی تلاش میں مارے مارے پھرتے ہیں، لیکن حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ شہید کہیں گے ہمیں جنت کی بجائے۔

ثم اقتل ثم احيى ثم اقتل ثم احيى ثم اقتل ثم احيى
”ہر شہید کہے گا ہمیں دوبارہ زندہ کر دوبارہ قتل کرا..... دوبارہ زندہ کر دوبارہ قتل کرا..... دوبارہ زندہ کر دوبارہ شہید کرا۔“

اسی طرح پوری زندگی بیت جائے اور ہمارے آرام کی گھڑیاں اسی لمحے میں بیت جائیں کہ گردن کٹانے میں جو مزہ آیا ہے..... وہ تو جنت میں بھی حاصل نہیں ہوا..... قرآن کہتا ہے!

ويستبشرون بالذين لم يلحقوا بهم من خلفهم
وہ ایک دوسرے سے خوشخبریاں لیتے ہیں..... ان کی ارواح خوشخبریاں حاصل کرتی ہیں..... ان کی ارواح ایک دوسرے کو مبارکباد دیتی ہیں..... مبارک ہو تیری گردن کٹ گئی..... اللہ تعالیٰ کے راستے میں کٹ گئی، لیکن اصل بات ہے نیت کا اخلاص

کہ نیت انسان کی صحیح ہو، جو آدمی شہید ہو رہا ہے..... جو گردن کٹا رہا ہے..... اس کی اپنی نیت درست ہو..... ایسا نہ ہو..... کہ اس کی نیت چودھراہٹ ہو دکھلاوا ہو..... بڑائی ہو اور جب نامہ اعمال کی تقسیم کا وقت آئے..... تو اس کی نیت صحیح نہ ہو اور جب نیت صحیح نہ ہوئی..... تو یہ گردن کٹانا، خون بہانا، کس کام آیا؟ حالانکہ گردن تو کٹ گئی..... خون تو بہہ گیا..... لیکن نیت یہ ہو کہ میرا گردن کٹانا اللہ کے کلمے کی بلندی کے لیے ہے، اور شہید کے بارے میں ایک بات یاد رکھیں کہ شہید عربی زبان میں کہتے کس کو ہیں..... شہید کا معنی ہے گواہ، شاہد کا معنی بھی گواہ شہید کا معنی بھی گواہ، آپ کہیں گے کہ ایک آدمی اللہ کے راہ میں مارا گیا..... وہ گواہ کیسے؟ شہید کو گواہ اس لیے کہتے ہیں کہ جب گردن کٹ جاتی ہے تو گردن کٹنے کے بعد وہ اللہ کے دروازے پر پہنچ کر اللہ کی اُلُوہیت کی گواہی دیتا ہے کہ اے اللہ تو واقعی سچا ہے، جو تیرا وعدہ تھا واقعی پورا ہو گیا..... تو اس لیے اسے شہید کہتے ہیں۔

شہید کا معنی یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے دروازے پر پہنچ کر گواہی دیتا ہے کہ واقعی

اے اللہ! تو میرا اللہ ہے۔

شہداء کی اقسام:

حضور ﷺ نے فرمایا شہادت کئی قسم پر ہوتی ہیں ایک ہے میدان جنگ کا شہید

خود لڑتا ہوا شہید ہو گیا..... یہ شہادت کا سب سے اعلیٰ مقام ہے۔

کیونکہ آج جمعہ میں ذکر ہے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کا..... اس لیے میں

عرض کروں گا کہ سب سے بڑا رتبہ جو شہادت کا ہے..... وہ اللہ نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو

عطا فرمایا اور وہ سب سے بڑا رتبہ یہ ہے کہ آدمی میدان جنگ میں جا کر لڑائی کرے۔

جنگ کرے تلوار ہاتھ میں ہو لڑتا ہوا مارا جائے، لڑتا ہوا شہید ہو جائے مقابلہ کرنے کے

لیے نکلا ہو، مقابلہ کرتا ہوا شہید ہو جائے..... یہ شہادت کا اعلیٰ درجہ ہے اور یہ بھی شہادت

کا درجہ ہے..... ومن قتل مظلوماً..... جو آدمی ظلماً قتل کیا گیا ہو اس کو اللہ نے بڑا

مرتبہ دیا ہے۔ مثلاً

- ☆ ایک آدمی بلاوجہ مار دیا گیا راستے میں مار دیا گیا..... وہ بھی شہید ہے،
- ☆ ایک آدمی ایکسڈنٹ میں مر گیا..... وہ بھی شہید ہے،
- ☆ ایک آدمی طاعون کی بیماری میں مر گیا..... وہ بھی شہید ہے،
- ☆ ایک آدمی جہاد کے سفر میں جاتا ہوا طبعی موت مر گیا..... وہ بھی شہید ہے،
- ☆ ایک آدمی وطن کی حفاظت کرتا ہوا مارا گیا وہ بھی شہید ہے،
- ☆ ایک آدمی مال کی حفاظت کرتا ہوا مارا گیا..... حضور اکرم ﷺ نے فرمایا وہ بھی شہید ہے،

تو شہید کی سات قسمیں ہیں۔ دین کی حفاظت کرتا ہوا مارا گیا..... وہ سب سے بڑا شہید ہے، پھر اس کے اندر بھی دو درجے ہیں۔

ایک ہے کہ اسلام کی حقانیت کے لیے..... ایک آدمی شہید ہوتا ہے اور ایک ہے کہ اپنی جائیداد کے تحفظ کے لیے آدمی شہید ہوتا ہے..... شہادت دونوں کی ہے..... لیکن مرتبے کا فرق ہے۔ سب سے اونچا درجہ اس شہادت کا ہے جو دین کے تحفظ کے لیے ہو..... جو اسلام کی حقانیت کے لیے ہو۔

جہاد کی تین اقسام:

میرے بھائیو! جہاد تین قسم کا ہے، جہاد صرف تلوار سے نہیں کیا جاتا یا کلاشنکوف سے نہیں کیا جاتا..... جہاد کی تین قسمیں ہیں۔

پہلی قسم: جہاد باللسان: زبان سے جہاد کرنا ایک آدمی برائی کے خلاف آواز اٹھا رہا ہے، برائی کے خلاف تقریر کرتا ہے، بُرائی سے لوگوں کو متنفر کر رہا ہے..... اور نیکی کا حکم دے رہا ہے، وہ جہاد باللسان کر رہا ہے..... وہ زبان سے جہاد کر رہا ہے۔

دوسری قسم: جہاد بالقلم: قلم سے جہاد کرتا ہو..... یعنی اس کی تحریر میں اس کا قلم، اس کے مضامین، اسلام کا دفاع کر رہے ہوں۔ اسلام کی حقانیت کا اعلان کر رہے

ہوں..... یہ جہاد بالقلم ہے۔

تیسری قسم جہاد بالسيف: یعنی تلوار سے جہاد کرنا..... یعنی جس طرح آج کل سرحدوں پر لڑائی کرتا..... دشمن سے مقابلہ کرنا جس طرح افغانستان کے مجاہدوں نے جنگ لڑی، یا کشمیر کے مجاہدوں نے جنگ لڑی یا بوسنیا کے مسلمان جنگ لڑ رہے ہیں..... یا فلپائن میں جنگ لڑ رہے ہیں..... یا صومالیہ کے اندر مسلمان جنگ لڑ رہے ہیں یہ ہے جہاد بالسيف..... تلوار سے جہاد تلوار کا مطلب یہ نہیں کہ آج کل کے دور میں جو تلوار اٹھائے گا وہی جہاد کر رہا ہوگا..... یہ مطلب نہیں، بلکہ جہاد بالسيف کا معنی یہ ہے کہ آج کے دور میں جو شخص آج کے تقاضوں کے مطابق دشمن سے جنگ لڑتا ہے، نبرد آزما ہوتا ہے وہ جائز ہے۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ..... جن کی شہادت کا ہم ذکر کر رہے ہیں..... وہ شہادت کے اس اعلیٰ مقام پر فائز ہیں، یعنی انہوں نے میدان جنگ میں جام شہادت نوش کیا..... اللہ تعالیٰ کے قرآن نے کہا.....

وَيَسْتَبْشِرُونَ بِالَّذِينَ لَمْ يَلْحَقُوا بِهِمْ مِنْ خَلْفِهِمْ

اور ان سے یہ کہتے ہیں:

..... لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ.....

تمہیں کوئی خوف کرنے کی ضرورت نہیں..... تمہیں کوئی غم کرنے کی ضرورت نہیں..... جو آدمی اللہ تعالیٰ کے راستے میں ذبح کر دیا گیا..... اسے غم کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔

میرے بھائیو! حضور ﷺ کے ایک صحابی کا واقعہ پچھلے جمعہ بھی میں نے بیان کیا تھا کہ ایک صحابی کی لاش تڑپ رہی تھی اُحد پہاڑ کے نیچے اور اس نے پانی کے مشکیزہ والے کو بلایا، تو اس نے کہا کہ تیرا جسم زخمی ہے، مرہم پٹی کروں..... اگر اجازت ہو تو اس زخمی نے کہا کہ مرہم پٹی کی ضرورت نہیں ہے، اس نے کہا دوائی یا کوئی اور دودھ چاہتا ہے..... پانی چاہتا ہے..... اس نے کہا کچھ بھی مجھے ضرورت نہیں، اس نے کہا مجھے بلایا کیوں

ہے؟ کہنے لگا بلایا اس لیے ہے کہ میرا آخری وقت ہے اور میرے جسم سے خون بہہ رہا ہے..... اور مجھے جنت کی خوشبو آ رہی ہے، تو میں نے بلایا آپ کو اس لیے ہے کہ ایک دفعہ مرنے سے پہلے رسول اللہ ﷺ کا چہرہ دیکھ لوں..... پیغمبر ﷺ کا چہرہ دیکھ لوں..... تو اس آدمی نے پانی کا مشکیزہ بھی لیا ہوا تھا اور اس تڑپنے والے صحابی کو کندھے پر اٹھالایا اور کندھے پر اٹھا کہ حضور ﷺ کا چہرہ دیکھا تو کہتا ہے:

..... فزت برب الكعبه.....

کعبے کی رب کی قسم میں کامیاب ہو گیا..... اب مجھے آپ بتاؤ کہ کیا ہے کامیابی؟..... یہ ہے کامیابی جو قرآن کہتا ہے:

ويستبشرون بالذين لم يلحقوا بهم من خلفهم ان لا

خوف عليهم ولا هم يحزنون ○

جب شہادت کا تمغہ ملتا ہے..... تو اس کی روح پکاراٹھتی ہے کہ تجھے کوئی خوف نہیں، کوئی غم نہیں، حالانکہ اس کا خون تو بہہ رہا ہے کپڑے خون آلود ہیں، چہرہ خون آلود ہے، آخری وقت ہے، لیکن نبی ﷺ کا چہرہ دیکھ کر کہتا ہے:

فزت برب الكعبه

”رب کعبہ کی قسم میں کامیاب ہو گیا“

قیامت تک آنے والے شہیدوں کا سردار:

حضور نبی کریم ﷺ کا چہرہ دیکھا تو کامیاب ہو گیا، اصل مقصد محمد ﷺ سے محبت ہے، دین سے محبت ہے، شریعت سے محبت ہے، اسلام سے محبت ہے، یہ فلاسفی ہے شہادت کی..... شہادت میں انسان اپنی جان کا نذرانہ پیش کرتا ہے، اللہ تعالیٰ انسانوں سے..... مسلمانوں سے قربانی مانگتے ہیں، یہ جو عید الاضحیٰ آ رہی ہے، یہ بھی قربانی ہے کہ انسان کو کہا گیا ہے کہ بکرے کے گلے پر چھری چلا دے، پیسہ ہے تو پیسے پر چھری چلا دے یعنی پیسہ اور مال محبت والی چیز ہے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

پہلے مال پر چھری چلا

پیسے پر چھری چلا

تاکہ تجھے اپنی جان پر چھری چلانے کا سلیقہ آئے، جو جنگلوں کے اندر شہادتیں ہوتی ہیں، ان کا درس اللہ تعالیٰ نے دیا ہے قربانی سے، اسی لئے تو قرآن مجید نے کہا!

ان صلوتی ونسکی ومحیای ومماتنی للہ رب العالمین
میری نماز اللہ تعالیٰ کے لیے..... میری زندگی اللہ تعالیٰ کے لیے، میری موت اللہ تعالیٰ کے لیے، اور میری قربانی بھی اللہ تعالیٰ کے لیے، سب کچھ اللہ تعالیٰ کے لیے سبق شہید کو یہی دیا جاتا ہے۔

تو میرے بھائیو! یہ جو آیت ہے اس میں شہادت کا ذکر ہے..... تو اس لیے میں شہادت کا فلسفہ آپ کے سامنے پیش کر رہا ہوں، کہ شہید جو ہوتا ہے، وہ ایک بہت بڑی عظمت کا حامل ہوتا ہے اور ہم نے جس شہید کا آج ذکر کرنا ہے، وہ قیامت تک آنے والے سارے شہیدوں کے سردار ہیں، جن کا نام حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ ہے۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ شہیدوں کے سردار ہیں، سید الشہداء ہیں۔ (مستدرک حاکم جلد ۳، صفحہ ۱۹۹) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ شہید ہوئے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ تو شہید نہیں ہوئے، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے جس آدمی کو سید الشہداء کا لقب ملا، وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں شہید ہوا ہوگا تو ملا ہوگا..... حضرت حسین رضی اللہ عنہ تو بعد میں شہید ہوئے..... بعد میں شہید ہونے والے کو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے سے سید الشہداء کیسے کہا؟

سید الشہداء تو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو قرار دیا اور فرمایا،

”قیامت تک آنے والے شہیدوں کا سردار میرا چچا ہوگا“

جس کی لاش کے ٹکڑوں پہ کھڑے ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں میں آنسو

آگئے۔ سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ہیں۔ (سیرۃ ابن ہشام جلد ۲،

صفحہ ۷۲۔ فتح الباری جلد ۷، صفحہ ۲۸۲۔ بخاری جلد ۲، صفحہ ۵۸۳)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی بہادری:-

میرے بھائیو! غزوہ موتہ میں ایک عجیب و غریب واقعہ پیش آیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ایک لشکر جنگ کے لیے جانے لگا، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لشکر کو جمع کر کے کچھ ہدایات فرمائیں آپ نے فرمایا کہ اس لشکر کا پرچم میں حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے سپرد کر رہا ہوں، اگر حضرت زید رضی اللہ عنہ شہید ہو جائیں، تو پرچم حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں ہوگا۔

اور اگر حضرت جعفر رضی اللہ عنہ شہید ہو جائیں، تو پرچم عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں ہوگا۔ اگر عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ بھی شہید ہو جائیں، تو جو آدمی موقع پر موجود ہو وہ پرچم اٹھالے، یہ آپ نے مسجد نبوی میں خطاب فرمایا، اس تقریر کو ایک یہودی سن رہا تھا۔ یہودی نے اپنے دوست سے کہا کہ یہ تینوں آدمی شہید ہو جائیں گے، اس نے کہا تجھے یہ کیسے پتہ چلا؟

اس نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ کہنا کہ اگر یہ شہید ہو گیا تو پرچم اس کو دیتا، اگر وہ شہید ہو گیا تو پرچم اس کو دیتا، وہ شہید ہو گیا تو اس کو دیتا، اس کا مطلب ہے یہ تینوں شہید ہوں گے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام غلط نہیں ہو سکتا۔

یہودی نے کہا کہ بغیر صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام میں کوئی غلطی نہیں ہو سکتی، چنانچہ تاریخ نے یہ واقعہ بتایا اس جنگ میں حضرت زید رضی اللہ عنہ شہید ہوئے اور حضرت جعفر رضی اللہ عنہ بھی شہید ہو گئے، اور جعفر رضی اللہ عنہ کو طیار کا لقب بھی اسی جنگ پہ ملا اس لئے کہ جب ان کے جسم پر وار ہوا سب سے پہلے ان کا بازو کٹا۔ پھر دوسرا بازو کٹا۔ اور پھر ان کی ایک ٹانگ کٹی گئی۔

ایک بازو کٹا تو پرچم دوسرے ہاتھ میں لے لیا۔ دوسرا بازو کٹا تو پرچم ٹانگوں میں لے لیا، اور جب ایک ٹانگ کٹی تو پرچم لڑکھڑانے لگا اور ساتھ ہی ان کی گردن کٹ گئی، حضرت جعفر رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے۔ تو پرچم حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے

مسلمانو! کتاب اللہ عز و جل ہے ان یتیم بچوں کا۔۔۔ جن کے سروں پہ محمد رسول اللہ

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں شہادت کی ترتیب:-

انصار میں نے باتھ اٹھائے پیراڑ کے تیجے، اے اللہ! کل جب جنگ شروع ہو تو

پھر زندہ کر..... پھر شہید کر

میرے بھائیو!

یہ جنگ اُحد ہے، اس میں ایک اور واقعہ پیش آیا کہ اُحد یہاں کی پچھلی طرف

حضور ﷺ نے پچاس سواروں کا ایک دستہ مقرر کیا، اور ان پچاس آدمیوں سے کہا کہ تم نے یہاں سے حرکت نہیں کرنی لیکن جب جنگ ختم ہوگئی، صحابہ رضی اللہ عنہم کو فتح مل گئی تو ان آدمیوں نے کہا جنگ ختم ہوگئی، مال غنیمت تقسیم ہو گیا، اب ہمیں یہاں سے چلے جانا چاہیے، چنانچہ وہاں سے پچاس آدمیوں میں سے تقریباً چالیس آدمی چلے گئے، دس آدمیوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ یہاں سے ہلنا نہیں، یہ نہیں کہا تھا کہ جنگ کے بعد آ جانا، بلکہ یہ فرمایا تھا کہ تم نے یہاں سے جانا نہیں، اب ہم یہاں کھڑے ہیں، جب تک حضور ﷺ نہیں آ کر کہتے کہ چلو ہم نہیں جاتے، وہ دس آدمی وہاں رہے۔

یہ جو جنگ اُحد ہے، اس میں دشمن کی فوجوں کے سردار ابوسفیان تھے، جو بعد میں مسلمان ہوئے، اور ان کے کمانڈر اور جرنیل حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ تھے۔ جنہوں نے احد کی جنگ میں دشمن کا ساتھ دیا اور بعد میں آ کر کلمہ پڑھا اس جنگ میں مقابلے پر وہ تھے..... جب جنگ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو فتح ہوگئی، دشمن نے سوچا کہ ہمیں پیچھے سے حملہ کرنا چاہئے، چنانچہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے پیچھے سے حملہ کیا تو جن پچاس آدمیوں کو رسول اللہ ﷺ نے کھڑا کیا تھا، وہ چالیس تو چلے گئے تھے، یہ دس آدمی کھڑے تھے، تو حضرت خالد ابن ولید رضی اللہ عنہ کے فوجیوں نے ان دس آدمیوں کو یہاں شہید کر ڈالا۔ دس آدمی شہید ہو گئے، تو راستہ صاف ہو گیا، اب پیچھے سے آ کر حملہ کیا، جس سے.....

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی فتح شکست میں بدل گئی

صحابہ رضی اللہ عنہم کی صفیں اکھڑ گئیں

میدان صاف ہو گیا،

صحابہ رضی اللہ عنہم کی وہ جرات و ہمت جو شروع میں ہوتی ہے..... جب پیچھے سے

حملہ ہو جائے تو میدان جنگ میں شکست کے آثار ہو جاتے ہیں، چنانچہ وہ دس صحابہ رضی اللہ عنہم بھی شہید ہو گئے، صحابہ رضی اللہ عنہم کی صفیں اکھڑ گئیں، اب جو فتح ہو چکی تھی وہ شکست میں بدل گئی۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی غیرت ایمانی:

کچھ دیر کے بعد حضور ﷺ میدان میں خود اترے آپ ﷺ نے خود تلوار چلائی۔

ایک مسئلہ یاد رکھو ایک آدمی نے حضور ﷺ سے پوچھا..... یا رسول اللہ ﷺ روئے زمین کا سب سے برا آدمی کون ہوتا ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا دنیا کا سب سے برا آدمی وہ ہوتا ہے جس کو کوئی پیغمبر ﷺ قتل کرے، اور اس سے برا کون ہوتا ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا ”جو کسی نبی ﷺ کو قتل کرے۔“ جس کو نبی ﷺ قتل کرے، وہ بھی بہت برا ہے..... اور جو نبی ﷺ کو قتل کرے، وہ بھی بہت برا ہے۔

اس جنگ میں حضور ﷺ پروار ہوا، تو پیغمبر ﷺ کے دندان مبارک شہید ہو گئے..... حضور ﷺ پروار کرنے والا حضرت سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فاح ایران کا بھائی تھا..... حضرت عتبہ بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اس نے حضور ﷺ پروار کیا اور اس وار سے رسول اللہ ﷺ کے ماتھے میں خود کھب گیا تھا، لوہے کا خود..... اور آپ ﷺ کے دندان مبارک شہید ہو گئے تھے، حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو پتہ چلا کہ میرے بھائی نے پیغمبر ﷺ پر حملہ کیا ہے تو وہ تلوار لے کر جذبات میں پھرتے تھے، کہتے تھے میری تلوار آج اپنے بھائی کے خون کی پیاسی ہے، اگر میرا بھائی مجھے مل جائے تو میں اس کے ٹکڑے کر کے پہاڑ پہ بکھیر دوں کہ جو پیغمبر ﷺ پر حملہ کرتا ہے، وہ روئے زمین کا سب سے برا آدمی ہے۔

حضرت حمزہ کی شہادت اور حضرت وحشی کا کردار:

میرے بھائیو! اس جنگ میں وہ جو پیچھے سے دستہ آیا..... اس نے آ کر حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ پروار کیا..... اس حملے میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے، اور حملہ کرنے والوں میں ایک آدمی ہند ذی النہا کا غلام تھا، یہ ہند ذی النہا عورت کون ہے؟..... حضرت

ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی بیوی ہے..... اور بعد میں یہ ہند خنیفہ بھی مسلمان ہوئی..... بعد میں اس ہند خنیفہ نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ پڑھا..... اور اس ہند خنیفہ کو بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کی خوشخبری دی..... یہ ہند خنیفہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی والدہ تھی، ایک آدمی جبیر بن مطعم کا چچا طیمہ بن عدی جنگ بدر میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے قتل کیا تھا اس ہند خنیفہ نے کہا تھا کہ میں حمزہ رضی اللہ عنہ کا جگر نکال کر چباؤں گی اس لئے کہ میرے باپ عتبہ بن ربیعہ، چچا اور بھائی کو جنگ بدر میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے شہید کیا..... وحشی بن حرب سے کہا تھا کہ اگر تو حمزہ رضی اللہ عنہ کا جگر نکال کر لائے تو میں تجھے انعام دوں گی۔

چنانچہ وحشی بن حرب نے آ کر حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ پر حملہ کیا اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے، ان کی لاش کو گھیٹ کر پہاڑ کے نیچے بے گئے، اور وہاں جا کر جسم کے اوپر بیٹھ گیا اور سینہ چاک کیا..... یہی تو وجہ تھی کہ جب بعد میں حضرت وحشی بن حرب مسلمان ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ پڑھنے کے لیے فتح مکہ کے موقع پر آئے..... حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وحشی رضی اللہ عنہ تیرا ایمان تو میں قبول کرتا ہوں، لیکن جب تو میری مجلس میں آیا کرے، تو میرے سامنے نہ بیٹھا کر، کیونکہ جب تو سامنے آتا ہے تو میرے چچا کے ٹکڑے سامنے آ جاتے ہیں۔

وحشی بن حرب کہتے ہیں کہ مجھے ساری زندگی افسوس رہا کہ میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے نہ بیٹھ سکا، پیچھے بیٹھتا تھا..... حضور صلی اللہ علیہ وسلم توجہ بھی فرماتے تھے، کیونکہ جب کلمہ آدمی پڑھ لیتا ہے، سارے گناہ معاف ہو جاتے ہیں، فرمایا کہ میں نے اسی لئے جنگ یمامہ میں مسلمانوں کے ٹکڑے کیے تھے جس طرح حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی لاش کے ٹکڑے کیے تھے..... اسی طرح جھوٹے مدعی نبوت مسلمانوں کے ٹکڑے کر کے فضاؤں میں بکھیر دیئے..... علماء نے کہا اگر آج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں موجود ہوتے..... تو تیری پچھلی ناراضگی ختم کر دیتے کہ تو نے آج نبوت کے دشمن کو جہنم رسید کیا اور اس کے ٹکڑے کر دیئے۔ (فتح الباری جلد ۷، صفحہ ۲۸۴۔ ابن ہشام جلد ۲، صفحہ ۷۲)

میرے بھائیو! یہی وحشی بن حرب تھے لیکن آج ترس نہیں آیا، غلامی سے

آزادی کا لالچ تھا، حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو ذبح کر دیا، ذبح کر کے ان کی لاش کو نیچے لے گئے اور پہاڑ کے نیچے لے جا کر ان کی لاش پر چڑھ گئے، سینہ چاک کر کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کا جگر نکالا گیا.....

ان کی آنکھیں علیحدہ کر دی گئیں
زبان نکال دی گئی
ہاتھ علیحدہ کر دیے گئے
گردن کاٹ دی گئی
ٹانگیں کاٹ دی گئیں
جسم کے ٹکڑے کر دیے گئے

مسلمانو! یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چچا ہے، پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ چچا کہ جب ابو جہل نے میرے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا راستہ روکا تھا تو یہی حمزہ رضی اللہ عنہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ پکڑ کر خانہ کعبہ میں لے آئے تھے، اور کہتے تھے بھتیجے میں تجھے یہیں بٹھاتا ہوں..... اور دیکھتا ہوں ابو جہل تجھ پہ کیسے وار کرتا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چچا میں تیری تسلی سے مطمئن نہیں ہوں..... میں یہ نہیں چاہتا کہ آج تو نے اپنے بھتیجے کو کعبہ میں بٹھایا ہے اور کل کو تیرا جسم جہنم کی آگ میں جلے..... اے چچا تیرا بھتیجا تب خوش ہوگا، جب تو بھتیجے کا کلمہ پڑھ لے گا..... تو چچا نے کھڑے ہو کر کہا کہ بھتیجے مجھ پر تیرے کلام کا اثر ہوا ہے، اس وقت کلمہ پڑھ کے حمزہ رضی اللہ عنہ مسلمان ہو گئے۔ (مستدرک حاکم جلد ۳، صفحہ ۹۳)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اونٹ:

جب حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے تو کچھ ہی دنوں بعد ایک عجیب واقعہ پیش آیا کہ اس وقت شراب حرام نہیں ہوئی تھی، سب لوگ شراب پیتے تھے۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ شراب کے نشے میں پہاڑ پر آئے..... وہاں دو اونٹ پھر رہے تھے، حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے اونٹوں کو شراب کے نشے میں ذبح کر دیا، وہ اونٹ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے تھے

..... حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان دونوں اونٹوں کو اپنی شادی کے ویسے کے لیے رکھا ہوا تھا..... جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پتہ چلا کہ میرے اونٹوں کو ذبح کر دیا گیا..... حدیث شریف میں آتا ہے کہ حمزہ رضی اللہ عنہ نے ان دونوں اونٹوں کے ذبح کرنے کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ روتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آکر کہا کہ چچا نے میرے دونوں اونٹوں کو ذبح کر دیا ہے، اور یہ اونٹ تو میں نے شادی کے لیے رکھے ہوئے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو بلایا بلا کر کہا حمزہ رضی اللہ عنہ تو نے اونٹ کیوں ذبح کیے؟ تو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ خاموش ہو گئے..... حضور صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہو گئے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم چچا نے تو اونٹ ذبح کر دیئے..... اور آپ نے بلایا اور پھر کوئی بات بھی نہ کی۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرا چچا نشے میں تھا..... میں کوئی بات کرتا اور وہ نشے میں میرا انکار کر دیتا..... تو وہ اسلام سے خارج ہو جاتا، اس لیے میں خاموش رہا۔

کیا مشکل کشاء رویا کرتے ہیں؟

چنانچہ تھوڑی دیر کے بعد اسی واقعہ کی وجہ سے شراب کی حرمت کا اعلان آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا قرآن پاک میں فرمایا!

انما الخمر والميسر والانصاب والازلام رجس من

عمل الشيطان:

ان اونٹوں کو ذبح کرنے کی وجہ سے شراب کی حرمت کا اعلان ہو گیا شراب کی حرمت تو ہو گئی..... لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کیا کیا؟ جب اونٹ ذبح ہو گئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ رو پڑے، اب مجھے بتاؤ کہ مشکل کشا بھی رویا کرتا ہے؟ دیواروں پہ لکھتے ہو یا علی مدد، تو جس علی رضی اللہ عنہ سے مدد مانگتے ہو وہ روتے بھی ہیں؟ حدیث کی ساری کتابوں میں ہے کہ جب اونٹ ذبح کیے گئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ روتے ہوئے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے، پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کون آ سکتا ہے، مشکل کشاء آ سکتا ہے؟..... حاجت روا آ سکتا

ہے؟..... اور جو اپنے اونٹوں کے ذبح ہونے پر ان کی مدد کے لیے نہیں گئے۔ یہاں تمہاری مدد کے لیے ضرور آئیں گے، پاکستان میں ضرور آئیں گے۔ یہ جابلانہ اور شرکیہ عقیدہ ہے، مدد اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں کر سکتا۔

کر بلا کے میدان میں پیغمبر ﷺ کے نواسے شہید ہو گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے شہید ہو گئے۔ ان کی مدد کے لیے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نہیں گئے۔ اور یہاں آج تیری مدد کے لئے چودہ سو سال کے بعد آئے، عقیدہ درست کر، شرک والے عقیدے کو تو نہ اپنا، تیرے کلمے کا اعتبار اٹھ جائے گا، اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی دنیا میں مدد نہیں کر سکتا۔ اللہ تعالیٰ ہی مدد کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ہی مدد کی ہے، جنگوں میں مدد اللہ تعالیٰ نے کی ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مدد بھی ہر مقام پہ اللہ تعالیٰ نے کی ہے۔

میرے بھائیو! حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی لاش کے بارہ ٹکڑے پہاڑ پر بکھیر دیے گئے۔ حضور ﷺ کو پتہ چلا کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے، حضور ﷺ نے فرمایا کہ ان کی لاش لے آؤ۔ عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ حمزہ رضی اللہ عنہ کی لاش تو لانے کے قابل نہیں، حضور ﷺ نے فرمایا کیا ہوا؟ عرض کیا مثلاً ہو چکا ہے لاش کے ٹکڑے ٹکڑے ہو چکے ہیں، حضور ﷺ پہچان نہ سکے آپ نے غور سے دیکھا اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی آنکھیں علیحدہ پڑی رسول اللہ ﷺ نے دیکھیں۔ تو حضور ﷺ نے ان کے ماتھے پہ بوسہ دیا۔ ماتھا ٹکڑے ہو چکا تھا۔

خون بہہ رہا تھا
آنکھیں علیحدہ پڑی تھیں
ہاتھ علیحدہ پڑے تھے
پیر علیحدہ پڑا تھا
ناکھیں علیحدہ پڑی تھیں

مسلمانو! مجھے بتاؤ، نیا کاسب سے بڑا سردار کس دکھ میں مبتلا تھا۔ کس

پریشانی میں مبتلا تھا؟ لاش کے ٹکڑوں پہ رسول اللہ ﷺ موجود تھے، اگر ماتم کرنا جائز ہوتا، آج میرا پیغمبر ﷺ ماتم کرتا، آج میرا پیغمبر ﷺ اشک بہاتا، آج میرا پیغمبر ﷺ سینہ کو بلی کرتا، آج میرا رسول ﷺ سر پیٹتا، سینہ پیٹتا، لیکن میرے پیغمبر ﷺ نے لاش کے ٹکڑوں پہ کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ کے سامنے ہاتھ اٹھائے۔

”اے اللہ حمزہ رضی اللہ عنہ کو اس جرم میں مارا گیا کہ یہ تیرا کلمہ بلند کرتا تھا۔“

میں اس پہ بھی راضی ہوں، تو بھی راضی ہو جا، حضور ﷺ نے فرمایا ظالموں کو ترس نہیں آیا، چلو کوئی آدمی شہید ہو جاتا ہے، لاش کا ایک ٹکڑا ہو جاتا ہے، لیکن میں اس لاش کو کہاں لے جاؤں، حضور ﷺ نے فرمایا گوشت کو جمع کیا جائے، جس طرح قصائی بکرے کے گوشت کو جمع کرتا ہے، اس طرح حمزہ رضی اللہ عنہ کی لاش کے ٹکڑے ایک بوری میں ڈالے گئے۔

بہن..... بھائی کی لاش پر:

میرے دوستو!

اس لاش کے ٹکڑوں کو لا کر جب لاشوں کے قریب رکھا گیا..... حضور اکرم ﷺ کو اطلاع ملی کہ حضور اکرم ﷺ کی پھوپھی، حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی بہن حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا بنت عبدالمطلب وہ اپنے بھائی کی لاش کو دیکھنے آرہی ہے..... بھائی کے ٹکڑے کو دیکھنے آرہی ہے کس کو دیکھے گی؟..... لاش کے ٹکڑے تو بوری میں پڑے تھے، کس کا ملاحظہ کرے گی؟..... حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ میری پھوپھی کو روکو کہ وہ لاش کے ٹکڑوں پر نہ آئے کہیں ایسا نہ ہو کہ.....

ماتم کرنے لگ جائے

بے ساختہ ہو جائے

واری کا شکار ہو جائے

یہاں سینہ پیٹنے لگ جائے

ایسا نہ ہو جائے

حفیظ جالندھری نے کہا!

ہوا حمزہ کی میت پر گزر شان رسالت کا
تاثر دیدنی تھا مہر تاباں کی جلالت کا
صفیہ بنت عبدالمطلب ہمیشہ حمزہ کی
بہت تھی جن کے دل میں عزت و توقیر حمزہ کی
کہا روکو میری پھوپھی کو میت تک نہ آنے دو
دل زخمی کو ان کے یہ نیا چہرہ نہ کھانے دو
الم انگیز ہے قطع و برید چہرہ حمزہ
بہن کو رنج دے شاید یہ دید چہرہ حمزہ
پسرنے جا کے مادر کو جس وقت سمجھایا
تو قلب مسلمہ ہر حال میں صبر آشنا پایا
گئیں وہ میت حمزہ پہ روئیں اور نہ چلائیں
نظر چہرے پہ ڈالی فاتحہ پڑھ کر چلی آئیں
میرے بھائیو!

وہ منظر کیسا عجیب ہوگا؟ رسول اللہ ﷺ سامنے تشریف فرما ہیں صفیہ رضی اللہ عنہا
آئی ہیں..... پیغمبر ﷺ کی پھوپھی آئی ہیں..... جس نے کئی مشرکوں کو جہنم رسید کیا تھا
آج اُحد کے پہاڑ پر آتی ہے..... اور اپنے بھائی کی لاش کو دیکھتی ہے، فرمایا کپڑے تو
ہٹاؤ..... کپڑا ہٹایا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رو پڑے..... کپڑا ہٹایا ہے جب جسم کو
دیکھا، آنکھیں علیحدہ تھیں، ہاتھ علیحدہ تھے، تو حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا ماتم کر سکتی تھی، سینہ
پیٹ سکتی تھی۔

مسلمانو بتاؤ! کوئی بہن دنیا میں ایسی ہے..... جو اپنے جوان بھائی کی لاش پر
آئے اور اس کی آنکھوں کو دیکھے اس کے ٹکڑوں کو دیکھے..... اور یہ کہے کہ

اے اللہ اگر تیرے پیغمبر ﷺ نے مجھے صبر کا حکم نہ دیا ہوتا، تو میں آج اپنے آنسوؤں سے اپنے بھائی کو غسل دیتی، یہ میرا بھائی ہے، جس نے جوانی پیغمبر ﷺ کے دین پر گزاری..... جو مکے کا پہلوان تھا

اے اللہ! اس کا تو بڑا جرم کوئی نہ تھا

اے اللہ! کیا یہ وہ حمزہ رضی اللہ عنہ نہیں تھا کہ جب تیرے پیغمبر ﷺ کو خانہ کعبہ سے ابو جہل نے نکالا تو اسی پہلوان نے جا کر رسول اللہ ﷺ کو کعبہ میں بٹھا دیا تھا، آج ان کے ٹکڑے ہیں اور خاموش لاش ہے، لہو بہہ رہا ہے۔

اے اللہ! تیرے سوا اس کی عظمتوں کو بلند کرنے والا کوئی نہیں۔

اگر ماتم جائز ہوتا:

مسلمانو! یہ لاش کے ٹکڑے ہیں آج اس لاش کے ٹکڑوں نے کیا سبق دیا کہ ماتم کی اسلام میں کوئی گنجائش نہیں۔

☆..... اگر ماتم جائز ہوتا تو رسول اللہ ﷺ ماتم کرتے حمزہ رضی اللہ عنہ کی لاش پر

☆..... ماتم جائز ہوتا تو صفیہ رضی اللہ عنہا اپنے بھائی کے ٹکڑوں پر ماتم کرتی میں آگے بڑھ کر کہتا ہوں کہ

☆..... ماتم جائز ہوتا تو جب حضرت علی رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ ماتم کرتے، حضرت حسن رضی اللہ عنہ ماتم کرتے

☆..... ماتم جائز ہوتا تو صحابہ رضی اللہ عنہم ماتم کرتے

☆..... ماتم جائز ہوتا، تو پیغمبر ﷺ کی وفات پر سارے صحابہ رضی اللہ عنہم ماتم کرتے، مکہ کی عورتیں ماتم کرتیں

شہسوار ماتم کرتے

مدینہ کے لوگ ماتم کرتے

لیکن کسی نے ماتم نہیں کیا

مجھے بتاؤ! رسول اللہ ﷺ جب اس دنیا سے رخصت ہوئے، تو وہ حالت کوئی عام حالت تو نہیں تھی، ابوالکلام آزاد رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ نبی ﷺ کی وفات کی خبر جب مدینے کی گلیوں میں آئی جو کھڑا تھا کھڑا رہ گیا، جو بیٹھا تھا بیٹھا رہ گیا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت دھاڑیں مارتی ہوئی جنگلوں کی طرف نکل گئی..... سفید داڑھیوں والے لوگ مسجد نبوی میں رونا شروع ہو گئے۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جب رسول اللہ ﷺ کی لاش پر آئے..... تو منظر کیا عجیب تھا، صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نبی کی لاش پر آئے، نبی ﷺ کے ماتھے سے کپڑا ہٹایا..... پیغمبر ﷺ کو بوسہ دیا اور بوسہ دے کر کہا..... طبت حیا و میتا.....

اے پیغمبر ﷺ تیرا دنیا میں آنا بھی اور دنیا سے جانا مبارک،
اے پیغمبر ﷺ آپ کو دو موتیں نہیں آئیں گی، مسلمانو پیغمبر ﷺ کی عظمت کو دیکھو، نبی اکرم ﷺ کی بلندی کو دیکھو، پیغمبر ﷺ کی رفعت کو دیکھو، اس اسوہ حسنہ کو تو دیکھو!

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا نام لے کر ماتم کرنا..... مجھے بتاؤ، حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی لاش کے ٹکڑوں پہ کھڑے ہو کر، حضور ﷺ نے فرمایا!

”قیامت تک آنے والی سارے شہیدوں کا سردار میرا چچا ہے“

لاش کے ٹکڑے پڑے ہیں، نبی ﷺ ماتم نہیں کرتے..... صحابہ رضی اللہ عنہم ماتم نہیں کرتے، خاندان نبوت ماتم نہیں کرتا..... تو مجھے سبق ملا ہے کہ آج جو آدمی ماتم کرے گا..... اس کا نہ تعلق رسول اللہ ﷺ سے ہے..... نہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے ہے..... نہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ سے ہے..... نہ خاندان نبوت سے ہے..... لیکن ایک افسوس ناک بات مجھے کہنی پڑتی ہے کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت اسی مہینہ شوال میں ہوئی، سترہ شوال حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کا دن ہے..... لیکن ان کی شہادت پر کوئی آنکھ نہیں روئی..... ان کی شہادت پر.....

پاکستان کی فوج اور پولیس نہیں روئی

مولوی نہیں رویا

پیر نہیں روئے

چوہدری نہیں روئے

عوام نہیں روئی

جس شہید کو پیغمبر ﷺ نے سید الشہداء کہا..... اس کی شہادت کا دن آیا اور گزر گیا..... محرم کا مہینہ آتا ہے تو ایک مہینہ پہلے ساری دنیا رونے لگ جاتی ہے، ایسا معلوم ہوتا ہے، جیسے سارا پاکستان روافض کا ملک بن گیا ہے، جس کو سید الشہداء تیرے رسول ﷺ نے فرمایا..... اس کے لیے نہ کوئی پروٹوکول ہوا..... نہ پولیس روئی..... نہ کوئی انتظامات ہوئے، بلکہ مولوی اور خطیب حضرات ان کی شہادت کا ذکر ہی نہیں کرتے، ان کو پتہ نہیں کونسی تاریخ ہے، مسلمانو! اپنے شہیدوں کو یاد کرو..... اسلام کی تاریخ شہیدوں سے بھری ہوئی ہے.....

اسلام شہادتوں کا دین ہے

اسلام شہادتوں کا مذہب ہے

..... لیکن جو قوم.....

قربانی نہیں دے سکتی

شہید نہیں کر سکتی

وہ قوم کبھی دنیا میں ترقی نہیں کر سکتی

میرے دوستو!

آپ دیکھیں! جب سے دنیا بنی ہے، فوجیں نہیں ہیں؟ فوج کس لئے ہوتی ہے؟ فوج سرحدوں کی حفاظت کرنے کے لیے ہوتی ہے، اگر اس میں جذبہ جان دینے کا نہ ہو تو مجھے بتاؤ ملک چل سکتا ہے؟ (نہیں)

تو مسلمانو اسلام کی تاریخ کا مطالعہ کرو، اسلام کی ساری تاریخ شہادتوں کی تاریخ ہے۔ شہیدوں سے بھری ہوئی ہے۔ شہادتوں سے بھری ہوئی ہے، ہر آدمی کو

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت سے سبق حاصل کرنا چاہیے، یہی وہ مختصر واقعہ تھا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کا ہے۔
اللہ پاک ہم سب کو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت سے سبق لینے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

وَآخِرُ دَعْوَانَا اِنَّ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ○



پیدائش حضرت موسیٰ علیہ السلام

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

فَاتَيْنَا فِرْعَوْنَ فَقُولَا إِنَّا رَسُولُ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿١٩﴾ أَنْ أَرْسِلْ
مَعَنَا بَنِي إِسْرَءِيلَ ۖ قَالَ أَلَمْ تُرِيكَ فِينَا وَلِيدًا وَلَبِثْتَ
فِينَا مِنْ عُمُرِكَ سِنِينَ ﴿٢٠﴾ وَفَعَلْتَ فَعْلَكَ الْبَتَىٰ فَعَلْتَ وَ
أَنْتَ مِنَ الْكَافِرِينَ ﴿٢١﴾ (پارہ ۱۹، سورۃ الشعراء، آیت: ۱۹ تا ۲۱)

ترجمہ: ”سو جاؤ فرعون کے پاس اور کہو ہم پیغام لیکر آئے ہیں
پروردگار عالم کا یہ کہ بھیج دے ہمارے ساتھ بنی اسرائیل کو، بولا کیا
نہیں پالا ہم نے تجھ کو اپنے اندر لڑکا سا اور رہا تو ہم میں اپنی عمر میں
کئی برس، اور کر گیا تو اپنی وہ کرتوت جو کر گیا اور تو ہے ناشکر۔“

قَالَ نَعَمْ وَإِنَّكُمْ إِذًا لَّيِنُ الْمُقَرَّبِينَ ﴿٢٢﴾ قَالَ لَهُمُ مُوسَىٰ
الْقَوَامَ أَنْتُمْ مُقْرَبُونَ ﴿٢٣﴾ وَالتَّوَلَّيْنَا لَهُمُ وُعْصِيَّتَهُمْ وَقَالُوا بِعِزَّةِ
فِرْعَوْنَ إِنَّا لَنَحْنُ الْغَالِبُونَ ﴿٢٤﴾ (پارہ ۱۹، سورۃ الشعراء، آیت: ۲۲ تا ۲۴)

ﷺ

ترجمہ:

”بولا البتہ اور تم اس وقت مقبروں میں ہو گے، کہا ان کو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ڈالو جو تم ڈالتے ہو، پھر ڈالیں انہوں نے اپنی رسیاں اور لٹھیاں اور بولے فرعون کے اقبال سے ہماری ہی فتح ہے۔“

تمہید:

میرے واجب الاحرام بزرگو اور دوستو! آپ حضرات کے سامنے پچھلے کئی جمعوں سے انبیاء کرام علیہم السلام کے واقعات شروع ہیں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام، حضرت ایوب علیہ السلام اور دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کے واقعات گزر چکے ہیں۔

آج کی جو آیات کریمہ تلاوت ہوئیں۔ ان میں اللہ نے قرآن کا بہت ہی اہم واقعہ بیان کیا ہے، اس واقعہ کا قرآن میں کئی جگہ پر ذکر کیا گیا ہے اور وہ واقعہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا ہے۔ جس طرح تمام انبیاء کے واقعات عبرت، نصیحت اور موعظت پر مبنی ہیں، اسی طرح یہ واقعہ بھی، بڑی بڑی نصیحتوں پر مشتمل ہے اس میں بہت ساری حکایات ہیں، بڑی بڑی نصیحتیں ہیں، ایک جلیل القدر پیغمبر کا ایک ظالم بادشاہ سے مقابلہ ہے۔

فرعون کی تحقیق:

حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کے مشہور پیغمبر ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام کا مقابلہ مصر کے بادشاہ سے ہوا۔ مصر کے ہر بادشاہ کو فرعون کہتے تھے۔ یہ اس زمانے کا رواج تھا۔ جس طرح یوسف علیہ السلام کے زمانے میں مصر کا بادشاہ بھی فرعون کہلاتا تھا اور اس کا نام ہیکسوس تھا۔

اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دور میں جو مصر کا بادشاہ تھا اس کا نام تھا منفتاح، کتابوں میں اس کا نام یہ آتا ہے اور اس کے والد کا نام تھا رمسین، یہ عبرانی زبان کے

الفاظ ہیں۔ رئیس کے مرنے کے بعد یہ محتاج جو تھا، بچپن کی عمر میں اپنے باپ کے تخت پر بیٹھا، فرعونیت اس کا نشان بن گئی، بڑا حکیم تھا، بڑا ظالم تھا، غریب لوگوں پر زیادتی کرتا تھا، اس وقت مصر میں دو قومیں آباد تھیں، ایک مصری قوم، جو عربی قوم کہلاتی تھی اور ایک اسرائیلی قوم جو عبرانی قوم کہلاتی تھی۔

اسرائیل عبرانی زبان میں حضرت یعقوب علیہ السلام کو کہتے ہیں، حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد بنی اسرائیل کہلائی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اسی قوم میں سے ہیں۔
(تفصیل القرآن جلد ۱، صفحہ ۲۵۰)

نسب اور ابتدائی معلومات:

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے والد کا نام تھا عمران اور دادا کا نام تھا قامت اور پردادے کا نام تھا لاوی بن یعقوب علیہ السلام، یعقوب علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پردادے تھے اور یہ جو لاوی تھا۔ یہ حضرت یوسف علیہ السلام کا بھائی ہے اور یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا پردادہ ہے، حضرت یعقوب علیہ السلام کی ساری اولاد بنی اسرائیل کہلائی اور ان کی ساری قوم مصر میں آباد تھی، اور ایک قوم عرب بھی مصر میں آباد تھی۔ ان دونوں قوموں کا آپس میں جھگڑا رہتا تھا۔

ہر فرعون کے مقابلہ میں موسیٰ آئے:

مصر کا جو بھی بادشاہ ہوتا وہ عربی قوم سے تعلق رکھتا تھا اور قطری بات ہے کہ اسرائیلی قوم پر وہ مظالم ڈھاتا تھا غریب پر زیادتی کرتا تھا، عرب کے لوگ اس سے تنگ تھے اور اس کی سرکشی، اس کی فرعونیت، اس کے ظلم اور اس کے تکبر کا ذکر قرآن نے کیا ہے۔

قرآن کہتا ہے..... اذهب اے موسیٰ، جا..... الی فرعون انه طغی.....
فرعون کی طرف، وہ بڑا تکبر ہے، وہ بڑا تکبر کرتا ہے، اور قرآن نے ایک جگہ فرمایا.....
ان فرعون علا فی الارض وجعل اهلها شیعا یتضعف طائفة منهم یدبح
ایہم ویستحی نساءہم..... فرعون نے زمین پر تکبر کیا..... اور اپنی رعایا کو، اپنی

قوم کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔۔۔ اور فرعون نے اپنی قوم میں جو غریب لوگ تھے، مسکین لوگ تھے، جو کسان تھے، جو بڑے پریشان حال تھے۔۔۔ فرعون نے ان کے لڑکوں کو قتل کرنا شروع کر دیا۔۔۔ اور ان کی عورتوں کو زندہ رکھنا شروع کر دیا۔۔۔ انہ کائنات میں المفسدین۔۔۔ یہ زمین میں فساد مچاتے والا بادشاہ تھا۔۔۔ یہ قرآن کا اعلان ہے۔

اور آگے فرمایا۔۔۔ وتريد ان تمنى على الذين استضعفوا في الارض و نجعلهم ائمة و نجعلهم الوارثين۔۔۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب قوم ذلیل ہو گئی، جب رعایا کمزور ہو گئی۔ جب غریبوں کی آئیں عرشِ معلیٰ پر پہنچنے لگیں تو پھر ہم نے ارادہ کر لیا کہ ایک ایسے آدمی کو دنیا میں پیدا کریں کہ جو اس فرعون کی بادشاہت کا تختہ الٹ کر۔۔۔ ونجعلهم الوارثين۔۔۔ غریب لوگوں کو زمین کا بادشاہ بنا دے، یہ فیصلہ ہوا۔ آگے فرمایا۔۔۔ وتمكن لهم في الارض و تدرى فرعون وهامان و جنودهما منهم ما كانوا يحذرون۔۔۔ دیتا ہے دیکھا کہ ہم نے فرعون اور اس کے مشیر ہامان کو تباہ و برباد کر کے ان کا نشان زمین پر غیرت کے طور پر رکھا۔

جب قوم پریشان ہو جاتی ہے، جب رعایا کمزور ہو جاتی ہے جب ظلم آخری منزل تک پہنچ جاتا ہے، تو زمین پر ظلم کو مٹانے والی ایک ہستی کو اللہ پیدا کرتے ہیں، یہ اعلان ہے، اور یہ ہے وہ محل وقوع، یہ ہے نشان نزول، یہ ہے وہ وجہ کہ ہم نے فرعون کے مقابلے میں موسیٰ کو کیوں پیدا کیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ولادت:-

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم نے عمران کے گھر میں، عمران کی بیوی کی گود میں ایک بچے کو پیدا کیا، بچہ کون ہے؟ معمولی بچہ نہیں تھا، عام بچہ نہیں تھا، میرے تیرے بچوں کی طرح نہیں تھا، مصر میں جو اور بچے پیدا ہوتے تھے، ان کی طرح یہ بچہ نہیں تھا۔ وہ بچہ تھا کہ اس بچے سے نظامِ محفل کو بدلتا تھا۔ جس بچے نے نظامِ مملکت کو بدلتا تھا۔ جس بچے نے ظلم کا خاتمہ کر کے، زیادتیوں کا خاتمہ کر کے، تکبر کو مٹا کر، ظلم کو مٹا کر، غریب قوم کا سر اٹھا دیا۔

کرنا تھا، اور ایک ایسا بچہ اس کی مملکت میں پیدا کر دیا کہ جو جوان ہوا، جو بوڑھا ہوا، جس کے بچپن کو قرآن نے ذکر کیا، جس کی جوانی کا ذکر بھی قرآن نے کیا، جس کی شادی کا ذکر بھی قرآن نے کیا، جس کی نبوت کا ذکر بھی قرآن نے کیا، اور پھر اس کے بعد اس کی جرأت و بسالت کا پرچم ہاتھ میں لیکر غربت و افلاس کی مٹی ہوئی انسانیت کو حوصلہ دینے کیلئے آیا۔ خدا نے فرعون کے مقابلے کا عہد کر لیا، اس نے فرعون کے دربار میں کھڑے ہو کر اس کو لاکار، غریبوں کو اونچا کیا، کسانوں کو اونچا کیا، مزدوروں کو اونچا کیا اور زیادتیوں کو ختم کر کے اس نے اس دھرتی پر کہ جو دھرتی ایک فرعون کو خدا کہتی تھی اسی دھرتی پر خدا کی خدائی کا اعلان کیا۔

یہ اللہ نے اس ایک نظام کے تحت، ایک پروگرام کے تحت، یہ سارا سلسلہ شروع کیا، فرعون جو تیرہ سال کی عمر میں، اپنے باپ ریمیس کے تخت پر بیٹھا، وہ بڑا متکبر تھا، اس نے دکھ نہیں دیکھے، اس نے پریشانیاں نہیں دیکھیں، وہ زیادتیوں کا عادی ہو چکا تھا۔

نجومی نے فرعون کو ولادت موسیٰ سے باخبر کیا:

لیکن ایک دن اس کو نجومیوں نے کہا کہ جو اسرائیلی قوم ہے، یہ جو اسرائیلی بستی ہے تم اس پر ظلم تو کرتے ہو، اس کے نجومی نے اسی کے دربار میں کہہ دیا کہ تیرے اس ملک میں، اسرائیلی قوم سے ایک بچہ پیدا ہوگا، اور وہ بچہ ماں کے رحم میں آچکا ہے وہ بچہ پیدا ہوگا، کیا ہوگا اس کے پیدا ہونے کے بعد؟ تو اس نجومی نے کہا وہ بچہ جب جوان ہوگا وہ بچہ بڑا ہوگا تو وہ تیرا تختہ الٹ دے گا۔ تیری حکومت کا خاتمہ کر دے گا، وہ تیری سلطنت کے ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا، تیری سلطنت بکھر جائے گی، تیرا غرور ٹوٹ جائے گا۔

فرعون جابر تھا، ظالم تھا، اس نے اعلان کر دیا کہ اسرائیلی قوم میں جو بچہ آج کے بعد پیدا ہو اس بچے کو قتل کر دیا جائے، تو علماء کہتے ہیں کہ نوے ہزار بچے قتل کرائے

کس لئے قتل کرائے کہ میری کرسی بچ جائے، میرا اقتدار بچ جائے۔

کوئی ظلم کے ساتھ باقی نہیں رہ سکتا:

میں یہ عرض کرتا ہوں کہ انسان کفر کے ساتھ زندہ رہ سکتا ہے، ظلم کے ساتھ زندہ نہیں رہ سکتا۔

حضور ﷺ نے فرمایا، ایک آدمی کھلم کھلا انکار کرے کہ میں نہیں مانتا، لیکن ایک آدمی کسی پر ظلم کرے یہ خدا برداشت نہیں کرتا۔ حضور ﷺ نے فرمایا..... اے معاذ میں تجھے یمن میں اسلام کا مبلغ بنا کر بھیجتا ہوں لیکن میری نصیحت یاد رکھ..... کہ مظلوم کی آہ سے بچنا، کیوں؟ اس لئے کہ..... فانھا لیس بینھا و بین اللہ حجاب..... مظلوم کی آہ میں اور اللہ کے درمیان کوئی حائل نہیں ہوتا وہ ڈائریکٹ خدا کے پاس جاتی ہے۔

بچوں کے قتل کا اعلان ہو گیا:

فرعون کی زیادتی یہ کہ وہ اس بات پر پکا ہو گیا کہ میں نے بچہ پیدا نہیں ہونے دینا۔ اس بات کا فیصلہ کر لیا لیکن جس نے پیدا کرنا تھا اس کے پیدا کرنے کا فیصلہ کر چکا تھا، یہ قتل کرنے کا فیصلہ کرتا ہے، وہ بچانے کا فیصلہ کرتا ہے۔ یہ مارنے کا فیصلہ کرتا ہے، وہ اس کو جوان کرنے کا فیصلہ کرتا ہے، یہ اس کو صفحہ ہستی سے مٹانے کا فیصلہ کرتا ہے، یہ اس کو پیدا کر کے اس کے گھر میں پرورش کرنے کا فیصلہ کرتا ہے، تو فیصلہ خدا کا تھا، تو اس سے بڑی عجیب بات کیا ہوگی عمران کے گھر میں بچہ پیدا ہوا۔ عمران کی بیوی یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کا نام ہے یو کا بد، موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے بچے کو جنم دیا، وہ بچہ جس کی خوشخبری مل چکی، جس بچے کا ذکر نجومی بادشاہ کے سامنے کر چکے تھے، اور بادشاہ نے کیا کیا کہ پورے مصر کی دایا کو بلا کر ان سے کہا کہ اسرائیل کی قوم میں جو بچہ پیدا ہو اس کو قتل کرادو۔

لیکن اسرائیل کی ایک بستی میں جب عورتوں کو پتہ چلا کہ فرعون کے ظلم کا انہیں علم ہے، یہ اپنے آپ کو خدا کہتا ہے اور ڈرتا اس بچے سے ہے کہ جو ابھی تک دنیا میں نہیں

آیا، ایسا خدا ہے عجیب خدائی ہے اس کی، کہ بچہ پیدا ہی نہیں ہوا اور ڈرایا ہے۔
تو عورتیں وہ نہیں چاہتی تھیں کہ اس کی حکومت ختم ہو تو ایک دن عورتوں کو بلا کر
کہتا ہے کہ تم نے اسرائیل کے بچوں کی فہرست مجھے نہیں بتائی، تو عورتیں کہتی ہیں کہ یہ جو
مصری عورتیں ہیں، ان کیلئے دایا کی ضرورت ہے، لیکن جو اسرائیلی عورتیں ہیں، یہ بڑی
بہادر اور جرات مند ہوتی ہیں یہ دایا کے بغیر خود بچہ جن لیتی ہیں، اس لئے ہم کدھر جاتیں،
یہ فقرہ کس نے کہلوا یا، اس نے کہلوا یا کہ جس نے بچے کے پیدا کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔

یہ نبیوں کا خاندان ہے:

اب بچہ پیدا ہو گیا یو کا کے گھر میں۔ حضرت ہارون علیہ السلام، حضرت ہارون علیہ السلام
حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سگے بڑے بھائی ہیں۔

ایک اور ہارون ہیں، وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا صحابی ہے، اور ایک یہ ہارون
ہے کہ جس کو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پہلے نبوت عطا فرمائی، یہ اور بات ہے تو حضرت موسیٰ
علیہ السلام کے جو بڑے بھائی تھے، نو جوان تھے، بڑے تھے، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ایک بڑی
بہن ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام پیدا ہو گئے اور یو کا اللہ تعالیٰ کی نیک بندی تھی، آخر خاندان تو
نبیوں کا تھا کوئی معمولی بات تو نہیں تھی۔ عظمت ملی، بلندی ملی، رفعت ملی، حضرت موسیٰ
علیہ السلام جب پیدا ہوئے، یو کا جو فطری طور پر خدا پسند تھی، خدا کی قائل تھی، خدا کو مانتی تھی،
حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین پر تھی، حضرت یعقوب علیہ السلام و حضرت یوسف علیہ السلام کے دین
پر تھے۔

اللہ تعالیٰ نے حفاظت کا وعدہ کیا:

گھر میں بچہ پیدا ہو گیا اور روز پتہ چلتا کہ آج فلاں محلے میں اتنے بچے قتل
ہو گئے، فلاں چوک میں اتنے بچے مارے گئے، جو بچہ پیدا ہوتا جلا دان کو اٹھا کر لے
جاتے، ایک ٹوکڑے میں رکھتے اور ان کو قتل کرتے تھے، چھوٹے چھوٹے بچے، دھوپ
میں رکھے جاتے، ذبح کر دیئے جاتے، کوئی پوچھنے والا نہ تھا، سارا ماحول، سارا معاشرہ،

ظلم کی چکی میں پس رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کو جوش آیا۔

بچہ پیدا ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے یوکا کے دل میں ڈالا، کہ یہ بچہ معمولی بچہ نہیں، یوکا نے اللہ تعالیٰ سے کہا، تھوڑی دیر کے بعد جلا د آئیں گے، بچے کو قتل کر ڈالیں گے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یوکا تجھے پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے، یہ بچہ تیرا ہے، لیکن نبی میرا ہے۔ اس کی حفاظت میرے ذمے ہے، میں اس کی حفاظت کروں گا۔

قرآن نے ان باتوں کو نقل کر دیا، جن باتوں کو اللہ تعالیٰ نے یوکا کے دل میں اتارا، خدا کو وہ باتیں اتنی اچھی لگیں کہ خدا نے چودہ سو سال پہلے، محمد ﷺ پر قرآن اتارا، اس قرآن نے یوکا کے الفاظ بھی نقل کر دیئے۔

فرمایا..... واوحینا الی ام موسیٰ ان ارضعیه..... ہم نے کہا کہ اے موسیٰ کی ماں..... اس بچے کی پرورش کر، اس بچے کو دودھ پلا..... فرمایا..... فاذا خفت علیہ فالقیہ فنی الیم..... موسیٰ کی ماں رو کر کہنے لگی۔ اے اللہ! میرے بچے کا کیا بنے گا۔ جلا د آئیں گے۔ قاتل آئیں گے۔ بادشاہ کے دربار میں بچے کو لے جائیں گے۔ فرمایا..... میں نے اس کے دل میں یہ بات ڈال دی کہ تجھے گھبرانے کی ضرورت نہیں۔ ایک لکڑی کا تابوت بنا، ابھی یہ بات ہو رہی ہے کہ تھوڑی دیر کے بعد دروازہ کھلتا پایا گیا۔ تابوت کی بات دل میں آ رہی ہے کہ میں تابوت بناؤں۔

لیکن تھوڑی دیر کے بعد دروازے پر دستک ہوئی۔ سوراخوں سے نظر آیا، پولیس موجود ہے، فوج موجود ہے۔ جلا د موجود ہیں۔ تلواریں موجود ہیں۔ گھر کا گھیراؤ کر لیا گیا۔ موسیٰ کی ماں سجدے میں پڑ گئی۔ رونے لگی، اے اللہ اتنے دن تو نے اس بچے کو بچایا ہے۔ اے اللہ! قاتل میرے دروازے پر آ گئے ہیں۔ ظالم میرے دروازے پر آ گئے ہیں، اے اللہ! ان کے ظلم سے میرے بچے کو کون بچائے گا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے موسیٰ کی ماں، گھبرانے کی ضرورت نہیں، فرمایا میں اس بچے کو کہاں ڈالوں، اللہ نے القاء کیا، دل میں بات ڈال دی کہ یہ تابوت جو بنایا ہے اس میں بچے کو ڈال دوں، اس کو ڈالنا تیرا کام ہے اور اس کو بچانا میرا کام ہے۔ حضرت

موسیٰ علیہ السلام کو آگ میں ڈالنے کا حکم فرمایا تو عرض کیا اے اللہ! آگ میں میرا بچہ جل جائے گا، اس بچے کو کیسے آگ میں ڈال دوں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے موسیٰ کی ماں میں وہ خدا نہیں ہوں کہ جس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو چرخہ سے بچا لیا تھا، اگر میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو چرخہ سے بچا سکتا ہوں تو میں اس بچے کو بھی تیرے تنور کی آگ سے بچا سکتا ہوں، اسی وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں نے اپنے بیٹے کو اٹھایا، اپنی بیٹی سے کہا، اپنے بھائی کو اپنے ہاتھوں سے تنور میں ڈالو، بہن رونے لگی، میرا پیارا بھائی ہے، اس کو اپنے ہاتھوں سے کیسے تنور میں ڈالوں، بہن اٹھی اور اٹھ کر بیٹے کو پکڑا اور تنور میں ڈال دیا، دروازہ کھولا، ساری پولیس اندر آ گئی، جلاد اندر آ گئے، کمواریں چمکنے لگیں، سامان اٹتے لگے، ہر چیز کی تلاشی شروع ہو گئی، کمرہ کی تلاشی شروع ہو گئی اور سخت ست کہنے لگے، کہتے ہیں کہ بچہ کہاں ہے؟ ابھی پتہ چلا ہے کہ تیرے گھر میں بچہ موجود ہے۔

فرمایا تلاش کر، کمرہ کو دیکھ، بسترے اٹھائے گئے، بیٹیاں کھولی گئیں، کمرہ کی تلاشی لی گئی ایک ایک کچا چھان مارا، کسی کے دل میں خیال نہیں آیا کہ بچہ تنور میں ہو سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے موسیٰ علیہ السلام کی اماں، پریشان ہونے کی ضرورت نہیں، تیرے بچے کو اگر تنور میں ڈالا تو اس کو بچانے کی ذمہ داری بھی میری ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام تنور میں ہیں۔ جلاد، قاتل، پولیس، فوج، تلاشی لیکر چلے گئے، موسیٰ علیہ السلام کی اماں رو رہی ہے، حوصلہ نہیں پڑتا کہ میں تنور میں جا کر دیکھوں، میرے بیٹے کا کیا حال ہے؟ کہا بیٹی جا کر دیکھو کہ تیرے بھائی کی ہڈیاں تو جگمگاتی ہوں گی۔

دل میں بات آئی۔ بیٹی دیکھنے گئی، کہا اماں جی میرے قریب آؤ، دیکھو یہاں تو آگ کا نشان نہیں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام گلاب کے پھولوں سے کھیل رہا ہے۔

واوحینا الی امر موسیٰ ان ارضعہ فانما خفت علیہ فالتقیہ فی الیم ولا

تخافى ولا تحزنى انا رادوه اليك و جاعلوه من المرسلين قاتل چلے گئے۔
جلاد چلے گئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اماں نے بیٹے کو دیکھا اور خدا کا شکر ادا کیا، لیکن پھر
پریشان ہو گئی، میں بیٹے کو کہاں لے جاؤں، دل میں آیا کہ ایک لکڑی کا تابوت بناؤں۔
صندوق بنایا گیا، اس میں روئی رکھی گئی اور اس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو رکھ دیا اور میخیں
لگا کر صندوق بند کر دیا گیا۔

صندوق بند کرنا بڑا حوصلہ تھا۔ صندوق کے اندر بیٹا تھا۔ اس میں ہوا کیسے
آئے گی۔ سانس کیسے آئے گی۔۔۔۔۔۔ یہ تیرے قریب جو دریائے نیل بہہ رہا ہے، اس
دریائے نیل میں بچے کو ڈالنا تیرا کام ہے، اور تابوت کو بچانا میرا کام ہے۔۔۔۔۔۔ ہم کہتے
ہیں پانی کی موجوں کو، فرمایا۔۔۔۔۔۔ فالقیہ فی الیم۔۔۔۔۔۔ کیسے پانی میں ڈالوں، میرا بیٹا ہے،
میرا لخت جگر ہے۔

فرمایا۔۔۔۔۔۔ ولا تخافى ولا تحزنى خوف نہ کر اور غم نہ کر۔۔۔۔۔۔ انا رادوه
اليك و جاعلوه من المرسلين حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہن اپنے بھائی کو لیکر تابوت
سمیت دریائے نیل میں ڈالنے گئیں، دریا میں بھائی کو اتار دیا، بہن کو روٹا آیا کہ میرا
بھائی ہے، تابوت کو میں نے دریا میں ڈال دیا، یہ ڈوب جائے گا، پانی تابوت میں داخل
ہو جائے گا، کسی بھنور میں جائے گا، سمندر کے کسی کنارے پر پہنچے گا، وہ یہ برداشت نہیں
کرتی کہ میرا بھائی ہو اور اس طرح سمندر اور دریا میں ہو اور مجھے پتہ نہ چلے۔

جس وقت ماں اور بہن نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تابوت ڈالا، ماں اور بہن
زار و قطار رونے لگیں، اس وقت اللہ تعالیٰ کی طرف القاء ہوا:

..... انا رادوه اليك و جاعلوه من المرسلين ○.....

اے موسیٰ کی ماں یا امراۃ عمران، مجھے خدا نہ کہنا کہ اگر یہ بیٹا، میں دوبارہ تیری
گود میں نہ لے آؤں، اس لئے بیٹا تیرا ہے اولاد حضرت یعقوب علیہ السلام کی ہے، نبیوں کا
گھرانہ ہے، بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کا ہے، لیکن یہ نبی میرا ہے، اس کی حفاظت میرے
ذمہ ہے۔

نبی کی حفاظت خدا کرتا ہے:

نبی ماں کے پیٹ سے نبی بن کر آتا ہے۔ اس کی حفاظت اللہ کے ذمہ ہوتی ہے، چاہے وہ تور میں ہو، چاہے وہ چنخہ میں ہو، چاہے وہ سمندر میں ہو، چاہے وہ دریا میں ہو، چاہے وہ چھری کے نیچے ہو، چاہے وہ دریائے نل کی موجوں میں ہو، چاہے کشتی میں ہو، حفاظت نبی کی خدا کرتا ہے۔

وہی تابوت فرعون کے محل کے قریب سے گزرنے لگا، عورتیں دریا کے کنارے پر موجود ہیں، فرعون کے خاندان کے کپڑے دھوتی ہیں قرآن نے ان الفاظ کو اور ان چیزوں کو بھی نقل کیا ہے، ورنہ کیا ضرورت پڑی ہے کہ خدا اس کا بھی ذکر کرے کہ صندوق کس نے ڈالا، تابوت کس نے بنایا، دریا میں کون اترا؟ ساتھ ساتھ کون گیا، پکڑا کس نے تھا۔

عالم الغیب صرف اللہ تعالیٰ ہے:

بتاؤ، تو کہتا ہے کہ پیر صاحب کو غیب کا علم ہے اگر موسیٰ کی والدہ کو علم غیب ہوتا تو وہ روتی کیوں تھی، تو قرآن نے کیوں کہا ہم اسے تیری طرف لوٹائیں گے۔ قرآن نے کہا..... لا تخافی ولا تحزنی..... غم نہ کر، خوف نہ کر، جو مشکل کشاء ہو، جو حاجت روا ہو، جو بگڑیاں بناتا ہو، اس کے گھر والے، اس کا خاندان، اس کی اماں کو کیسے پتہ چلا، کس نے بتایا، کیوں نہیں بتایا، بیٹا کہاں ہوگا، جائے گا کہاں؟ پرورش کہاں ہوگی، پیدائش کہاں ہوگی اور دودھ کس کا پیئے گا، جوان کہاں ہوگا، تاج نبوت کہاں ملے گا، شادی کہاں ہوگی، بکریاں کسی کی چرائے گا پھر دوبارہ ماں کے پاس کہاں آئے گا۔

یہ سبق تو دیا ہے قرآن نے اور اس واقعہ کو قرآن مجید نقل کیوں کرتا ہے تاکہ تیرا عقیدہ درست ہو اور اس کی کیا ضرورت ہے، تیرا ذہن ٹھیک ہو جائے، تیرے دماغ پر جو شرک کی جڑیں لگ چکی ہیں، جو شرک و بدعت کے ذرات تمہارے دماغوں پر چڑھ

چکے ہیں۔ قرآن مجید وہ اتارنا چاہتا ہے، کہ مشکل کشاء کون ہوتا ہے، حاجت روا کون ہوتا ہے، بگڑی کون بناتا ہے، دکھ دور کون کرتا ہے، دانا کون ہے، خالق کون ہے، مالک کون ہے؟

آل کا مسئلہ حل ہو گیا:

فرمایا۔ فالتقطه ال فرعون۔ اللہ فرماتے ہیں کہ یہاں ایک مسئلہ حل ہو گیا کہ فرعون کی آل نے، گری ہوئی چیز کو اٹھالیا، گرے ہوئے تابوت کو اٹھالیا، بنے والے تابوت کو اٹھالیا۔ فالتقطه ال فرعون۔ فرعون کی آل نے، فرعون کی تو اولاد ہی کوئی نہیں تھی۔

اگر آل کا معنی اولاد ہوتا ہے تو یہاں آل فرعون کا کیا معنی ہے۔ عربی میں آل اولاد کو کہتے ہیں، یہ روافض کا پروپیگنڈہ ہے، آل رسول کا معنی حضرت حسن علیہ السلام، آل رسول کا معنی حضرت حسین علیہ السلام، آل رسول کہتے ہیں جماعت رسول کو، حواریوں کو، اگر آل کا معنی اولاد ہے، فرعون کی اولاد تھی؟ (نہیں) قرآن نے آل لفظ فرعون کے ساتھ کیوں بولا ہے۔ قرآن کہتا ہے۔ آل فرعون۔

معلوم ہوا کہ اولاد کے علاوہ جو حامی ہوتے ہیں، جو حواری ہوتے ہیں جو ساتھی ہوتے ہیں جو حمایتی ہوتے ہیں ان کو بھی آل کہا جاتا ہے، قرآن نے کہا۔ فالتقطه آل فرعون لیکون لہم عداوہ و حزنا۔ فرعون کی ملازم عورتیں، فرعون کے حواری، فرعون کے ساتھی، دریا کے کنارے پر تھے۔ انہوں نے کہا کہ صندوق اٹھاؤ، یہ کس کا صندوق ہے، صندوق اٹھایا گیا، جب صندوق کو کھولا، تو قرآن کہتا ہے کہ اس صندوق میں ایک خوبصورت بچہ نظر آیا اور وہ بچہ انگوٹھا منہ میں لگا کر انگوٹھا چوس رہا ہے اور اس صندوق کو جب حضرت آسیہ علیہا السلام کے پاس لے جایا گیا تو آسیہ علیہا السلام کہتی ہے۔ قرآن نے لفظ بات کو نقل کیا۔ آسیہ علیہا السلام کیا کہتی ہے۔ قالت امرأۃ فرعون۔ فرعون کی بیوی نے کہا۔ قرت عین۔ یہ میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے اور اے

فرعون یہ تیری بھی آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔

فرعون نے کہا کہ بنی اسرائیل کا جو بچہ میری حکومت ختم کرے گا میرا تختہ الٹے گا کہیں یہی بچہ نہ ہو، تو آسیہ علیہا السلام کہتی ہے اگر ہم اس کی پرورش کریں گے تو پھر یہ ہمارا تختہ کیسے الٹے گا اس لئے ہم اس کو بیٹا بناتے ہیں، بیٹا کیوں بناتے ہیں، تاکہ چودھویں صدی کے لوگوں کو پتہ چل جائے کہ ہم اپنے آپ کو خدا کہتے ہیں، فرعون خدا کہتا ہے، لیکن اس کا بیٹا کوئی نہیں ہے، وہی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنا بیٹا بناتا ہے تاکہ دنیا کو پتہ چلے کہ بیٹا کوئی بھی نہیں دے سکتا۔ دیتا ہے تو خدا دیتا ہے جس نے دنیا میں خدائی کا دعویٰ کیا اس کو خدا نے بیٹا نہ دے کر بتایا کہ فرعون بھی کہتا تھا کہ بیٹا میں نہیں دے سکتا، بیٹا تو خدا کے سوا کوئی نہیں دے سکتا، یہ خزانہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے پاس نہیں۔

ان فرعون و هامان و جنودهما كانوا خاطنين..... قرآن کہتا ہے کہ یہ بڑے خطا کار تھے، فرعون اور هامان، لیکن بیوی نے جب صندوق میں بچے کو دیکھا، بچے پہ نظر پڑی، تو کہتی ہے..... عسى ان ينفعنا او نتخذة ولدا..... اس بچے کو اپنا بیٹا بنالیں گے..... وہم لا يشعرون..... دنیا کو پتہ بھی نہیں چلے گا کہ اس کی ہمارے گھر پرورش ہوگی، تو کوئی بات نہیں کہ یہ ہمارے مقابلے میں آجائے ہمیں قتل کرنے آجائے، ہمارا تختہ الٹنے کیلئے آجائے۔

خدائی وعدہ پورا ہوا:

فرعون کے گھر بچہ پہنچ گیا، آسیہ علیہا السلام کے دروازے پر پہنچ گیا، بادشاہ کے گھر میں پہنچ گیا، اس سارے منظر کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہن دیکھ رہی ہے، فرمایا..... واصبح فواد ام موسى فارغا..... ان كادت لتبدي به لولا ان ربطنا على قلبها لتكون من المؤمنين و قالت لا خته قصيه فبصرت به عن جنب وهم لا يشعرون..... صبح ہوئی اور بچے کو دودھ پلانے کا وقت آیا۔ سارے محلے میں، سارے شہر میں، سارے علاقے میں اعلان کر دیا گیا جو دایا یہاں موجود ہیں، آجائیں، ہر عورت

آگے بڑھتی ہے کہ میں بچے کو دودھ پلاؤں، بادشاہ کے بچے کو دودھ پلاؤں۔ بادشاہ کے گھر میں رہوں گی، میری عزت بن جائے گی، میری عظمت بن جائے گی، ہر عورت کہتی ہے کہ ہم نے دنیا میں بڑے بڑے بچوں کو دودھ پلایا، یہ کوئی معمولی بچہ نہیں، اس کو دودھ پلانے کے لئے دایوں کا مجمع اکٹھا ہو گیا۔

قرآن کہتا ہے..... وحرمناعلیہ المراضع من قبل..... اللہ فرماتے ہیں کہ ہم نے حرام کر دیا کہ کوئی عورت اس بچے کو دودھ پلائے..... فقالت هل ادلکم علی اهل بیت یکفلونہ لکم و ہم لہ ناصحون..... اتنے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہن نے کھڑے ہو کر کہا کہ اے قافلہ والو، اے شہر والو، اے بادشاہ کے گھرانے والو، اگر تم مجھے اجازت دو، تو میں تمہیں ایک ایسی عورت بتاؤں کہ جو بڑی عظیم عورت ہے، بڑی دائی ہے اور بڑی برکت والی اور بڑی تربیت والی ہے..... اب وہ نصیحت کرتی ہے کہ یہ کہنے کی دیر ہے۔

بادشاہ نے کہا کہ اس کو ابھی لاؤ، پولیس بھیجی، سواری بھیجی، لوگوں کو بھیجا، سارے لوگ جو چند دن پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے گھر میں تلواریں لیکر گئے تھے، قتل کرنے گئے تھے، آج وہی بڑے احترام سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اماں کو لینے گئے ہیں، اللہ کا فرمان پورا ہو گیا..... انا رادوہ الیک و جاعلوہ من المرسلین..... مجھے خدا نہ کہنا کہ یہی بیٹا اگر میں تیرے گھر میں واپس نہ لے آؤں۔

فرمایا..... ساری دایوں پر اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا کہ کسی عورت اور دائی کا دودھ میرا پیغمبر پیئے۔

قرآن کہتا ہے..... فرددنه الی امہ کی تقرعینہا..... سارے لوگ مل کر، بڑے بڑے لوگ مل کر وہاں پہنچے اور موسیٰ علیہ السلام کی اماں سے کہا میں کسی کے گھر دودھ پلانے نہیں جایا کرتی، اور اس لڑکی نے آ کر کہا کہ جس عورت کو میں بلانے گئی تھی وہ کہتی ہے کہ میں کسی کے گھر نہیں آتی، وہ گھر میں کیسے آتی، خدا نے جو وعدہ کیا تھا کہ آج اگر تو میرے نبی کو ایک لکڑی کے صندوق کے اندر ڈالے گی، تو مجھے بھی خدا نہ کہنا کہ اگر یہی بچہ

دوبارہ تیری گود میں نہ آئے اور تیرے گھر میں نہ آئے۔ بادشاہ نے کہا کہ ہمیں لانے کا اصرار نہیں، اگر وہ وہاں دودھ پلاتی ہے تو کوئی بات نہیں، سواریاں لاؤ، کجاوے لاؤ، بہت خوبصورت سواریاں منگوائی گئیں، کجاوے لگائے گئے اور اونٹنیاں لائی گئیں، لشکر تیار کیا گیا، ساری حکومت اور بادشاہت، سارے ارکان دولت، سارے وزراء اس بچے کو ساتھ لیکر موسیٰ علیہ السلام کے گھر چلے، دروازہ کھٹکھٹایا، اے عورت یہ بچہ شاید تیرا دودھ پی لے اس بچے کو اپنی گود میں رکھو۔

قرآن نے کہا..... فرددنه الی امہ..... ہم نے لوٹا دیا اس کو ماں کی طرف..... کسی تقرعینہا..... تاکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اماں کے دکھ دور ہو جائیں جو اپنے بیٹے کو آگ میں ڈالنے پر ہوئے تھے اور بیٹے کو دریا میں اتارنے پر ہوئے تھے..... ہم نے کہہ دیا تھا کہ اے موسیٰ کی اماں..... لاتحزن..... غم نہ کر..... ولتعلم ان وعد اللہ حق..... میرا وعدہ پہلے بھی سچا تھا، آج بھی سچا ہے..... ولكن اکثرهم لا یعلمون..... لیکن اکثر لوگوں کو تو اس بات کا پتہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ہر کام میں حکمت ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام واپس حضرت یو کا علیہ السلام یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ ہیں، ان کو قرآن نے کہا..... اذ قالت امرأۃ عمران..... امرأۃ عمران کا ذکر کیا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام والدہ کی گود میں:

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دوبارہ اپنی ماں کی آغوش میں دے دیا اور پہلے خرچ اپنا تھا اب سارا خرچ سرکاری ہو گیا، کس کا خرچ ہوا کہ جس نے قسم کھائی کہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پیدا نہیں ہونے دوں گا، لیکن جس نے بچانا تھا اس نے قسم کھائی ہے کہ میں بیٹا پیدا کروں گا اس کی پرورش تیرے گھر میں ہوگی، خرچہ بھی تو برداشت کرے گا، اگر یہ نہ کروں تو مجھے خدا نہ کہنا، نظام ایسا، بات ایسی، بچے کی تربیت ہو رہی ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام واپس اپنی اماں کی گود میں آ گئے، یہاں تک آج واقعہ بیان

ہوا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے پانچ چیزوں کا ذکر اللہ تعالیٰ کے قرآن نے کیا ہے، ایک ان کی پیدائش کا واقعہ اور ان کی جوانی کے واقعات، انہوں نے ہجرت کی اور بکریاں چرائیں اور انہیں نبوت ملنے کا واقعہ اور ان کے مصر آنے کا واقعہ اور فرعون اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا معرکہ الآراء واقعہ، فرعون کے مقابلہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کھڑے ہو گئے۔ پیدائش کے واقعہ کا تذکرہ آج ہوا، باقی باتوں کا ان شاء اللہ ذکر اگلے جمعوں میں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ سمجھ اور عمل کی توفیق بخشے۔ آمین

وَآخِرُ دُعَاؤِنَا عَنِ الْحَمْدِ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ○



حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حُجَّتِ خَلْق

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

وَهَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ مُوسَى ۖ إِذْ رَأَىٰ نَارًا فَقَالَ لِأَهْلِهِ امْكُثُوا إِنِّي آنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّي آتِيكُم مِّنْهَا بِقَبَسٍ أَوْ أَجْدُ عَلَى النَّارِ هُدًى ۖ فَلَمَّا أَتَاهَا نُودِيَ يَمُوسَى ۖ إِنِّي أَنَا رَبُّكَ ۖ فَاخْلَعْنَا عَنْكَ ۖ إِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ۖ وَأَنَا اخْتَرْتُكَ فَاسْتَمِعْ لِمَا يُوحَى ۖ إِنَّنِي أَنَا اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدْنِي وَأَقِمِ الصَّلَاةَ لِذِكْرِي ۖ (پارہ ۱۶، سورۃ طہ، آیت ۹ تا ۱۴)

اللہ
صَلَّى
عَلَيْهِ
وَاٰلِهٖ
سَلَامٌ

ترجمہ:

”اور پہنچتی ہے تجھ کو بات موسیٰ کی، جب اس نے دیکھی ایک آگ تو کہا اپنے گھر والوں کو ٹھہرو، میں نے دیکھی ہے ایک آگ، شاید لے آؤں تمہارے پاس اس میں سے سلگا کر یا پاؤں آگ پر پہنچ

کر راستہ کا پتہ، پھر جب پہنچا آگ کے پاس، آواز آئی اے
 موسیٰ، میں ہوں تیرا رب، سوا تار ڈال اپنی جوتیاں تو ہے پاک
 میدان طوی میں، اور میں نے تجھ کو پسند کیا ہے، سو منتارہ جو حکم ہو،
 میں جو ہوں اللہ تعالیٰ ہوں، کسی کی بندگی نہیں سوائے میرے، سو
 میری بندگی کر اور نماز قائم رکھ میری یادگاری کو۔“

تمہید:

بزرگانِ محترم!

آپ حضرات کے سامنے پچھلے دو جمعوں سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ شروع
 ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا واقعہ تاریخی حیثیت رکھتا ہے۔ قرآن پاک نے
 بڑے ہی اچھے انداز میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ مختلف مقامات پر بیان فرمایا ہے۔ اس
 سے قبل حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کا ذکر ہوا، اس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پرورش
 فرعون کے گھر میں ہوئی وہ واقعہ بھی آپ سماعت فرما چکے ہیں، اس کے علاوہ حضرت
 موسیٰ علیہ السلام اور جادو گروں کا مقابلہ اس کے بارہ میں بات ہو چکی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں بندہ قتل ہوا:

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک آدمی کو لڑتے ہوئے دیکھا۔ ایک قبطی اور اسرائیلی
 کی لڑائی ہو رہی ہے۔ ایک قبطی دوسرے کو مار رہا ہے تو دوسرے نے پکار کر کہا کہ اے
 موسیٰ میری مدد کرو، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس قبطی کو روکا کہ تو اس کو نہ مار، وہ نہیں رکا تو
 حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کو ایک مکا مارا، قرآن پاک میں اس مکا مارنے کا ذکر ہے
 فَوَكَزَهُ مُوسَىٰ فَقَضَىٰ عَلَيْهِ..... حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مکا مارا اور حضرت موسیٰ
 علیہ السلام کے مکے سے وہ آدمی اسی جگہ مر گیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تو جان بوجھ کر تو اس کو
 مکہ نہیں مارا تھا۔ ظلم کے روکنے کیلئے اس کو تنبیہ کی تھی وہ اس مکے کی چوٹ کو برداشت نہ
 کر سکا، مر گیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام مصر سے مدین چلے گئے:

اب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خطرہ محسوس کیا کہ بادشاہ کی فوج مجھے گرفتار کر لے گئی، حضرت موسیٰ علیہ السلام مصر کا علاقہ چھوڑ کر چلے گئے، یہ واقعہ قرآن مجید میں ہے۔
(تاریخ طبری جلد ۱، صفحہ ۲۰۵)

ظلم کے خلاف آواز حق شعرا انبیاء ہے:

حضرت موسیٰ علیہ السلام یہاں سے چلے اور مدین کی بستی میں پہنچے، مدین میں حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک ایسی جگہ پہنچے کہ جہاں لوگوں کا بڑا رش تھا، بڑا اجتماع تھا، بڑی دنیا جمع تھی، مدین میں موسیٰ علیہ السلام نے دیکھا کہ وہاں بھی زیادتی ہو رہی ہے۔ کسی کے اوپر زیادتی ہو اس کے خلاف آواز اٹھانا یہ انبیاء کا طریقہ ہے، انبیاء نے یہ طریقہ سکھایا ہے یہ نبیوں کا شعار ہے۔

مدین کے علاقے میں پہنچ کر دیکھتے ہیں کہ بڑے بڑے چوہدری، بڑے بڑے آدمی، بڑے بڑے جوان پانی لے رہے ہیں ایک کنوئیں سے اور جو

غریب لوگ ہیں

کنزور آدمی ہیں

ان کو دھکے دیئے جا رہے ہیں

پیچھے ہٹو

پیچھے ہٹو

رش ہے

کنواں ایک ہے

..... پانی لینے والے سینکڑوں ہیں.....

صبح کا وقت ہے، اور صبح سے لیکر شام تک اللہ تعالیٰ کے پیغمبر علیہ السلام نے دیکھا کہ سب لوگ پانی لے رہے ہیں، لیکن جو کنزور تھے، بوڑھے تھے، عورتیں تھیں، ان کو کوئی پانی

نہیں لینے دیتا، پیغمبر ﷺ کی رگ غیرت پھڑک اٹھی، نبی ﷺ نے فرمایا، کتنی بڑی زیادتی ہے کہ لوگ پانی لے رہے ہیں اور چاہتے ہیں کہ یہاں جو کمزور، ضعیف، ناتواں لوگ ہیں، ان کو یہ لوگ پانی بھر کر دیتے، پانی کے بغیر تو گزارہ نہیں، کنواں ہے، علاقہ بڑا ہے، شہر بڑا ہے، جو بڑے بڑے چوہدری ہیں یا جو بڑے بڑے آدمی ہیں یا جن کے ساتھ پانچ چھ بھائی ہیں وہ آ کر کنوئیں سے ڈول نکال رہے ہیں، لیکن غریب آدمی کو کوئی نہیں پوچھتا۔

قرآن پاک نے اس واقعہ کو نقل کیا ہے، فرمایا..... ولما توجه تلقاء مدين قال عسى ربي ان يهديني سواء السبيل..... حضرت موسیٰ علیہ السلام مدین کی بستی میں پہنچے، مدین کے علاقے میں پہنچے، کوئی پتہ نہیں کہ

نبی ﷺ نے کہاں جانا ہے

منزل کا پتہ نہیں

شہر کا پتہ نہیں

علاقے کا پتہ نہیں

شہر میں جاننے والا کوئی نہیں

اپنے شہر اور اپنے علاقے اور ملک سے بھاگے ہیں کہ کہیں قتل کا الزام نہ آ جائے، کہیں زیادتی نہ ہو جائے۔

مدین کی بستی میں پہنچے اور دل میں ارادہ یہ کیا کہ..... اللہ تعالیٰ خود مجھے سیدھا راستہ بتائے گا۔

اس شہر میں پہنچے تو پانی کا ایک کنواں دیکھا اور وہاں لوگوں کا ہجوم دیکھا، فرمایا..... ولما ورد ماء مدين وجد عليه امة من الناس..... اس کنوئیں پر ایک بہت بڑی امت اور بہت بڑی جماعت دیکھی کہ وہ کنوئیں سے پانی نکال رہی ہے..... ووجد من دونهم امراتين تذودان قال ما خطبكما..... اللہ تعالیٰ کا پیغمبر جہاں برائی دیکھتا ہے، زیادتی دیکھتا ہے، نبی ﷺ سے برداشت نہیں ہوتا۔

یہ نبیوں کی سنت ہے کہ جہاں ظلم ہو، جہاں زیادتی ہو، اس کو روکا جائے، یہ پیغمبروں کا طریقہ ہے، اسلام یہ نہیں کہتا کہ کوئی ظلم کرے تو ایک رخسار پر آدمی طمانچہ مارے اور آدمی دوسرا آگے کر دے، یہ نہیں ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام دیکھتے ہیں کہ مدین کے علاقے میں دنیا چوکوں میں کھڑی ہے، کنوئیں پر لوگ پانی بھر رہے ہیں، غریبوں کو، مزدوروں کو دیکھا کہ وہ ایک کونے پر دبک کر کھڑے ہیں اور کچھ لڑکیاں کھڑی ہیں اور سب لوگ اپنا اپنا کام کر کے چلے گئے، لیکن بوڑھوں کو تو کسی نے نہیں پوچھا۔

جب سب لوگ چلے گئے تو بوڑھے آگے بڑھے، انہوں نے بھی اپنا کام کیا، لیکن دولڑکیاں وہاں کھڑی تھیں ان کو تو کسی نے نہیں کہا کہ بہن ہم تمہارا کام کرتے ہیں، ہم تمہارے لئے پانی بھرتے ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور خدمت خلق:

اللہ تعالیٰ کو کیا ضرورت پڑی تھی کہ یہ واقعہ مدین میں پیش آیا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دور میں پیش آیا اور مدین ایک بستی ہے مدینہ سے دور، وہاں یہ واقعہ پیش آیا اس کا ذکر اللہ ۲۰ پارے میں کر رہا ہے، کیا ضرورت ہے، اللہ کو؟ اللہ تمہیں اور مجھے بتانا چاہتا ہے کہ جب اس طرح تمہارے دور کی کوئی بیوہ عورت ہو، کوئی یتیم لڑکی ہو یا بوڑھے والدین کی اولاد ہو اور ان کا دنیا میں کوئی سہارا نہ ہو، تو تم پر فرض ہے کہ تم ان کا کام کرو، خدمت کرو، اس لئے یہ واقعہ دہرایا جاتا ہے، اللہ بغیر وجہ کے ان واقعات کو بیان نہیں کرتا۔

قرآن نے کیا کہا؟ فرمایا..... حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دیکھا کہ کنوئیں کے کنارے پر دنیا کا ایک ہجوم ہے اور شام تک سارے لوگ پانی بھر بھر کر گھروں کو چلے گئے، لیکن فرمایا..... اسی کونے میں دولڑکیاں دبک کر بیٹھی ہوئی ہیں، ان کے پاس پانی کا برتن ہے، لیکن ان کیلئے پانی بھرنے والا کوئی نہیں، اللہ کے پیغمبر علیہ السلام نے جوانوں سے

نہیں پوچھا، لوگوں سے نہیں پوچھا، عام آدمیوں سے نہیں پوچھا، ان لڑکیوں کے پاس حضرت موسیٰ علیہ السلام چلے گئے اور جا کر کہا..... قال ما خطبکما..... اے میری بہنو، اے اس علاقے کی لڑکیو، کیا وجہ ہے کہ سارے لوگ پانی لیکر چلے گئے اور تم اسی طرح پانی کا برتن لیکر بیٹھی ہو، کیا وجہ ہے؟

ان لڑکیوں نے جواب دیا اور اللہ کو وہ جواب اتنا پسند آیا کہ اللہ نے اس کو قرآن میں نقل کر دیا، بچیوں سے پوچھا کہ تمہیں کیا ہوا، تم نے پانی کیوں نہیں بھرا؟ تو بچیاں رو کر کہتی ہیں..... قالتا لا نسقى حتى يصدر الرعاء وابونا شيخ كبير..... اے مسافر ہمارا کوئی جوان بھائی نہیں اور ہمارا بوڑھا باپ ہے، جو چار پائی پر پڑا ہے اس کیلئے پانی بھرنے والا کوئی نہیں، کوئی ہمارے لئے پانی نہیں بھرتا..... سارے لوگ چلے گئے ہمیں کسی نے پوچھا تک نہیں، پیغمبر کسی کے پاس نہیں گیا، کسی کے گھر نہیں گیا، نبی نے لا لچ نہیں کیا، نبی ان دونوں لڑکیوں کے پاس جا کر کہتا ہے اے میری بہنو! بتاؤ تمہیں کیا ہوا۔

میں قربان جاؤں حضرت موسیٰ علیہ السلام تیرے قدموں پر، تیری عظمت پر، کہ تو نے قیامت تک آنے والی دنیا کو بتا دیا کہ جن عورتوں کا سہارا کوئی نہیں ہوتا، جن بیوہ عورتوں کا سہارا کوئی نہیں ہوتا، اللہ تعالیٰ کا پیغمبران کا سہارا بن کر آتا ہے۔ چالیس آدمی مل کر پانی کا ڈول نکالتے ہیں تو پانی نکلتا ہے یہاں تو آدمی کوئی نہیں اور لڑکیاں کہتی ہیں کہ ہمارا باپ بوڑھا ہے۔ ہمارا بھائی کوئی نہیں۔

پیغمبر نے فرمایا کہ میری بہنو فکر نہ کرو، پریشان نہ ہو، میں ایک مسافر ہوں، میرا نام موسیٰ ہے، میں اس علاقے سے گزر رہا تھا، میں نے تمہیں ایک کونے میں بیٹھا ہوا دیکھا، مجھ سے رہا نہ گیا، لاؤ پانی کے برتن میرے سپرد کرو، میں تمہارے لئے پانی بھرتا ہوں۔

پانی کے برتن بے لئے اور قرآن کہتا ہے..... چالیس آدمی پانی کا ڈول نکالتے ہیں تو پانی نکلتا ہے لیکن اللہ کا پیغمبر اکیلا ہی پانی کا ڈول نکال رہا ہے..... فسقى

لہما تم تولی الی الظل فقال رب انی لما انزلت الی من خیر فقیر..... پانی دے دیا، لڑکیاں چلنے لگیں تو ایک لڑکی نے کہا کہ اے بھائی اگر تو مسافر ہے تو ہمارے ساتھ چل، ہمارے گھر چل اور ہماری مہمانی قبول کر۔

میں قربان جاؤں ان لڑکیوں پر کہ جو اس مسافر کو مہمان بناتی ہیں..... حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کوئی پتہ نہیں، غیب کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا جانتا کوئی نہیں۔ کہتے ہیں کہ پیر کے کتے کو بھی غیب کا علم ہے، لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ابھی تک پتہ نہیں کہ یہ لڑکیاں کس کی ہیں، لڑکیوں کو پتہ نہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کون ہیں؟

حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت شعیب علیہ السلام کے ہاں:

قرآن کہتا ہے..... فجاءتہ احداہما تمشی علی استحياء..... اللہ تعالیٰ کے پیغمبر نے فرمایا کہ ٹھیک ہے، میں تمہاری مہمانی قبول کرتا ہوں، میں تمہارے ساتھ چلتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کا نبی آگے آگے اور لڑکیاں پیچھے پیچھے، حالانکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو راستے کا پتہ نہیں، لیکن آگے آگے چل رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ کو ان لڑکیوں کی یہ ادا اتنی پسند آئی کہ ان کے چلنے کا ذکر بھی قرآن میں کر دیا۔

واقعہ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دور کا ہے ہمارے قرآن میں اس کا ذکر کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ دنیا کو بتانا چاہتا ہے کہ جن لڑکیوں نے موسیٰ کی مہمانی کی ہے ان لڑکیوں کا کمال دیکھو ان کی حیاء دیکھو، ان کی عظمت دیکھو، ان کی رفعت دیکھو، ان میں غیرت دیکھو کہ ان لڑکیوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ تم آگے چلو، حضرت موسیٰ علیہ السلام آگے اور لڑکیاں پیچھے ہیں، تو قرآن کہتا ہے..... فجاءتہ احداہما تمشی علی استحياء.... وہ لڑکی چلتی ہے تو اس کے قدموں سے حیاء ٹپکتی ہے..... اور ہمارے ہاں لڑکی چلتی ہے تو اس کے چلنے سے بے غیرتی ٹپکتی ہے۔

ایک لڑکی یہ ہے کہ جس کی تعریف اللہ تعالیٰ کر رہا ہے..... ایک لڑکی راستے میں کہنے لگی، اے نوجوان، ہمارے گھر تو ضرور چلے گا تا کہ جو تو نے پانی کا ڈول نکالا ہے

ہم اپنے والد کو کہیں گی کہ اس کی مزدوری اس کو دے دیں۔

کیا پتہ کہ یہ کون ہے، یہ مزدوریاں لینے والا کون ہے، اس کے سر پر تو نبوت کا تاج ہے..... قالت ان ربی یدعوك لیجزیک اجرما سقیتلنا فلما جاءه وقص علیہ القصص قال لا تخف نجوت من القوم الظالمین..... اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس گھر میں پہنچا دیا کہ لڑکیاں بھی گھر میں پہنچ گئیں۔

جب لڑکیاں گھر میں پہنچیں تو حضرت موسیٰ علیہ السلام گھر میں پہنچے تو اس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پتہ چلا کہ یہ دونوں لڑکیاں تو ایک پیغمبر کی ہیں، جس پیغمبر کا نام حضرت شعیب علیہ السلام ہے۔

پانی بھرنے والا بھی پیغمبر اور ڈول کے ذریعہ پانی لینے والا بھی پیغمبر، لیکن نہ اس کو پتہ ہے نہ اس کو پتہ ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام گھر میں پہنچ گئے..... آواز آئی گھبرانے کی ضرورت نہیں تو مصر سے آیا تھا اے موسیٰ اب فکر نہ کر۔

بڑی لڑکی نے گھر میں داخل ہو کر اپنے ابا سے کہا، اے ابا جان..... یابست استاجره..... اس ملازم کو، اس بھائی کو مزدوری دے دو، اس نے ہمارے ساتھ بڑی نیکی کی ہے، ہمیں کوئی بہن نہیں سمجھتا تھا، تمام لوگ پانی کے برتن لیکر گھروں کو چلے گئے، لیکن یہ ایک نوجوان ہے جو مسافر ہے، اس نے ہمارے لئے پانی نکالا، ہمارے برتن پانی سے بھرے، اے ابا جان ہماری درخواست ہے کہ اس نوجوان مسافر کو مزدوری دے دو، کچھ پیسے دے دو۔

ان خیر من استأجرت القوی الامین..... یہ تو بڑا اچھا مزدور ہے، بڑی طاقت والا مزدور ہے، چالیس آدمی جس ڈول کو نکالتے تھے یہ اکیلا نکالتا ہے، یہ ایسا مزدور ہے۔

ادھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی آئی، حضرت شعیب علیہ السلام پر کہ یہ جو مزدور تیرے گھر آیا ہے یہ کوئی عام آدمی نہیں ہے، اے شعیب تو بھی میرا پیغمبر علیہ السلام یہ نوجوان

بھی میرا پیغمبر ﷺ، اس کا نام موسیٰ ہے۔ (تفسیر ابن جریر سورۃ قصص)

حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت شعیب علیہ السلام کی دامادی میں:

تو حضرت شعیب علیہ السلام باہر نکلے، حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ کچھ دیر کی مہمانی ہوئی اور حضرت شعیب علیہ السلام نے کیا کہا، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حسن کو دیکھا، ان کی جوانی کو دیکھا، جمال کو، چلنے کو، اخلاق کو، جرأت کو، وفا شعار کی کو، بچیوں کی خدمت کو جب شعیب علیہ السلام نے دیکھا تو کیا کہا..... قال انی ارید ان انکحک احدی ابنتی ہتین علی ان تاجر نی ثمانی حججہ..... اے موسیٰ میں چاہتا ہوں کہ ان دو لڑکیوں میں سے ایک کا رشتہ تجھے دے دوں..... فان اتممت عشا فمن عندک..... حقیقت میں یہ رشتے کی بات تھی، لیکن ساتھ یہ بھی بات تھی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ابھی چالیس تک نہیں پہنچے تھے، لیکن اللہ تعالیٰ اس سے پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ایک نبی کی صحبت میں رکھ کر تربیت دینا چاہتا تھا۔

حضرت شعیب علیہ السلام نے کہا کہ میں تجھے اپنی بیٹی کا رشتہ دوں گا، لیکن آٹھ سال تک تو میری بکریاں چرائے گا اور میرے گھر میں رہے گا۔

خدمت خلق عبادت ہے:

بات شروع ہوئی لڑکیوں کی خدمت سے، جو بے سہارا عورت ہوتی ہے جو بے سہارا لوگ ہوتے ہیں جو بے سہارا خاندان ہوتے ہیں، جو بے آسرا ہوں ان کی خدمت کرنا ان کیلئے چلنا، ان کے لئے خود کو خدمت پر لگانا یہ اسلام میں عبادت ہے۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا پہلا خطبہ:

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا دین اپنی جگہ پر ہے، لیکن اسلامی شریعت ان چیزوں کو بڑی اہمیت دیتی ہے۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ جب خلیفہ بنے تو مسجد میں اجتماع ہے۔

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں، نبیوں کے بعد سب سے پہلے حکمران نے خطبہ دیا، فرمایا لوگو مجھے تم پر حاکم بنا دیا گیا ہے، لیکن میں تم سے بہتر نہیں ہوں۔ اگر میں سیدھا سیدھا چلوں تو میری اتباع کرنا اور اگر میں ٹیڑھا چلوں تو مجھے سیدھا کر دینا۔ یہ نہیں کہا کہ اگر میں ٹیڑھا چلوں تو میری تب بھی اطاعت کرنا۔

(تاریخ اسلام جلد ۱، صفحہ ۱۳۲، مطبوعہ کراچی)

حکمرانی کی روح یہ ہوتی ہے، یہ ہے حکمرانی، یہ ہے حکومت، غریب کا احساس، رعایا کا احساس، تیسرے دن صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کندھے پر کپڑا رکھ کر بازار جا رہے ہیں، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے روک لیا، امیر المومنین آپ کپڑا لیکر جا رہے ہیں تو فرمایا کہ میں کہاں سے کھاؤں گا۔

تو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم ابھی میٹنگ کرتے ہیں مجلس شوریٰ کی اور آپ کی تنخواہ مقرر کرتے ہیں تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی تنخواہ کیلئے میٹنگ ہوئی مجلس شوریٰ نے فیصلہ کیا کہ اتنی تنخواہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی لگا دی جائے، تاکہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ خلافت کی ذمہ داری پوری کریں، تنخواہ مقرر ہوگئی۔ (کنز العمال جلد ۵، صفحہ ۵۸۹)

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی آخری وصیت:

لیکن جب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا آخری وقت آیا تو بیٹے عبدالرحمن رضی اللہ عنہ سے کہا کہ بیٹا میں جب دنیا سے چلا جاؤں تو میری خلافت کے دو سال تین مہینے دس دن کی جو زندگی ہے، اس ساری تنخواہ کو جمع کرنا اور میری وراثت کے پیسے سے یہ پیسہ بیت المال کو واپس دے دینا۔ صدیق کو اس کی ضرورت نہیں۔

اور فرمایا کہ بیٹا میں دنیا سے جا رہا ہوں، مجھے پرانے انہیں کھدر کے کپڑوں میں دفن کر دینا، بیٹے نے کہا کہ ابا جان یہودی کیا کہیں گے، عیسائی کیا کہیں گے کہ مسلمانوں کے خلیفہ کو اچھا کپڑا بھی نہ ملا۔ تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا بیٹا میرا گزارہ کھدر کے انہی پرانے کپڑوں میں ہو جائے گا اور اچھا کپڑا مدینہ کی کسی بیوہ کے کام

آجائے گا۔

سیدنا صدیق رضی اللہ عنہ اور خدمت خلق:

یہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی حکومت ہے۔ آپ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ سنا کہ بے سہارا لڑکیوں کیلئے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کتنی قربانی دی۔ آپ کو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا واقعہ سنا کر آپ کا ایمان تازہ کروں کہ صدیق رضی اللہ عنہ نے کیا کیا، صدیق رضی اللہ عنہ نے تو اچھا کفن بھی نہیں پہنا۔

اور کتاب الخراج میں امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے بڑی عجیب بات لکھی ہے، سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سوچتے تھے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہر کام میں مجھ سے بڑھ جاتے ہیں، جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کوئی کام تو میں ضرور ایسا کروں کہ جس میں میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے بڑھ جاؤں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تو مصروف ہو گئے۔ مجھے بڑا موقع ہے کہ میں نیکی زیادہ کروں، کافی دنوں تک خیال کرتے کرتے خیال آیا۔ مقام سخ جو مدینہ سے باہر ایک بستی ہے وہاں ایک بوڑھی عورت رہتی ہے اسی سال اس کی عمر ہے، اس کا نہ باپ ہے، نہ بھائی ہے، نہ بیٹا ہے، اکیلی ہے۔

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی حکومت گیارہ لاکھ مربع میل پر تھی تو سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں دوسرے دن اس بوڑھی عورت کے پاس چلا گیا اس کی کٹیا میں، جھونپڑی میں، صبح کو، تو میں نے اسے کہا کہ اماں میں تیری خدمت کرنا چاہتا ہوں، تو بوڑھی نے کہا کہ کیا خدمت کرے گا تو عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ میں تیری جھونپڑی کی روزانہ صفائی کروں گا، تیرے لئے پانی بھر دیا کروں گا۔

تو اس بوڑھی عورت نے کہا کہ ابھی تھوڑی دیر گزری ہے ایک آدمی آیا تھا وہ پانی بھی بھر گیا ہے، صفائی بھی کر گیا ہے۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مجھے احساس تک نہ ہوا کہ وہ آدمی کون ہوگا۔

میں دوسرے دن فجر کی نماز سے بھی پہلے چلا گیا، تو وہ بوڑھی عورت کہتی ہے کہ وہ آدمی آیا تھا، پانی بھی بھر گیا ہے اور صفائی بھی کر گیا ہے..... آدمی کون ہے؟..... کوئی پتہ نہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں تیسرے دن تہجد سے بھی پہلے گیا، چاند کی چاندنی ہے تو اس بوڑھی عورت نے کہا کہ وہ آدمی آیا تھا صفائی کر گیا ہے اور پانی بھرنے کیلئے پہاڑ کے دامن میں گیا ہوا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں وہاں کھڑا ہو گیا۔ چاند کی چاندنی میں، میں نے دور سے دیکھا کہ پہاڑ کے دامن سے ایک آدمی آرہا ہے۔ اس کے چہرے پر کپڑا ہے اور میرے قریب سے وہ گزرنا چاہتا ہے میں نے زبردستی اس کا بازو پکڑ لیا اور بازو پکڑ کر میں نے کہا کہ تو کون ہے؟ جب میں نے اس کے چہرے سے کپڑا ہٹایا تو زمین میرے پاؤں کے نیچے سے نکل گئی کہ وہ آدمی وقت کا خلیفہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تھا۔

(تاریخ الخلفاء صفحہ ۸۰۔ ابن اثیر جلد ۲، صفحہ ۲۹۰)

اسلام حقوق کا علمبردار ہے:

یہ اسلام کی روح ہے۔ ہم نے صرف یہ سمجھ لیا کہ ٹیلی ویژن پر اذان ہو جائے تو اسلام آ جاتا ہے، یا اخبار میں اعلان ہو جائے تو اسلام آ جائے۔ اسلام اس کو نہیں کہتے، یہ انفرادی زندگی ہے لوگوں کی، خدا نے ہر مسلمان پر نماز فرض کی ہے، لیکن

اسلام عالمگیر مذہب ہے

اسلام اجتماعیت کا علمبردار ہے

اسلام پورے معاشرے میں اچھائی لانا چاہتا ہے

اسلام ایک ایک بچے کو ایک ایک غریب کو اس کا حق دینا چاہتا ہے

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو رعایا کا احساس:

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا رنگ کالا ہو گیا تھا۔ اس وقت جب مدینہ میں قحط

بڑا، حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے زیتون کا تیل چھوڑ دیا، زیتون سے روٹی کھائی جاتی تھی، عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے زیتون چھوڑا، جو کی سوکھی روٹی عمر فاروق رضی اللہ عنہ کھاتا ہے۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا جسم کمزور ہو گیا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مل کر عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس آئے کہ امیر المومنین آپ کا کیا بنے گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تمہیں میرا فکر ہے قیامت کی صبح کو جب میرا نبی صلی اللہ علیہ وسلم پوچھے گا عمر رضی اللہ عنہ میری رعایا، مکے کے لوگ، رعایا غریب آدمی زیتون نہیں استعمال کرتے تھے تو کیوں استعمال کرتا ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس اس کا کوئی جواب نہیں ہے۔ یہ اسلام کی روح ہے، اس کو کہتے ہیں حکومت، اس کو کہتے ہیں حکمرانی، فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حکمرانی کی روح دنیا کو بخشی ہے اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو لوگ بھی ایسے ملے تھے۔

بدو کی امانت داری:

قادسیہ کی جنگ ہوئی۔ ایران کے بادشاہ کے ٹکڑے ہوئے۔ یزدجر شہنشاہ ایران کا تاج اتارا گیا اور تاج کھربوں ڈالر کا تھا، جب ایران کی جنگ ختم ہوئی تو ایک بدو وہ بادشاہ کا تاج لیکر ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کے پاس آیا، سپہ سالار کے پاس، رات کی تاریکی میں، ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ یہ ہے شہنشاہ ایران کا تاج، ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے اس کا بازو پکڑ لیا اور کہا کہ بتا تیرا کیا نام ہے؟ تجھے دفتر خلافت سے انعام ملے گا کہ اس کو انعام ملنے کا وعدہ کیا۔

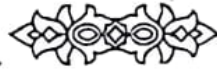
تو اس بدو نے جواب دیا، میں نے جس خدا کیلئے یہ تاج اتارا ہے وہ خدا میرا نام جانتا ہے، کوئی ضرورت نہیں ہے۔

روٹی کپڑا مکان حکومتی ذمہ داری:

یہ عمر رضی اللہ عنہ کا نظام تھا۔ یہ عمر رضی اللہ عنہ کی حکومت تھی یہ تو حکومت اسلامی تھی، اسلام یتیم بچوں کو سہارا دیتا ہے، اسلام بیواؤں کا سہارا بنتا ہے، اسلام مزدوروں، کسانوں،

محنت کشوں کو عزت دیتا ہے، یہ اسلام کی عظمت ہے۔
 میرے دوستو! حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا قول یاد رکھو، حضرت فاروق
 اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا..... اسلامی حکومت کا فرض ہے کہ وہ بھوکے کو روٹی کھلائے، حکومت
 اسلامی کا فرض ہے..... جو ننگا ہو اس کو کپڑا دے اور یہ بھی فرض ہے کہ..... اس کیلئے ایسا
 گھر دے جس میں وہ رہائش کر سکیں۔
 حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے کہ یہ بھی حکومت کا فرض ہے کہ وہ
 لوگوں کو تعلیم دے، لوگوں کو صحت کی سہولت دے، لوگوں کو دوائیوں کی سہولت دے، یہ
 حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا اعلان ہے۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ○





بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

فَانْطَلَقَا حَتَّىٰ إِذَا رَكِبَا فِي السَّفِينَةِ خَرَقَهَا قَالَ
اَخْرَقْتُهَا لِتُغْرِقَ أَهْلَهَا لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا إِمْرًا ۖ قَالَ أَلَمْ أَقُلْ
إِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيعَ مَعِيَ صَبْرًا ۚ قَالَ لَا تُؤَاخِذْنِي بِمَا نَسِيتُ وَ
لَا تُرْهِقْنِي مِنْ أَمْرِي عُسْرًا ۚ فَانْطَلَقَا حَتَّىٰ إِذَا الْقِيَاغُلُ مَّا فَقَتَلَهُ
قَالَ أَقْتَلْتُ نَفْسًا زَكِيَّةً بِغَيْرِ نَفْسٍ لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا نُكْرًا ۚ

(پارہ ۱۵، سورۃ الکہف، آیت ۷۱ تا ۷۴)

صَلَّىٰ
الْعِظَمَاءُ

ترجمہ:

”پھر دونوں چلے یہاں تک کہ جب چڑھے کشتی میں اس کو پھاڑ ڈالا،
بولا موسیٰ! کیا تو نے اس کو پھاڑ ڈالا کہ ڈبودے اس کے لوگوں کو البتہ
تو نے کی ایک چیز بھاری، بولا میں نے نہ کہا تھا تو نہ ٹھہر سکے گا میرے
ساتھ۔ کہا مجھ کو نہ پکڑ میری بھول پر اور مت ڈال مجھ پر میرا کام مشکل،

پھر دونوں چلے، یہاں تک کہ جب ملے ایک لڑکے سے تو اس کو مار ڈالا۔ موسیٰ بولا کیا تو نے مار ڈالی ایک جان ستھری بغیر عوض کسی جان کے چمک تو نے کی ایک چیز نامعقول۔“

تمہید:

میرے واجب الاحترام بزرگو اور دوستو! قرآن پاک نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعات تفصیل کے ساتھ بیان کئے ہیں ان میں ایک واقعہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کا ہے۔ آج ان شاء اللہ یہ واقعہ آپ کے سامنے بیان کیا جائے گا۔

ایک سائل کا موسیٰ سے سوال:

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تورات کے ذریعہ پیغام تو حید دنیا میں پہنچایا۔ فرعون کی سلطنت کے ٹکڑے ٹکڑے کرنے والا انسان اتنا عظیم پیغمبر تھا کہ ایک دن ایک آدمی نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا، اے موسیٰ علیہ السلام! اس وقت دنیا کا سب سے بڑا عالم کون ہے؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھے کوئی پتہ نہیں، یہ کہنا اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں آیا، تجھے کہنا چاہئے تھا کہ مجھ سے سب اچھے ہیں، لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھے کوئی پتہ نہیں۔

بڑے عالم کی نشاندہی ہو گئی:

اب اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے موسیٰ علیہ السلام! ایک آدمی روئے زمین پر تجھ سے بھی بہتر ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام حیران ہو گئے، میں اللہ تعالیٰ کا نبی، میں اللہ تعالیٰ کا پیغمبر، میں نے فرعون کی سلطنت کے ٹکڑے کئے، مجھ سے بھی کون بہتر ہے، عرض کیا، اے اللہ! وہ کون سا آدمی ہے کہ جو مجھ سے بہتر ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ دو بڑے بڑے دریا ہیں دنیا کے، جس جگہ پر جا کر وہ دونوں دریا ملتے ہیں وہاں پر وہ آدمی رہتا ہے اور اس کو قرآن کی زبان میں مجمع البحرین

کہا جاتا ہے، دو دریاؤں کا سنگم ہے، دو دریاؤں کے ملنے کی جگہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ مجمع البحرین پر موجود ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ اے اللہ! میں اس آدمی سے مل سکتا ہوں اور اس سے کچھ سیکھ سکتا ہوں، قرآن نے کہا..... اذ قال موسیٰ لفته لا ابرح حتی ابلاغ مجمع البحرین او امضی حقبا..... اللہ تعالیٰ کے پیغمبر موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں مجمع البحرین پر اس آدمی کی زیارت کرنا چاہتا ہوں جو اللہ تعالیٰ کی زبان میں مجھ سے بھی بہتر ہے، فرمایا..... او امضی حقبا..... اس کی تلاش میں مجھے کتنے سال ہی سفر کرنا پڑے۔ میں اس کی زیارت کے لئے اور اس کی صحبت کیلئے سال تک قربان کر دوں گا اور اس سے جا کر ضرور ملوں گا، جو اللہ تعالیٰ نے بقول مجھ سے بڑا عالم ہے کہ جس کا مقابلہ اس کا پیغمبر بھی نہیں کر سکتا۔

حضرت خضر علیہ السلام کی ملاقات کی جگہ کیلئے نشانی:

حضرت موسیٰ علیہ السلام یہ عہد کر کے اپنی بستی سے چلے کہ میں مجمع البحرین پر پہنچوں گا، جہاں بحر اوقیانوس اور بحر الکابل کا سنگم ہے۔ دو بڑے دریا ملتے ہیں جن دریاؤں کی جگہ کو کسی آنکھ نے نہیں دیکھا ہے، اللہ تعالیٰ کے علم میں وہ دریا ہیں، میں سفر کرتا ہوں، جہاں وہ دریا آئیں گے، میں اس بندے کی زیارت کروں گا، اس سے کچھ سیکھوں گا۔

یہ عہد کر کے اللہ تعالیٰ کا پیغمبر اپنی بستی سے جا رہا ہے۔ عرض کرتے ہیں اے اللہ! کوئی نشانی تو بتلا کہ وہ آدمی کہاں ہے؟ وہ کہاں ملے گا؟ اس کی جگہ کا نشان بتلا دے۔ اس کے علاقے کا پتہ بتلا دے۔ اس کی بستی کا نام بتلا دے۔ اے اللہ! یہ علم تیرے سوا کسی اور کو نہیں۔

یہاں سے دو باتیں معلوم ہونیں۔ ایک یہ بات کہ غیب کا علم اللہ کے سوا کسی کو نہیں، اور دوسرا یہ ہوا کہ مختار کل اللہ کے سوا کوئی نہیں۔ اگر نبی مختار کل ہوتا تو نبی کو دعا

کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ پوچھنے کی کیا ضرورت تھی کہ اے اللہ! اس بندے کا پتہ بتادے؟ اس کے علاقے کا کیا نام ہے؟ اگر نبی عالم الغیب ہوتا تو اس بندے سے ملنے کیوں جاتا۔ معلوم ہوا کہ غیب کے خزانے اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں اور اختیارات کی مالک صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔

حضرت خضر علیہ السلام کی تلاش میں سفر کا آغاز:

فرمایا..... فلما بلغا مجدم بینہما..... حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت یوشع بن نون علیہ السلام کو ساتھ لیکر چل پڑے۔ دعا مانگی کہ اللہ تعالیٰ بتا نشانی کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے نشانی بتلا دی، فرمایا کہ اے موسیٰ علیہ السلام ایک تلی ہوئی مچھلی اپنے پاس رکھ لے۔ اس کو سند کے طور پر اپنے پاس رکھ لے، تیرے کھانے کو مچھلی ہو، جس وقت اس سفر میں جائے گا، راستے میں جہاں وہ مچھلی تیرے سامان سے نکل کر دریا میں چلی جائے، اسی جگہ پر اس بندے کا گھر ہوگا، نشانی کا بھی پتہ چل گیا۔ نشانی بتلانے والا کون ہے؟ (اللہ) نشانی اس کو بتلائی جاتی ہے جس کو جگہ کا پتہ نہ ہو اور جس کو معلوم نہ ہو تو وہ حاضر و ناظر کیسے؟ مشکل کشاء کیسے؟ عالم الغیب کیسے؟

اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام ہر جگہ موجود ہوتے، تو پھر جگہ کی تلاش کی ضرورت ہوتی؟ (نہیں) اللہ تعالیٰ کو بھی کسی جگہ کی تلاش کی ضرورت پڑی ہے؟ (نہیں) اللہ تعالیٰ تو ہر جگہ ہے، جگہ کی تلاش کی ضرورت کیا ہے؟ لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جگہ کی تلاش کی ضرورت ہے، اور قرآن کہتا ہے کہ میں نہیں کہتا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کھانا منگوایا:

قرآن کہتا ہے..... جب یہ دونوں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور یوشع بن نون چل پڑے۔ نیا حوتہما..... جب دونوں دریاؤں کے کنارے پر پہنچے، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا..... فاتخذ سبیله فی البحر سربا..... فلما جاوزا قال لفته اتبعاء غداءنا..... اے یوشع کھانا لاؤ، یوشع جب کھانے کا برتن لیکر آئے تو اندر مچھلی نہیں

ہے کہا کہ ٹھہر جاؤ، یہیں وہ بندہ موجود ہے۔

دریاؤں کے سنگم سے گزر کر سامان دیکھا تو مچھلی کوئی نہیں، فرمایا۔ لَقِينَا مَنْ سَفَرْنَا هَذَا نَصْبًا..... کھانا لاؤ، یہ کھانے کی جگہ ہے، کوئی چیز ہمارے پاس نہیں، کھانا وہ کھاتا ہے کہ جو خدا نہ ہو، کھانا وہ کھاتا ہے کہ جو ہر جگہ موجود نہ ہو، کھانا وہ کھاتا ہے جو مشکل کشا نہ ہو، کھانا وہ کھاتا ہے جو خدا نہ ہو، وہ تو کھانے کا محتاج ہوتا ہے۔ اگر نبی مختار کل ہو تو نبی کو کھانے کی ضرورت کیا ہے؟ جس کو کھانے کی ضرورت ہو، جس کو کھانے کی حاجت ہو، وہ مشکل کشا اور حاجت روا نہیں ہو سکتا۔

ایک ایک بات سے تیرا عقیدہ درست ہونا چاہئے، قرآن کہتا ہے۔ قَالَ ارْءَيْتَ اِذَا دُورِنَا اِلَى الصَّخْرَةِ..... جب دریاؤں کے سنگم کے آگے گزر کر ایک پہاڑ کی چوٹی کے قریب پہنچے..... فَاَنسَى نَسِيَتِ الْحَوْتَ..... جس وقت وہاں کھانے کا برتن لایا گیا، حضرت یوشع نے کہا کہ مچھلی تو پچھلے مقام پر پانی میں چلی گئی تھی..... وَمَا اَتَتْهُ اِلَّا الشَّيْطَانُ اِنْ اَذْكُرُهُ..... ہم نے مچھلی گم کر دی ہے اور شیطان نے بھلا دیا تھا۔ میں آپ کو بتا نہ سکا..... وَاتَّخَذَ سَبِيلَهُ فِي الْبَحْرِ عَجَبًا..... حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ جس جگہ مچھلی پانی میں گئی ہے اسی جگہ پر اللہ تعالیٰ کے بندے کا گھر ہے، اسی جگہ پر وہ بندہ موجود ہے جس کی خوشخبری دی گئی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کی ملاقات:

حضرت یوشع علیہ السلام وضو کرنے لگے تو اسی وقت وہ مچھلی پانی کے اندر سے یا ہر نکل آئی، وہ جوتل کر لائے تھے، یہ قدرت اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی نہیں، قرآن کہتا ہے۔ فَوَجَدَا عَبْدًا مِنْ عِبَادِنَا..... اس جگہ پر ایک بندہ ایک کونے میں بیٹھا عبادت میں مصروف ملا، حضرت موسیٰ علیہ السلام چل کر اس کے پاس گئے۔

فرمایا اے اللہ کے بندے، ہم تیرے پاس آئے ہیں، اللہ تعالیٰ نے بتا دیا کہ اے موسیٰ علیہ السلام جس بندے کی تلاش میں تو آیا تھا یہ وہی بندہ ہے۔

یہ کون سا آدمی ہے، آواز آئی یہ خضر علیہ السلام پیغمبر ہے۔ اس کو خضر علیہ السلام کہا جاتا ہے۔ اے موسیٰ علیہ السلام! تو نے اپنے سے بڑا عالم کسی کو نہ جانا۔ ہم نے تجھے پتہ بتا دیا کہ یہ ہے جو دریاؤں کے سنگم میں رہتا ہے۔ یہ علم میں تجھ سے بڑا ہے یہ مقام میں بھی بڑا ہے۔

نبی کی تمنا ہوتی ہے کہ ہمیں قرب خداوندی زیادہ ملے، نبی کی تمنا ہوتی ہے کہ ہمیں رقت زیادہ ملے۔ حضرت خضر علیہ السلام عبادت میں مصروف ہیں، سمندروں کے کنارے پر، حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت یوشع علیہ السلام ان کے پاس گئے، دوزانوں ہو کے بیٹھ گئے۔ قرآن پاک نے بڑی عجیب بات بیان فرمائی۔

حضرت خضر علیہ السلام نے رہنا مشروط کر دیا:

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جو الفاظ حضرت خضر علیہ السلام کو فرمائے۔ قرآن نے ان لفظوں کو محفوظ کر لیا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا..... قال له موسیٰ هل اتبعك على تعلمتی معا علمت رشدا..... اے خضر! ہم آپ کے پاس آئے ہیں۔ اے اللہ! کے بندے مجھے کئی چیزوں کا علم نہیں میں چاہتا ہوں کہ وہ علم تجھ سے حاصل کروں۔ اے اللہ کے نبی میں بہت سی باتوں کو نہیں جانتا۔ اس اللہ تعالیٰ کے بندے حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا:

..... قال انك لن تستطیع معی صبرا.....

اے موسیٰ! تجھ میں یہ طاقت نہیں کہ تو میری بات میں کلام نہ کرے..... تجھ میں طاقت نہیں کہ تو میرے ساتھ چل سکے..... تو صبر کے ساتھ، پابندی کے ساتھ، حوصلے کے ساتھ، میرے ساتھ چل پڑے، تجھ میں طاقت نہیں، میرے ساتھ چلنا ہے تو خاموش رہنا ہوگا۔

اب دیکھیں موسیٰ علیہ السلام کیا جواب دیتے ہیں؟ حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا..... و کیف تصبر..... اور کیسے تو صبر کرے گا..... مالہ تحط بہ خبرا..... جب تجھے

بات کا پتہ ہی نہیں ہوگا، تو صبر کیسے کرے گا، اگر مجھے علم ہوتا تو صبر کرتا۔ تجھے تو پتہ ہی نہیں ہوگا۔ اس لئے تو میرے ساتھ رہے گا تو ہر بات میں مجھے ٹوکے گا، ہر بات میں مجھ سے سوال کرے گا تو اس لئے سوال کرے گا کہ تجھے پتہ ہی نہیں ہوگا۔

اللہ تعالیٰ آزمائش کرتا ہے:

معزز سامعین!

عالم الغیب اگر نبیوں کی ذات ہے تو قرآن کے اس پندرھویں پارے کا کیا مطلب ہے..... وکیف تصبر علی مالم تحط بہ خبرا — یہ کہنے والا حضرت خضر علیہ السلام ہے اور جس کو بتایا جا رہا ہے وہ موسیٰ علیہ السلام ہے۔ کہنے والا بھی نبی ہے اور جس کو کہا جا رہا ہے وہ بھی نبی ہے، اب سوال پیدا ہوگا کہ موسیٰ علیہ السلام عالم الغیب نہیں، خضر علیہ السلام عالم الغیب ہے؟ نہیں میرے دوست، عالم الغیب کوئی بھی نبی نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتے ہیں پوشیدہ باتیں بتا دیتے ہیں، جس کو نہیں چاہتے نہیں بتاتے، یہاں اللہ تعالیٰ نے ان ساری باتوں کے بارہ میں حضرت خضر علیہ السلام کو بتلایا اور آزمایا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نہ بتلا کر آزمایا، بتا کر بھی آزمایا جاتا ہے نہ بتا کر بھی آزمایا جاتا ہے۔

..... جس طرح

ایک آدمی کو فقیر بنا کر آزمایا جاتا ہے
ایک کو امیر بنا کر آزمایا جاتا ہے
ایک کو جھونپڑی میں رکھ کر آزمایا جاتا ہے
ایک کو کوٹھیوں میں رکھ کر آزمایا جاتا ہے
ایک آدمی کو صحت دے کر آزمایا جاتا ہے
ایک آدمی کو بیماریاں دے کر آزمایا جاتا ہے
ایک آدمی کو بچے دے کر آزمایا جاتا ہے

ایک آدمی کو لا ولد بنا کر آزمایا جاتا ہے

یہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کے مقابلے پر کھڑا کر کے آزمایا اور حضرت خضر علیہ السلام کو علم دے کر آزمایا۔ آزمائش حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بھی اعلیٰ اور آزمائش حضرت خضر علیہ السلام کی بھی اعلیٰ۔ نہ موسیٰ کا کوئی مقابلہ نہ خضر کا کوئی مقابلہ، لیکن عالم الغیب نہ موسیٰ، نہ خضر، عالم الغیب اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں، جو دے کر آزماتا ہے اور ہر قسم کے خزانے اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں۔

حضرت خضر علیہ السلام کی شرط کے جواب میں:

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اے اللہ کے نبی میں تیرے ساتھ ضرور چلوں گا۔ اب جواب سنیں، موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا..... قال ستجدنی ان شاء اللہ صابرا ولا اعصی لک امرا..... اے خضر! اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو تو مجھے صبر کرنے والا پائے گا۔ تو مجھے اطاعت گزار پائے گا۔ میں کبھی بھی تیری نافرمانی نہیں کروں گا لیکن مجھے اپنے ساتھ ہم سفر بنالے، مجھے سکھا۔

اللہ تعالیٰ کے پیغمبر نے فرمایا، اب دیکھئے کہ خضر علیہ السلام کیا فرماتے ہیں، فرمایا..... قال فان اتبعتنی..... اے موسیٰ علیہ السلام اگر تو نے میرے ساتھ چلنا ہے دیکھو میں چلتا ہوں اور تجھے بھی ساتھ لے جاؤں، لیکن کسی بات میں بھی تجھے بولنے کی اجازت نہیں۔

اگر تو میرے ساتھ جائے گا..... فرمایا..... فلا تسئلنی عن شئنی حتی احدث لک منہ ذکرا..... تجھے کوئی بات بھی مجھ سے پوچھنے کی اجازت نہیں، یہاں تک کہ میں خود تجھے بتاؤں کہ اس بات میں کیا راز ہے، لیکن راستے میں تجھے کوئی سوال کرنے کی اجازت نہیں، یہ عہد لے لیا، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ ٹھیک ہے اللہ کے نبی!

میں نے تو علم سیکھنا ہے

میں نے تو دین سیکھنا ہے

مجھے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے معلوم ہوا کہ تیرے سے بڑا عالم کوئی نہیں، میں تیرے پاس آیا ہوں، جو کچھ تو مجھے کہے گا میں اس کی پابندی کروں گا، میں سوال نہیں کروں گا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام و حضرت خضر علیہ السلام عازم سفر ہوئے:

اب دیکھو کہ دونوں نبیوں کا عہد ہو گیا، قرآن کہتا ہے..... فانطلقا..... چل پڑے..... حتی اذا ركبافى السفينة..... چلتے چلتے آگے ایک دریا آ گیا، دریا کے اندر بڑی دیر کے بعد کشتی آئی اور بھی بڑے لوگ کشتی میں سوار ہیں۔

جب حضرت خضر علیہ السلام نے کشتی توڑی:

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کشتی میں سوار ہو گئے۔ کشتی دریا کے درمیان میں پہنچی۔ آدھے سے زیادہ سفر طے ہوا تو اللہ تعالیٰ کے پیغمبر حضرت خضر علیہ السلام نے کشتی کو توڑنا شروع کر دیا۔ ہتھوڑے مار کر کشتی میں سوراخ کرنا شروع کر دیا۔

قرآن کہتا ہے..... حتی اذا ركبافى السفينة خرقها..... کشتی کو توڑنا شروع کر دیا۔ تختہ توڑ دیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام حیران ہیں کہ اس کشتی میں ہم بیٹھے، کشتی کے ملاح نے ہم سے پیسہ بھی کوئی نہ لیا۔ حضرت خضر علیہ السلام کو کیا ہوا کہ اس کی کشتی کو توڑتا ہے۔

کشتی ٹوٹ گئی تو دریا کا پانی کشتی میں آ جائے گا، ہم بھی ڈوب جائیں گے اور ملاح سمیت سارے ڈوب جائیں گے، کیا ہو گیا؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے رہا نہ گیا۔

قرآن کہتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بول اٹھے..... قال اخرقتها لتغرق اهله..... اے خضر تجھے کیا ہو گیا، تو کشتی کیوں توڑتا ہے؟ تو اس کشتی والوں کو غرق کرنا چاہتا ہے، اے خضر! یہ تو نے کیا کیا، میں نے بولنا تو نہیں تھا لیکن کشتی توڑنے میں کیا حکمت ہے، فرمایا..... لقد جنت شيئا امرا..... مجھے تو یہ بات سمجھ نہیں آتی۔ بڑا عجیب

حکم ہے، بڑا عجیب کام ہے کہ جس کشتی میں بیٹھا ہے اور اسی کشتی کو توڑنے لگ گیا اے خضر مجھے تیری یہ بات سمجھ میں نہیں آتی۔

حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا..... قال الم اقل انك لن تستطيع معي صبرا..... اے موسیٰ! میں نے تجھے کہہ دیا تھا کہ تو میرے ساتھ چلتے ہوئے صبر نہیں کر سکے گا۔ اے موسیٰ! تو اتر جا میں اور تو نہیں چل سکتے، تو میرے ساتھ چلنا چاہتا ہے تو بولنا نہیں ہے۔

حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ کنارہ آ گیا ہے اس کنارے پر میرا ساتھ چھوڑ دے، لیکن آگے سے موسیٰ علیہ السلام کیا کہتے ہیں، فرمایا..... قال لا تاخذني بما نسيت ولا ترهقني من امري عسرا..... اے خضر! مجھ سے غلطی ہوگئی، یہ نہیں کہا کہ میں نے ٹھیک کہا ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا..... مواخذة نه کر، میں بھول گیا..... مجھ سے درگزر کر دو، مجھے معاف کر دے، انہوں نے کہا کہ چلو ٹھیک ہے، معاف کیا آگے چلے۔

جب لڑکا قتل ہوا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام بول پڑے:

قرآن کہتا ہے..... فانطلقا..... چل پڑے..... حتی اذا لقيا غلاما فقتله..... ایک بستی میں پہنچے۔ ایک لڑکے کو دیکھا، پوچھا تیرا نام کیا ہے۔ اس نے نام بتایا۔ اس کی والدہ کا نام پوچھا۔ اس نے نام بتایا، فرمایا کہ تیرا اور بھی کوئی بھائی ہے؟ لڑکے نے کہا کہ اور بھائی نہیں ہے میں اکیلا ہوں، حضرت خضر علیہ السلام نے اس کو قتل کر دیا۔

قرآن کہتا ہے کہ جس وقت اس لڑکے کو قتل کیا تو پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے رہا نہ گیا، کہنے لگا..... قال اقتلت نفسا زكية بغير نفس لقد جئت شيئا نكرا..... اے خضر تجھے کیا ہو گیا، ایک اکلوتے بچے کو ماں اور باپ کا اکیلا لڑکا تھا، تو نے اس کو قتل کر دیا۔ مجھے تو تیری بات سمجھ نہیں آتی۔ اے خضر بتا اس میں کیا حکمت ہے؟ حضرت

حضرت علیہ السلام نے جواب میں فرمایا..... قال الم اقل لك انك لن تستطيع معي صبرا..... اے موسیٰ! میں نے کہا تھا تو میرے ساتھ چلتے ہوئے صبر نہیں کر سکے گا، الگ ہو جاؤ۔

فرمایا کہ تجھ میں صبر و تحمل نہیں کہ تو میری بات سمجھ سکے، تجھے تو پتہ ہی نہیں کہ میں کیا کرنا چاہتا ہوں؟..... قال ان سالتك عن شيء بعد هذا فلا تصاحبني..... تجھے میرے ساتھ رہنے کی اجازت نہیں..... میری صحبت اختیار نہ کر..... قد بلغت من لدني عذرا..... قرآن کہتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے معذرت کی اور کہا کہ اے خضر تو مجھے معاف کر دے..... تو حضرت موسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں..... اے خضر دو باتوں میں مجھ سے کوتاہی ہو گئی۔ اگر میں کوئی بات پوچھوں تو مجھے چھوڑ دینا، مجھے نکال دینا۔ اب کی بار مجھے چھوڑ دے..... اگر میں اس کے بعد تجھ سے پوچھوں..... تو پھر تو مجھے اپنے ساتھ نہ رکھ..... کوئی عذر نہیں۔ حضرت خضر علیہ السلام نے دوسری مرتبہ بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عذر کو قبول کیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تیسری دفعہ سوال کیا:

قرآن کہتا ہے..... فانطلقا..... دونوں چل پڑے، دونوں نبی، اگر غیب کا علم حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ہوتا تو وہ سوال نہ کرتے اور اگر غیب کا علم حضرت خضر علیہ السلام کو ہوتا تو وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ساتھ لیکر نہ چلتے کہ یہ تو بار بار سوال کرتا ہے، حضرت خضر علیہ السلام کو اتنا علم تھا جتنا خدا نے دے دیا۔ علم موسیٰ کو اتنا تھا جتنا خدا نے دے دیا، اس سے زیادہ کا علم نہیں۔

قرآن کہتا ہے..... فانطلقا حتی اذا اتيا اهل قريةٍ استطعما اهلها فابوا ان يضيفوهما..... حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام چلتے چلتے ایک بستی میں پہنچے، چند آدمی جمع ہو گئے کہ یہ مسافر آئے ہیں۔ حضرت خضر علیہ السلام نے کہا کہ ہم مسافر ہیں ہمارے لئے کھانا لاؤ

ہمارے لئے روٹی لاؤ

سارے گاؤں کے لوگوں نے جمع ہو کر کہہ دیا۔ اے مسافر وتمہارے لئے

کوئی روٹی نہیں

کوئی کھانا نہیں

جاؤ چلے جاؤ

نبیوں کو کھانے کی ضرورت پڑی، مختار کل نبی ہوتے تو کسی سے کھانا نہ مانگتے۔

آدمی بطور مہمان کسی سے کہہ سکتا ہے۔ ہم مسافر ہیں، ہمارے لئے کھانا لاؤ۔

ان بستی والوں نے کھانا نہ دیا۔ پیغمبر بستی والوں کی اس بد اخلاقی کے باوجود دونوں نبی آگے چلے، چند قدم چلے تو اسی گاؤں کے کنارے پر اللہ تعالیٰ کا پیغمبر کھڑا ہو گیا، حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا۔ اے موسیٰ علیہ السلام یہاں ٹھہر جاؤ، ایک طرف اینٹیں پڑی ہیں۔ حضرت خضر علیہ السلام نے ان اینٹوں کو اٹھا کر دیوار بنانی شروع کر دی، گارا بنایا اور دیوار بنانی شروع کر دی۔

حضرت خضر علیہ السلام نے حکمتیں بتلائیں:

قرآن کہتا ہے..... فوجدنا فيها جدارا يريد ان ينقض فاقامه قال لو شئت لتخذت عليه اجرا..... جب دیوار بنانی شروع کر دی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اے خضر ان بستی والوں نے تو ہمیں روٹی نہیں دی۔ آپ بستی والوں کی دیوار بناتے ہیں یہ بات میری سمجھ سے بالاتر ہے۔

حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ اے موسیٰ علیہ السلام جا تو میرے ساتھ نہیں چل سکتا..... قال هذا فراق بيني وبينك..... آج کے بعد تیرا راستہ اور میرا راستہ اور! حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ ٹھیک ہے میں تم سے جدا ہونے کو تیار ہوں، لیکن اے اللہ کے نبی! دست بستہ عرض کرتا ہوں، پہلے بتاؤ کہ ان تینوں کاموں میں کب تک یہ باتیں؟ قرآن پاک نے ساری حکمت کا ذکر کیا، فرمایا۔

اما السفينة فكانت لمساكين يعملون في البحر..... حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب سوال کیا کہ مجھے قیوں کاموں کی حکمت بتاؤ۔

کشتی توڑنے کی کیا حکمت ہے؟

بچے کو قتل کرنے کی کیا حکمت ہے؟

دیوار بنانے میں کیا حکمت ہے؟

قرآن نے کہا کہ حضرت خضر علیہ السلام حکمتیں بیان کرنے لگے..... وہ جو کشتی تھی۔ وہ یتیم اور مسکین بچوں کی کشتی تھی، پہلی دفعہ انہوں نے وہ کشتی دریا میں ڈالی، نئی کشتی تھی، دریا کے کنارے پر ایک ظالم بادشاہ رہتا تھا جو نئی کشتی اس کے سامنے آتی اس کو ضبط کر لیتا تھا۔ یہ یتیم بچے تھے، میں نے کہا کہ کشتی میں عیب پیدا کر دوں، تاکہ یتیموں کی کشتی چھینی نہ جائے۔

میں نے ارادہ کیا کہ..... فاردت ان اعیہا..... کشتی میں عیب پیدا کر دوں، کیوں..... وکان وراءهم ملک یاخذ کل سفينة غصبا..... اچھی کشتیوں کو ظالم بادشاہ غصب کرتا تھا۔ میں نے کہا کہ یتیموں کا مال غصب نہ ہو، اس مال کو چھینا نہ جائے، یتیموں کے مال کی حفاظت ہو۔

انہوں نے فرمایا کہ تم نے بچے کو قتل کیوں کیا؟

فرمایا اس لئے..... واما الغلام فكان ابوه مؤمنین فخشینا ان یرہقہما طغیاءا وکفرا..... اس لئے کہ وہ بچہ بڑا کم بخت تھا، اس کا والد اور والدہ بڑے نیک تھے وہ بچہ اگر جوان ہو جاتا۔ اپنے ماں باپ کو بڑا بدنام کرتا، یہ ساری باتیں مجھے وحی کے ذریعہ سے معلوم ہوئی تھیں اس لئے میں نے اس بچے کو قتل کر دیا کہ ماں باپ کی عزت پر کہیں داع نہ بن جائے۔

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں ایک اور نیک بخت بچہ ان ماں باپ کو دینا چاہتا ہوں، اس لئے بد بخت بچہ قتل کر دیا جائے۔ اے موسیٰ علیہ السلام میں نے جو کام کیا وہ اللہ کے حکم سے کیا، نبی اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر حرکت بھی نہیں کر سکتا۔

اب بتاؤ کہ یہ وحی حضرت خضر علیہ السلام کو تو آئی کہ مسکینوں کی کشتی توڑ دے، یہ وحی حضرت خضر علیہ السلام کو تو آئی کہ دیوار بنا۔ یہ وحی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کیوں نہیں آئی۔ اس لئے جو وحی بھیجتا ہے وہ کسی کا پابند نہیں، چاہتا ہے تو وحی بھیج دیتا ہے، چاہتا ہے تو وحی نہیں بھیجتا۔

فرمایا..... واما الجدار فكان ليعلا ميين يتيمن في المدينة..... وہ جو میں نے دیوار کھڑی کرنی شروع کر دی تھی۔ اس لئے کہ اس جگہ دو یتیم بچوں کا باپ خزانہ دفن کر کے چلا گیا تھا۔ باپ فوت ہو گیا تھا، ماں فوت ہو گئی تھی، بچے یتیم تھے، چھوٹے چھوٹے تھے دیوار کے نیچے خزانہ دفن تھا۔

دیوار گر گئی تھی میں نے کہا کہ ابھی تک تو بچے چھوٹے ہیں، دیوار گر گئی کہیں لوگ خزانے پر قبضہ نہ کر لیں، اس لئے میں نے دیوار بنانی شروع کر دی۔ دیوار کیوں بنائی..... وکان تحته كنز لهما..... اور اس دیوار کے نیچے ان کا خزانہ دفن تھا..... وکان ابوہما صالحا..... اور ان بچوں کا باپ بڑا نیک تھا..... فاراد ربك ان یبلغا اشدہما..... اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ جب تک وہ بچے بالغ نہیں ہوتے۔ اس وقت تک ان کا خزانہ دیوار کے نیچے دفن رہے۔

اس لئے مجھے حکم ہوا کہ میں دیوار کھڑی کر دوں..... ویستخرجنا كنزہما..... تا کہ جب وہ بچے جوان ہو جائیں تو ان دیوار کے نیچے سے خزانہ نکال لیں..... رحمة من ربك وما فعلته عن امری.....

اے موسیٰ! میں نے تو کوئی کام بھی اپنی مرضی سے نہیں کیا، لیکن فرمایا..... ذلك تاویل مالم تستطع علیہ صبرا..... اے موسیٰ یہ ساری وہ چیزیں ہیں کہ جن پر تو صبر نہیں کر سکا۔

یہی فرق حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام میں ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام اپنے سینے کے اندر اللہ تعالیٰ کے معارف کو چھپا کر پھرتا ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک بات پر بھی صبر نہیں کرتا۔ یہ فرق ہے دونوں نبیوں میں!

نبی عالم الغیب نہیں:

یہ وہ قرآن پاک کے واقعات ہیں کہ جن سے نصیحت ملتی ہے۔ جن سے ہمارا عقیدہ درست ہوتا ہے۔ اس واقعہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام سے ہمارے عقیدے کی اصلاح ہوتی ہے۔

یہ واقعہ ہمیں سبق دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا نبی عالم الغیب نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ کا نبی ہر بات میں اللہ تعالیٰ کا پابند ہوتا ہے۔

اب دیکھیں حضرت یعقوب علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے نبی تھے۔ حضرت یوسف علیہ السلام بھی اللہ تعالیٰ کے نبی تھے۔ اب مجھے بتائیں کہ حضرت یوسف علیہ السلام اور حضرت یعقوب علیہ السلام میں چالیس سال جدائی رہی۔ اگر نبی عالم الغیب ہوتا تو ان کو پتہ چل جاتا، لیکن معلوم ہوا کہ عالم الغیب صرف اللہ تعالیٰ ہے۔

میں نے عرض کیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کے واقعات نے بڑا سبق دیا، اللہ نے اپنے اختیارات کو دنیا کے سامنے واضح کیا۔ قرآن پاک کے یہ واقعات مزہ لینے کے لئے نہیں۔

یہ حضرت یوسف علیہ السلام اور زلیخا کا واقعہ کوئی مزے کیلئے نہیں..... لوگ اسے من گھڑت کہانیوں کی طرح بیان کرتے ہیں..... قرآن مجید کے ہر واقعہ میں سبق ہے..... عقل والوں کے لئے قرآن کریم کے واقعات سبق ہیں۔

ایک آدمی کہتا ہے کہ بجلی کی تار کو ہاتھ لگائیں گے تو آدمی مر جاتا ہے؟ آپ کہیں گے کہ ہم نے کئی آدمیوں کو دیکھا کہ ان کو شارٹ لگی اور وہ مرے۔ آپ اس مرے ہوئے آدمی کی لاش کو

بطور دلیل پیش کریں گے

واقعہ پیش کریں گے

قرآن مجید نے یہ واقعات اس لئے بیان کئے ہیں کہ وہ بات جو نصیحت کی ہے

آدمی کو سمجھ نہیں آتی۔ جب اس کے سامنے واقعہ بیان کیا جاتا ہے تو پھر اس کے دل میں بات اتر جاتی ہے کہ واقعہ یہ بات صحیح ہے ان واقعات سے آدمی نصیحت حاصل کر سکتا ہے۔

انبیاء کرام علیہم السلام کے واقعات، قصے، کہانیوں اور مزوں کیلئے نہیں، عبرت کے لئے ہیں، نصیحت کیلئے ہیں، اللہ تعالیٰ ان سے عبرت حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

وَآخِرُ دَعْوَانَا اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝



حضرت موسیٰ علیہ السلام اور جادوگر

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اِذْهَبْ اِلٰی فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰی ۝۱۷ فَقُلْ هَلْ لَكَ اِلٰی اَنْ تَزٰی ۝۱۸
وَاَهْدِيْكَ اِلٰی رَبِّكَ فَتَخْشٰی ۝۱۹ فَارٰهُ الْاٰیَةَ الْكُبْرٰی ۝۲۰
فَكَذَّبَ وَعَصٰی ۝۲۱ ثُمَّ اَدْبَرَ یَسْعٰی ۝۲۲ فَحَشَرَ فَنَادٰی ۝۲۳ فَقَالَ اَنَا
رَبُّكُمْ الْاَعْلٰی ۝۲۴

(پارہ ۳۰، سورۃ النازعات، آیت: ۱۷ تا ۲۴)

ترجمہ:

”جافرعون کے پاس اس نے سراٹھایا، پھر کہہ تیراجی چاہتا ہے کہ تو
سنور جائے اور راہ بتلاؤں تجھ کو تیرے رب کی طرف پھر تجھ کو ڈر
ہو، پھر دکھلائی اس کو وہ بڑی نشانی، پھر جھٹلایا اس نے اور نہ مانا پھر
چلا پیٹھ پھیر کر تلاش کرتا ہوا، پھر سب کو جمع کیا پھر پکارا تو کہا میں
ہوں رب تمہارا سب سے اوپر۔“

ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْ بَعْدِهِم مُّوسَىٰ بِآيَاتِنَا إِلَىٰ فِرْعَوْنَ وَبَلَائِهِمْ فَظَلَمُوا
 بِهَا فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِينَ ﴿١٠٣﴾ وَقَالَ مُوسَىٰ يُفِرُّونَ
 إِنِّي رَسُولٌ مِنْ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿١٠٤﴾ حَقِيقٌ عَلَىٰ أَنْ لَا أَقُولَ عَلَى
 اللَّهِ إِلَّا الْحَقَّ قَدْ جِئْتُكُمْ بِبَيِّنَةٍ مِنْ رَبِّكُمْ فَأَرْسِلْ مَعِيَ
 بَنِي إِسْرَءِيلَ ﴿١٠٥﴾ قَالَ إِنْ كُنْتَ جِئْتَ بِآيَةٍ فَأْتِ بِهَا إِنْ
 كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿١٠٦﴾ (پارہ ۹، سورۃ الاعراف، آیت: ۱۰۳ تا ۱۰۶)

اللہ
 الصّٰدِقِ
 العظِیْمِ

ترجمہ:

”پھر بھیجا ہم نے ان کے پیچھے موسیٰ کو اپنی نشانیاں دے کر فرعون
 اور اس کے سرداروں کے پاس، پس کفر کیا انہوں نے ان کے
 مقابلہ میں، سو دیکھ کیا انجام ہوا مفسدوں کا، اور کہا موسیٰ نے اے
 فرعون میں رسول ہوں پروردگار عالم کا، قائم ہوں اس بات پر کہ نہ
 کہوں اللہ تعالیٰ کی طرف سے مگر جو سچ ہے، لایا ہوں تمہارے
 پاس نشانی تمہارے رب کی، سو بھیج دے میرے ساتھ بنی اسرائیل
 کو، بولا اگر تو آیا ہے کوئی نشانی لیکر تو لا اس کو اگر تو سچا ہے۔“

تمہید:

بزرگان محترم! پچھلے جمعہ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا واقعہ شروع ہے۔
 حضرت موسیٰ علیہ السلام کا بہت اہم واقعہ ہے اور قرآن کریم کے تاریخی واقعات میں اللہ تعالیٰ
 کی طرف سے نشانیاں جا بجا موجود ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام بطور پہاڑ پر تشریف لے گئے اور اللہ تعالیٰ نے ان کو طور پہاڑ پر تیوت کی دولت عطا فرمائی، چالیس سال کا چلہ لیا اور تیوت کا قریضہ سرانجام دینے کا اعلان ہوا۔

تیوت کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم ہوا کہ اے موسیٰ! تھب الی فرعون النہ طغی..... حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ولادت کا واقعہ طوقان کی موجوں سے کیسے بچے؟ آریہ بنت حرا تم نے کیسے پرورش کی اور پھر حضرت شعیب علیہ السلام کے علاقے مدین میں یکریاں کیسے چرائیں۔ یہ سارے واقعات پچھلے چھ آپ کے سامنے آچکے ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام قرعون کو دعوت دیتے گئے:

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ میں نے اپنے پیغمبر موسیٰ علیہ السلام کو نبوت عطا فرمائی۔

خدا کے فضل کا موسیٰ سے پوچھئے احوال
کہ آگ لے کر جاؤں پھر یں مل جائے

طور پہاڑ پر تیوت کا تاج حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سر پر رکھا تو اللہ نے فرمایا.....
تھب الی فرعون النہ طغی..... اے موسیٰ! قرعون کی طرف جاؤ کیونکہ وہ بہت زیادہ سرکش ہو چکا ہے..... قرعون نے زمین پر تکبر کیا تھا، بہت التائیت اور عجب کا اظہار کیا تھا
اللہ نے قرعون کی یکڑ کا فیصلہ کیا۔

اور ایک تجویز تے کہا تھا کہ اے قرعون تیری حکومت کا تختہ الٹنے والا بچہ بنی
امرائیل میں پیدا ہو رہا ہے۔ قرعون نے اس کے بعد ۴۰ ہزار بچے قتل کرائے، اس کا ذکر
ہو چکا ہے اور یہ بھی میں نے بتلایا تھا کہ اس وقت مصر میں ۷۰ قومیں آباد تھیں۔ ایک صبطی
اور قبطی، حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تعلق صبطی قوم سے تھا اور قرعون کا تعلق قبطی قوم سے تھا۔

ہر سال قبطیوں اور صبطیوں کا مقابلہ ہوتا ہے اس کا ذکر ہوگا، تو حضرت
موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے تیوت عطا فرمائی تو اس انداز میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا..... اے

موسیٰ فرعون کی طرف جاؤ کیونکہ وہ بہت سرکش ہو چکا ہے..... فقل هل لك الى ان تزكى اور جا کر فرعون سے کہو اے فرعون میں تجھے نصیحت کرنے آیا ہوں..... واھدیک الی ربك فتخشی اور فرعون سے کہو کہ میں تجھے ایک خدا کی طرف بلاتا ہوں اور اس سے ڈرانے آیا ہوں، لیکن قرآن نے کہا کہ فرعون نے آگے سے جواب دیا..... فاراه الایۃ الکبریٰ..... حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ کی نشانیاں دکھانے کا اعلان کیا، لیکن قرآن کہتا ہے..... فکذب وعصى..... فرعون نے نافرمانی کی۔ پیغمبر کو جھٹلایا۔ فرعون نے کہا کہ تو جھوٹا ہے تو غلط کہتا ہے۔

فرعون نے کہا کہ میں رب ہوں..... فقال انا ربکم الاعلیٰ..... میں تو خود رب ہوں، کس کی طرف بلاتے ہو، رب تو میں خود ہوں۔ تو یہ سارا واقعہ اللہ نے قرآن میں نقل فرمایا ہے اور اللہ تعالیٰ نے یہاں پر اس معرکہ کا ذکر کیا کہ فرعون و کلیم کا معرکہ کہتے ہیں۔ ابھی تک جتنے واقعات آئے ان میں ابھی تک معرکہ الٰہی نہیں آئی۔

فرعون کو پہلی خدائی دعوت:

آج جو آیات پڑھی ہیں ان میں اللہ تعالیٰ نے معرکہ کا ذکر کیا ہے اور انسانوں کو فرعون کے ظلم سے، جبر سے، تشدد سے اور اس کے تکبر سے نجات دلانے کیلئے اپنا برگزیدہ پیغمبر اس کی طرف بھیجا اور دنیا نے دیکھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اسی کی قوم سے تھے اور اس کے گھر میں پرورش پاتے تھے۔ انہوں نے کس طرح فرعون کے دربار میں حق و صداقت کا پرچم لہرایا۔ یہ نہیں سوچا کہ میرا کیا بنے گا۔ بیوی کا کیا بنے گا۔ بچوں کا کیا بنے گا۔ میرے ساتھیوں کا کیا بنے گا۔ پیغمبر یہ بات نہیں سوچتے۔ نبیوں کا فرض ہے کہ وہ اپنے فریضے کو ادا کریں۔ حق و صداقت کا پرچم بلند کریں، توحید کا پیغام انسانوں کو دیں اور ظلم و ستم میں گری ہوئی انسانیت کو جبر سے نجات دلانے کے لئے سب کچھ کر ڈالے۔ چنانچہ پیغمبر حضرت موسیٰ علیہ السلام اسی فلسفے پر، اسی حکم پر اسی اعلان پر کام کرتے ہوئے دربار میں پہنچے، فرعون کے مقابلہ میں آئے اور وہاں دربار شاہی میں کہا کہ اے

فرعون تو جھوٹا ہے، اے فرعون تو غلط ہے، تیرا دعویٰ باطل ہے۔ اس نے کہا کہ میں تو خدا ہوں، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ تو غلط ہے۔ اللہ تعالیٰ ایک ہے جس نے ساری کائنات کو پیدا کیا ہے۔ قرآن نے اس ساری گفتگو کو اپنی ٹیپ میں نقل کیا اور قرآن نے کہا کہ..... قال موسیٰ..... موسیٰ نے کہا..... یا فرعون..... اے فرعون..... انی رسول من رب العالمین..... میرے سر پر نبوت کا تاج رکھ دیا گیا ہے اور میں اللہ تعالیٰ کا پیغام لیکر تیرے پاس آیا ہوں۔ میرا پیغام تو حید و رسالت ہے۔ یہ موسیٰ علیہ السلام کا پہلا اعلان تھا جو فرعون کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ کے رسول نے کیا ہے۔

ظالم کے مقابلہ میں مظلوم کے حامی:

اور میں نے شروع میں بتایا کہ جب انسانیت بادشاہ کے وقت میں ذلیل و رسوا ہو جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے برگزیدہ بندوں کو پیدا کرتا ہے اور اب تو نبوت کا دور ختم ہو گیا، لیکن نیک اور برگزیدہ لوگ ہر دور میں آتے رہے۔ آپ دیکھتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نمرود کے مقابلے میں حق و صداقت کا پرچم لہراتے رہے۔ اور فرعون کے مقابلہ کیلئے اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پیدا کیا اور بنی اسرائیل کے خون خواروں کے لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پیدا کیا۔ پھر قیصر و کسریٰ نے انسانیت کو ذلیل کیا تو اللہ تعالیٰ نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا کیا اور پھر اس کے بعد دنیا میں کتنے بادشاہ آئے۔ ظالم و جابر آئے، ہر دور میں اللہ کے نیک بندے، ظالم بادشاہوں کا مقابلہ کرتے رہے اور یہ طریقہ قدرت خداوندی کا، مشیت خداوندی کا شروع سے چلا آتا ہے کہ ظالم و جابر کے خلاف حق و صداقت کا پرچم بلند کرنے والے انبیاء اور اولیاء ہمیشہ دنیا میں آتے رہے ان کا بار بار اللہ قرآن میں ذکر فرما رہا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کو چیلنج کیا:

فرعون کے دربار میں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا پہلا اعلان تھا..... قال موسیٰ یا

فرعون..... موسیٰؑ نے قرملیا کے قہر تھن..... اتنی رسول میں رب العالمین..... میں
اللہ کا برگزیدہ پیغمبر ہوں..... حقیق علی ان لا اقول علی اللہ الا الحق..... یہ بات
سچی ہے کہ میں اللہ کی طرف سوال ہوں۔ اس میں کوئی جھوٹ نہیں ہے، یہ سچی بات ہے
..... قد جنتکم بیعتہ میں دیکھو فلاسل معی بنی السرائیل..... اور اللہ تعالیٰ نے
کہا کہ تو بنی اسرائیل کی پوری قوم کی طرف میرا پیغام لکھ جا۔ میں اس خدا کا حکم لکھ اس کی
الوہیت کا پیغام لکھ آیا ہوں۔

اگر تو میری بات نہیں ملانے لگا تو تب بھی میں تیرے دروازے پر آیا ہوں، ملان
جائے گا تب بھی آیا ہوں۔ قرآن مجید نے کیا کہ حضرت موسیٰؑ علیہ السلام نے قرملیا..... ان
كنت جنت بایة قلت یہا ان كنت من الصالحین..... موسیٰؑ علیہ السلام نے قرملیا کہ میں
سچا نبی ہوں۔ اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔ اللہ تعالیٰ کا پیغمبر ہوں!!

تو جھوٹا ہے

تیری کوئی خدائی نہیں

تیری کوئی سلطنت نہیں

تیری کوئی یاد و متابیت نہیں

تیرا کوئی خدائی جھوٹا ہے

..... اللہ تعالیٰ سچا ہے.....

اگر تو اپنے دعوے میں سچا ہے تو کوئی دلیل پیش کر، میں سچا ہوں میں دلیل پیش
کرتا ہوں، حضرت موسیٰؑ علیہ السلام نے ہر بار قہر تھن میں اتنا بڑا حیلہ دیا کہ پوری قوم ششدر
اور حیران رہ گئی۔ بڑے بڑے عورت والہ اور عورتوں کے کہتے لگے کہ

یہ فقیر ہے

یہ غریب ہے

کل موسیٰؑ فرعون کے گھر پر ہرش پلانے والا ہے یہ بچے کیسے متاثر ہو کرے گا، کیسے
حکومت سے ٹکرائے گا۔

لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام تن تنہا شاہی دربار میں کہتا ہے کہ اے فرعون تو جھوٹا ہے میرا خدا سچا ہے۔

حق و صداقت کے علمبردار سے دلیل کا مطالبہ:

یہ اعلان کرنا کوئی معمولی بات نہیں تھی کہ ایک آدمی تن تنہا حق و صداقت کا پرچم لیکر کھڑا ہو گیا، لوگ حیران تھے، جب دربار شاہی میں اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ پیغمبر نے حق و صداقت کی پہلی آواز اٹھائی، تو سارے لوگ انگشت بدنداں ہو گئے ایک دوسرے کا منہ دیکھنے لگے۔ کہنے لگے کہ یہ کون ہے؟

کسی نے کہا کہ یہ فلاں کا بچہ ہے، فلاں کا بیٹا ہے۔

کسی نے کہا کہ یہ تو وہی ہے کہ جس کو آسیہ نے گھر میں رکھا تھا

کسی نے کہا کہ یہ تو وہی بچہ ہے کہ جس نے پرورش یہاں پائی

لیکن آج اسے کیا ہو گیا کہ یہ فرعون کو کہتا ہے کہ تیری کوئی خدائی نہیں، خدائی صرف ایک اللہ تعالیٰ کی ہے، فرعون تو جھوٹا ہے، تو بے ایمان ہے، تو غلط ہے، تیرا تختہ الٹ جائے گا، میں مقابلہ کرنے آیا ہوں۔

اس نے کہا کہ میں تو خدا ہوں، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ نہیں تو خدا نہیں خدا وہ ہے کہ جس نے تجھے مجھے اور زمین و آسمان کو پیدا کیا ہے پروردگار وہ ہے اس کے سوا کوئی پروردگار نہیں ہے۔

فرعون اور کلیم کا مناظرہ جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن میں کیا ہے اب دیکھیں کہ فرعون نے آگے سے کیا جواب دیا؟ قرآن کریم نے اس کا ذکر کیا، فرعون نے کہا کہ تو میرے سامنے ہے اور جو میرے سامنے ہے وہ لوگوں کے سامنے آئے گا۔

فرعون نے اسی وقت

جادوگروں کو بلایا

بڑے بڑے شعبدہ بازوں کو بلایا

بڑے بڑے حواریوں کو بلایا

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ تو اپنی خدائی کی دلیل پیش کر، ہزاروں کی فوج تھی، وزراء تھے، امراء تھے۔ کہتا ہے کہ آسمان میں نے پیدا کیا۔ زمین میں نے پیدا کی۔ کائنات میں نے پیدا کی۔ میں رب ہوں..... انا ربکم الاعلیٰ..... کا دعویٰ کرتا تھا، تو جب موسیٰ علیہ السلام نے اس کو جھوٹا کہا تو اس کو بڑی تکلیف ہوئی، کون جواب دے؟ اتنی جرأت تو کسی میں تھی نہیں۔

آج تک ایسی بات ہی پیش نہیں آئی تھی کہ سو سال گزر گیا تھا۔ اس کو اپنی خدائی قائم کئے ہوئے۔ اس کے خلاف کوئی بات نہ ہوئی تھی۔ آج پہلی دفعہ اس کو بے ایمان کہا گیا، میں سچا ہوں، اللہ تعالیٰ سچا ہے، تو غلط ہے، یہ کیا ہو گیا؟ اور کہا کہ اگر تو سچا ہے تو اپنی خدائی کی دلیل پیش کر کہ کس بنیاد پر سچا ہے؟

حضرت ابراہیم علیہ السلام و نمرود کا مکالمہ:

ایک آدمی کہے کہ میں سچا ہوں، کیا دلیل پیش کرے گا، نمرود نے کہا تھا کہ میں خدا ہوں تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ نہیں تو خدا نہیں تو اس کے ساتھ مناظرہ ہوا، اس کا ذکر قرآن میں ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ میرا خدا وہ ہے جو مشرق سے سورج نکالتا ہے اور مغرب میں غروب کرتا ہے اگر تو سچا ہے تو مغرب سے نکال کر مشرق میں غروب کر، بڑی سیدھی سی بات ہے۔ قرآن نے اس واقعہ کا ذکر بھی کیا۔

اور اللہ تعالیٰ اس لئے یہ باتیں دنیا کو پتاتے ہیں کہ جتنے بھی دنیا میں بڑے بڑے خدا اپنے آپ کو کہنے والے ہیں ان کی ذلت و رسوائی اور ان کے تکبر کے خاتمہ کا پوری انسانیت کو علم ہو اور ان کو پتہ چلے کہ کس طرح انہیں ذلت و رسوائی میں زمین پر گرنا پڑا اور کوئی بھی ان کا ساتھ دینے والا دنیا میں نہیں تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی ذلت کا لوگوں کو بتایا۔

قرآن نے کہا۔۔۔۔۔ اللہ تعالیٰ اللعۃ حاتم ابراہیم فی ربہ ان اتہ اللہ
الملك اذ قال ابراہیم ربی الذی یحیی و یمیت۔۔۔۔۔ اس وقت کو یاد کر کہ جب
نمرود کا مقابلہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کیا تھا، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دربار میں آ کر کہا
تھا کہ میرا خدا وہ ہے کہ جو زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے اور نمرود نے کہا کہ میں بھی زندہ کرتا
ہوں اور مارتا ہوں، دو آدمی لایا ایک کو قتل کر دیا ایک کو چھوڑ دیا، کہا کہ دیکھو میں نے
پھانسی والے کو زندہ کر دیا اور بے گناہ کو قتل کر دیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ تو نے
کیسے زندہ کیا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس کے جواب میں فرمایا۔۔۔۔۔ فان اللہ ینفی
بالشمس من المشرق فأت بیما من المغرب۔۔۔۔۔ میرا خدا مشرق سے سورج نکالتا ہے
اور تو مغرب سے نکال کر دکھا۔ اگر مغرب سے نکال دے میں مان لوں گا کہ واقعی سچا
دعویٰ ہے۔

قرآن مجید نے اس سارے واقعہ کا ذکر کیا۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ
کہا تو قرآن نے کہا کہ۔۔۔۔۔ فبیئت الذی کفر۔۔۔۔۔ کافر لا جواب ہوا یا اس کو کوئی جواب
نہ آیا، اور سارے مجمع نے دیکھ لیا کہ نمرود جھوٹا ہے ابراہیم علیہ السلام سچا ہے۔ اس مناظرہ کے
تناظر میں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ میں جادو گروں کی جماعت:

آپ اس کو بھی دیکھو کہ یہاں کیا بات ہوئی کہ فرعون کہتا ہے کہ میں خدا ہوں۔
حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا، تو خدا ہے تو کوئی دلیل پیش کر، کوئی معجزہ پیش کر، کوئی قدرت
کی نشانی بتا، تو کیسے خدا ہے؟

اسی وقت اس نے پورے ملک میں جتنے جادو گر تھے بلائے اور ان جادو گروں
سے کہا کہ تم رسیاں لیکر اس میدان میں آؤ اور اپنے فن کا مظاہرہ کرو، انہوں نے رسیاں
میدان میں ڈالیں، لاکھوں کا اجتماع ہے، دنیا کھڑی ہے، ایک طرف حضرت موسیٰ علیہ السلام

اور ایک طرف فرعون، درمیان میں دونوں ہیں اور ارد گرد دنیا کھڑی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ اگر تو سچا ہے تو کوئی معجزہ، کرامت، کرشمہ، دلیل، برہان پیش کر۔

قرآن کہتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب یہ بات کہی، جادوگر میدان میں آئے، انہوں نے رسیاں ڈالیں تو وہ رسیاں حرکت کرنے لگیں، پورے میدان میں جادوگروں کی رسیاں سانپ بن گئیں اور سانپ بن کر حرکت کرنے لگیں۔ پیغمبر کے دل میں خوف آیا کہ اتنے زیادہ سانپ ہیں، یہ عجیب بات ہوگئی۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ گھبرانے کی ضرورت نہیں..... یا موسیٰ لا تخف..... اے موسیٰ! تجھے ڈرنے کی ضرورت نہیں، اے اللہ! کیا کروں؟ فرمایا کہ جو عصا تیرے ہاتھ میں ہے یہ پھینکنا تیرا کام ہے، سارے سانپوں کو اس کے پیٹ میں لے جانا میرا کام ہے۔

عصا موسوی اژدھا بنا:

اور پھر چشم فلک نے وہ نظارہ دیکھا کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا پھینکا..... فالقی عصا فاذا ہی ثعبان مبین..... ایک اژدھا بن گیا..... فاذا ہی بیضاء للنظرین..... اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی بغل میں ہاتھ ڈالا تو وہ ہاتھ چمکنے لگا۔ یہ بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ تھا۔ ادھر سانپ ساری رسیوں کو نگل گیا، اور ادھر تھوڑی دیر کے بعد فرعون کی قوم نے کہا کہ یہ جادوگر ہے یہ تمہاری قوم کو یہاں سے نکالنا چاہتا ہے فرعون کی خدائی ختم کرنا چاہتا ہے۔

قرآن نے کہا کہ اس کے مقابلہ میں جادوگروں کی بہت بڑی جماعت لائی گئی۔ فرعون نے جادوگروں سے مال و دولت کا وعدہ کیا اور ان کو اپنے ساتھ بٹھانے کا وعدہ کیا..... انه لمن المقربين..... تم فرعون کے مقربین میں سے بن جاؤ گے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ فرعون اس بات کو مان جاؤ کہ اللہ کے سوا حاجت روا کوئی نہیں

اللہ کے سوا مشکل کشا کوئی نہیں

اللہ کے سوا بگڑی بنانے والا کوئی نہیں

اللہ کے سوا پریشانیاں دور کرنے والا کوئی نہیں

اللہ کے سوا تنگدستیاں دور کرنے والا کوئی نہیں

اللہ کے سوا روزی دینے والا کوئی نہیں

اللہ کے سوا بچے دینے والا کوئی نہیں

قالوا یا موسیٰ انا ان تلقی و انا ان تكون نحن الملقین — تم پہلے

باری لگاؤ گے یا میں؟ قرآن نے کہا کہ فرعون کے جادوگروں نے رسیاں ڈالیں، جب

پیغمبر نے اپنی لاشی ڈالی تو وہ سارے سانپوں کو نگل گئی۔ پھر پیغمبر آگے بڑھا اور اس لاشی

کو پکڑ لیا، پیغمبر گھبرا گیا تھا کہ اس کو کیسے پکڑوں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ گھبرانے کی

ضرورت نہیں، سانپ پکڑنا تیرا کام، اس کو دوبارہ اس کی بیست پر واپس کرنا میرا کام،

جب حسرت مویٰ علیہ السلام نے پکڑا تو وہ لاشی دوبارہ اصل حالت میں تھی۔

جادوگر مان گئے:

جب جادوگروں نے دیکھا کہ جو ہم نے کیا وہ جادو تھا لیکن جو مویٰ علیہ السلام نے کیا

وہ جادو نہیں حقیقت ہے ان تمام جادوگروں نے اسی وقت کلمہ پڑھ لیا۔

فرعون کا جادوگروں کو دھمکانا:

فرعون نے کہا کہ یہ کیا ہوا۔ انہوں نے کہا کہ مویٰ جادوگر نہیں ہے، ہم

جادوگروں کے امام ہیں۔ مویٰ جادوگر نہیں، اس لئے کہ اگر جادوگر ہوتا تو جب حسرت

مویٰ علیہ السلام نے لاشی پکڑی، وہ سانپ تھا وہ رسیاں جو تھی ہوئی تھیں اس کو واپس کرنا چاہئے

تھا۔ یہ جادوگر نہیں یہ تو اللہ تعالیٰ کا پیغمبر ہے۔

قرآن کہتا ہے — القوا سحروا اعین الناس — سارے ڈر گئے، خوف

کھایا، بڑے بڑے رؤساء پریشان ہو گئے، بڑے بڑے رؤساء کے پاؤں کے نیچے سے

زمین نکل گئی..... وجاء وبسحر عظیم..... واوحینا الی موسیٰ ان الق عصاک
..... اور اس وقت حق ظاہر ہو گیا، باطل پریشان ہو گیا۔

حق آیا باطل بھاگنے لگا..... کیا ہوا..... فغلبوا هنالك وانقلبوا صاعرین
والقی السحرة ساجدین..... سارے جادوگر زمین پر سجدہ ریز ہو گئے تو کیا کہا..... امنا
برب العالمین..... سارے جادوگروں نے کہا کہ ہم نے موسیٰ کو نبی مان لیا ہے۔ رب
موسیٰ و ہارون..... حضرت موسیٰ علیہ السلام کے رب پر ہم ایمان لائے۔
اب دیکھو کہ تخت شاہی پر فرعون بیٹھا ہے۔ ادھر حضرت موسیٰ علیہ السلام ہے درمیان
میں جادوگر ہیں، ایک طرف دنیا ہے۔

جب جادوگروں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا کلمہ پڑھا، تو فرعون کی ہوائیں نکل
گئیں۔ جب جادوگروں نے مقابلہ کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کا کلمہ پڑھا۔ تو اب
فرعون کے مقابلے پر آ گئے۔ تو فرعون پریشان ہوا۔ ششدر اور حیران ہو کر آگے سے کیا
کہا، جو فرعون نے کہا، اللہ نے اس کو بھی نقل کیا..... قال فرعون امنتم به قبل ان
اذن لکم..... اوجادوگرو! پیسہ ہم سے کھایا، دولت ہم سے لی، پلاٹ ہم سے لیئے،
چوہدر اہٹ ہم سے لی اور خرچہ میں نے برداشت کیا، سواریاں میں نے دیں، آئے
سواریوں پر، اور کلمہ آ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کا پڑھ لیا؟

فرعون نے کہا..... میری اجازت کے بعد موسیٰ کا کلمہ کیوں پڑھا..... ان
هذا المکر مکر تموه فی المدینة..... اس شہر میں تم نے ہم سے دھوکہ کیا، فریب
دیا..... لتخرجوا منها اهلها..... دیکھو کیا ہوتا ہے۔

نور افوج کو بلالیا، پولیس کو بلالیا، فرعون نے حکم دیا کہ تمام جادوگروں کو گرفتار
کر کے جیل میں ڈال دو، اب سینکڑوں اور ہزاروں جادوگر جنہوں نے حضرت موسیٰ
علیہ السلام کا کلمہ پڑھا تھا ان ہزاروں جادوگروں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کلمے کا برملا اظہار
کیا..... امنا بررب موسیٰ و ہارون..... ہم موسیٰ کے رب پر ایمان لائے، فرعون نے
کہا کہ مجھ سے کھایا، مجھ سے پیا، مجھ سے وظیفے لئے، مجھ سے دولت لی، میرے خرچے پر

آئے ہو اور چند لمحے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھ کر اس کا کلمہ پڑھ لیا۔

جادو گرا ایمان پر ڈٹ گئے:

اب دیکھو میں تمہارے ساتھ کیا کرتا ہوں، ہتھکڑیاں لگا دی گئیں، بیڑیاں لگا دی گئیں۔ گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیا گیا۔ سارے جادو گر جیل میں، وہ جیل میں اپنے کلمے کے اظہار پر پکے ہیں۔ اس نے کہا کہ موسیٰ کے کلمے کو چھوڑ دو، انہوں نے کہا کہ نہیں چھوڑ سکتے۔ ہم موسیٰ علیہ السلام کو چھوڑ دیں یہ نہیں ہو سکتا، انہیں کہا گیا کہ آٹھ دن کی مہلت ہے، آٹھ دن کے بعد کہا کہ اب بھی بدل جاؤ نہیں بدلے۔

اس کے بعد فرعون نے اعلان کیا اور اس اعلان کا ذکر بھی قرآن نے کیا.....
لا قطعن ایدیکم وارجلکم من خلاف ثم لا صلینکم اجمعین..... فرعون نے حکم دیا کہ ان کے ہاتھ اور پاؤں کو کاٹ دیا جائے اور ان کو تختہ دار پر چڑھا دیا جائے، ان جادو گروں کو دیواروں کے ساتھ چن دیا گیا۔ ان جادو گروں کو دیواروں کے ساتھ کھڑا کر کے ان کے ہاتھوں میں میخیں گاڑ دی گئیں۔ ان کے پاؤں میں میخیں گاڑ کر، دیواروں کے ساتھ چن دیئے گئے ان کے ہاتھ اور پاؤں مخالف سمتوں میں کاٹے گئے ان کو پھانسی دینے کا اعلان ہوا..... لا صلینکم..... میں تمہیں پھانسی دوں گا۔

تو آگے سے جادو گروں نے کہا..... انا الی ربنا منقلبون..... جس وقت پھانسی کے تختے پر تمام جادو گروں کو چڑھا دیا گیا، تو فرعون نے پوچھا کہ اب کیا خیال ہے تو انہوں نے تختہ دار پر چڑھ کر کہا..... اے فرعون ہم اپنے رب سے ملاقات کر لیں گے..... وما تنعم منا الا ان امنا بایت ربنا..... اے فرعون تو ہمیں اس لئے پھانسی دیتا ہے کہ ہم نے اپنے پروردگار کو پہچان لیا ہے، ہم نے اپنے خالق کو پہچان لیا ہے، ہم نے موسیٰ علیہ السلام کے خدا کو پہچان لیا ہے اور تیری جھوٹی خدائی کو چوراہے پر توڑ دیا ہے تختہ دار پر جادو گروں نے چڑھ کر کہا..... ربنا افرغ علینا صبرا و توفنا مسلمین..... اے اللہ ہمیں.....

اسلام کی حالت میں

توحید کی حالت میں

موسیٰ کے دین کی حالت میں

تختہ دار پر موت نصیب کر، یہ کتنی بڑی جرأت تھی، کتنا بڑا اظہارِ عظمت
خداوندی تھا۔ فرعون کی قوم نے کہا کہ اے فرعون تو نے موسیٰ کو کھلا چھوڑ دیا۔

تا کہ زمین میں فساد مچائے

تا کہ زمین کو ظلم سے بھر دے

تا کہ تیری خدائی کا خاتمہ ہو

تا کہ تیرے خزانے ختم ہو جائیں

تا کہ تیرے وزراء ختم ہو جائیں

تا کہ تیری خدائی خاک میں مل جائے

تا کہ تیری پوری سلطنت ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے

تو اس کو تیار نہیں کرتا، تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو گرفتار کیوں نہیں کرتا۔ اس کو تختہ
دار پر کیوں نہیں چڑھاتا، ارکانِ دولت نے کہا کہ سب کو چھوڑ دے لیکن حضرت
موسیٰ علیہ السلام کو گرفتار کر کے تختہ دار پر چڑھا۔

اب ایک بات کہنا چاہتا ہوں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ جو چند لمحے رہے،
جن لوگوں نے چند لمحے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ گزارے، ان کو دیواروں کے ساتھ
چن دیا گیا، لیکن انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نہیں چھوڑا۔

اصحابِ رسول رضی اللہ عنہم کیسے بدل گئے؟

اس طرزِ استدلال پر غور کریں کہ جو چند منٹوں کے موسیٰ علیہ السلام کے صحابی تھے نبی
کے پاس نہیں گئے، نبی کے گھر نہیں گئے، پیغمبر کے گھر میں نہیں رہے، نبی کی صحبت میں
صرف چند لمحے گزارے، چند لمحے موسیٰ کے چہرے کو دیکھا، موسیٰ کی صحبت میں ایک لمحہ

گزارا، اور موسیٰ علیہ السلام کے معجزہ کو دیکھا اور ان کے دل میں کلمہ توحید داخل ہو گیا۔ ایمان اتنا پختہ ہو گیا کہ ان کے ہاتھوں میں میخیں گاڑ کر دیواروں میں چن دیئے گئے۔ ایک جادوگر نے بھی موسیٰ کا کلمہ نہیں چھوڑا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی صحبت میں جنہوں نے ایک لمحہ گزارا انہوں نے موسیٰ کو نہیں چھوڑا اور جنہوں نے ۲۳ سال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکے اور مدینے میں گزارے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں وقت گزارا انہوں نے نبی کو کیسے چھوڑ دیا؟ روافض کا عقیدہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دل میں ایمان نہیں تھا، تیرہ سال مکے میں رہے۔ دس سال مکہ میں رہے.....

.....	بلال رضی اللہ عنہ تپتی ریت پر لٹایا گیا
.....	زبیرہ رضی اللہ عنہا کی آنکھیں نکالی گئیں
.....	لبینہ رضی اللہ عنہا کی چمڑی اودھ دی گئی
.....	نعدیہ رضی اللہ عنہا کے ٹکڑے کر دیئے گئے

میرے بھائیو! بیویاں بیوہ ہو گئیں، بچے یتیم ہو گئے، میرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں چھوڑا اور رحلت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ دیا؟ بیس سال نبی کی صحبت میں رہنے والوں نے.....

.....	جنگ بدر میں
.....	جنگ احد میں
.....	جنگ خیبر میں
.....	جنگ حنین میں
.....	جنگ تبوک میں
.....	جنگ خندق میں
.....	بیویاں بیوہ ہو گئیں
.....	بچے یتیم ہو گئے

فلکڑے ہوئے نبی ﷺ کو نہیں چھوڑا

جسم فلکڑے ہوئے نبی ﷺ کو نہیں چھوڑا

اس حذافہ سہمی ﷺ کو دیکھو، اس نے نبی ﷺ کو نہیں چھوڑا کہ جس کو دہکتے ہوئے تیل کے کڑا ہے میں ڈال دیا گیا، لیکن نبی ﷺ کو نہیں چھوڑا۔ آج ان جادو گروں کو دیکھو کہ جنہوں نے نبی کی صحبت میں ایک لمحہ گزارا، انہوں نے تختہ دار پر چڑھ کر کہا..... امنا ہر رب العالمین ہم رب العالمین پر ایمان لائے..... رب موسیٰ و ہارون..... ہم موسیٰ اور ہارون کے رب پر ایمان لائے۔

۲۳ سال جنہوں نے محمد مصطفیٰ ﷺ کی صحبت میں فیض پایا، انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو کیسے چھوڑ دیا؟

میرے دوستو! جس شخص نے ایمان کے ساتھ نبی کی صحبت میں وقت گزارا، انہوں نے کبھی نبی کو نہیں چھوڑا ان کا تو ایمان ہی اتنا پختہ تھا کہ انسان دنگ رہ جاتا ہے۔ چھوڑنے کی بات تو بہت دور کی ہے۔

مسلمانو! جس نبوت کی آغوش تربیت میں صحابہ رضی اللہ عنہم ۲۳ سال رہے، جنہوں نے ۲۳ سال جمال جہاں آرائے نبوت کا دیدار کر کے، پیغمبر ﷺ کی صحبت میں فیض اٹھا کر، نبی ﷺ کی صحبت میں رہ کر کفار سے جنگیں لڑ کر نبی ﷺ کو کیسے چھوڑا؟

نبی ﷺ کو چھوڑنا ہوتا تو دہکتے ہوئے انگاروں پر لیٹنے سے پہلے نبی ﷺ کو چھوڑ دیتے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا..... جاء سيدنا بلال..... میرا سردار بلال رضی اللہ عنہ آ گیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا، کیوں؟

مسلمانو! جنہوں نے اس حالت میں نبوت کو نہیں چھوڑا، انہوں نے نبی ﷺ کی وفات کے بعد نبی ﷺ کو کیسے چھوڑ دیا؟

جب راحتیں ملیں

جب فتوحات ملیں

جب ان کو حکومتیں ملیں

جب ان کو عہدے ملے

جب ان کو سلطنتیں ملیں

جب ان کو وزارتیں ملیں

جب ان کو دولتیں ملیں

دکھوں میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں چھوڑا، سکھ میں چھوڑ دیا؟

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی صحبت میں چند لمحے گزارنے والے جادوگر تو نبی کو نہ چھوڑیں، جادوگروں نے موسیٰ کو نہیں چھوڑا، ساری عمر جادو کی کمائی کھانے والے، ایک لمحہ نبی کی صحبت میں رہے اور موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے کی پاداش میں تختہ دار پر چڑھ گئے۔ نبوت کو نہیں چھوڑا۔

اللہ تعالیٰ کا حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پیار:

میرے دوستو! حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ کو بڑا پیار تھا، بڑی محبت تھی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا لقب کلیم تھا، اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے خود باتیں کرتے تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام بکریاں چراتے، بکریاں چراتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا..... وماتلك بينمك يا موسى!..... اے موسیٰ! تیرے ہاتھ میں کیا ہے؟ عرض کیا یہ لاشیٰ ہے..... قال ہی عصای اتو کوا علیہا واحش بها علی غنمی..... اس لاشیٰ سے میں آسرا لگاتا ہوں اور بکریوں کے لئے پتے جھاڑتا ہوں..... ولی فیہا مارب اخری..... اور بھی بہت سارے کام اس لاشیٰ سے لیتا ہوں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بچپن میں آزمائش:

قرآن پاک نے اس واقعہ کو نقل کر کے آگے یہ بھی فرمایا کہ موسیٰ علیہ السلام فرعون کی موجودگی میں، حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ یہ بچہ ہمارا فرماں بردار ہوگا، تو فرعون نے کہا کہ اگر یہی بچہ موسیٰ ہو تو؟ اس نے کہا کہ اگر یہ نبی ہو تو اس میں شعور ہوگا، اس نے

کو نکلے منگوائے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سامنے رکھ دیئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ہاتھ آگے بڑھایا اور پھر پیچھے کر لیا، لیکن جبرائیل امین علیہ السلام نے آگے کر دیا اور اس کو پکڑ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے منہ میں لے لیا تو اس کی وجہ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زبان میں لکنت پیدا ہو گئی۔

تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جب نبوت ملنے لگی تو انہوں نے دعا کی رب اشرح لی صدی و یسر لی امری اے اللہ! میرے سینے کو کھول دے اور میری زبان کی لکنت کو دور کر، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سینے کو کھول دیا اور زبان کی لکنت کو دور کر دیا۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کا جواب:

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک خواب اس آیت کے متعلق ہے وہ قابل غور ہے۔ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب احیاء العلوم میں لکھا ہے اور بڑی عظیم کتاب ہے، امام غزالی بہت بڑے فلسفی تھے۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے خواب میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زیارت ہوئی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام میرے پیغمبر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محفل میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سامنے بیٹھے ہیں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی بیٹھے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سلام کیا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے یہ بات فرمائی ہے کہ علماء امتی کما لانبیاء بنی اسرائیل میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے نبیوں کی طرح ہوں گے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کے پیغمبر تھے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں یہ میں نے کہا ہے کہ میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے نبیوں کی طرح ہوں گے۔ جب یہ بات کہی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ آپ کی امت کے کون سے علماء ہیں؟ جن علماء کو بنی اسرائیل کے انبیاء کے برابر فرمایا۔

تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ کر کے کہا کہ ان علماء کرام میں ایک یہ عالم امام غزالی رحمہ اللہ ہے۔

امام غزالی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب حضور ﷺ نے میری طرف اشارہ کیا تو موسیٰ علیہ السلام میری طرف متوجہ ہوئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ — السلام علیک یا اعلیٰ عالم غزالی..... تو میں نے جواب میں کہا کہ..... وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ ومعفرتہ وطیبہ وتاب سراہ..... میں نے سلام کولمبا کر دیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ یہ تو میں بعد میں پوچھوں گا کہ تمہارا مرتبہ ہمارے برابر کیسے ہے؟ پہلے یہ بتاؤ کہ تم نے میرے سلام کے جواب میں سلام کولمبا کیوں کر دیا؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب یہ کہا تو امام غزالی رحمہ اللہ نے آگے سے بڑی عجیب بات کہی، امام غزالی نے فرمایا کہ اے موسیٰ یہ بات میں بعد میں بتاؤں گا کہ میں نے وعلیکم السلام کولمبا کیوں کیا۔

جب اللہ تعالیٰ نے آپ سے یہ پوچھا تھا..... وَمَا تَلَّكَ يَمِينُكَ يَا مُوسَى..... اے موسیٰ تیرے ہاتھ میں کیا ہے تو جواب میں تجھے کہنا چاہئے تھا..... قَالَ هِيَ عَصَايَ..... یہ لاشی ہے۔ تو نے آگے یہ کیوں کہا..... اَتَوَكَّلُ عَلَيْهَا وَاَحْشَىٰ بِهَا عَلٰی غَنَمِي وَلِي فِيهَا مَدْرَبٌ اُخْرٰی..... اللہ تعالیٰ نے یہ تو تمہیں پوچھا تھا کہ لاشی کے ساتھ کیا کرتا ہے، صرف یہ پوچھا تھا کہ تیرے ہاتھ میں کیا ہے یہ کلام کیوں بڑھایا، پہلے اس کا جواب دو۔

موسیٰ علیہ السلام حیران ہوئے کہ یہ کیسے بات کر رہے ہیں۔ آپ نے وعلیکم السلام کولمبا کیوں کیا۔ انہوں نے عرض کیا کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کلام کولمبا کیوں کیا جتنی بات اللہ تعالیٰ نے پوچھی تھی اتنی کا جواب دیتے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے بات اس لئے بڑھائی کہ میں اللہ تعالیٰ کا کلیم تھا۔ میں آپ سے بات کر رہا ہوں اور اللہ تعالیٰ میرے ساتھ بات کر رہے ہیں۔ حضرت امام غزالی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ تم اللہ تعالیٰ کے کلیم تھے اور میں اس وقت

تمہارا کلیم تھا۔

تم نے کہا کہ اللہ تعالیٰ سے بات کرتے ہوئے بات کو لمبا کروں کہ مجھے پیار ہے تو تم اللہ تعالیٰ کے کلیم ہو اور مجھے بھی اللہ تعالیٰ کے کلیم سے بات کا موقع ملا تو میں نے بھی بات لمبی کر دی۔

حضور ﷺ نے فرمایا..... علماء امتی کا لانبیاء بنی اسرائیل..... میری امت کے علماء انبیاء بنی اسرائیل کی طرح ہوں گے۔

میرے بھائیو! اس بات کو جو حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کے عنوان پر ہوئی ہے اس میں ایک چیز حاصل ہوتی ہے اور سب مسلمانوں کو اس پر غور کرنا چاہئے کہ انبیاء ظالم حکمرانوں اور جابر لوگوں کے مقابلہ میں حق و صداقت کا پرچم لیکر نکلتے ہیں اور اس کے مقابلے میں ہر طرح کی تکلیف برداشت کر لیتے ہیں۔

میرے بھائیو! جب قوم نے کہا کہ اے فرعون تو نے موسیٰ علیہ السلام کو کیسے چھوڑ دیا؟ جادو گروں کو تو نے تختہ دار پر چڑھا دیا۔ اب موسیٰ علیہ السلام کا تعاقب شروع ہوا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے ساتھیوں کو لیکر چلے، پیچھے فرعون کی فوجیں آگئیں، حضرت موسیٰ علیہ السلام چلتے چلے آگے دریائے نیل کی موجیں آگئیں، دریا آگیا۔

فرعونوں پر عذاب:

اللہ تعالیٰ نے فرعون کی قوم پر جو عذاب نازل کئے ان عذابوں کا ذکر بھی کیا ہے اور وہ عذاب کیا تھے، قرآن کہتا ہے..... ولقد اخذنا..... ہم نے فرعون اور اس کی قوم کو پکڑا..... ال فرعون بالسنین..... قحط بے پکڑا، قحط ڈال دیا..... ونقص من الثمرات..... اور ان کی فصلوں کو اجاڑ دیا..... لعلہم یذکرون..... اے کاش کہ وہ اس سے نصیحت حاصل کرتے، لیکن فرعون نے کیا نصیحت حاصل کرنی تھی۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ پھر ہم نے ان کو دوسرا عذاب دیا۔

وہ عذاب یہ تھا، قرآن نے اس کا ذکر کیا..... فارسلنا علیہم الطوفان

.....ہم نے ان پر طوفان اتارا.....والجراد.....طوفان اتارا.....والقمل.....ایک بھڑ
ہم نے بھیجی.....والضفادی.....اور مینڈک ہم نے بھیجے.....والدم.....اور ادپر سے
خون اتارا.....وايات مفصلت.....اتنی نشانیاں اتاریں کہ
خون اترا

بھڑوں کا عذاب آیا
مینڈکوں کا عذاب اتارا
بڑے بڑے ڈنگ لگانے والے پرندوں کا عذاب آیا
کئی ایسی چیزوں کا عذاب آیا
ہوائیں آئیں
طوفان آئے
بستیاں اجڑ گئیں

لیکن فرعون اللہ تعالیٰ کے دربار میں نہیں جھکا اور جب نہیں جھکا۔

فرعون اور اس کے حواری غرق ہوئے:

ایک دن حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مقابلہ کرنے کیلئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پیچھے فوج
لگا کر چل پڑا اور آگے حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں اور فرعون اپنے لشکر کے ساتھ ان کے پیچھے
ہے، آگے دریائے نیل آ گیا، تو قوم حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہنے لگی اب مارے گئے۔
اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے موسیٰ علیہ السلام جو لاٹھی تیرے ہاتھ میں ہے۔ اس کو دریا
پر مارو، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے لاٹھی دریا پر ماری تو بارہ راستے بن گئے، حضرت موسیٰ
علیہ السلام کی ساری فوج اس دریا سے پار ہو گئی، فرعون کی فوج آئی اور آ کر اس نے دیکھا کہ
راستے بنے ہوئے ہیں۔ انہوں نے گھوڑے دریا میں ڈال دیئے وہ سارے دریا میں اتر
گئے اور جب فوج درمیان میں پہنچی اور ادھر حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کے صحابہ دریا پار
کر گئے تو ہم نے پانی کو چلنے کا حکم دیا کہ ان ظالموں میں سے ایک بھی زندہ نہیں بچنا

چاہئے۔ یہ قرآن میں سارا واقعہ موجود ہے کہ فرعون اس میں غرق ہوا اور ڈوبتے ہوئے فرعون نے کہا کہ اے موسیٰ علیہ السلام میں تیرے خدا پر ایمان لایا۔ میں نے تجھے مان لیا۔ آواز آئی، اب اس حالت میں تیری کوئی توبہ قبول نہیں ہوگی۔ اتنی حالت میں فرعون غرق ہو گیا۔ فرعون تباہ و برباد ہو گیا۔ پانی نے بھی فرعون کو قبول نہ کیا۔ کچھ عرصہ کے بعد پانی نے لاش زمین پر بھی تک دی اور آج تک وہ لاش انسانیت کی رہنمائی کیلئے مصر کے عجائب گھر میں عبرت کیلئے موجود ہے کہ وہ فرعون جو اپنے آپ کو خدا کہتا تھا آج تک اس کی لاش محفوظ ہے، اور اس کو پوجتے والا کوئی نہیں ہے یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک عذاب تھا۔

جو پیغمبر کا مقابلہ کرتے کے جرم میں اس قوم پر آیا اور اللہ تعالیٰ نے بار بار اپنی کتاب میں اس کا ذکر کیا ہے، اور اس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے امتحان کا بھی ذکر ہے، یہ جو سورۃ اعراف ہے اس میں بڑی تفصیل ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعات کی۔

عشق کہتا ہے جنوں کا جوش رہنا چاہئے
ضبط کی تاکید ہے خاموش رہنا چاہئے
قصہ موسیٰ سبقت ہے ہوش والوں کیلئے
کس طرح "عشق" کو خاموش رہنا چاہئے
اللہ تعالیٰ ہمیں ان واقعات سے نصیحت حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

وَآخِرُ دَعْوَانَا اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ○



فلسفہ حج

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الْحَجُّ أَشْهُرٌ مَّعْلُومَاتٌ فَمَنْ فَرَضَ فِيْهَا الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا
فُسُوقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ وَمَا تَفْعَلُوا مِنْ خَيْرٍ يَعْلَمْهُ اللّٰهُ
وَتَزَوَّدُوا فَإِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوَىٰ وَاتَّقُونِ يَا أُولِيَ الْأَلْبَابِ

(پارہ ۲، سورۃ البقرہ، آیت: ۱۹۷)

اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم

ترجمہ:

”حج کے چند مہینے ہیں معلوم، پھر جس نے لازم کر لیا ان میں حج تو
بے حجاب ہونا جائز نہیں عورت سے اور نہ گناہ کرنا اور نہ جھگڑا کرنا
حج کے زمانہ میں اور جو کچھ تم کرتے ہو نیکی اللہ تعالیٰ اس کو جانتا
ہے اور زاد راہ لے لیا کرو کہ بیشک بہتر فائدہ زاد راہ کا پچتا ہے
سوال سے اور مجھ سے ڈرتے رہو اے عقل مند۔“

☆☆☆☆

تمہید:

بزرگان محترم برادران عزیز! آج آپ کے سامنے حج کی مناسبت سے فضائل حج کے عنوان پر ان شاء اللہ جمعہ کا بیان ہوگا اور آئندہ جمعہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قربانی، آپ کے امتحان اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی رفعت کا ذکر ان شاء اللہ علیحدہ جمعہ ہوگا، ان کے آتش نمرود کا واقعہ اور فضائل قربانی کا بیان شروع کریں گے۔

چونکہ لوگ حج پر جا رہے ہیں، ذی قعدہ کا مہینہ ہے، اس لئے فضائل حج کیلئے دوسرے پارے کی وہ آیات کریمہ جس میں اللہ تعالیٰ نے حج کی فرضیت کا ذکر کیا ہے اور حج کے فلسفہ کا ذکر کیا ہے وہ آپ کے سامنے تلاوت کی گئیں۔

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے حج کا ذکر کیا ہے اور اس کے ساتھ حج کی فلاسفی، حج کی حقیقت اور حج کا اصل مفہوم بیان فرمایا..... الحجہ اشہر معلومات فمن فرض فیہن الحجہ فلا رفق ولا فسوق ولا جدال فی الحجہ..... قرآن پاک میں یہ چند الفاظ ہیں، اس سے حج کی حقیقت کا پتہ چلتا ہے۔

حج کا معنی:

حج عربی زبان کا لفظ ہے اور حج کا معنی ہے ارادہ کرنا، اسلام کے پانچ ارکان ہیں، ان ارکان میں چوتھا نمبر حج کا ہے، پہلا رکن کلمہ طیبہ، دوسرا رکن نماز، تیسرا روزہ، چوتھا حج، پانچواں زکوٰۃ، ان پانچ ارکان میں چوتھا رکن حج ہے۔

رکن عربی زبان میں کہتے ہیں ستون کو تو جس عمارت کا ستون کوئی نہ ہو، دیوار کوئی نہ ہو وہ عمارت کھڑی نہیں رہتی گویا کہ یہ اسلام کا ایک ستون ہے حج۔

اور عربی زبان میں حج کا معنی ہے ارادہ کرنا اور اصطلاح شریعت میں حج اس مخصوص عبادت کو کہتے ہیں کہ جو خانہ کعبہ میں جا کر اور مدینہ منورہ میں قیام سے عمل میں آتی ہے، اس کو عربی زبان میں حج کہتے ہیں۔

جج کی کیا کیفیت ہے، جج کا کیا طریقہ ہے، جج کا فلسفہ کیا ہے، جج کیوں کرایا جاتا ہے؟ اللہ تعالیٰ کو جج کی کیوں ضرورت پیش آئی، یہ ساری باتیں انشاء اللہ آج آپ کے سامنے بیان ہوں گی۔

ارکان اسلام کا فلسفہ:

میرے بھائیو! اسلام کے جتنے بھی ارکان ہیں، ان کا ایک ہی فلسفہ ہے اور وہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو عبادت سے خوش رکھو، نبی کو اطاعت سے خوش رکھو، اور مخلوق کو اس کی خدمت سے خوش رکھو، یہ اسلام کا خلاصہ ہے یہ ہے اسکی تلخیص.....

اللہ کو عبادت سے راضی کرلو

نبی ﷺ کو اطاعت سے راضی کرلو

مخلوق کو خدمت سے خوش رکھو

یہ وہ بات ہے کہ جو شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ نے قرآن پاک کے ترجمہ میں لکھی ہے کہ میں نے چالیس سال تک قرآن کا ترجمہ تفسیر پڑھائی ہے، چالیس سال قرآن کا ترجمہ و تفسیر پڑھانے کے بعد جو نیچوڑ نکالا ہے، وہ تین چیزیں ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو عبادت سے، حضور ﷺ کو اطاعت سے، اور مخلوق کو خدمت سے خوش رکھو یہ فلسفہ ہے۔

اب یہ جو ارکان اسلام ہیں ان کا فلسفہ کیا ہے؟ مثلاً

کلمہ شہادت ہے

نماز ہے

روزہ ہے

جج ہے

زکوٰۃ ہے

ان کا فلسفہ صرف ایک ہی ہے اور وہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا

کوئی معبود نہیں

کوئی مشکل کشا نہیں

کوئی حاجت روا نہیں

کوئی بگڑی بنانے والا نہیں

پوری کائنات میں اس کے حکم کے بغیر پتہ نہیں حرکت کر سکتا ہے، پانچوں ارکان کا فلسفہ توحید ہے۔ پانچ ارکان ہیں:

کلمہ طیبہ

نماز

روزہ

حج

زکوٰۃ

ان کا فلسفہ یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں

اور آپ اس پر غور کریں دیکھیں نماز بدنی عبادت ہے، روزہ بھی بدنی عبادت ہے، زکوٰۃ مالی عبادت ہے اور حج بدنی اور مالی دونوں قسم کی عبادت ہے، حج مالی عبادت بھی ہے اور بدنی عبادت بھی ہے۔

لیکن آپ پورا حج کر لیں، حاصل کیا ہوگا؟ ہر چیز کا کوئی نہ کوئی حاصل ہوتا ہے، وہ جو حاصل ہے، اسی کو انگریزی زبان میں فلاسفی کہتے ہیں، کسی چیز کا حاصل کیا ہے؟ کسی چیز کا خلاصہ کیا ہے؟ کسی چیز کا اصل مقصد کیا ہے تو حج کا اصل مقصد اور حج کی فلاسفی کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی مشکل کشا اور معبود نہیں ہے، ساری کائنات صرف اللہ تعالیٰ کیلئے ہے۔

قرآن پاک کی آیت میں ارکان اسلام کا خلاصہ اللہ تعالیٰ نے بیان کیا فرمایا..... قل..... اے پیغمبر ﷺ تو اعلان کر دے، کیا اعلان..... ان صلاتی..... بے شک میری نماز، اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو حکم دے رہے ہیں کہ تو اعلان کر دنیا میں، کیا اعلان

کر۔۔۔ ان صلاتی۔۔۔ میری نماز، نبی ﷺ فرما رہے ہیں کہ میری نماز۔۔۔ ونسکی
 اور میری قربانی۔۔۔ ومحبائی۔۔۔ اور میری زندگی۔۔۔ ومماتی۔۔۔ اور میری
 موت۔۔۔ للہ رب العالمین۔۔۔ سب کچھ اللہ کیلئے ہے۔
 تو دنیا کا سب سے بڑا سردار کہتا ہے کہ میری نماز، میری قربانی، میری زندگی،
 نیز موت اللہ تعالیٰ کیلئے ہے اور کسی کیلئے نہیں ہے۔

حج کا اصل مقصد:

کیا فلاسفی ہے حج کی، کپڑے اتار دیئے، دو چادریں پہن لیں، جب حدود حرم
 میں داخل ہوئے، خانہ کعبہ کی حدود میں تو احرام کی دو چادریں، سفید چادریں، کنگھی
 کرنا ثواب ہے، سنت ہے، لیکن حج کے دنوں میں حرام ہے، تل لگانا نبی کی سنت ہے لیکن
 حج کے دنوں میں حرام ہے، جوتا اچھا پہنا سنت ہے، حج کے دنوں میں کھلا جوتا چل پہننا
 واجب ہے، بیوی کے پاس جانا سنت پیغمبر ﷺ ہے، حج کے ایام میں جانا حرام ہے۔

حج امت کرنا

بال کاٹنا

ناخن اتارنا

سر نہ لگانا

سنت ہے۔۔۔

حج کے دنوں میں جائز نہیں حاجی کیلئے یہ تمام کام منع ہیں، کیوں؟ دو چادریں۔
 صدر مملکت انٹرکنٹینشنل کوٹھیوں میں رہنے والا حکومتیں چلانے والا لیکن دو
 چادریں، ایک غریب آدمی جھونپڑی والا، موچی حج کرنے جائے، اس کے بدن پر بھی
 دو چادریں، سربراہ مملکت کے جسم پر بھی دو چادریں اور سلی ہوئی نہیں، کیوں؟ اس کی اللہ
 تعالیٰ کو کیا ضرورت ہے؟ کپڑے اتار دو، جوتا اتار دو، خوشبو لگانا چھوڑ دو، کنگھا کرنا
 چھوڑ دو، سر نہ نہیں لگا سکتے، کیوں؟ دو قبر والی چادریں ہوں تیرے دل پہ یقین ہو کہ جس

دن میرا جنازہ اٹھے گا، اس دن بھی میرے وجود پر یہی دو چادریں ہوں گی.....

بادشاہ ہے

پیر ہے

فقیر ہے

ولی ہے

قطب ہے

ابدال ہے

نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے

صحابہ رضی اللہ عنہم ہیں

دو چادریں پہن کر ایک جملہ تیری زبان سے اللہ تعالیٰ نکلوانا چاہتے ہیں کہ دو

قبر والی چادریں پہن کر یہ اقرار کر..... لبیک..... حاضر ہوں تیرے دروازے پر.....

اللہم لبیک..... اے اللہ میں حاضر ہوں..... ان الحمد..... تعریف تیری.....

والملك لا شريك لك..... تیرا کوئی شریک نہیں!

حج کا فلسفہ کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو، کوئی مشکل کشاء

نہیں، شرک سے بڑا گناہ کوئی نہیں، اللہ تعالیٰ کے علاوہ

کوئی مشکل کشاء نہیں

کوئی حاجت روا نہیں

کوئی بگڑی بنانے والا نہیں

حج کا فلسفہ یہ ہے، حج شرک کے خلاف ہے، اچھا نماز کسی کے خلاف ہے؟ نماز

بھی شرک کے خلاف ہے، نماز کے فلسفے پر غور کریں، ایک آدمی ہاتھ باندھتا ہے اور کیا

کہتا ہے، رکوع میں جاتا ہے تو کیا کہتا ہے، سجدے میں چلا گیا تو اس کا اللہ تعالیٰ کو کیا

فائدہ ہوا؟ ویسے بیٹھ کر اللہ کی تسبیح بیان کرے، رکوع میں لے جانے کی کیا ضرورت ہے؟

سجدے میں جانے کی کیا ضرورت ہے؟ یہ جو سر ہے یہ جسم کا سردار ہے، اس سردار کو مٹی پر

رکھنے کی کیا ضرورت ہے؟

اللہ تعالیٰ بتانا چاہتا ہے کہ اے لوگو اس سر میں غرور ہوتا ہے، فخر ہوتا ہے، اس سر میں تکبر ہوتا ہے، اب کھڑا ہو کر اس سر کو جھکا دے، رکوع کر لے اور رکوع کے بعد پھر کھڑا ہو جا، اس سر کو اوپر لے جا کر مٹی پر لا کر کہہ دے..... سبحان ربی الاعلیٰ..... تیرے سے بڑا کوئی نہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ اس لئے ہے کہ تیرے اندر سے غرور مٹ جائے، تجھے پتہ چلے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں، یہ ہے فلسفہ، نماز کا یہی فلسفہ ہے۔

نماز کا فلسفہ:

آپ مجھے بتائیں کہ نماز پڑھتے ہو، اللہ اکبر، آدمی نماز پڑھنے لگتا ہے تو کیا کہتا ہے اللہ اکبر اللہ تعالیٰ سے بڑا کوئی نہیں، ہر بات میں یہی بات ہے، اللہ تعالیٰ سے بڑا کوئی نہیں، پھر ہاتھ باندھتا ہے اور کہتا ہے..... سبحانک اللہم وبحمدک وتبارک اسمک وتعالیٰ جدک ولا الہ غیرک.....

..... تیرے سوا.....

کوئی مشکل کشا نہیں

کوئی حاجت روا نہیں

کوئی بگڑی بنانے والا نہیں

کوئی نفع دینے والا نہیں

یہ اقرار کر کے پھر کیا کہتا ہے؟ پھر سورۃ فاتحہ پڑھتا ہے، سورۃ فاتحہ بھی توحید ہے اور کیا کہتا ہے..... الحمد للہ رب العالمین..... تمام تعریفیں جہانوں کے پروردگار کیلئے ہیں، تمام تعریفیں اس رب کیلئے ہیں، جو ہر جہان کا پروردگار ہے..... الرحمن الرحیم..... رحمان بھی ہے رحیم بھی ہے..... مالک یوم الدین..... قیامت کے دن کا مالک ہے، اور آگے کیا کہا..... ایاک نعبد و ایاک نستعین..... تیری ہی عبادت

کرتے ہیں اور تجھ سے ہی مدد مانگتے ہیں، اللہ تعالیٰ کو پتہ ہے کہ لوگ بندوں سے بھی مدد مانگیں گے، اس لئے پانچ وقت نماز میں ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ کا پڑھنا لازم قرار دیا گیا، تاکہ ہر آدمی ہاتھ باندھ کر کہے کہ تیرے سوا مدد دینے والا کوئی نہیں، جب یہ اقرار کرے گا تو پھر تیری عبادت قبول ہوگی، تو نماز کا فلسفہ تو حید ہے، حج کا فلسفہ بھی تو حید ہے۔

نماز کا فلسفہ اقرار تو حید ہے، اعلان تو حید ہے، تو حید کا اظہار کرو، اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی مدد دینے والا نہیں، یہ کہو!

اور نماز میں آدمی یہ سب کچھ کہہ کر پھر رکوع میں چلا جاتا ہے۔ سبحان ربی العظیم۔۔۔۔۔ رب بہت عظمت اور بزرگی والا ہے، جو پاک ہے، پھر تین مرتبہ یا پانچ مرتبہ کہتا ہے، پھر اللہ اکبر کہتا ہے پھر کھڑا ہو جاتا ہے، پھر کھڑے ہو کر پھر سر کو زمین پر رکھ دے اور زمین پر رکھ کر کہتا ہے۔۔۔۔۔ سبحان ربی الاعلیٰ۔۔۔۔۔ تراٹھتا ہے، پھر کہتا ہے۔۔۔۔۔ سبحان ربی الاعلیٰ۔۔۔۔۔ پھر کھڑا ہو جاتا ہے، پھر دوسری رکعت میں۔۔۔۔۔ التحیات للہ والصلوات۔۔۔۔۔ یہ پڑھتا ہے، ہر کلمہ تو حید پر مشتمل ہے، اور ہر بات تو حید پر مشتمل ہے اور ہر لفظ تو حید پر مشتمل ہے، اور جب نماز ختم ہو جاتی ہے، آخر میں التحیات پڑھ کر۔۔۔۔۔ ربی اجعلنی مقیم الصلوۃ ومن ذریعتی۔۔۔۔۔ یہ دعا پڑھتا ہے۔۔۔۔۔ ربنا اغفر لی ولوالدی۔۔۔۔۔ میرے والدین کو بخش دے، میرے والدین کی مغفرت کر دے، مجھے تو حید والا بنا، اللہ تعالیٰ سے مانگ رہا ہے۔

اور نماز پڑھنے کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اب سلام پھیر، سلام پھیرتا ہے پھر سلام کے بعد ہاتھ اٹھا لیتا ہے، یہ منگنے کی اپیل ہے سلام پھیر کر کہتا ہے۔۔۔۔۔ سبحانک لا علم لنا۔۔۔۔۔ یہ بھی دعا پڑھتا ہے، اور یہ بھی دعا پڑھتا ہے۔۔۔۔۔ اللھم انت السلام ومنک السلام والیک یرجع السلام حینا ربنا بالسلام وادخلنا دار السلام تبارک ربنا وتعالیت یا ذا الجلال والاكرام۔۔۔۔۔ یہ دعا پڑھتا ہے کبھی کہتا ہے۔۔۔۔۔ ربنا اتنا فی الدنیا حسنة۔۔۔۔۔

میرے بھائیو! اللہ اکبر سے نماز شروع ہوئی اور آخر تک اللہ تعالیٰ سے مانگتے کا

انداز ہے، اللہ تعالیٰ دنیا والوں کو بتانا چاہتا ہے کہ یہ آدمی کھڑا ہوا بھی مجھ سے مانگ رہا ہے، رکوع میں مجھ سے مانگ رہا ہے، سجد سے میں جا کر میرے دروازے پر مانگ رہا ہے، سلام پھیر کر مانگ رہا ہے، تاکہ دنیا کو پتہ چلے کہ میرے سوانہ تیری بگڑی بنے گی، میرے سوانہ کوئی تیرا کام ہوگا، میرے سوانہ کوئی تیری مدد ہوگی۔ نہ کوئی تیرا خالق ہے، نہ کوئی تیرا مالک ہے، نہ مشکل کشاء ہے، نہ حاجت روا ہے، نماز کا فلسفہ توحید ہے، اس فلسفہ کو حج میں دہرایا جا رہا ہے کہ دو چادریں پہنا کر، بغیر سلعے ہوئے کپڑے کی چادریں پہنا کر، سفید چادریں پہنا کر ہزاروں روپیہ لگوا کر اللہ تعالیٰ ان پہاڑوں پر لے جا رہا ہے، اس زمین کے ذروں پر لے جا رہا ہے جنگل میں!

میدانِ عرفات کھلا میدان ہے، کفن کی دو چادریں پہنا کر تیری زبان سے ایک لفظ بار بار کہلواتا ہے..... لبیک اللہم لبیک..... تیرے سوا کوئی نہیں!

شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی کتب پڑھ:

اللہ تعالیٰ نے توحید کے لیے کتنے اقرار لئے پھر بھی ہمارا عقیدہ کچا ہے، پھر بھی کہتے ہیں کہ فلاں قبر سے ملے گا، فلاں دربار سے ملے گا، فلاں ریڑھی سے ملے گا، فلاں قبر والے سے ملے گا، تو جن لوگوں کی قبریں ہیں، ان قبر والوں سے پوچھو کہ شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب فتوح الغیب تو اٹھا کر دیکھو فتوح الغیب میں شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ..... وما تسقط من ورقة الا يعلمها..... اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر ایک درخت کا پتہ حرکت نہیں کر سکتا..... ولا حبة..... ایک دانہ گندم کے سٹے سے نہیں نکل سکتا، جب تک اس کو خدا کا حکم نہ ملے۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا نام لیکر کہتے ہیں کہ میری بگڑی بنادے، میں پاک پتن تے آن کھلوتی، بیڑی میری بنے لا، قرآن کہتا ہے..... فاذا ركبوا في الفلك دعوا الله مخلصين له الدين..... مکے کے مشرک جب سفر کرتے تھے، تو کشتی جب دریا میں ڈوبنے لگتی، تو مشرک کہتے تھے، اے اللہ! اب تیرے سوا اس کو بچانے والا

کوئی نہیں۔

قرآن کہتا ہے..... فلما نجاہم..... جب کشتی کنارے لگ جاتی تھی تو وہاں جا کر پھر شرک کرنے لگ جاتے تھے۔

کیا یہاں آج نہیں ہوتا؟ کلمہ نبی ﷺ کا پڑھا اور شرک قبروں سے کیا، کلمہ محمد مصطفیٰ ﷺ کا پڑھا، شرک قبروں سے کیا، اور نماز میں کہا..... ایاک نعبد و ایاک نستعین..... عبادت تیری ہی کرتے ہیں اور مدد بھی تجھ سے ہی مانگتے ہیں، تجھ سے مانگتے ہیں ہوتا تو اور بات تھی، کہا کہ تجھ سے ہی مانگتے ہیں، یعنی تیرے سوا مجھے مدد دینے والا کوئی نہیں، نماز میں یہ کہتا ہے اور قبر پر جا کر کہتا ہے۔

قبر پر جا کر کہتا ہے کہ میری بگڑی بنا دے، اور نماز میں کہتا ہے..... ایاک نعبد و ایاک نستعین..... تیرے سوا میری مدد کرنے والا کوئی نہیں، مدد تو ہی کرتا ہے، عبادت تیری ہی کرنی ہے۔

حج شرک کی جڑیں کاٹتا ہے:

کفن والی دو چادریں پہنا کر اللہ تعالیٰ کو کیا ضرورت تھی کہ تیرا ہزاروں روپیہ خرچ کراتا اور یہاں سے تو سامان باندھ کر جاتا اور سفر کی مشکلات ہیں، دھوپ ہے، گرمی ہے، عرفات کا میدان ہے، منیٰ ہے، مزدلفہ ہے، پہاڑوں پر آگ برس رہی ہے اور اس جگہ جا کر کہتا ہے..... لبیک اللہم لبیک لا شریک لک لبیک..... تیرا شریک کوئی نہیں، ایک ہی جملہ زبان پر ہے کہ تیرا شریک کوئی نہیں!

اللہ تعالیٰ کو پتہ ہے کہ یہ پاکستان کا حاجی ہے، یہاں کہتا ہے کہ تیرا شریک کوئی نہیں وہاں جا کر قبروں پر سجدہ کرے گا، یہاں کہتا ہے کہ تیرا شریک کوئی نہیں، وہاں جا کر کہے گا، عبدالحق بیڑہ دھک۔

یہاں کہتا ہے کہ تیرا شریک کوئی نہیں، وہاں جا کر کہتا ہے نبی ﷺ تیرا شریک ہے، یہاں کہتا ہے کہ تیرا شریک کوئی نہیں، وہاں کہتا ہے کہ نبی مشکل کشا، ولی مشکل

کشاء، یہاں کہتا ہے کہ تیرا شریک کوئی نہیں، وہاں جا کر علی سے مدد مانگتا ہے یہاں کہتا ہے کہ تیرا شریک کوئی نہیں، وہاں جا کر ولی کو میرا شریک کر دیا۔

ولیوں کو شریک کر دیا

نبیوں کو شریک کر دیا

اقطاب کو شریک کر دیا

یہاں کہتا ہے کہ تیرا شریک کوئی نہیں، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب تک تو دل سے اقرار نہیں کرے گا، میں یہ حج کی عبادت تیرے منہ پر پھینک دوں گا، جب تک۔۔۔۔۔ لا شریک لك لبیک۔۔۔۔۔ کا جملہ سچے دل سے نہیں کہے گا۔۔۔۔۔

نہ تیری نماز ہے

نہ تیرا روزہ ہے

نہ تیرا حج ہے

نہ تیری زکوٰۃ ہے

نہ کوئی تیری عبادت ہے

نہ کوئی تیرا ذکر ہے

سب کچھ اس کلمے میں ہے

..... لا شریک لك لبیک۔۔۔۔۔

شریک کی جڑوں کو قرآن نے کاٹ دیا، میں آپ کے سامنے حج کا فلسفہ پیش کرنا چاہتا ہوں کہ حج کا فلسفہ کیا ہے؟ حج کا فلسفہ ہے کہ شرک کی تردید، حج کا فلسفہ ہے، ایک مشکل کشاء، ایک حاجت روا، ایک بگڑی بنانے والا، ایک نفع دینے والا، ایک نقصان دینے والا، حج کا فلسفہ یہ ہے۔

لبیک اللہم لبیک۔۔۔۔۔ تیرے دروازے پر ہم حاضر ہیں، اللہ تعالیٰ نے

تیری حاضری لگا کر کیا کرنا ہے، تو غیر حاضر ہو جائے اللہ تعالیٰ کو کیا ضرورت ہے؟

اللہ تعالیٰ نے ایک میدان میں چالیس لاکھ انسانوں کو جمع کر کے جس میں۔۔۔۔۔

بادشاہ بھی ہے

فقیر بھی ہے

غریب بھی ہے

وہ آدمی بھی ہے کہ جو مزدوری کر کے، جوتا بنا کر، فوجی بن کر، مزدوری کر کے حج پہ گیا ہے، وہ آدمی بھی ہے اور وہاں وہ لوگ بھی ہیں کہ جو کروڑ روپے کے مالک ہیں اور ہر سال جاتے ہیں، ایک قطار میں کھڑے ہو کر کہتے ہیں..... لبیک اللہم لبیک ط لا شریک لك لبیک..... تیرا شریک کوئی نہیں، اس ترانے کی آواز آتی ہے کہ جیسے انسان میدان محشر میں کھڑے ہو کر اپنے پروردگار کو پکار رہا ہو!

اور حج کے اندر جو عمل بھی ہے سارے عوامل تو حید پر مشتمل ہیں، مثال کے طور پر جب آدمی حج پر جاتا ہے احرام باندھتا ہے تو یہ کلمہ دھراتا ہے..... لبیک اللہم لبیک..... اور اس کے بعد خانہ کعبہ کا طواف کرتا ہے خانہ کعبہ کے ہر طواف میں کہتا ہے..... لبیک اللہم لبیک..... یہی لفظ کہتا ہے، یہی لفظ بار بار دھراتا ہے، پہلا چکر دوسرا تیسرا چوتھا پانچواں چھٹا ساتواں، ہر چکر میں یہی پکار ہے۔

پھر صفا پر جاتا ہے، صفا مروہ کے چکر لگاتا ہے کہتا ہے..... لبیک اللہم لبیک..... اللہ تعالیٰ تیرا کوئی شریک نہیں، جب کوئی آدمی کہتا ہے کہ تیرا شریک کوئی نہیں اور یہاں آ کر یہ عقیدہ رکھے کہ نبی ﷺ بھی عالم الغیب ہے، عالم الغیب تو اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اور ساتھ نبی ﷺ کو بھی شریک کر دیا، اور یہ جملہ جو حج میں کہا تھا اس جملے سے دھوکہ کیا، وہاں کہا..... لا شریک لك..... تیرا شریک کوئی نہیں، یہاں آ کر کہا کہ اللہ تعالیٰ بھی عالم الغیب اور نبی بھی عالم الغیب، نبی ﷺ بھی ہر جگہ موجود، اللہ تعالیٰ بھی ہر جگہ موجود ہے، اور ہر جگہ اللہ تعالیٰ کیساتھ نبی ﷺ کو شریک کیا۔

حضور ﷺ نے شرک کی جڑ کاٹی:

آج میں تجھے حج کی فلسفی اور تمہوری سمجھانا چاہتا ہوں، رسول اللہ ﷺ کے

حقوق العباد اس میں داخل نہیں کہ ایک آدمی کسی گائیسہ لے کر چلا گیا وہ پیسہ
مخاف نہیں ہوگا، اللہ تعالیٰ کے حقوق مخاف ہو جائیں گے، نماز قرض ہے، روزہ قرض
ہے، یہ فرائض بھی مخاف نہیں ہوتے، بلکہ فرائض آدمی کو کرنے پڑیں گے یہ کام کرنے
ہوں گے۔

لیکن تمام گناہ دنیا میں کتنے ہوتے ہیں، یہ مخاف ہو جاتے ہیں، جب آدمی
حج کر کے آتا ہے، حج کی بڑی فضیلت ہے۔

اور ہمارے ہاں تقریباً دس فی صد آدمی بھی حج نہیں کرتے، کم و بڑوں روپے
کے مالک ہیں لیکن حج کی توفیق نہیں، بلانے والے نے بلایا ہے، پیسہ پاس ہے، لیکن حج
پر نہیں گئے، لاکھوں روپے کا کاروبار ہے، بیس ہیں، مشینریاں ہیں، بے حساب پیسہ ہے،
لیکن حج کی توفیق نہیں ہے، اور پاکستان میں ایک رواج ہے کہ جب آدمی بوڑھا ہو جاتا
ہے، اس وقت اسے کہتے ہیں کہ بابا تو اب حج کرا آ، اس وقت بھجواتے ہیں۔

جوج کر کے آئے ہیں ان کو پتہ ہے کہ پاکستان کے حاجیوں کے سوا کسی ملک
کا حاجی بوڑھا نہیں ہوتا، یہاں جب بوڑھے ہو جاتے ہیں اس وقت کہتے ہیں حج
کر، تنگ خود ہوتے ہیں بابے!

ایک حاجی سے بات چیت:

حج پر میں نے بابا سے پوچھا کہ تجھے اتنی تکلیف کی کیا ضرورت ہے؟ تجھ سے
چلا تو جاتا نہیں، طواف کرو با تھا، حج بڑی مشکل عبادت ہے، کسی بیٹے کو ساتھ لے آتے،
میں نے کہا کہ تجھے بھیج رہا ہے کہ بابا جائے اور واپس نہ آئے، اس نے مجھے کہا کہ تجھے
کیسے پتہ چلا؟ اس نے کہا کہ مولانا صاحب تجھے کس نے بتایا؟ میں نے کہا کہ مجھے پتہ
ہے، تھوڑی دیر کے بعد کہنے لگا کہ بات تمہاری ٹھیک ہے، میں نے کہا کہ وہ کیسے؟ کہنے لگا
کہ جب فیصل آباد سے گاڑی چلی تو میرے بیٹے ایسے ایسے کہتے تھے کہ واپس نہ آنا،
واپس نہ آنا، اس کو میں میں بات آگئی کہ واقعی ایسے ہی ہے۔

تو یہ ہمارے ملک کی شروع سے ہی روایت چلی آ رہی ہے کہ آدمی بوڑھا ہو گیا تو حج پر بھیج دیا، وہاں وہ صحیح معنی میں حج کے ارکان پورے نہیں کر سکتے، صحیح معنی میں حج کر نہیں سکتا، عبادت نہیں کر سکتا، صفا و مروہ کے چکر نہیں لگا سکتا، پیدل سفر نہیں کر سکتا، چل نہیں سکتا اور ہمارے پاس بوڑھوں کو حج پر لے جایا جاتا ہے۔

حالانکہ جو ان آدمی کو حج کرتا چاہیے، جو ان کو حج کرنے جانا چاہیے، والدین کی جب صحت اچھی ہوتی ہے، اس وقت ان کو حج پر بھیجنا چاہیے، نہ یہ کہ وہ چلنے سے محذور ہوں اور ان کو حج پر بھیجو ادیں، یہ کوئی بات نہیں ہے، یہ طریقہ ہی غلط ہے۔

حج کے مہینے:

تو میرا کہنے کا مقصد یہ ہے کہ یہ حج کا قلعہ لا شریک لك لبیک اور قرآن کہتا ہے۔ الحجۃ الشہر معلومات حج کے چار مخصوص مہینے ہیں، اسلام میں حج رمضان شریف میں نہیں ہو سکتا، نہ حج ربیع الاول میں ہو سکتا ہے، حج ذی الحج کے مہینے میں ہوتا ہے ذی الحج کا معنی ہے حج والا مہینہ۔

یہ جو رمضان شریف کے بعد شوال ہے ذی قعدہ ہے، ذی الحج ہے، اور اس سے پہلے رمضان ہے، ان چار چیزوں کو حج کے مہینے قرار دیا گیا ہے، حج کے ایام، کیوں؟ اس زمانے میں جب قرآن کی یہ آیت اتری، اس زمانے میں لوگ شوال کے آخر میں سفر شروع کرتے تھے اور دو اڑھائی مہینے کے سفر کے بعد وہ خانہ کعبہ پہنچتے تھے، تو ان تمام مہینوں کو اسلام نے حج کا مہینہ قرار دیا۔ الحجۃ الشہر معلومات۔

حج کے مسائل:

اور آگے فرمایا۔ ومن فرض فیہن الحج۔ جس پر حج فرض ہو گیا، اس پر لازم ہے۔ فلا دقت۔ حج پر جب جائے تو کسی سے جھگڑانہ کرے، کسی سے لڑائی نہ کرے۔ ولا فسوق۔ اللہ تعالیٰ کی کوئی مافرمائی نہ کرے۔ ولا جدال فی الحج۔ اور بلا وجہ کسی سے لڑائی جھگڑانہ کرے، کسی سے جنگ نہ کرے، کسی سے لفظ

درازی نہ کرے۔۔۔۔۔ وما تفعلو اھن خیر یعلمہ اللہ۔۔۔۔۔ قرآن کہتا ہے کہ جو کچھ بھی تم کرو گے اللہ تعالیٰ کو علم ہے، اگر تم صحیح سنت کے ساتھ طواف کرو گے، اگر تم دھواؤں کے طور پر کام کرو گے اس کا بھی اللہ تعالیٰ کو علم ہے۔

حج کا اصل فلسفہ ہے گناہوں سے توبہ کرنا۔۔۔۔۔ شرک سے توبہ حج کی فلاسفی ہے۔۔۔۔۔ لا شریک لک لیکن۔۔۔۔۔ اے اللہ! تیرا شریک کوئی نہیں، تیرا کوئی شریک نہیں۔ شرک کتاب و اگناہ ہے، شرک کے گناہ کا اندازہ اس آیات سے لگایا جاسکتا ہے۔

حدیث قدسی — شرک کی بخشش نہیں:

حضور ﷺ نے فرمایا کہ اے میرے پیغمبر ﷺ!۔۔۔۔۔ اعلان کرو کہ اگر قیامت کے دن میرے پاس کوئی ایسا آدمی آئے کہ جس کی غلطیاں زمین کے ذروں کے برابر ہوں، لیکن اس میں شرک والی غلطی نہ ہوئی تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔۔۔۔۔ پھر بھی میں تمہیں معاف کر دوں گا لیکن ان غلطیوں میں شرک کی غلطی نہ ہو۔

قرب قیامت میں شرک:

حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ قیامت کے قریب شرک الہی چال چلے گا کہ جیسے چیونٹی کی چال ہوتی ہے شرک چیونٹی کی آواز سے بھی بے آواز ہوگا کہ لوگ شرک بھی کریں گے اور ان کو پتہ بھی نہیں ہوگا کہ ہم شرک میں مبتلا ہیں۔

شرک سے بچو، ایک خدا کے سوا نہ کوئی مشکل کشتاء ہے نہ کوئی حاجت روا ہے نہ کوئی بگڑی عاتق ہے نہ کوئی تفسیر دینے والا ہے نہ کوئی عبادت کے لائق ہے نہ کوئی ہر جگہ موجود ہے نہ کوئی عالم الغیب ہے، عبادت کمالات اور ہر چیز کا اختیار صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے اور کسی کے پاس نہیں، یہی شرک کی تردید ہے یہ توحید ہے، یہی حج کا فلسفہ اور فلاسفی ہے کہ یا رب یا رب ایک آدمی کہتا ہے!

لِیْکَ اَللّٰھُمَّ لِیْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ لِیْکَ اِنِّیْ اَلْحَمْدُ

وَالنِّعْمَ لَکَ وَالْمَلٰئِکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ

.....یا اللہ.....

یہ مملکت بھی تیری
یہ ملک بھی تیرے
یہ سلطنتیں بھی تیری
یہ اقتدار بھی تیرا
یہ تعریفیں بھی تیری
یہ نعمتیں بھی تیری
یہ عظمتیں بھی تیری
میری زندگی بھی تیری
میری موت بھی تیری

میری عزت بھی اور ذلت بھی تیری

اے اللہ! تیرے سوا میری بگڑی بنانے والا کوئی نہیں، یہی بات نماز میں آدمی کہتا ہے، یہی بات حج میں جا کر کہلائی جاتی ہے۔

اور اس کے علاوہ آدمی زکوٰۃ دیتا ہے، تو زکوٰۃ میں بھی یہی دیکھا جاتا ہے کہ اس کی نیت اللہ تعالیٰ کی رضا ہے، زکوٰۃ لگے گی، ورنہ زکوٰۃ نہیں۔

روزے کو دیکھو ایک آدمی گھر کے اندر بند ہے ٹھنڈا پانی موجود ہے، سخت دوپہر ہے، گرمی ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کو سامنے رکھ کر وہ پانی نہیں پیتا ہے، تو گویا اس کے سامنے پروردگار کی الوہیت ہے۔ گویا کہ اسلام کے تمام ارکان کا فلسفہ توحید کا فلسفہ ہے اور شرک کی تردید کرنا ہے، اس فلسفے کی ہر جگہ بات ہے، اللہ تعالیٰ اس فلسفے کے ساتھ حج کرنے کی توفیق عطا فرمائے (آمین) اللہ حج کی سعادت بخشے۔ (آمین) حج کی سعادت بڑی نعمت ہے، حج کی سعادت بہت بڑا مرتبہ اور عزت ہے۔

نیت خالص رکھو:

اور حج ایسے نہیں ہوتا کروڑوں روپیہ آدمی کے پاس ہو، حج نہیں کرتا، کیوں؟ بلایا

نہیں گیا، حج کا بلاوا، کئی آدمی حج کیلئے جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ معاف کرے نیت ہوتی ہے کہ لوگ حاجی کہیں، کئی آدمی ڈھول بجا کر حج پر جا رہے ہیں، کئی آدمی دیکیں پکا کر حج پر جا رہے ہیں، جب واپس آتے ہیں، تو دیکیں پکتی ہیں، لوگ کہتے ہیں، حاجی صاحب بڑا خوش ہو گیا کہ میں حج کر کے آیا ہوں، تو یہ جو تعریف تم نے لوگوں سے حاجی صاحب کہلا کر کرائی ہے، ثواب تو سارا دنیا میں خرچ کر دیا ہے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے کیا ثواب ملے گا؟

تو نے جو دکھلاوا کیا ہے کہ تیرے اس دکھلاوے کی وجہ سے تیرا حج منہ پر مار دیا جائے گا۔ حج ان لوگوں نے بھی کیا، حج وہ لوگ بھی کرتے تھے کہ جن لوگوں نے کوئی نمائش نہیں کی، کچھ نہیں کرتے۔

قاری رحیم بخش رحمۃ اللہ علیہ کا حج:

ہمارے ایک بزرگ گزرے ہیں، بہت بڑے قاری، بہت بڑے استاد، حضرت قاری رحیم بخش رحمۃ اللہ علیہ، ان کے دنیا میں ہزاروں لاکھوں شاگرد ہیں۔ آپ حیران ہوں گے ایسے حج کرنے والے بھی کسی نے نہیں دیکھے ہوں گے، عشاء کی نماز پڑھ کر ریلوے اسٹیشن پر گئے اور وہاں ٹرین پر بیٹھے کراچی پہنچے، کراچی سے حج پر چلے گئے، آٹھ دن کا ٹائم ہے دس دن کے بعد واپس آئے، تو اسٹیشن پر اترے، چار بجے کا وقت ہے۔

جامعہ خیر المدارس میں آ گئے، نماز تہجد پڑھی، بعد میں نماز فجر پڑھ کر درس گاہ میں بیٹھ گئے، لوگ ملاقات کیلئے آئے، تو باہر یہ کہہ دیا کہ دوپہر گیارہ بجے تک بات نہیں ہو سکتی، پڑھائی کا وقت ہے اور پڑھائی کا ناغہ نہیں ہو سکتا۔

دوپہر کے گیارہ بجے اپنے ساتھیوں سے ملاقات ہوئی، ایسا بھی حج کسی نے دیکھا کہ جاتے ہوئے بھی شور نہیں کیا اور آتے ہوئے بھی شور نہیں کیا۔ ایسے ہی گئے اور آئے تو کوئی نمائش نہیں۔

ہمارے ہاں تو نمائش ہوئی ہے، حج سارا تو نمائشوں میں بند ہے، حج کا سارا

ثواب توجہ کرنے کے بعد حاجی کہلانے میں اور نمائش میں ہی چلا جاتا ہے، اللہ تعالیٰ ہماری نیتوں کی اصلاح فرمائے۔ ہمیں عمل کی توفیق عطا فرمائے (آمین)

ان الحمد والنعمة لك والملك لا شريك لك

تین چیزوں کا نام حج ہے:

میرے بھائیو! حج کس چیز کا نام ہے؟ شرک کی تردید کا نام حج ہے، اور احکام کس بات کا نام ہے؟ یہ جو طواف ہے، پہلا طواف اس کا نام حج ہے، جسے کہتے ہیں طواف زیارت، اور وقوف عرفات کا نام حج ہے، صفا مروہ کے درمیان سعی کا نام حج ہے۔

تین چیزوں کا نام حج ہے، طواف زیارت، پہلا طواف، خانہ کعبہ پر پہلی نظر پڑے آدمی کی تو دعا قبول ہوتی ہے، اسے طواف زیارت کہتے ہیں، جو پہلا طواف ہے، صفا مروہ کا چکر اور عرفات کا میدان اور تینوں میں سب سے زیادہ فضیلت میدان عرفات میں ہے۔

میدان عرفات کیا ہے؟

علماء نے لکھا ہے کہ اگر کوئی آدمی حج کے دن فوتارخ کو نو ذی الحج کو عرفات کے میدان سے گزر جائے، اس کا بھی حج ہو جاتا ہے، اگر کوئی آدمی حج کے میدان سے گزر نہ سکے جہاز میں بیٹھ کر میدان عرفات کے اوپر سے گزر جائے، اس کا بھی حج ہو جاتا ہے۔ (ترمذی، سنن ابی داؤد، نسائی، ابن ماجہ)

میدان عرفات وہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جبرائیل امین علیہ السلام کے ذریعہ حضرت آدم علیہ السلام کو عرفات کے میدان کا نشان لگا کر دیا تھا اور علماء نے لکھا ہے کہ قیامت کا دن عرفات کے میدان سے شروع ہوگا۔ میدان عرفات ہے میدان محشر،

ایشیاء کے حاجی زیادہ کیوں؟

ہندوستان اور ایشیاء کے لوگ سب سے زیادہ حج پر جاتے ہیں، میں نے ایک شیخ

سے مکہ مکرمہ میں پوچھا کہ ہندوستان کے لوگ حج پر سب سے زیادہ کیوں جاتے ہیں۔
تو انہوں نے کہا کہ حضرت آدم علیہ السلام نے ہندوستان سے عرفات کے میدان
تک پیدل سفر کیا تھا اور انہوں نے پہلا حج ہندوستان سے پیدل سفر کر کے کیا تھا، اس
لئے قیامت کے دن تک ہندوستان پاکستان اور یہ ایشیاء کے لوگ سب سے زیادہ حج پر
جاتے رہیں گے۔

اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا مانگی تھی، اے اللہ! یہ جو تو مجھ سے گھر بنوا رہا
ہے اس گھر میں پوری دنیا کے لوگوں کو پہنچا لا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا قبول ہوئی اور
ان کے یہ الفاظ بھی تھے.....

لَبَّيْكَ اللَّهُمَّ لَبَّيْكَ ط لَا شَرِيكَ لَكَ لَبَّيْكَ ط إِنَّ الْحَمْدَ

وَالنِّعْمَةُ لَكَ وَالْمَلِكُ ط لَا شَرِيكَ لَكَ ط (بخاری و مسلم)

تعریف بھی تیری

حمد بھی تیری

ثناء بھی تیری

اے اللہ! میں تیری صفات میں کسی کو شریک نہیں کروں گا!
مسلمانو! اس عہد پر عمل کرنے کی اللہ تعالیٰ توفیق دے۔ اور اللہ تعالیٰ جتنے
لوگ یہاں بیٹھے ہیں دل سے دعا کرو کہ جس طرح اور لوگ حج پر جاتے ہیں اللہ تعالیٰ ہم
سب کو حج کی دولت نصیب فرمائے۔ اپنے گھر کی زیارت نصیب فرمائے۔ اپنے پیغمبر
صلی اللہ علیہ وسلم کا در نصیب کرے۔ (آمین)

وَآخِرُ دَعْوَانَا إِنَّ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ○



موحد اعظم حضرت ابراہیم علیہ السلام

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

وَلَقَدْ آتَيْنَا إِبْرَاهِيمَ رُشْدَهُ مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا بِهِ
 عَلِيمِينَ ۚ إِذْ قَالَ لِأَبِيهِ وَقَوْمِهِ مَا هَذِهِ التَّمَاثِيلُ
 الَّتِي أَنْتُمْ لَهَا عَاكِفُونَ ۖ قَالُوا وَجَدْنَا آبَاءَنَا
 لَهَا عِبَادِينَ ۖ قَالَ لَقَدْ كُنْتُمْ أَنْتُمْ وَآبَاؤُكُمْ فِي
 ضَلَالٍ مُبِينٍ ۖ قَالُوا اجْنُبْنَا الْحَقَّ أَفَأَنْتَ مِنَ الْكَافِرِينَ ۖ
 قَالَ بَلْ رَبُّكُمْ رَبُّ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ الَّذِي فَطَرَهُنَّ
 وَأَنَا عَلَىٰ ذِكْرِكُمْ مِنَ الشَّاهِدِينَ ۖ وَتَاللَّهِ لَأَكِيدَنَّ
 أَصْنَامَكُمْ بَعْدَ أَنْ تُوَلُّوا مُدْبِرِينَ ۖ فَجَعَلَهُمْ جَذَا
 إِلَّا كَيْدَ الْهَمِّ لَعَنَهُمُ إِلَهُهُمُ يُرْجَعُونَ ۖ قَالُوا مَنْ
 فَعَلَ هَذَا بِإِلَهِنَا إِنَّهُ لَكِنَ الظَّالِمِينَ ۖ قَالُوا سَمِعْنَا
 فَتَنًا يَدُكُوهُمْ يُقَالُ لَهُ إِبْرَاهِيمُ ۖ

صلوات اللہ علیہ
 اعظمہ

(پارہ ۱، سورۃ الانبیاء، آیت: ۶۵ تا ۷۰)

ترجمہ:

”اور آگے دی تھی ہم نے ابراہیم کو اس کی نیک راہ اور ہم رکھتے ہیں اس کی خبر، جب کہا اس نے اپنے باپ کو اور اپنی قوم کو کہ یہ کیسی صورتیں ہیں۔ جن پر تم مجاور بنے بیٹھے ہو۔ بولے ہم نے پایا اپنے باپ دادوں کو انہی کی پوجا کرتے۔ بولا مقرر رہے تم اور تمہارے باپ دادے صریح گمراہی میں، بولے تو ہمارے پاس لایا ہے سچی بات یا تو کھلاڑیاں کرتا ہے، بولا نہیں رب تمہارا وہی ہے رب آسمان اور زمین کا جس نے ان کو بنایا اور میں اس بات کا قائل ہوں اور قسم اللہ کی میں علاج کروں گا تمہارے بتوں کا جب تم جا چکو گے پیٹھ پھیر کر، پھر کر ڈالا ان کو ٹکڑے ٹکڑے مگر ایک بڑا ان کا کہ شاید اس کی طرف رجوع کریں۔ کہنے لگے کس نے کیا یہ کام ہمارے محبوبوں کے ساتھ وہ تو کوئی بے انصاف ہے، وہ بولے ہم نے سنا ہے ایک جوان بتوں کو کچھ کہا کرتا ہے، اس کو کہتے ہیں ابراہیم۔

وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ لِأَبِيهِ وَإِنَّمَا اتَّخِذْتُ لَكُمْ آلِهَةً مِّنْ قَوْمِكَ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ۖ وَكَذَلِكَ نُرِي إِبْرَاهِيمَ مَلَكُوتَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَلِيَكُونَ مِنَ الْمُوقِنِينَ ۖ فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ اللَّيْلُ رَأَى الْكُوكِبَ ۖ قَالَ هَذَا رَبِّي فَلَمَّا أَفَلَ قَالَ لَا أُحِبُّ الْآفِلِينَ ۖ فَلَمَّا رَأَى الْقَمَرَ بَازِعًا قَالَ هَذَا رَبِّي فَلَمَّا أَفَلَ قَالَ لَيْنَ كَمْ يَصْدِقُنِي رَبِّي لَا أَكُونُ مِنَ الْقَوْمِ الضَّالِّينَ ۖ فَلَمَّا رَأَى الشَّمْسَ بَازِعَةً قَالَ هَذَا رَبِّي هَذَا أَكْبَرُ فَلَمَّا أَفَلَتْ قَالَ يُقَوْمُنِي بِرَبِّي عَرَبًا شُرَكَاؤُنَ ۖ

(پارہ ۷، سورۃ الانعام، آیت: ۷۶-۷۸)

ترجمہ:

”اور یاد کر کہ جب کہا (حضرت) ابراہیم نے اپنے باپ آزر کو تو کیا مانتا ہے بتوں کو خدا، میں دیکھتا ہوں کہ تو اور تیری قوم مرتع گمراہ ہیں، اور اسی طرح ہم دکھانے لگے ابراہیم کو عجائبات آسمانوں اور زمین کے اور تاکہ اس کو یقین آ جاوے، پھر جب اندھیرا کر لیا اس پر رات نے اس نے ایک ستارہ دیکھا، بولا یہ ہے رب میرا، پھر جب وہ غائب ہو گیا تو بولا میں پسند نہیں کرتا غائب ہو جانے والوں کو، پھر جب چاند دیکھا چمکتا ہوا بولا یہ ہے رب میرا، پھر جب وہ غائب ہو گیا بولا اگر نہ ہدایت کرے گا میرا رب مجھے تو بیشک میں رہوں گا گمراہ لوگوں میں، پھر جب دیکھا سورج جھلکتا ہوا بولا یہ ہے رب میرا یہ سب سے بڑا ہے پھر جب وہ غائب ہو گیا بولا اے میری قوم میں بیزار ہوں ان سے جن کو تم شریک کرتے ہو۔“

تمہید:

بزرگانِ محترم میں نے گزشتہ جمعہ حج کے فضائل اور اہمیت آپ کے سامنے بیان کی تھی اور آج اعلان کے مطابق حضرت ابراہیم علیہ السلام کے فضائل و مناقب اور ان کے استحقاقات کا ذکر ہوگا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے جلیل القدر پیغمبر ہیں اور ایسے پیغمبر ہیں کہ جن کا سیکڑوں آیات میں اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا منفرد اعزاز:

حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ کے برگزیدہ پیغمبر ہیں۔ ہر نبی اللہ کا برگزیدہ پیغمبر ہوتا ہے لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ نے خصوصی عنکبت سے نوازا ہے اور ان کو خاص مقام

کیوں حاصل ہے؟ اس کی کئی وجوہات ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ ان کے بعد جتنے پیغمبر آئے ان کی اولاد میں سے تھے، مثلاً حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ایک بیٹے ہیں حضرت اسحاق علیہ السلام اور حضرت اسحاق علیہ السلام کے بیٹے ہیں حضرت یعقوب علیہ السلام اور حضرت یعقوب علیہ السلام کو عبرانی زبان میں اسرائیل کہتے ہیں، یہ جتنے بھی بنی اسرائیل کے پیغمبر ہیں یہ حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد ہیں اور حضرت اسحاق علیہ السلام کے بیٹے کا نام حضرت یعقوب علیہ السلام اور حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹے کا نام حضرت یوسف علیہ السلام ہے اور حضرت یوسف علیہ السلام کی اولاد میں اٹھارہ ہزار پیغمبر پیدا ہوئے۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دوسرے بیٹے ہیں ان میں چالیس پشتوں کے بعد حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے، مختصر یہ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد ان کی اولاد میں ہزاروں انبیاء پیدا ہوئے۔

قابل توجہ بات:

یہ بات بھی یاد رکھیں کہ اللہ تعالیٰ نے سارے انبیاء کا امتحان لیا۔ نبی پر تکلیف آئے تو امتحان ہوتا ہے اور غیر نبی پر تکلیف آئے تو وہ گناہوں کی سزا ہوتی ہے۔ نبی پر آزمائش آئے تو وہ درجات کی بلندی کا سبب ہوتا ہے اور اگر غیر نبی پر آزمائش آئے تو وہ اس کے گناہوں کی سزا ہوتی ہے جو اس کو دی جاتی ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے چار امتحان ہوئے:

حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ کے ایسے پیغمبر گزرے ہیں کہ ان کو اللہ تعالیٰ نے بڑے بڑے امتحانات سے گزارا اور ان سے بڑے بڑے امتحانات لئے، یوں کہہ لیں کہ اللہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے چار بڑے بڑے امتحان لئے یہ چاروں امتحانات، چاروں آزمائشیں ایسی تھیں کہ اللہ تعالیٰ نے ایک ایک کا ترتیب کے ساتھ قرآن میں ذکر کیا ہے اور میں کہا کرتا ہوں کہ وہ چار امتحان نہیں تھے، بلکہ چار پرچے

تھے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو چار پرچوں سے گزارا اور ہر پرچے میں آپ نے سو فیصد نمبر لئے، ہر پرچے کا ذکر قرآن پاک میں موجود ہے۔ اور آخری جو پرچہ ہے اس کا ذکر ان لفظوں میں ہے:

..... إِنَّ هَذَا لَهُوَ الْبَلَاءُ الْمُبِينُ ۝.....

یہ بہت بڑا امتحان تھا..... جس میں اللہ کے پیغمبر حضرت ابراہیم علیہ السلام کامیاب ہوئے۔

تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے چار امتحانوں میں سے پہلے امتحان کا ذکر آج کی تقریر میں کریں گے۔ اور اس ضمن میں ہی ساتویں اور سترھویں پارے کی آیات جو تلاوت کی گئی ہیں یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آزمائشوں پر مشتمل ہیں، آپ دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ کا پیغمبر کن کن مراحل سے گزرتا ہے، نبی کو کتنی مشکلات اور جان گسل تکالیف سے گزارا جاتا ہے۔

اگر آج کسی دین دار کو کوئی تکلیف آئے یا کوئی پریشانی آئے، یا دین کیلئے وہ مشکلات میں مبتلا کر دیا جائے تو اسے چیخ و پکار نہیں کرنی چاہئے، بڑے صبر و تحمل اور برداشت سے اس پر صابر رہنا چاہئے اور اس کو برداشت کرنا چاہئے کسی سخت سے سخت تکلیف پر، واویلا کرنا یہ انبیاء کی سنت نہیں ہے۔

انبیاء کی سنت:

انبیاء کی سنت یہ ہے کہ جتنی مرضی پریشانیاں آئیں، جتنی مرضی مشکلات آئیں، جتنے مرضی دکھ پیدا کر دیئے جائیں، اسے صبر کا مظاہرہ کرنا چاہئے، تحمل کا مظاہرہ کرنا چاہئے اور برداشت کا مظاہرہ کرنا چاہئے۔

چاروں پرچوں میں کامیابی ہوئی:

میں آپ کے سامنے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس پہلے امتحان کا ذکر کروں گا، پہلے آپ چاروں امتحانات کا عنوان سمجھیں کہ یہ جو پرچے ہوئے ہیں یہ چار پرچے اس

نوعیت کے تھے۔ پہلا پرچہ، حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آتش نمرود میں چھلانگ لگانے کا حکم ہوا۔ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام اس میں بھی کامیاب ہو گئے۔

دوسرا پرچہ، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے رورود کر بچہ مانگا، اس بچے کو جنگل میں چھوڑنے کا حکم ہوا کہ اس کو خانہ کعبہ کی بے آب و گیاہ زمین میں چھوڑ دو، چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیوی، اس بچے کو لیکر خانہ کعبہ میں آئی، صفا مروہ کے چکر لگائے اور اللہ تعالیٰ نے اسماعیل علیہ السلام کے قدموں سے پانی کا چشمہ جاری کیا یہ دوسرا امتحان تھا۔

اب تیسرا امتحان یہ ہوا کہ اس بچے کے گلے پر چھری چلانے کا، اور اس تیسرے امتحان کو اللہ تعالیٰ کے قرآن نے کہا کہ سب سے سخت پرچہ یہ تھا۔ سب سے سخت امتحان یہ تھا سب سے مشکل پرچہ یہ تھا۔ اور چوتھا امتحان یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے ابراہیم علیہ السلام اپنے اس بچے کو ساتھ لے کر مکے کی سرزمین پر میرا گھر تعمیر کرو، جس کا ذکر قرآن پاک میں ہے..... واذ يرفع ابراهيم القواعد من البيت و اسماعيل

پہلا امتحان:

آج پہلے امتحان کا ذکر ہے جو قرآن کی اس آیت کی روشنی میں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے..... واذ قال ابراهيم لابيہ اذر اتخذ اصناما الهة یہ پہلا امتحان ہے اور اس پہلے امتحان میں اللہ نے اپنے پیغمبر کو آگ میں چھلانگ لگانے کا حکم دیا ہے، اس واقعہ کی تفصیل کچھ اس طرح ہے۔

آزربت ساز تھا:

حضرت ابراہیم علیہ السلام ایک ایسے گھر میں پیدا ہوئے کہ جس گھر میں صرف بتوں کی پوجا نہیں ہوتی تھی، بلکہ بت بنائے جاتے تھے اور بت بیچے جاتے تھے۔ ان کا والد صرف بت پرست نہیں تھا بت ساز نہیں تھا بلکہ بت فروش بھی تھا، اور بت فروش

کے گھر میں اللہ تعالیٰ نے بت شکن پیدا کیا۔ بت فروش اور بت ساز کے گھر میں اللہ تعالیٰ نے بتوں کا بیڑہ غرق کرنے والا پیغمبر پیدا کیا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی تقسیم ہے اور اللہ تعالیٰ کا انعام ہے اور ان انعامات پر جب مسلمان غور کرتا ہے تو ششدر ہو جاتا ہے۔

نبی بچپن سے معصوم عن الخطاء ہوتا ہے:

حضرت ابراہیم علیہ السلام ابھی چھوٹے سے بچے تھے گھر میں بت بنائے جا رہے ہیں، بت بن رہے ہیں، اور ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے بچپن سے ہی شعورِ نبوت دیا تھا یہ بات یاد رکھیں۔

بعض لوگوں کا یہ نظریہ ہوتا ہے کہ جب نبی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوتا ہے تو اس وقت وہ معصوم نہیں ہوتا، یہ غلط نظریہ ہے، اس نظریے کی علماء کرام نے تردید کی ہے، اصل نقطہ نظریہ ہے کہ نبی ماں کے پیٹ سے معصوم پیدا ہوتا ہے اور شعورِ نبوت لے کر پیدا ہوتا ہے۔ ابھی دیکھیں کہ نبی کی عمر سات سال ہے اور اپنے باپ سے کیا کہہ رہا ہے؟ جو کچھ پیغمبر اپنے باپ سے کہہ رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو وہ بات اتنی پسند آئی کہ قرآن کے ٹیپ ریکارڈ میں وہ بات محفوظ کر لی۔ آج بھی قرآن مجید کا ٹیپ کھولو، ساتواں پارہ، سورۃ انعام میں، اس کو اللہ تعالیٰ نے نقل کیا۔ وہ الفاظ پیغمبر کے اللہ تعالیٰ نے دہرائے، کیا فرمایا؟

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا بچپن میں خطاب لا جواب:

فرمایا..... واذ قال ابراہیم لابیه آذر..... اے میرے پیغمبر، محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت کو یاد کر جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ آذر سے کہا، ”آذر“ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے باپ تھے۔

بعض اہل بدعت یہ کہتے ہیں کہ ابراہیم علیہ السلام کے باپ کا نام آذر نہیں بلکہ یہ چچا تھے، یہ بات غلط ہے چچا کو قرآن نے کہیں بھی باپ نہیں کہا، چچا کو عم کہتے ہیں اور باپ کو اب کہتے ہیں۔

قرآن کہتا ہے..... اس وقت کو یاد کر، جب ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ آزر سے کہا، کیا کہا؟ جو کچھ کہا ایک ایک لفظ موتیوں کی طرح آبدار، سونے کے پانی کی طرح چمکدار ہے، کیا کہا اور کتنا خوبصورت لفظ کہا..... اتتخذ اصناما الهة..... کیا تم اپنے ہاتھوں سے خدا بناتے ہو، خداؤں کو بھی کوئی ہاتھوں سے بناتا ہے..... انی ارك و قومك في ضلل مبين..... ابا جان میرا دل کہتا ہے کہ تم اور تمہاری قوم گمراہ اور غلط راستے پر چلی گئی ہے، سات سال کا بچہ ہے اور اپنے باپ سے کہتا ہے..... ابا جان تم بھی گمراہ ہو اور تمہاری قوم بھی گمراہ ہے۔

اور یہ شعور کیسے آیا۔ اب آگے دیکھو، اس شعور کو قرآن نقل کر رہا ہے۔ قرآن ترتیب کے ساتھ اس کو بیان کر رہا ہے کہ سات سال کا بچہ ہے۔ اپنے باپ سے کیا کہتا ہے؟ کہ میں دیکھتا ہوں کہ تم گمراہ ہو، کیونکہ یہ فطرت میں بات داخل ہے کہ جس کو سجدہ کیا جائے، وہ اپنے ہاتھوں سے نہیں بنایا جاسکتا۔

حالانکہ حضرات ابراہیم علیہ السلام پر کوئی وحی تو نازل نہیں ہوئی، صرف شعور تھا۔ صرف خیال تھا۔ صرف دل کی کیفیت اور وجدان تھا کہ ایسا نہیں ہو سکتا کہ ایک آدمی ہاتھوں سے بت بنائے اور پھر اسی کو سجدہ کرے، یہ عقل کے خلاف ہے، پیغمبر نے کہا کہ..... انی ارك و قومك في ضلل مبين ○..... میرا دل کہتا ہے کہ تم بھی گمراہ ہو اور قوم بھی گمراہ ہے۔

بدعتی کی تعظیم نہ کر:

آج کا جو نظریہ کہ جب ہم کسی بدعتی اور مشرک سے کہتے ہیں کہ یہ بدعت نہ کرو، یہ شرک نہ کرو تو آگے سے کیا کہتے ہیں، کہتے ہیں کہ ہمارے باپ دادا یہ کرتے تھے۔ لیکن پیغمبر نے ہزاروں سال پہلے یہ کہا کہ ابا جان تو بھی گمراہ ہے تیری قوم بھی گمراہ ہے، غلط کام اگر باپ بھی کرتا ہے اس کو ٹوکنا نبی کی سنت ہے۔

مجھے بتاؤ قرآن پاک نے یہ واقعات کیوں بیان کئے؟ قرآن پاک واقعات

کیوں بیان کرتا ہے۔ واقعات کی کیا ضرورت ہے کہ ایک واقعہ کنعان میں پیش آیا۔ صدیاں گزر گئیں، ہزاروں سال گزر گئے، اور آج اللہ تعالیٰ اس واقعہ کو بیان کرتا ہے اس کی کیا ضرورت ہے؟

دو مثالیں:

قرآن مجید کئی جگہوں پر کہتا ہے:

.....لَعِبْرَةٌ لِّأُولَى الْأَلْبَابِ.....

عقل والو! عبرت حاصل کرو۔ اس آیت کریمہ کے مفہوم کے تحت اولاً مثال کے طور پر میں کسی ڈرائیور سے کہتا ہوں کہ گاڑی تیز مت چلاؤ اس سے نقصان ہوتا ہے۔ اموات واقع ہو جاتی ہیں۔ ثانیاً میں کہتا ہوں کہ فلاں روڈ پر ایک گاڑی چل رہی تھی۔ تیز رفتاری کی وجہ سے دوسری گاڑی سے ٹکرائی تو ستر آدمی ہلاک ہو گئے۔ لاشیں بکھری پڑی رہیں۔ لوگ روتے رہے، سہاگ اجڑ گئے، بیویاں بیوہ ہو گئیں اور بچے یتیم ہو گئے۔ جب ایسے حادثات بیان کروں گا تو آپ پر اس کہنے کا زیادہ اثر ہوگا کہ ڈرائیور ایسے واقعہ کو سن کر عمل کرے گا کہ یار مجھے تیز نہیں چلنا چاہئے، حالانکہ میں کہہ دیتا ہوں کہ تیز نہ چلاؤ، اس کا اثر نہیں ہوتا لیکن جب یہ واقعہ بیان ہوگا اس کا اثر زیادہ ہوگا۔ یہی ہے معنی قرآن کی اس آیت کا کہ..... لَعِبْرَةٌ لِّأُولَى الْأَلْبَابِ..... دنیا میں جتنے بھی عقل والے ہیں وہ واقعات سے عبرت حاصل کرتے ہیں۔

میں کہتا ہوں کہ کسی قبر کو سجدہ نہ کرو، یہ کہنے سے اثر نہیں ہوگا، لیکن اگر میں واقعہ بیان کروں، تو اثر ہوگا کہ دیکھو فلاں آدمی نے مورت بنائی تھی۔ اس کو سجدہ کیا تھا۔ ہاتھ سے خدا بنائے تھے۔ اس کو سجدہ کیا تھا۔ اس کے بعد یہ واقعہ بیان کرو کہ پیغمبر آیا اور نبی نے کہا کہ اے ابا جان..... انی ارك و قومك فی ضلل مبين..... نبی نے کہا کہ تو گمراہ ہے جب یہ واقعہ نقل کروں گا تو اس کا زیادہ اثر ہوگا یہی ہے قرآن کی آیت کا معنی..... لَعِبْرَةٌ لِّأُولَى الْأَلْبَابِ..... اللہ تعالیٰ عقل مندوں کو واقعات سنا کر شرک سے

توبہ کرانا چاہتا ہے۔

قرآنی قصص کا مقصد:

میرے بھائیو! یہ واقعات اسی لئے دہرائے جاتے ہیں۔ سارا قرآن اللہ تعالیٰ نے واقعات سے بھر دیا۔ غیر مسلموں نے سوال کیا کہ ان واقعات کا مقصد کیا ہے؟ ایک عیسائی نے مجھ سے سوال کیا تھا کہ دیکھو جی نبی گزر گئے، پیغمبر گزر گئے، ابراہیم علیہ السلام گزر گئے، عیسیٰ علیہ السلام گزر گئے، موسیٰ علیہ السلام گزر گئے، سارا قرآن اللہ نے واقعات سے بھر دیا، حالانکہ قرآن میں ہدایت اور نصیحت کی باتیں ہونی چاہیں تھیں۔

میں نے کہا عقل کے اندھے، میں نے یہی مثال اس کو سمجھائی کہ اگر میں کہوں کہ گاڑی تیز نہ چلاؤ تو اثر نہیں ہوگا اور اگر واقعہ بیان کروں گا تو اثر ہوگا۔ اس نے کہا کہ اب یہ بات سمجھ میں آگئی ہے کہ جتنی نصیحت والی کتاب قرآن ہے ایسی کتاب دنیا میں کوئی نہیں ہے، یہ واقعہ بیان کیا تو سمجھ میں آیا۔ اگر میں ایسے کہوں کہ قرآن نصیحت کی کتاب ہے نہیں سمجھ آئے گی، لیکن اگر میں واقعہ بیان کروں تو پتہ چل جائے گا کہ اس سے اچھی نصیحت والی کوئی کتاب نہیں۔

یہ شعور نبوت ہے:

میرے بھائیو! اس پر غور کریں کہ پیغمبر کے دل میں یہ کیسے آیا، سات سال کے بچے کے دل میں یہ بات کیسے آگئی کہ وہ اپنے باپ سے کہے کہ اباجی یہ جو آپ کر رہے ہیں بے ٹھیک نہیں ہے، اتنی بات کہی، اور آگے ابا نے کیا کہا کہ تو تو آج پیدا ہوا ہے۔

آج کل کی بوڑھے سے بات کریں، اباجی یہ کام غلط کر رہے ہو، تو کہتا ہے کہ تم میرے ہاتھوں میں کل پیدا ہوئے ہو، اور مجھے نصیحتیں کرنے لگے ہو؟ یہ بات ہے؟ کہتا ہے کہ میرے ساتھ بات نہ کرنا اور اکثر باتیں بزرگوں کی بچے بھی مانتے ہیں کیا کہتے ہو ابا کہتا ہے کہ یہ کام نہ کرو اور بچے آگے سے کیا کہتے ہیں، اباجی یہ نئی نسل ہے تم پرانے لوگ ہو، آپ کو نہیں پتہ یہ جدید تعلیم ہے۔

قرآن پاک نے کہا..... و كذلك نرى ابراهيم ملكوت السموات والارض یہ باتیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دل میں اس لئے آئیں کہ ہم نے اس کو ایسی ملکوتی عظمت عطا فرمائی تھی آسمان و زمین کا وجدان، آسمان و زمین کا شعور ابراہیم علیہ السلام کے دل میں ہم نے اتار دیا تھا اور جب ہم نے وجدان اتارا، تو اس وقت کیا کیفیت تھی وہ کیفیت بھی اللہ تعالیٰ نے بیان کی۔

قوم کو سمجھانے کا انداز:

اس وقت ابراہیم علیہ السلام پر وحی تو نہیں آئی تھی۔ رات کا وقت تھا..... فلما جن عليه اليل..... رات کے وقت جب اس نے آسمان کو دیکھا اور آسمان پر تھوڑی سی روشنی نظر آئی..... را کو کب..... ابراہیم علیہ السلام نے آسمان کے تاروں کو دیکھ کر کیا کہا..... قال هذا ربی..... یہ جو آسمان پر تارے ہیں شاید یہ رب ہوں، لیکن جب تھوڑی دیر کے بعد تارے غروب ہو گئے تو ابراہیم علیہ السلام کے وجدان نے کہا، شعور نے کہا، کیا کہا..... فلما افل..... جب تاروں کی روشنی گم ہو گئی..... لا احب الافلین..... میں نے کہا کہ جو روشنی گم ہو جائے وہ خدا نہیں ہو سکتی۔ خدا گم نہیں ہو سکتا، یہ ہے شعور نبوت۔ اس نبوت کے شعور کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کیا۔

فلما را القمر بازغا..... جب تھوڑی دیر کے بعد چاند چمکتا نظر آیا..... جب چاند کو دیکھا، چاند تو بڑا چمک رہا تھا..... اس سے تو بڑی روشنی ہو رہی تھی۔ اس سے تو پوری فضا منور ہو رہی تھی، تو پیغمبر نے کہا..... قال هذا ربی..... شاید یہ رب ہو، لیکن تھوڑی دیر کے بعد جب چاند بھی غروب ہو گیا تو نبی علیہ السلام نے کہا..... فلما افل قال لنن لم يهدنى ربى لا كونن..... اے اللہ یہ چاند بھی غروب ہو گیا، اے وہ پروردگار جو میری آنکھوں سے اوجھل ہے۔ اے وہ پروردگار جو موجود ہے، لیکن مجھے اس کا علم نہیں ہے، اے اللہ اگر تو اپنا پتہ مجھے نہیں دے گا کہ تو کہاں ہے؟ تو کون ہے؟..... تو مجھے ہدایت کیسے آئے گی..... تو پھر میں بھی اس گمراہ قوم میں سے نہ بن جاؤں، اے پروردگار

جو میری آنکھوں سے پوشیدہ ہے، میرے وجدان سے دور ہے، میرے شعور سے دور ہے۔ اے اللہ تو اپنے آپ کو مجھ پر روشن کر دے۔ اپنے آپ کا مجھے پتہ دے دے، پھر صبح ہوئی اور صبح کے وقت قرآن نے کہا.....

فلما را الشمس بازغة..... جب سورج کو دیکھا کہ یہ تو بہت بڑا ہے..... قال هذا ربی..... کیا یہ رب ہوگا..... هذا اکبر..... یہ تو بہت بڑا ہے، لیکن..... فلما افلت..... جب سورج کی روشنی ختم ہو گئی اور غروب ہو گیا۔ فرمایا..... قال یا قوم..... اے میری قوم کے لوگو، میں نے غلطی کی ہے۔

نہ ستارے خدا تھے

نہ چاند خدا تھا

نہ سورج خدا تھا

جو ڈوب جائے وہ خدا نہیں ہو سکتا..... انی بری مما تشرکون..... یہ کہہ کر پیغمبر نے کہا..... انی وجهت وجهی للذی فطر السموات والارض حنیفا وما انا من المشرکین..... اے دنیا کے لوگو! میں اس پروردگار کی طرف توجہ کرتا ہوں کہ

جو نہ ڈوبتا ہے

نہ غروب ہوتا ہے

نہ خاموش ہوتا ہے

نہ رات کی تاریکی میں ختم ہوتا ہے

نہ دن کی روشنی میں غروب ہوتا ہے

جس نے مجھے پیدا کیا

بلکہ میں اسی کو خدا کہوں گا کہ جس نے ستاروں کو بنایا، سورج کو بنایا، چاند کو بنایا، آسمانوں کو بنایا، زمین کو بنایا۔

قرآن کہتا ہے کہ جس وقت پیغمبر یہ بات کر رہے تھے تو..... وحاجہ قومہ..... قوم لڑائی کرنے لگ گئی۔ پیغمبر نے کہا..... قال اتحاجونی فی اللہ وقد

ہدایان اے میری قوم، میرے دل میں سچے خدا کی بات اتر چکی ہے، تمہارے بت جھوٹے ہیں، ایک پروردگار سچا ہے، یہ نبی کی وہ کیفیت ہے کہ جو بچپن میں اللہ نے شعور کے طور پر عطا فرمائی اور اللہ تعالیٰ نے یہ شعور اپنے نبی کو عطا فرمایا ہے۔

اور اس شعور کے بعد پھر پیغمبر اپنے باپ سے کیا کہتا ہے؟ اس کا ذکر قرآن نے کیا ہے یہ واقعہ تو ابتدائی عمر کا ہے، اور یہ جو دوسرا واقعہ ہے، اس کا سترھویں پارے میں ذکر ہے۔

رشد کا معنی و مفہوم:

قرآن مجید کہتا ہے ولقد اتینا ابراہیم رشدہ ہم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو رشد عطا کیا۔ رشد کے کہتے ہیں؟ رشد عربی زبان کا لفظ ہے، رشد کا معنی ہے ہدایت کا پھوٹنا، رشد کا معنی ہے ہدایت کا جنم لینا، ہدایت خود بخود پھوٹے، اس کو رشد کہتے ہیں۔

اس لئے قرآن پاک میں سارے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو رشد کہا اولئک ہم الراشدون یہ سارے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایسے ہیں کہ ان کے دل سے ہدایت پھوٹ رہی ہے۔ ہدایت جنم لیتی ہے۔ خود بخود ہدایت کی طرف دھیان چلا جاتا ہے یہ ہے معنی۔ خلفاء راشدین کو ”راشدین“ اس لئے کہتے ہیں کہ ان کے دلوں سے ہدایت پھوٹی تھی۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو رشد عطا فرمایا:

قرآن کہتا ہے ولقد اتینا جب ہم نہ دیا ابراہیم رشدہ ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو ہدایت کے پھوٹنے کا ملکہ دیا، ابراہیم علیہ السلام کو ہم نے وہ ملکہ دیا کہ جس سے آدمی اچھی اور بری چیز کی شناخت کر سکتا ہے، جس سے انسان میں ہدایت کی روشنی آ جاتی ہے۔

قرآن کہتا ہے من قبل وکتابہ عالمین اور ہم جانتے تھے کہ اس

سے پہلے ابراہیم علیہ السلام کے پاس رشد نہیں ہے، اس سے پہلے ابراہیم علیہ السلام کے پاس وہ ملکہ نہیں ہے جو بعد میں دیا گیا۔ اس ملکہ کے عطا ہونے کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ سے کہا..... اذ قال لایبہ..... اپنے والد اور قوم سے کہا..... ما هذه التماثیل..... تماثیل، یہ تمثیل کی جمع ہے، اس کا معنی ہے مورت، جو ہاتھ سے بنائی جائے، اسے تمثیل کہتے ہیں، ہاتھ سے کاٹی جائے، جس کا ذائقہ ہاتھ سے کاٹا جائے اسے تماثیل کہتے ہیں۔

قرآن نے کہا..... جب پیغمبر نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہا..... یہ ہاتھ کی بنائی ہوئی مورتیں تمہیں کیا دیتی ہیں؟..... انتم لہا عاکفون..... تمہیں کیا ہو گیا، مورت اپنے ہاتھ سے بناتے ہو اور پھر اس کا طواف کرتے ہو..... عاکفون..... کا معنی ہے اس کا طواف کرنا۔ اس کے گرد چکر لگانا..... قالوا وجدنا ابائنا لہا عابدین..... تو قوم نے آگے سے یہ نہیں کہا کہ نہیں یہ تو مورتیاں اچھی ہیں، قوم نے آگے سے کیا کہا؟..... وجدنا ابائنا لہا عابدین..... ہمارے باپ دادا یہی کام کرتے تھے۔

مشرک کی ذہنیت نہ بدلی:

حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر آج تک شرک کی کیفیت بدلتی رہی، لیکن مشرک کا ذہن کبھی نہیں بدلا، مثلاً حضرت نوح علیہ السلام کی قوم نے پانچ بت بنائے یہ شرک کا طریقہ تھا۔

شرک کا ایک طریقہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دور میں تھا، کیفیت بدلی۔
شرک کا ایک طریقہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دور میں تھا، شرک کا طریقہ الگ تھا۔
ایک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں شرک کا طریقہ تھا کہ ۳۶۰ خدا خانہ کعبہ میں رکھے ہوئے تھے۔

اور ایک آج کا طریقہ ہے کہ قبر کو سجدہ کر رہے ہیں، قبر کو سب کچھ مان رہے

ہیں۔ تو شرک کی کیفیت بدلتی رہی۔ لیکن مشرک کا ذہن کبھی نہیں بدلا، آپ اس دور کے مشرک سے پوچھیں شرک کیوں کرتے ہیں تو جواب میں کہتے ہیں کہ میرے باپ دادا یہ کرتے تھے، یہ نہیں کہے گا کہ اس کا ذکر فلاں کتاب میں ہے، فلاں جگہ پر ہے نہیں، کہے گا میرے باپ دادا یہ کرتے تھے۔

حضرت نوح علیہ السلام کے دور کے مشرک سے پوچھو کہ شرک کیوں کرتے ہو؟ تو کہے گا کہ میرے باپ دادا یہ کرتے تھے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دور کے مشرک سے پوچھو کہ شرک کیوں کرتے ہو؟ کہتے ہیں کہ میرے باپ دادا یہ کرتے تھے۔

حضور مکی علیہ السلام کے دور میں ابو جہل سے پوچھو کہ ایسے کام کیوں کرتے ہو؟ تو کہتے تھے کہ میرے باپ دادا یوں کرتے تھے۔

آج کے دور کے کسی قبر پرست سے پوچھو کہ تو قبر پر سجدہ کیوں کرتا ہے؟ کہتا ہے کہ میرے باپ دادا یوں کرتے تھے، شرک کی کیفیت تو بدلتی رہی، لیکن مشرک کی ذہنیت نہیں بدلی۔

شرک اور بدعت کب پیدا ہوتی ہے؟

دوسری بات یہ ہے کہ شرک پیدا ہوتا ہے نیک آدمیوں کا نام لیکر، میں نے فلاں بزرگوں کے نام پر مجسمہ بنایا۔ یا یہ قبر فلاں بزرگ کی ہے، تو نیک آدمیوں کا نام لیکر شرک پیدا ہوا، اور بدعت پیدا ہوتی ہے نیکی کا نام لیکر، یہ جو میں طریقہ کر رہا ہوں، یہ نیکی ہے اس کا تو ثواب ہے اس کا تو بڑا اجر ہے۔

قبر پر اذان دینے کا اجر ہے

ایصال ثواب کے اس طریقے کا اجر ہے

شرک پیدا ہوگا نیک آدمی کا نام لیکر اور اس میں نیک آدمی کا کوئی قصور نہیں اور بدعت پیدا ہوگی نیکی کا نام لیکر۔ اس میں نیکی کا کوئی قصور نہیں، قصور ہمیشہ اس گندی

ذہنیت کا ہوتا ہے کہ جو شرک اور بدعت کو جنم دیتی ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں ہر قسم کے شرک سے محفوظ رکھے۔ (آمین)

مشرک کا جواب سن:

میرے بھائیو! ان واقعات سے اللہ ساری دنیا کو شرک سے دور کرنا چاہتا ہے تاکہ کسی قسم کے شرک میں انسان مبتلا نہ ہو۔
کیا جواب دیا قوم نے پیغمبر کو، لفظ بلفظ قرآن نے نقل کیا، انہوں نے کہا.....
وجدنا ابائنا لها عابدین..... ہمارے باپ دادا اسی طرح مورتوں کو سجدہ کرتے تھے،
دلیل کوئی نہیں۔

بھائی اگر تم سجدہ کرتے ہو، تو کسی کتاب میں دکھاؤ، کوئی دلیل دکھاؤ، لیکن جو بھی مشرک ہوگا، جو بھی گمراہ ہوگا، وہ دلیل کا جواب دلیل سے نہیں دے گا۔ یہ کوئی دلیل ہے کہ ہمارے آباؤ اجداد یہ کرتے تھے؟ کیا کہا کہ میرے باپ دادا یہ کرتے تھے، تیرا باپ دادا جہنم میں گیا تو بھی جہنمی ہے، تیرا باپ دادا جہنم کا ایندھن بنا، تو تو بھی ایندھن بنا، پیغمبر نے جواب دیا، اور اس لفظ میں کتنا زور ہے جو عربی والا ہے وہ جانتا ہے..... قال لقد كنتم انتم..... لقد كا معني كني بات..... تاكيد هو كني۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا تم..... و ابائكم..... اور تمہارے آباؤ اجداد..... في ضلل مبين..... کھلی گمراہی اور کھلی جہالت میں ہیں۔

آگے انہوں نے کیا کہا؟..... قالوا اجنتنا بالحق..... تم بڑے آگے حق کے علمبردار، ہمارے گھر میں کل پیدا ہوئے ہو اور آج ہمیں نصیحتیں کرنے لگ گئے ہو.....
ام انت من اللعبين..... حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہا کہ تم عجیب حق لائے ہو، یا ہمارے ساتھ مذاق کر رہا ہے۔

تو پیغمبر نے جواب دیا..... قال بل ربكم..... ہاتھوں کی بنائی ہوئی مورتیاں تمہارا رب نہیں ہو سکتیں، بلکہ تمہارا رب وہ ہے..... رب السموات والارض..... جو

آسمانوں کا رب ہے وہ تمہارا رب ہے جو زمینوں کا رب ہے، وہ تمہارا رب ہے جس نے زمین و آسمان کو پیدا کیا ہے..... وانا علی ذلکم من الشاہدین..... اور میں اس پر گواہ ہوں کہ.....

اے لوگو!

میرے آباؤ اجداد!

میرے رشتہ دارو!

میری قوم کے چوہدریو!

میری برادری کے لوگو!

میں گواہ ہوں کہ آسمانوں اور زمین کا مالک ایک اللہ ہے، جن کو تم پوجتے ہو وہ پروردگار نہیں، اور میں اس بات پر گواہ ہوں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام جلالی پیغمبر تھے:

جب انہوں نے بڑے غصے میں آ کر پیغمبر کو دیکھا کہ یہ ہمارے بتوں کا مذاق اڑا رہا ہے۔ ہمیں غلط کہہ رہا ہے، ہم پر جھوٹا الزام لگانا چاہتا ہے، تو پیغمبر کو غصہ آ گیا۔
حضرت ابراہیم علیہ السلام جلالی پیغمبر تھے اور پیغمبر نے جو آگے سے بات کہی اس پر ان کی نیندیں اڑ گئیں۔ قرآن نے نبی کا وہ لفظ بھی نقل کر لیا جس سے کافروں کی نیندیں اڑ گئیں۔

آج کل کا کوئی آدمی ہوتا کہتا کہ بات کوئی سخت نہ کرنا، رب سے بھی کہو بات سخت نہ کرنا کہ کسی کا دل نہ دکھ جائے، کئی جگہ ہم تقریر کرنے جاتے ہیں تو کہتے ہیں کہ مولانا صاحب کوئی بات ایسی نہ کرنا کہ جس سے دل دکھ جائے، میں آپ کو قرآن سناتے لگا ہوں، یہ بات نبی نے فرمائی اور رب نے قرآن میں نقل کی ہے اس سے کسی کا دل دکھا ہے یا خوش ہوا؟

مشرکوں کے خلاف اعلان پیغمبر:

قرآن کہتا ہے، پیغمبر نے کہا..... وتالیہ لا یمدن اصنامکم بعد ان

تولوا مدبرین..... مجھے قسم ہے پروردگار کی میں تمہارے ان جھوٹے خداؤں کا جو ستیاناس کروں گا وہ تم بھی یاد رکھو گے تمہاری نسلیں بھی یاد رکھیں گی۔

اس سے وہ خوش ہوئے تھے یا اس سے ان کا دل دکھاتا تھا؟ (دکھاتا تھا)

مجھے موقع ملنے دو..... بعد ان تولوا مدبرین..... ذرا وقت مل جائے، دیکھو میں ان کا حال کیا کرتا ہوں۔ اس سے وہ خوش ہوئے تھے؟ (نہیں) اب شرک کی مذمت اور تردید ہونے لگی ہے۔

پیغمبر ﷺ نے کہا..... قسم ہے مجھے پروردگار کی میں تمہارے بتوں کا بیڑہ غرق کر کے چھوڑوں گا..... تم مجھے موقع تو ملنے دو۔

بتوں کا بیڑہ غرق کیا:

پھر موقع ملا، ساری قوم میلے پر چلی گئی، یہ میلے وہاں سے چلے ہوئے ہیں، اب دیکھ لو کہ جو میلوں پر جاتے ہیں ان کا شجرہ نسب کن کے ساتھ ملتا ہے؟ اور جو نہیں جاتے ان کا شجرہ کس کے ساتھ ملتا ہے۔ فیصلہ خود کر لو، پیغمبر نے کیا فرمایا..... وتالله لا کمین اصنامکم بعد ان تولوا مدبرین ○.....

اور آگے قرآن کہتا ہے..... فجعلہم جذاذا..... آج کل لوگ کیا کہتے ہیں؟ کہ کسی پر تنقید نہ کرو، کسی کے غلط عقیدے کو بھی غلط نہ کہو، کہتے ہیں کہ کافر کو بھی کافر نہ کہو، ان سے کہو کہ بتاؤ۔

قرآن کہتا ہے..... فجعلہم جذاذا..... جن کو وہ خدا سمجھتے تھے ان کے ٹکڑے ٹکڑے پیغمبر نے کر دیے۔ خداؤں کے ٹکڑے کئے..... فجعلہم جذاذا..... ”جذاذا“ کا معنی بیڑہ غرق کر دیا۔ شکلیں بدل دیں، ناک اور کان کاٹ دیئے، ہاتھ اور پاؤں توڑ دیئے..... جن کو سجدہ کرتے تھے۔ جن کی پوجا کرتے تھے، پیغمبر نے کیا کیا، جب ساری قوم میلے پر چلی گئی ایک کلہاڑا لیکر اللہ کا نبی، رب واڑے میں چلا گیا۔

کسی کا ہاتھ کاٹا

کسی کا پیر کاٹا

کسی کا ناک کاٹا

کسی کے کان کاٹے

وہاں تو شاہی تھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی۔ قوم تو وہاں نہیں تھی اور نبی کو موقع

مل گیا کسی کا.....

ناک کاٹا

ہاتھ کاٹا

پیر کاٹے

سارے رب توڑ دیئے

سارا کچھ کر کے، ان کا جوا علیٰ حضرت تھا وہ کلہاڑا اس کے کندھے پر رکھ دیا۔

اسے کچھ نہ کہا۔ اگر اسے کہتے تو وہ بھی روتا کہ میرے ساتھ کیا بنا؟ کلہاڑا رکھ کر خود گھر چلے گئے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا درود میں ذکر کیوں؟

واہ ابراہیم علیہ السلام تو نے شرک کے کورٹ اڑا دیئے۔ شرک کی برائیاں ختم

کر دیں، شرک کی جڑیں کاٹ دیں۔ ایسے ہی اللہ نے نہیں کہا..... اللھم صلی علی

محمد و علی ال محمد کما صلیت علی ابراہیم..... حضرت ابراہیم علیہ السلام کا نام

درود میں آتا ہے کسی اور نبی کا نام نہیں آتا، کبھی سوچا ہے؟ ابراہیم علیہ السلام کا نام درود میں

آئے کسی اور نبی کا نہیں آئے کیوں؟

رب العالمین نے فرمایا کہ تیری یہ ادا ہی مجھے اتنی پسند آئی کہ تم نے حلیے بگاڑ

دیئے..... شرک کے مجسموں کے، کورٹ ہی اڑا دیئے شرک کے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ہو اور درود ابراہیم علیہ السلام پر بھیجے، کیوں اس نے شرک کے

کورٹ اڑادیے۔

اور یا، لوگوں نے اس طرح کا درود بنایا کہ اس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا نام ہی نہیں، کیوں؟ اس لئے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا نام آئے گا تو شرک کی جڑ کاٹی جائے گی۔

تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ نماز میں حضرت ابراہیم علیہ السلام پر رحمت بھیجو، رحمت حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور کسی نبی پر نہیں، صرف حضرت ابراہیم علیہ السلام پر کیوں، یہ ادا ہی رب کو اتنی پسند آئی ہے جس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام ناک کاٹ رہا تھا، کان کاٹ رہا تھا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ بہت خوب کیا، جس طرح ہوتا ہے کر دے، کوئی کسر نہیں چھوڑی۔

آج کل پاکستان کا کوئی پڑھا آدمی ہوتا تو کہتا کہ نہ نہ کسی کے رب کو کچھ نہ کہنا، تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو کچھ کیا اچھا کیا۔
فرمایا..... فجعلہم جذ اذا..... ان کے رب کا بیڑہ غرق کر دیا۔ ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے رب، قربان جاؤں ان کے بھی جن کے رب کے ٹکڑے ہوئے؟..... کبیرا
لہم لعلہم الیہ یرجعون..... بڑے کے کندھے پر کلباڑا رکھا، کیوں رکھا؟
مشرکین کے الہ ٹوٹ گئے:

خدا کہتا ہے کہ کسی اور نے تو بولنا نہیں، چلو اس سے پوچھو کہ جناب حضرت صاحب تمہارے ساتھ کیا بنی؟ جب قوم میلے سے واپس آئی.....

چیننے لگے

رونے لگے

قرآن پاک نے اس واویلے اور رونے کو بھی بیان کر دیا ہے۔ اب اس کے بیان کرنے کی ضرورت کیا تھی۔ خدا کو پتہ تھا کہ اس طرح کے واقعات امت محمدیہ میں بھی پیش آنے ہیں، وہاں بھی شرک ہونا ہے۔ اسی طرح شرک کے واڑے ہوں گے۔

یہ بات ان کو فائدہ دے گی۔ ان کا حوصلہ بڑھائیں گے کہ تم اکیلے نہیں ہو میلے والے پہلے بھی آئے تھے، تم نہ گھبراؤ، تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں، اس طرح کے لوگ پہلے بھی تھے۔

فرمایا..... قالوا من فعل هذا بالهتنا..... ہمارے خداؤں کا کون بیڑہ غرق کر گیا؟ یہ لفظ ہیں قرآن کے..... ہمارے الٰہوں کا کس نے بیڑہ غرق کیا ہے..... انہ لمن الظالمین..... وہ تو کوئی بڑا ہی ظالم ہے جس نے ہمارے الٰہوں پر ترس نہیں کھایا، رب ترس کے لائق تھے، ان پر ترس کھاتا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نمرود کی عدالت میں:

نمرود کی عدالت لگی، پولیس آگئی، فوج آگئی، اس عدالت میں ایک آدمی بیان دینے لگا ہے..... قالوا سمعنا..... کہتا ہے کہ ہم نے سنا ہے..... فتی یدکر ہم یقال له ابراہیم..... ایک نوجوان ابراہیم علیہ السلام تھا وہ رہ گیا تھا اس کے سوا کوئی یہ کام کر نہیں سکتا۔

بادشاہ نے کہا کہ اسے گرفتار کر کے لاؤ..... قالوا فأتوا به علی اعین الناس..... لوگوں کی آنکھوں کے سامنے لاؤ، لوگوں کے پاس لاؤ۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو گرفتار کر کے لایا گیا، پیغمبر گرفتار کر کے نمرود کے دربار میں پیش کیا گیا اور پیغمبر علیہ السلام سے کہا..... قالوا..... ساری قوم نے کہا..... انت فعلت هذا..... کیا یہ کام آپ نے کیا ہے؟ کہ ہمارے خداؤں کے ناک کاٹ دیئے، ہاتھ توڑ دیئے، پاؤں توڑ دیئے..... بالهتنا..... ہمارے خداؤں کا بیڑہ آپ نے غرق کیا ہے..... یا ابراہیم..... اے ابراہیم۔

پیغمبر نے آگے سے یوں جواب دیا، اس جواب پر قربان جاؤں، نبی نے آگے سے ایسا جواب دیا، حکیمانہ جواب، یہ نہیں کہا کہ میں نے نہیں کیا اور یہ بھی نہیں کہا کہ میں نے کیا۔

پیغمبر کا حکیمانہ جواب:

پیغمبر نے جواب میں کہا مجھ سے کیوں پوچھتے ہو کہ میں نے ان کا بیڑہ غرق کیا، آلہ قتل جہاں سے برآمد ہوا۔ اس سے پوچھو، یہ کلہاڑا تو اعلیٰ حضرت کے پاس ہے اور پوچھ مجھ سے رہے ہو؟ اس سے پوچھو کہ اس نے کیا ہوگا؟ یہ نبی نے کیوں کہا؟

پیغمبر ﷺ کے اس فرمان میں حکمت تھی۔ اتنی حکمت والا جملہ نبی کے سوا کوئی نہیں کہہ سکتا، نبی نے کہا کہ مجھ سے پوچھتے ہو، اس بڑے سے پوچھو کہ جس کے کندھے پر آلہ قتل تھا۔ اس سے کہو کہ یہ کلہاڑا کہاں سے آیا۔ تو یہاں کھڑا تھا۔ تیرے سامنے چھوٹے خداؤں کا.....

ناک کٹتا رہا
ہاتھ کٹتے رہے
پاؤں ٹوٹتے رہے

تو تماشا دیکھتا رہا، تو بڑا بے ایمان ہے، تیرے سامنے خداؤں کا گھرا جڑ گیا، تم تماشا دیکھتے رہے، اس سے پوچھو۔

نبی کا یہ جملہ بڑا حکیمانہ تھا۔ آگے سے انہوں نے وہی بات کہی، جو بات نبی کہلوانا چاہتا تھا، وہ بات کتنی اچھی تھی، اللہ تعالیٰ نے قرآن میں اس کو نقل کیا ہے، حالانکہ وہ جملہ کافروں کا تھا۔ وہ جملہ مشرکوں کا تھا، لیکن حقیقت پسندی پر مشتمل تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس جملے کا ذکر اپنے قرآن میں کر دیا۔ پاک کلام میں کر دیا، یعنی مشرک کے کلام کا ذکر اس قرآن میں ہے کیوں؟ وہ حقیقت پر مبنی تھا۔ مشرکوں نے کیا کہا، آگے سے مشرک جواب دینے لگے کہ اے ابراہیم..... فرجعوا الی انفسہم فقالوا انکم انتم الظالمون..... جب پیغمبر نے کہا کہ اس بڑے سے پوچھو کہ کلہاڑا کہاں سے آیا ہے تو تمام مشرکوں کی فوج نے سر جھکا دیا..... ثم نکسوا علی رؤسہم..... ان کے سر جھک گئے، ان کے سر زمین پر آ گئے، وہ پریشان ہو گئے اور

پریشان ہو کر کیا کہنے لگے؟..... لقد علمت ما هؤلاء ينطقون..... ابراہیم تجھے یہ تو پتہ ہے کہ ان میں بولنے کی طاقت نہیں، پیغمبر نے کہا کہ جن میں اپنا حال بتانے کی ہمت نہیں!

وہ تیرا خیال کیسے کریں گے؟
وہ تیری مشکل کشائی کیسے کریں گے؟
وہ تمہاری حاجت روائی کیسے کریں گے؟
وہ تمہیں عزت کیسے بخشیں گے؟

اف لكم و لما تعبدون من دون الله..... پیغمبر کو موقع مل گیا فرمایا.....
اللہ تعالیٰ کے سوا تم ایسے کی پوجا کرتے ہو، ایسے کے دروازے پر سر جھکاتے ہو..... مالا
ینفعکم..... جو تمہیں نفع نہیں دیتے..... شینا..... کس چیز کا..... ولا یضرکم.....
تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکتے..... تف ہے تم پر..... افسوس ہے تم پر..... افلا تعقلون.....
تمہارے سے بڑا بے وقوف دنیا میں کوئی نہیں ہے کہ جو اپنی حفاظت نہیں کر سکتے، جو
کلباڑے سے اپنے کان اور ناک نہیں بچا سکتے، وہ تمہارے خدا کیسے ہو سکتے ہیں، تمہاری
گبڑی کیسے بنا سکتے ہیں؟

جب کفر لا جواب ہوتا ہے:

جب کافروں اور مشرکوں کو جواب نہ آیا، جب کافر کو دلیل سے جواب نہیں
آتا۔ تو وہ ڈھٹائی پر اتر آتا ہے وہ ظلم پر اتر آتا ہے وہ لڑائی کرنے لگ جاتا ہے، وہ
جھگڑا کرنے لگ جاتا ہے، حالانکہ نبی نے بڑی دلیل سے فرمایا تھا کہ اگر یہ کان، ناک
اور جسم کی حفاظت خود نہیں کرتے تو تمہارے مشکل کشاء کیسے؟ ان کو اس دلیل کو توڑنا
چاہئے تھا، لیکن انہوں نے ایسا نہیں کیا، بلکہ انہوں نے کیا کیا، انہوں نے کہا..... قالوا
حرقوه..... آگ جلاؤ..... والنصروا الہتکم..... سارے لوگوں کو جمع کرو..... ان
کنتم فاعلمین..... اور اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اٹھا کر آگ میں ڈال دو،

چرخہ جلایا گیا، آگ جلائی گئی، چالیس میل لمبی چوڑی آگ تھی۔ شعلے آسمانوں سے باتیں کر رہے تھے اور ایک منجیق بنائی گئی۔ اس میں پیغمبر کو ڈال کر دس ہزار فوجیوں اور سپاہیوں نے پیغمبر کو آگ میں گرانے کا اعلان کر دیا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام آتش نمرود میں:

جب آگ آسمانوں سے باتیں کرنے لگی تو نبی کو اس آگ میں ڈال دیا گیا۔ ادھر پیغمبر کا آگ میں آنا تھا۔ ادھر پروردگار کی رحمت کو جوش آیا، اللہ تعالیٰ یہ منظر دیکھ رہا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے مناظرہ دیکھا تھا اور اللہ تعالیٰ کو یہ مناظرہ بڑا پسند آیا تھا۔ اس لئے اسی مناظرے کا ایک ایک لفظ اللہ نے قرآن میں بیان کر دیا۔ اپنی کتابوں میں بیان کر دیا۔ قیامت تک آنے والی نسلوں کو بتا دیا اور فرشتوں سے کہا کہ اے فرشتو، تم کہتے تھے کہ ہم بہتر ہیں انسان سے، اب دیکھو کہ میرا عشق ہے، میری محبت ہے، میرا پیار ہے، اس طرح میری توحید کا کلمہ بلند کرنے والا جلتی ہوئی آگ میں گر رہا ہے۔ میرے بھائیو! علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو بیان کیا ہے، اقبال رحمۃ اللہ علیہ کہتا ہے!

بے خطر کو د پڑا آتش نمرود میں عشق
عقل تھی محو تماشاے لب بام ابھی
عشق کہتا تھا کہ آگ میں چھلانگ لگاتا ہوں، عقل کہتی تھی کہ جل جائے گا،
لیکن ابراہیم علیہ السلام اس خدا کی محبت میں آگ میں گر گیا۔ اللہ نے فرمایا آگ لکڑی کو جلاتی ہے، لوہے کو جلاتی ہے، انسان کو جلاتی ہے، لیکن اے آگ آج تیرے اندر میرا ایک ایسا مہمان آ رہا ہے کہ اسے جلانے کی اجازت نہیں۔

آتش سرد ہوئی:

قرآن کہتا ہے..... قلنا یا نار کونی بردا..... ٹھنڈی ہو جا..... سلاما
علی ابراہیم..... اس پر سلامتی برپا ہو۔

دنیا کو پتہ چلے کہ اللہ تعالیٰ نے یاری کیسے نبھائی؟ اللہ تعالیٰ اپنے عاشقوں کا امتحان لیتا ہے اور اپنے عاشقوں کی مدد کرتا ہے۔

ایک طرف ساری کائنات تھی، خدائی تھی، بادشاہت تھی، پولیس تھی، فوج تھی، تنہا، صرف ایک شخص.....

فوج سے ٹکرایا

پولیس سے ٹکرایا

شاہوں سے ٹکرایا

لشکروں سے ٹکرایا

بادشاہت سے ٹکرایا

چوہدراہٹ سے ٹکرایا

دنیا کے خداؤں سے ٹکرایا

آگ میں چھلانگ لگا کر توحید کے پرچم کو سر بلند کر کے قیامت کی صبح تک آنے والی انسانیت کو بتا دیا کہ جہاں خدا کی الوہیت کا سوال تھا میں نے آگ میں گر کر اس پرچم کو بلند کر دیا۔

..... میرے بھائیو.....

یہ پہلا امتحان تھا

یہ پہلا پرچہ تھا

یہ پہلا پیپر تھا

جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ہوا اور اس پہلے پرچے میں ابراہیم علیہ السلام کہاں تک پہنچا؟ ابراہیم علیہ السلام کیسے آگے آیا، قرآن کہتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سو فیصد نمبر حاصل کر کے اعلیٰ پوزیشن حاصل کر چکا اور دنیا کو بتا چکا کہ ایک طرف کائنات اور ساری خدائی ہے دوسری طرف سیدنا ابراہیم علیہ السلام ہے۔ اللہ کی عظمت ہے۔ اللہ کی الوہیت ہے۔ اللہ کی الوہیت کامیاب ہو گئی اور دنیا کی ساری خدائی ختم ہو گئی۔ اللہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا نام

کائنات میں سر بلند کر دیا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے ابراہیم علیہ السلام تو میرے لئے دیکھی ہوئی آگ میں گیا۔ اب قیامت تک تجھ پر رحمت ہوگی، تیری اولاد پر بھی رحمت ہوگی۔

وَأَخِرُ دُعَاؤَانَا اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ O





بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ اجْعَلْ هَذَا الْبَلَدَ آمِنًا وَاجْنُبْنِي وَبَنِيَّ
 أَنْ نَعْبُدَ الْأَصْنَامَ رَبِّ إِنَّهُنَّ أَضْلَلْنَ كَثِيرًا مِّنَ النَّاسِ
 فَمَنْ تَبِعَنِي فَإِنَّهُ مِنِّيَّ وَمَنْ عَصَانِي فَإِنَّكَ غَفُورٌ
 رَّحِيمٌ رَبَّنَا إِنِّي أَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِي بُوَادٍ غَيْرِ ذِي زَرْعٍ
 عِندَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِيُقِيمُوا الصَّلَاةَ فَاجْعَلْ أَفِيدَةً
 مِّنَ النَّاسِ تَهْوِي إِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرَاتِ
 لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُونَ رَبَّنَا إِنَّكَ تَعْلَمُ مَا نُخْفِي وَمَا نُعْلِنُ
 وَمَا يَخْفَى عَلَى اللَّهِ مِنْ شَيْءٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ
 (پارہ ۱۳، سورۃ ابراہیم، آیت: ۳۵ تا ۳۸)

اللہ
 اعظم

ترجمہ:

”اور جس وقت کہا ابراہیم نے اے رب کر دے اس شہر کو امن والا اور دور رکھ مجھ کو اور میری اولاد کو اس بات سے کہ ہم پوجیں مورتوں کو، اے رب انہوں نے گمراہ کیا بہت لوگوں کو سو جس نے پیروی کی میری سو وہ تو میرا ہے، اور جس نے میرا کہا نہ مانا سو تو بخشے والا مہربان ہے۔ اے رب میں نے بسایا ہے اپنی ایک اولاد کو میدان میں کہ جہاں کھیتی نہیں، تیرے محترم گھر کے پاس اے رب ہمارے تاکہ قائم رکھیں نماز کو سو رکھ بعضے لوگوں کے دل کہ مائل ہوں اس کی طرف اور روزی دے ان کو میووں سے شاید وہ شکر کریں۔ اے رب ہمارے تو تو جانتا ہے جو کچھ ہم کرتے ہیں چھپا کر اور جو کچھ کرتے ہیں، دکھا کر اور مخفی نہیں اللہ تعالیٰ پر کوئی چیز زمین میں نہ آسمان میں۔“

تمہید:

بزرگان محترم! آپ حضرات کو معلوم ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے عنوان پر دوسرا جمعہ ہے، پچھلے جمعہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ابتدائی خدمات اور آتش نمرود کا واقعہ بیان کیا تھا کہ آتش نمرود کے واقعہ میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا امتحان لیا اور وہ امتحان بھی بڑا عجیب تھا۔

حضرت ہاجرہ علیہا السلام و اسماعیل علیہ السلام مکہ میں:

میرے بھائیو! آج حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس امتحان کا ذکر کرنا ہے کہ بڑی دعاؤں سے ایک بچہ ملا، تو بچے کی ولادت کے بعد ابھی چند دنوں کا بچہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ اے ابراہیم! اس بچے کو اس کی ماں سمیت کنعان کی بستی سے چلو اور مکہ کی

بستی میں چھوڑ آؤ، بکہ کی بستی میں، وہاں مکے میں تو کوئی آبادی نہیں تھی، خانہ کعبہ کا صرف نشان تھا، تعمیر نہیں تھی، عرفات کا میدان تھا، کوئی آدمی آتا جاتا نہ تھا۔ پیغمبر نے اپنی بیوی سیدہ ہاجرہ ؓ سے کہا کہ اٹھو، ہاجرہ ؓ اٹھی، ہاجرہ ؓ چلنے لگی، بچہ بھی ساتھ ہے، سواری پر بیٹھے، پیغمبر ایک سواری پر سوار ہیں۔

تو راستے میں ہاجرہ ؓ کہتی ہے کہ کہاں جاتا ہے پیغمبر بولتے نہیں، کدھر لے جاتے ہو؟ نبی بولتے نہیں، جب تنگ آ کر بیوی نے کہا کہ اپنا شہر چھوڑ دیا، اپنا گھر چھوڑ دیا، ساری عمر رو کر بچہ مانگا، جب پیدا ہو گیا تو اس کو لے جانے کا حکم ہو گیا، کیا بات ہے، بولتے کیوں نہیں؟ تو پیغمبر نے زبان سے بات نہیں کی، اللہ تعالیٰ کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ تیرے ساتھ بولنے کی بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجازت نہیں ہے۔

اور حکم یہ ہے کہ اس بچے کو ماں کی گود میں رکھو اور بچے کو ماں سمیت جنگل میں چھوڑ آؤ۔ پیغمبر کنعان سے چلے، عراق کی زمین سے چلے، پیدل چلے، در بدر پھرے، اور پتھروں کی چڑھائی، سفر کی مشکلات، دھوپ، اندھیرا، رات، تاریکی، کلام کرنے کی اجازت نہیں، امتحان تو دیکھو، آزمائش تو دیکھو۔

جب مکے کی زمین آئی۔ مکے کی بستی آئی۔ ایک پہاڑ پر حکم دیا کہ یہاں ٹھہر جاؤ، ہاجرہ ؓ نے بچے کو اٹھایا، کپڑا ساتھ لیا، بیٹھ گئی اور حضرت ابراہیم ؑ نے سواری موڑی۔

حضرت ہاجرہ ؓ دامن پکڑ کر کہتی ہے، کس کے سہارے چھوڑ کر جاتا ہے؟ یہاں تو کوئی آدمی نہیں ہے۔ کوئی چرند پرند نہیں ہے۔ یہاں تو کوئی سبزہ نہیں ہے۔ یہاں تو پانی نہیں ہے۔ یہاں تو کوئی چیز بھی نہیں ہے۔ کس کے سہارے چھوڑتا ہے؟

پیغمبر نے اللہ تعالیٰ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ میرا کوئی سہارا نہیں، سہارا پروردگار کا ہے، مجھے حکم ہے کہ میں تجھے جنگل میں چھوڑ کر واپس چلا جاؤں۔ میں اپنے خدا کی تعمیل کروں گا۔ مجھے بچے کی پرواہ نہیں، بیوی کی پرواہ نہیں۔

اس امتحان کو تو دیکھو کہ رو کر بچہ مانگا گیا اور پیدائش کے بعد حکم ہوا کہ جنگل

میں چھوڑ آؤ۔

پیغمبر ﷺ بچے کو لے کر خانہ کعبہ کے قریب پہنچے، صفا و مروہ کی پہاڑیوں کے درمیان میں بچے کو چھوڑ دیا اور خود چلے گئے، حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا اکیلی ہے بچہ گود میں ہے.....

جنگل ہے

تنہائی ہے

دوپہر ہے

کوئی پوچھنے والا نہیں

کوئی دیکھنے والا نہیں

ایک شخص بھی وہاں آباد نہیں، کوئی پانی نہیں، کوئی سبزہ نہیں، کوئی کھانے کا انتظام نہیں، جنگل ہے، جب اللہ تعالیٰ کی طرف اشارہ پیغمبر نے کیا، تو ہاجرہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ اگر حکم اللہ تعالیٰ کا ہے تو اب ابراہیم علیہ السلام! مجھے تیری بھی ضرورت نہیں ہے، وہ بھی ایک نبی کی ماں تھی، وہ بھی نبی کی ایک بیوی تھی۔

سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی عظیم قربانی:

میرے بھائیو!

اسماعیل علیہ السلام گود میں ہے، ایک دن گزر گیا، دو دن گزر گئے، جب تین دن ہوئے، مشکیزے کا پانی ختم ہو گیا، بچہ تڑپنے لگا، ماں تڑپنے لگی، کھانے کا سامان ختم ہو گیا، جب ماں نے دیکھا کہ اس وادی..... غیہ..... ذی زرع..... میں میرا بچہ پیاسا ہے تو قرآن پاک نے اس دعا کو نقل کیا ہے، جو اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائی ہے کہ پیغمبر جب وہاں پہنچے تو پیغمبر نے واپسی پر ایک دعا مانگی تھی۔ وہ دعا کتنی عجیب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس دعا کو قرآن کے ٹیپ میں محفوظ کر لیا اور وہ دعا یہ تھی:

..... رہنا الی اسكنت من ذریعتی بواد غیر ذری زرع عند بیتک المحرم.....

اے اللہ! میں نے تیرے گھر کے دروازے پر وادی غیر ذی زرع میں، جہاں سبزہ کوئی نہ تھا اپنے لخت جگر کو تیری چوکھٹ پر رکھ دیا ہے، اب اس کے ذریعہ سے اپنے گھر کو ایسا آباد کر کہ پوری دنیا میں ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام کا نام گونج اٹھے۔

ہواد غیر ذی زرع عند بیتک المحرم..... تیرے گھر کے دروازے پر، تیرے گھر کی چوکھٹ پر میں اپنے چھوٹے سے بچے کو چھوڑ آیا ہوں..... ربنا لیقیموا الصلوٰۃ..... اے اللہ دنیا یہاں نماز پڑھے، آج تو کوئی آدمی نہیں ہے، لیکن دنیا یہاں نماز پڑھے..... فاجعل افئدۃ من الناس..... اس بات پر غور کرو جنگل میں کھڑے ہو کر آنکھوں میں آنسو تھے اور نبی رورہا تھا پروردگار کے دروازے پر کہ چھوٹا سا معصوم بچہ، دودھ پیتا بچہ، وہ بچہ جنگل میں چھوڑ دیا۔

دعائے خلیل علیہ السلام کا اثر:

جب چلے تو بیوی سے کہا کہ مجھے تیرے ساتھ کلام کرنے کی اجازت نہیں، لیکن خود تو انسان تھے، بشر تھے، پیغمبر نے زور کر کہا، اے اللہ میں تو تیرے حکم پر جا رہا ہوں، لیکن اس بچے کے ذریعہ اپنے اس گھر کو ایسا آباد کر کہ..... فاجعل افئدۃ من الناس..... مشرق و مغرب کی دنیا اس گھر کی طرف چلے، دنیا تیرے گھر کی زیارت کو آئے، آج حج کا موقع آتا ہے۔

چینی بھی کہتا ہے کہ میں نے حج پر جانا ہے
پاکستانی بھی کہتا ہے کہ میں نے حج پر جانا ہے
انڈین بھی کہتا ہے کہ میں نے حج پر جانا ہے
میرے دوستو!

یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کا نتیجہ ہے اور جب حضرت ابراہیم علیہ السلام چھوڑ کر چلے تو پانی ختم ہوا، حضرت ہاجرہ علیہا السلام پہاڑ پر چڑھ کر دیکھتی ہیں کہ شاید یہاں سے پانی مل

جائے، شاید کوئی آبادی ہو، صفا کی پہاڑی پر چڑھیں اور جب کچھ نظر نہ آیا تو پھر مروہ کی پہاڑی پر چڑھیں اور جب درمیان میں پہنچیں تو بچہ نظر نہیں آتا تھا، حالانکہ جب صفا پر چڑھتی تھیں تو بچہ سامنے تھا جب مروہ پر چڑھتی تھیں تو بچہ سامنے تھا جب درمیان میں جاتی تھیں تو بچہ نظر نہیں آتا تھا تو وہاں سے بھاگ کر گزرتی تھیں۔

اللہ تعالیٰ کو یہ ادا اتنی پسند آئی کہ جاؤ جا کر صفا مروہ پر دیکھو وہاں نشان لگے ہوئے ہیں کہ یہ سبز رنگ کے نشان ہیں، یہاں حاجی بھاگ کر گزرتا ہے۔

یہاں محمد مصطفیٰ ﷺ آئیں گے وہ بھی بھاگ کر گزریں گے
یہاں موسیٰ علیہ السلام و عیسیٰ علیہ السلام آئیں گے وہ بھی بھاگ کر گزریں گے
پاکستان کا سربراہ آئے گا بھاگ کر گزرے گا
کوئی غریب آدمی آئے گا وہ بھی بھاگ کر گزرے گا

حج کس کا نام ہے؟

کیوں؟ حج کس چیز کا نام ہے.....

حج نام ہے ہاجرہ علیہ السلام کی اداؤں کا
حج نام ہے اسماعیل علیہ السلام کی وفاؤں کا
حج نام ہے ابراہیم علیہ السلام کی دعاؤں کا

محبت خداوندی میں:

ہاجرہ کی ادا دیکھو، کہ جب ہاجرہ علیہ السلام پہاڑ پر چڑھتی ہے، بچہ نظر آتا ہے اور جب دوسرے سے پہاڑ پر آئیں تو بچہ نظر آتا ہے تو جب درمیان سے گزرتی ہیں تو بچہ نظر نہیں آتا وہاں سے بھاگ کر گزرتی ہیں، اللہ تعالیٰ کو یہ ادا اتنی پسند آئی کہ قیامت کیلئے تک اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو بھی حاجی حج کرنے آئے گا یہاں ہاجرہ علیہ السلام کی طرح پہلے صفا پر چڑھے گا پھر مروہ پر چڑھے گا، درمیان میں آئے گا تو بھاگ کر گزرے گا۔

کیوں؟ میں دنیا کو بتانا چاہتا ہوں کہ اپنے شوہر کو چھوڑ دیا، بچے کو سینے سے لگا لیا، حکم میرا تھا۔

اور جب ماں پہاڑ سے نیچے اتر آئی۔ آنکھوں سے آنسو جاری تھے، روتی ہوئی آئی کہ اب میرا بچہ نہیں بچتا اور کیا دیکھتی ہے کہ بچہ تڑپتا ہوا جب پاؤں کی ایڑی زمین پر لگا رہا ہے، تڑپتے ہوئے جب اس نے زمین پر ایڑی ماری تو چشمہ نکل آیا، اسی کو آب زم زم کہا جاتا ہے۔

وہ زم زم کا پانی، زم زم کا معنی کیا ہے؟ زم زم کا معنی ہے ٹھہر، ٹھہر، جب پانی نکلتا تھا تو سیدہ ہاجرہ رضی اللہ عنہا اس کے ارد گرد پتھر لگاتی تھیں اور کہتی تھیں ٹھہر، ٹھہر! پانی کا چشمہ نکلا نبی کے قدم سے، یہ قدم کوئی معمولی تو نہ تھے۔ یہ تو پیغمبر کے قدم تھے۔ چھوٹا سا بچہ ہے، ایڑی لگاتا ہے، تو پانی کا چشمہ نکلا، آج سے چودہ سو سال پہلے اللہ تعالیٰ نے اسی جگہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا کیا۔

زم زم کی خصوصیت:

حضرت اسماعیل علیہ السلام کے پاؤں لگے تو زم زم نکلا اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں سے یہاں ہدایت کے چشمے نکل آئے.....

جگہ ایک ہے

شہر ایک ہے

علاقہ ایک ہے

میرے بھائیو! آج ہزاروں سال گزر گئے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ایڑی پانی پر لگی تو اس

پانی کا.....

نہ رنگ بدلتا ہے

نہ ذائقہ بدلتا ہے

نہ خوشبو بدلتی ہے

کبھی آپ نے غور کیا کہ جس پانی کو نبی کی ایڑی لگی، اس کا نہ رنگ بدلے نہ مزہ بدلے، نہ خوشبو بدلے۔

آپ کی تالاب کا پانی دیکھیں، چند دنوں کے بعد اس کا رنگ بدل جائے گا۔ ذائقہ بدل جائے گا۔ خوشبو بدل جائے گی۔ نہ رنگ مٹھوٹا ہے نہ ذائقہ مٹھوٹا ہے، لیکن صدیاں گزر گئیں۔ علاقے بدل گئے، وہ مکہ جہاں پانی نہیں، وہ مکہ جہاں بزر نہیں، وہ مکہ جہاں پھل نہیں ہوتے۔ اس کے میں پانی کا چشمہ نکلا، ہزاروں سال گزر گئے، نہ رنگ بدلے، نہ ذائقہ بدلے، نہ خوشبو بدلے، کیوں؟ اس پانی کو نبی کی ایڑی لگی۔

جس پانی کو نبوت کی ایڑی لگی، وہ پانی نہیں بدلتا اور جس جسم کو نبوت کا جسم لگے وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کیسے بدل گئے، پانی کو ایڑی لگی ہزاروں سال گزر گئے۔ پانی کا نہ رنگ بدلا، نہ ذائقہ بدلا، نہ خوشبو بدلی، صدیق و عمر رضی اللہ عنہما آج چودہ سو سال سے ساتھ سوئے ہوئے ہیں، کیسے بدل گئے؟ جن کے ہاتھ نبی ﷺ کے ہاتھوں میں آئے، کیسے بدل گئے؟ جن کے جسم نبی ﷺ کے جسم کے ساتھ لگے کیسے بدل گئے؟

سب سے بلند ہے حکم خداوندی:

میرے بھائیو!

یہ پیغمبر کا اعزاز ہے اور اس کے بعد حکم ہوا کہ تم نے آزمائش کو پورا کر دیا ہے، امتحان میں کامیاب ہو گئے۔ حقیقت میں اللہ ان امتحانات سے اپنی الوہیت و ربوبیت اور اپنی توحید کا پرچم بلند کرنا چاہتا ہے، اور امت کو بتانا چاہتا ہے کہ کائنات کے لوگوں سے بلند چیز.....

نبوت ہے

نہ رسالت ہے

بلکہ سب سے بلند میں اور میرا حکم ہے، یہ ہے فلاسفی اس واقعہ کی۔ اس واقعہ کی

اصلی روح یہ ہے، اصلی روح حکم الہی کی پابندی، اللہ تعالیٰ کے حکم کی پابندی، یہ روح ہے اس واقعہ کی۔

اور امتحانات کی کامیابی پر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

— سلام علی ابراہیم —

اے ابراہیمؑ آپ پر سلام ہو، تم نے اللہ تعالیٰ کے حکم کو پورا کر دیا ہے، تم نے پروردگار کے احکام کی پابندی کی ہے۔

امتحاناتِ خلیلؑ کا نتیجہ:

پیغمبر کے ہر امتحان میں عبرت شامل ہے، نصیحت شامل ہیں، اسلام دنیا کو بتانا چاہتا ہے کہ مقابلے میں جب خدا کا حکم ہو۔

اولاد کی کوئی حقیقت نہیں

جان کی کوئی حقیقت نہیں

بیویوں کی کوئی حقیقت نہیں

بچوں کی کوئی حقیقت نہیں

مال کی کوئی حقیقت نہیں

آپ حضرت ابراہیمؑ کے سارے امتحانات سے بھی نتیجہ نکالیں گے۔

نبی کی ہر چیز میں برکت ہے:

میرے بھائیو!

آخر میں ایک بات کہہ کر ختم کرتا ہوں۔ نبی کے پاؤں میں برکت، نبی کے حج میں برکت، نبی کے لعاب میں برکت، نبی کے شہر میں برکت، نبی کے پسینے میں برکت، نبی کے مدینے میں برکت۔

اس برکت کو دیکھو کہ زم زم نہ بدلا، رنگ نہیں بدلا، ذائقہ نہیں بدلا، نہ خوشبو بدلی، اس لئے کہ پانی کو نبوت کے قدم لگے، جس کو نبوت کا وجود لگے وہ صحابہ رضی اللہ عنہم

کیسے بدلے۔

میں نے ایک حاجی سے پوچھا کہ یہ زم زم کا پانی تم کب لائے۔ اس نے کہا کہ دس سال گزر گئے۔ دس سالوں میں نہ رنگ بدلا، نہ مزید بدلا، نہ خوشبو بدلی۔

مکے کے پانی میں برکت ہے، حاجی صاحب، مولوی صاحب، حج کر کے آتے ہو، کہتے ہو کہ کھجوروں میں بڑی برکت ہے۔ یہ مدینہ شریف کی کھجور ہے، کئی لوگ کہتے ہیں مولوی صاحب یہ کھجور کا تحفہ ہے، یہ کہاں سے کھجور آئی ہے؟ یہ مدینہ سے آئی ہے، یہ رومال کہاں سے لیا ہے؟ یہ مکے کا رومال ہے، یہ مدینہ شریف کا رومال ہے، یہ خاک شفا کہاں سے ہے، یہ رسول اللہ ﷺ کے روضہ کی خاک ہے ہائے برکت مانتے ہو۔

آج چودہ صدیاں بیت گئیں، مکے کے پتھروں میں برکت مانتے ہو

مکے کے پہاڑوں میں برکت مانتے ہو

کھجوروں میں برکت مانتے ہو

مدینے کے کپڑے میں برکت مانتے ہو

سر کی ٹوپی جو مکہ سے آئی اس میں برکت مانتے ہو

مکے و مدینہ کی تسبیح میں برکت مانتے ہو

جو چودہ سو سال سے نبی ﷺ کے روضے میں سوئے ہوئے ہیں ان میں برکت

نہیں مانتے۔

کھجوروں میں برکت ہے

پانی میں برکت ہے

کپڑے میں برکت ہے

میں نے جدہ میں لوگوں کو دیکھا، ایک ریال میٹر کپڑا، وہی کپڑا مکے میں ۵

ریال میٹر ہے، ایک حاجی سے میں نے کہا یہاں مہنگا ہے۔ اس نے کہا کہ یہ مکہ نہیں ہے؟

اس نے بڑی بات کہی، میں نے کہا کہ مدینہ سے یہ پودینہ خریدتے ہو، اتنا مہنگا، جدہ سے

جاتے ہوئے خریدو، کہتے ہیں کہ جدہ میں پودینہ ہے، مثال کے طور پر ۵ ریال کلو ہے اور

مدینہ شریف میں ۱۵ ریال کا کلو، میں نے کہا کہ دس ریال زیادہ کیوں لگاتے ہو، کہتے ہیں کہ یہ محمد ﷺ کا مدینہ ہے، یہ برکت نہیں ہے؟ اتنی برکت ہے۔

مدینہ کی مٹی میں شفا ہے، نبی ﷺ کی وجہ سے اس میں برکت ہے، یہ کھجور مدینہ کی مٹی سے اُگی ہے، یہ کپڑا ہے اس کو مدینہ کی ہوا لگی ہے، مدینہ کی ہوا میرا ایمان ہے، نبی ﷺ کے جسم پر، چودہ صدیاں بیت گئیں۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کے ساتھ سویا ہوا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سویا ہوا ہے اور چودہ سو سال پہلے سارے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم محمد ﷺ کے سائے میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ پیغمبر ﷺ کی محفل میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ نبی ﷺ کی مجلس میں بیٹھے ہیں۔ آج کپڑے، مٹی اور پانی میں برکتیں مانتا ہے جو چودہ سو سال پہلے نبی کے ساتھ بیٹھے رہے، ان میں برکت نہیں مانتا۔

اہمیت قربانی:

میرے بھائیو! ایک دو باتیں قربانی کے حوالہ سے سماعت فرمائیں، حدیث شریف میں آتا ہے۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ عید الاضحیٰ کے دنوں میں اللہ کو قربانی کے جانور ذبح کرنے سے بڑا کوئی عمل پسند نہیں۔ سب سے بڑا عمل قربانی کے جانور ذبح کرنے کا کام ہے۔ (جامع ترمذی، سنن ابن ماجہ)

قرآن پاک میں آتا ہے..... ان صلاتی..... میری نماز..... ونسکی..... اور میری قربانی..... و محیای و مماتی..... میری زندگی اور میری موت..... للہ رب العالمین..... اے اللہ صرف تیرے لئے ہے..... قربانی کا خالص تصور اللہ تعالیٰ کی رضا ہے اور اس پر اللہ کیا انعام عطا کرتا ہے؟

حضور ﷺ نے فرمایا کہ قربانی کے جانور کے جسم پر جتنے بال ہوتے ہیں، قربانی کرنے والوں کو ان جسموں کے بالوں کے برابر نیکیاں عطا فرماتے ہیں۔

(رواہ ترمذی)

ایک مسئلے کی بات کہ گائے میں سات حصے ہوتے ہیں۔ (صحیح مسلم و سنن،

ابوداؤد) اگر سات حصوں میں ایک بھی حصہ کسی قادیانی یا شیعہ کا شامل کر لیا تو سب کی قربانی باطل اور ناجائز ہوگی۔

میرے بھائیو! میں انہیں الفاظ پر ختم کرتا ہوں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ہمارا حامی و

ناصر ہو۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ○



تعمیر بیت اللہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
وَ اِذْ یَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَیْتِ وَاِسْمٰعِیْلُ رَبَّنَا تَقَبَّلْ
مِّنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ﴿۱۲۷﴾
(پارہ ۱، سورۃ البقرۃ، آیت: ۱۲۷)

ﷺ
الصلوات

ترجمہ:

”اور یاد کر جب اٹھاتے تھے ابراہیم علیہ السلام بنیادیں خانہ کعبہ کی اور
اسماعیل علیہ السلام، اور دعا کرتے تھے اے پروردگار، ہمارے قبول کر
ہم سے بے شک تو ہی ہے سننے والا جاننے والا۔“

شعر:

وہ دنیا میں گھر سب سے پہلا خدا کا
خلیل ایک معمار تھا جس بنا کا

تمہید:

قابل صد احترام بزرگو اور دوستو! حضرت ابراہیم علیہ السلام کے امتحانات میں سے ایک امتحان یہ ہے کہ خانہ کعبہ کی تعمیر کرو، اللہ تعالیٰ کے نبی نے خانہ کعبہ کی تعمیر کر کے اللہ تعالیٰ سے مانگا کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ سے کیا سوال کیا؟ جو کچھ مانگا وہ بھی بے مثال تھا اور وہ چیز کیا مانگی؟ اللہ تعالیٰ نے پیغمبر سے کہا کہ تم سارے امتحانات میں کامیاب ہو گئے ہو، اب جو کچھ خدا سے مانگنا چاہتے ہو مانگو، چنانچہ نبی نے مانگا اور جو کچھ مانگا اس کا ذکر بھی قرآن میں ہے کہ مزدور کو مزدوری آخر میں ملتی ہے تو پیغمبر کو مزدوری ملی۔ خانہ کعبہ کی مزدوری اور امتحانات میں کامیابی کی مزدوری اور اللہ تعالیٰ سے جو مانگا اللہ تعالیٰ نے وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی جھولی میں ڈال دیا۔

بے مثال مستری و مزدور:

اور اللہ تعالیٰ نے اس واقعہ کی طرف اشارہ فرمایا:

..... واذ يرفع ابراهيم القواعد.....

اے محمد رسول اللہ ﷺ اس وقت کو یاد کر..... جب ابراہیم علیہ السلام نے میرے حکم پر کعبے کی دیواریں کھڑی کیں۔ دیکھو مزدور اسماعیل علیہ السلام ذبح اللہ ہے اور مستری ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام ہے اور جس نے آباد کرنا ہے وہ محمد رسول اللہ ﷺ ہے۔

مستری بھی بے مثال

مزدور بھی بے مثال

آباد کرنے والا بھی بے مثال

ایسا مستری نہیں دیکھا کسی نے، نبی ہو کر مستریوں والا کام کرے، یہ بات نہیں ہے اصل بات یہ ہے کہ گھر بے مثال ہے۔ اللہ تعالیٰ کا گھر ہے۔ دیکھو یہاں بھی اللہ تعالیٰ کے گھر بنتے ہیں، کوئی ولی اللہ کا گھر نہیں بناتا، بناتا تو مستری ہے لیکن وہاں گھر بنانے کیلئے اللہ تعالیٰ نے پیغمبر کا انتخاب کیا، کہ اے نبی یہاں تو مستری بن۔

بیت اللہ کی تعمیر کا مقصد:

قواعد..... کا معنی، دیواریں، بنیادیں، کھڑی کرنا، تیار کرنا..... واذیرفع ابراہیم القواعد من البيت و اسماعیل..... ابراہیم اور اسماعیل دونوں نے بنیادیں کھڑی کیں، حالانکہ جگہ خانہ کعبہ کی ہے، اس جگہ پر نشان حضرت آدم علیہ السلام نے لگایا تھا کہ یہاں اللہ تعالیٰ کا گھر بنے گا اور پھر اللہ تعالیٰ نے تعمیر کیلئے حضرت ابراہیم علیہ السلام و حضرت اسماعیل علیہ السلام کو بھیجا کہ جاؤ کعبہ کی تعمیر کرو۔

میرے بھائیو! قرآن پاک نے اس کو ان الفاظ میں بھی بیان کیا ہے کہ..... واذ بانا لابرہیم مکان البيت..... ہم نے ٹھکانہ دیا ابراہیم علیہ السلام کو، اپنے گھر اور جس وقت بنایا..... بانا..... نشان لگایا..... مکان البيت..... جس وقت ہم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جگہ دی..... اپنے گھر میں جگہ دی، کیوں جگہ دی..... ان لا تشرك..... تاکہ کعبہ میں آکر کوئی شرک نہ کرے..... مکان البيت ان لا تشرك بی شینا..... اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرے ساتھ کسی کو کوئی شریک نہ بنائے، کعبہ کی بنیاد رکھی گئی تاکہ شرک کی جڑیں کاٹی جائیں، کعبہ کیوں بنایا گیا، تاکہ ایک دروازے پر دنیا جھکے۔

اگر کعبہ نہ ہوتا اور مسجد نہ ہوتی تو ہر آدمی اپنی اپنی جگہ اور بستی میں شرک کرتا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم جدھر بھی ہو، منہ اس طرف کرو، ساری دنیا کے لوگوں کا منہ کعبہ کی طرف ہوگا، گویا کہ سجدہ پروردگار کو ہوگا اور شرک کی جڑوں کو کاٹا جائے گا۔

مکے کے مشرک ۳۶۰ بت خانہ کعبہ میں رکھ کر ان کو سجدہ کرتے تھے، یہ تو بعد کی بات ہے، لیکن کعبہ کس لئے بنایا گیا تھا..... ان لا تشرك بی شینا..... تاکہ میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا جائے اور کعبہ نہ ہوتا تو شرک جنم لیتا۔ اللہ تعالیٰ نے شرک ختم کرنے کیلئے یعنی لوگ پتھر کی مورتیوں کو سجدہ کرتے تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد آزر بت بتاتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ بت بنانے والے باپ کے گھر میں، ایسا آدمی بھیجتا ہوں کہ جو بتوں کی جڑوں کو کاٹ دے، جو بت شکن ہو اور اس نے بتوں کا

بیڑہ غرق کر دیا اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تو نے بت گرا دیئے۔
میرا گھر بنا، تاکہ ساری دنیا ان بتوں کے آگے سر جھکانے کی بجائے میرے
دروازے پر آ کر سجدہ کرے۔

واذ بانا لابرہیم مکان البیت ان لا تشرك بی شینا..... تاکہ کوئی
میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کرے..... و طهر بیتی لطائفین..... اس گھر کو صاف ستھرا
بنایا جائے، میں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کیوں حکم دیا کہ میرا گھر تعمیر کر، تاکہ.....

لوگ بت پرستی چھوڑ دیں
غیروں کو پوجنا چھوڑ دیں
یعنی کعبہ کی بنیاد تو حید پر رکھی گئی تاکہ شرک کی جڑیں کٹ جائیں، کعبہ کی بنیاد
ایک خدا کی الوہیت کو منوانے پر رکھی گئی۔

اللہ نے قیام کعبہ کی بنیادی وجہ یہ بتائی..... ان لا تشرك بی شینا..... تعمیر
کعبہ اس لئے ہے کہ کوئی سر میرے در کے سوانہ جھکے، جھکے تو میرے دروازے پر،

طواف صرف کعبہ کا ہے:

آج دیکھو جو لوگ حج کرنے جاتے ہیں۔ توحید ان کے چہروں سے چمکتی ہے،
دو چادریں، کفن والی دو چادریں پہن کر کیا کہتے ہیں..... لبیک اللہم لبیک لا
شریک لك لبیک..... تیرا شریک کوئی نہیں، اور کعبہ بنایا کس لئے گیا..... ان لا تشرك
بی شینا..... کوئی میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کرے اور زبان پر ترانہ کیا ہے..... لبیک
اللہم لبیک لا شریک لك لبیک ان الحمد والنعمة لك والملك لا شریک
لك..... اے اللہ ساری دنیا تیرے در پر آ کر یہی ترانہ پڑھتی ہے۔ اے اللہ تیرا شریک
کوئی نہیں۔

اللہ نے فرمایا کہ میں نے تو ابراہیم علیہ السلام کو کہا تھا کہ کعبہ بنا، میں نے تو اسی
وقت کہہ دیا تھا کہ..... و طهر بیتی لطائفین..... اور طواف کرنے والوں کیلئے میرے

گھر کی صفائی کرتا کہ لوگ اعتکاف کریں، تاکہ لوگ اس گھر کے اندر چکر لگائیں اور تیرے گھر میں آکر لوگ کہیں کہ ہم نے تیرے گھر میں آکر سر جھکا دیا اور تیرے گھر کے سوا ہم کسی اور کے گھر کا طواف نہیں کر سکتے۔

آج کل کئی لوگ قبروں کا طواف کرتے ہیں۔ قرآن کہتا ہے کہ طواف کیلئے میرے گھر کے سوا کسی اور کا گھر نہیں، طواف تو محمد مصطفیٰ ﷺ کی قبر کا بھی نہیں ہو سکتا۔ طواف تو پیغمبر دو جہاں کے روضے کا بھی نہیں ہو سکتا۔ قبر کا طواف کیسے ہو سکتا ہے؟ خواجہ علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کی قبر کا طواف کیسے ہو سکتا ہے؟ بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کی قبر کا طواف کیسے ہو سکتا ہے؟ اگر طواف کرنا جائز ہوتا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رسول اللہ ﷺ کی قبر کا طواف کرتے۔ اگر قبر پر سجدہ جائز ہوتا تو ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما رسول اللہ ﷺ کی قبر پر سجدہ کرتے۔

عرق گلاب سے قبر کو دھونا ثواب اور جائز ہوتا تو رسول اللہ ﷺ کی قبر کو عرق گلاب سے دھویا جاتا، کیا نبی ﷺ کی قبر کو عرق گلاب سے دھویا گیا؟ (نہیں) ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما نے نبی ﷺ کی قبر پر طواف کیا؟ (نہیں)

حضور ﷺ نے فرمایا..... لعن اللہ الیہود والنصارى..... یہود و نصاریٰ پر لعنت ہو..... اتخذوا قبورا انبیاء ہم مساجدا..... جنہوں نے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۶۹)

حضور ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ قبروں کو پختہ نہ بناؤ، قبر پر نہ بیٹھو، قبر پر قبے نہ بناؤ۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۱۲۸) لیکن آج کل سارا کچھ ہوتا ہے، قبروں کے چھت بنانے سے نبی ﷺ نے منع کیا۔ قبروں کا طواف کرنے سے نبی ﷺ نے منع فرمایا، قبر کو پختہ بنانے سے نبی ﷺ نے منع فرمایا ہے، قبر پر بیٹھنے سے نبی ﷺ نے منع فرمایا ہے، لیکن لوگ اس کی طرف توجہ نہیں کرتے۔

طواف اللہ تعالیٰ کے گھر کے سوا کسی کا نہیں، طواف قبر کا نہیں ہو سکتا، اگر قبر کا طواف جائز ہوتا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رسول اللہ ﷺ کی قبر کا طواف کرتے۔

عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کی اتباع رسول:

میرے بھائیو! صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کوئی طریقہ ایسا نہیں کرتے کہ جو کام نبی ﷺ نے نہ کیا ہو۔ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے پوری زندگی میں وہ کام نہیں کیا کہ رسول اللہ نے نہ کیا ہو۔

مدینہ سے حج کرنے گئے، جس جگہ پر نبی ﷺ پڑاؤ ڈالتے تھے اسی طرح یہ رکتے تھے، پیغمبر ﷺ نے جہاں قضائے حاجت کی، وہاں انہوں نے قضائے حاجت کی اور فرمایا کہ میں نے کوئی عمل بھی نبی ﷺ کے خلاف نہیں کیا۔

اور استنجے بھی نبی ﷺ کے حکم کے مطابق کرتے تھے کہ نبی ﷺ نے استنجے کا یہ طریقہ بتایا ہے۔

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی اتباع رسول ﷺ:

حضور ﷺ نے فرمایا ابوبکر رضی اللہ عنہ چادر کو اوپر کرلو، چادر میلی ہو جائے گی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ چادر میلی ہو جائے تو اوپر لے لیں گے، تو فرمایا کہ پھر میری سنت چھوٹ جائے گی، صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ساری زندگی چادر کو نیچے نہیں کیا۔

کمال اتباع رسول:

ایک صحابی رضی اللہ عنہ کی چادر ٹخنوں سے نیچے چلی گئی، حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ میں نے منع کیا ہے کہ چادر ٹخنوں سے نیچے کیوں کرتے ہو، اس نے اس چادر کو اتار کر تنور میں ڈال دیا اور کہا کہ جو چادر نبی ﷺ کی سنت کے خلاف ہو وہ چادر پہننے کی ضرورت نہیں ہے۔

بیت اللہ تو حید کا پیامبر:

میرے بھائیو! قرآن کہتا ہے کہ خانہ کعبہ تعمیر ہو رہا ہے۔ اس کو حضرت ابراہیم علیہ السلام تعمیر کر رہے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام پتھر لگا رہے ہیں، اسماعیل علیہ السلام اینٹیں اور گارا

پکڑا رہے ہیں، وہ گھر بھی بڑا عجیب ہے کہ بنانے والا بھی بے مثال اور گارالانے والا بھی بے مثال، کیوں؟ (دونوں نبی ہیں) اور جس محمد ﷺ نے آباد کرنا ہے وہ بھی بے مثال۔

قرآن کہتا ہے..... واذ بوانا لابرہیم مکان البیت ان لا تشرک بی شیئا..... کعبہ اس لئے بنایا گیا تاکہ شرک کی جڑیں کاٹ دی جائیں، تاکہ شرک پر کوڑ لگا دیئے جائیں، تاکہ شرک کے مجسمے گر جائیں، تاکہ شرک کی بنیادوں کو ختم کر دیا جائے اور ساری کائنات اپنی گردن کو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کے سامنے نہ جھکائے، کسی اور کے سامنے سجدہ ریز نہ ہو، کعبہ اس لئے تعمیر ہوا کہ توحید کا پرچم بلند ہو۔

خانہ کعبہ کی تعمیر ہو رہی ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام تعمیر کر رہے ہیں اور توحید کے اظہار کے لئے بیت اللہ بنا۔

درود ابراہیمی کا مطلب:

مجھے بتاؤ نماز میں درود شریف پڑھتے ہو..... اللھم صل علی محمد و علی آل محمد کما صلیت علی ابراہیم و علی آل ابراہیم..... اس کا کیا مطلب ہے؟

اے اللہ درود بھیج محمد رسول اللہ ﷺ پر اور درود بھیج محمد رسول اللہ ﷺ کی آل اور جماعت پر، اور کیسے؟..... کما صلیت..... جیسے تو نے درود بھیجا..... علی ابراہیم..... ابراہیم علیہ السلام پر درود بھیجا..... و علی آل ابراہیم..... اور ابراہیم علیہ السلام کی آل پر درود بھیجا۔

آل و اولاد کا مطلب:

آل اولاد کا مطلب کیا ہے؟ آل اولاد کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ صرف حقیقی بیٹا ہو، بلکہ جماعت کو بھی آل اولاد کہتے ہیں، ماننے والوں کو بھی آل اولاد کہتے ہیں اور پیروکاروں کو اور فالو (Follower) کو بھی آل اولاد کہتے ہیں۔

پرچم توحید بلند کرنے والے:

تو دیکھو ہم حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ہر نماز میں درود پڑھتے ہیں۔ نبی پر بھی پڑھتے ہیں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام پر بھی پڑھتے ہیں اور کسی نبی پر نہیں پڑھتے۔ ایک لاکھ چوبیس ہزار نبی آئے کسی اور نبی پر درود پڑھتے ہو؟ (نہیں) حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابراہیم علیہ السلام پر پڑھتے ہو، کیوں؟ ابراہیم علیہ السلام پر درود اس لئے پڑھا جاتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کا گھر اس لئے بنایا تھا تا کہ شرک کی بنیادوں کو اکھاڑ دیا جائے۔

جنہوں نے توحید کا پرچم بلند کیا، اللہ تعالیٰ نے قیامت تک ان کا نام لیکر درود پڑھنے کا حکم دیا ان پر رحمت بھیجو، حالانکہ باقی انبیاء کرام علیہم السلام نے بھی توحید کی دعوت دی، شرک کی تردید کی لیکن توحید کیلئے

ابراہیم علیہ السلام نے آگ میں چھلانگ لگائی

ابراہیم علیہ السلام نے توحید کا ترانہ کعبہ میں بلند کیا۔

ابراہیم علیہ السلام نے توحید کے اظہار کو برسر میدان کیا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حج کا اعلان کیا:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کعبہ کی صفائی کر، تا کہ دنیا کعبہ کا طواف کرے گی.....
لِلطَّائِفِينَ وَالْقَائِمِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ..... رکوع بھی کرے گی سجدے بھی کرے گی۔
طواف بھی کرے گی، رکوع کے لائق بھی میرا گھر، سجدے کے لائق بھی میرا گھر، طواف کے لائق بھی میرا گھر۔

اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حکم ہوا..... وَاذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ..... حضرت ابراہیم علیہ السلام کہتے ہیں اے دنیا کے لوگو! آؤ کعبہ کی طرف..... يٰۤاَتُوْكَ رَجَالًا وَّ عَلٰى كُلِّ ضَامِرٍ مِّنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ..... اے اللہ جو کعبہ بنایا ہے۔ ساری دنیا کی توجہ اس کعبہ کی طرف کر دے، ساری کائنات کی توجہ اس کعبہ کی طرف کر دے۔

میرے بھائیو! اس کعبہ کی تعمیر کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے رسول اللہ ﷺ کو مانگا اور ۳۱ پشتوں کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں آئے۔ اور اس کعبہ میں رسول اللہ ﷺ نے اللہ سے فاروق حبیبؓ مانگا تو اگلے ہی دن عمر فاروقؓ پیغمبر ﷺ کی جھولی میں آ گیا۔

میرے اللہ نے دونوں دعائیں قبول فرمائیں، اور پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حکم ہوا۔ واذن فی الناس اعلان کر لوگوں میں۔ بالحب۔ حج کا، اولوگو حج کیلئے آؤ، کعبہ تو بن گیا ہے۔ اب اعلان ہو رہا ہے۔ یاتوک رجالا۔ اے نبی تو دیکھے گا۔ دنیا آئے گی۔ ابراہیم علیہ السلام! تو پریشان کیوں ہوتا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عرض کیا کہ یہ گھر جو بنایا ہے ساری دنیا اس کا طواف کرے۔

دنیا آئے کہاں سے؟..... وعلی کل ضامر یاتین من کل فجہ عمیق..... آخری کونہ، میں تیرا گھر بنا رہا ہوں، جب گھر بن جائے تو حج کرنے کیلئے دنیا کے آخری کونوں کے لوگ آئیں۔

دعائے خلیل علیہ السلام کا اثر:

میں آسٹریلیا کے دورے پر گیا، تو آسٹریلیا کا ایک شہر ہے سڈنی، سڈنی میسائینوں کا شہر ہے۔ بدھ مت لوگوں کا علاقہ ہے، بت پرستوں کا، میں وہاں ایک جگہ پر جا کر ٹھہرا، تو ایک آدمی سے میں نے پوچھا کہ تو کہاں جا رہا ہے۔ اس نے کہا کہ میں حج پر جا رہا ہوں۔ میں نے کہا کہ یہاں سے خانہ کعبہ کتنا دور ہے، کہتا ہے چودہ ہزار میل، اور سڈنی کے سمندر کے کنارے پر میرا گھر ہے اور آگے سورج نکلتا ہے آبادی کوئی نہیں۔

جب اس نے کہا کہ آگے آبادی کوئی نہیں اور صرف سورج نکلتا ہے تو مجھے قرآن کی یہ آیت سمجھ میں آئی..... یاتین من کل فجہ عمیق.....

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ میں دعا مانگی اے اللہ! اس تیرے گھر میں دنیا کے آخری کونے سے لوگ آئیں، تو جب اس نے کہا کہ میں حج پر جا رہا ہوں، تو مجھے

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا یاد آئی کہ دنیا کے کونے کونے سے لوگ اپنا گھریا رچھوڑ کر تیرے گھر کا طواف کریں۔

آج طواف کرتے ہیں کہ نہیں؟ (کرتے ہیں) برف پوش علاقوں سے جہاں کوئی کارخانہ نہیں، جہاں ریڈیو ٹیلی ویژن نہیں، مشینری نہیں، کوئی گاڑی نہیں چلتی، وہاں سے لوگ حج پر جاتے ہیں کہ جن کو زبان کوئی نہیں آتی، بول نہیں سکتا۔

میں نے حج پر دیکھا کہ بہت خوبصورت لوگ ہیں، زبان نہیں آتی، لیکن لفظ ان کی زبان پر کیا جاری ہے..... لبیک اللہم لبیک لا شریک لک لبیک..... اور یہ کہہ کر کعبہ کا طواف کر رہے ہیں اور جب وہ کعبہ کا طواف کرتے تھے تو۔

مجھے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہ دعا یاد آ رہی تھی کہ ابراہیم علیہ السلام نے دعا میں کہا تھا..... یا تبارک و تعالیٰ کل ضامریاتین من کل فجہ عمیق..... کہ ایک وقت آئے گا کہ دنیا کے ایک ایک خطے سے آ کر لوگ اس کعبہ کا طواف کریں گے اور اللہ تعالیٰ کا نام بلند کریں گے۔

جب کعبہ پر نظر پڑے تو:

قرآن کہتا ہے اے دنیا کے لوگو، کعبہ میں آؤ، کعبہ کا طواف کرو، کعبہ میں روؤ۔ علماء کہتے ہیں کہ جب کوئی آدمی خانہ کعبہ میں جاتا ہے پہلی نظر جب کعبہ پر پڑتی ہے جو دل میں مراد ہو، اللہ تعالیٰ جھولی بھر دیتا ہے، جو آدمی روئے اللہ تعالیٰ اس کے رونے کو ضائع نہیں کرتے۔

کعبہ میں دعا کی جو قبول ہوئی:

میرے بھائیو! ایک بات بتاتا ہوں کہ یہ جو جگہ ہے اس جگہ کا سودا ہوا، ساڑھے سات لاکھ روپے میں، تاریخ طے ہو گئی اور جا کر ملتزم سے چمٹ کر دعا کی کہ اے اللہ تو جانتا ہے کہ پیسے نہیں ہیں لیکن میری حاجت کو پورا کرنے والا تیرے سوا کوئی نہیں ہے۔

واپسی پر میں دعائیٰ گیا تو مجھے وہاں ایک آدمی ملا، اس نے کہا کہ فاروقی صاحب سنا ہے کہ آپ ادارہ بنا رہے ہیں، تو میں نے کہا کہ جی اس نے پوچھا کہ کوئی خدمت ہو تو بتائیں تو میں نے صورت حال سے آگاہ کیا، اس نے ساڑھے چار لاکھ وہیں ادا کر دیئے۔

اور یہ پیسے اس آدمی نے نہیں دیئے، اصل میں وہ دعا تھی جو ملتزم میں مانگی گئی تھی۔ اس جگہ کی دعا کی برکت سے، اس نے ساڑھے چار لاکھ دیئے۔
میں آپ سے کہتا ہوں کہ کوئی دنیا کی مشکل ہو، اللہ تعالیٰ کے دروازے پر کھڑے ہو جاؤ، خانہ کعبہ کا جو دروازہ ہے اس کو ملتزم کہتے ہیں، حضور اکرم ﷺ نے بھی وہیں کھڑے ہو کر دعائیں مانگی تھیں، اے اللہ! میں تیرے دروازے پر تیری چوکھٹ پر رو رہا ہوں۔

خلوص کی دعا:

میں حج کرنے گیا تو مجھے ایک آدمی نے قاضی احسان احمد شجاع آبادی رحمہ اللہ کی بڑی عجیب بات بتائی۔ قاضی احسان احمد شجاع آبادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی ملتزم پر چڑھا ہے وہ اللہ تعالیٰ سے پنجابی میں بات کر رہا تھا وہ کہہ رہا ہے..... رہا گل سن..... وہ فرماتے ہیں کہ میں نے کہا کہ یہ رب سے کیا باتیں کر رہا ہے..... رہا گل سن اسی اپنے علاقے وچ بڑے جرائم پیشہ لوک آں، لیکن ایک گل سن لے، کوئی لگا بھرا قتل کر کے ساڑھے دروازے تے آ جائے، اسی کدی اونوں واپس نہیں گھلیا..... قتل کر کے ہمارے دروازے پر آ جائے کہ میں تیرے دروازے پر آ گیا ہوں کہ مجھے معاف کر دے ہم معاف کر دیتے ہیں لیکن میں سارے گناہ کر کے تیرے دروازے پر آ چکا ہوں اگر تو معاف نہیں کرتا تو پھر تیرے اور میرے میں کیا فرق ہے؟
حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مجھے اس کی دعا میں اتنا اثر معلوم ہوا کہ میں نے کہا کہ میرے سارے حج کا ثواب لے لے اور مجھے اس دعا کا ثواب دے

دے اس نے کہا کہ میں نے تورب سے بات کی ہے پتہ نہیں معافی ملی ہے یا نہیں؟
وہاں جا کر نظام ہی عجیب ہوتا ہے۔ بڑے بڑے گناہ گار روتے ہیں، لیکن
بڑے بڑے بدنصیب ایسے دیکھے کہ جن کو کعبہ میں رونے کی توفیق نہیں ہوتی۔ ایسے بھی
ہوتے ہیں کہ جو طواف کرتے ہیں تو ان کا رونا بھی بند نہیں ہوتا۔

علماء کہتے ہیں کہ جب آدمی کعبہ کا طواف کرتا ہو تو وہ فرشتوں کے سائے میں
ہوتا ہے، ہر وقت کعبہ میں آواز آتی ہے مانگ کیا مانگتا ہے، آج جو کچھ تو مجھ سے مانگے گا
میں تیری جھولی بھرنے کیلئے تیار ہوں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کعبہ میں دعا:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبے میں ایک دعا مانگی تھی..... انک تسمع کلامی..... اے
اللہ تو میری بات تو سن رہا ہے اور تو میری اوقات کو جانتا ہے دعا کر رہے ہیں کعبے میں
کھڑے ہو کر، تیرا اور میرا پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم دعا کر رہا ہے..... اللھم انک تسمع کلامی.....
اے اللہ میری بات، کوسن رہا ہے اور تو میری اوقات کو جانتا ہے..... اور آگے فرمایا.....
اور تو میرے ظاہر اور باطن کو جانتا ہے..... اور تجھ پر میری کوئی چیز پوشیدہ نہیں..... میں
منگتا تیرے دروازے پر حاضر ہوں۔

کون فرما رہا ہے؟ دنیا کا سب سے بڑا سردار، جس کے قدموں میں جنت ہے
وہ فرما رہا ہے..... میں تنگ دست فقیر ہوں اے اللہ میں اپنے گناہوں کا اقرار کرتا ہوں،
حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمے کوئی گناہ نہیں تھا۔ اے اللہ میں منگتوں کی طرح تجھ سے مانگ
رہا ہوں۔ جس طرح کوئی آدمی ذلیل و رسوا ہو جاتا ہے۔ اے اللہ میں اس طرح تیرے
دروازے پر سر رکھ رہا ہوں۔

دنیا کا سب سے بڑا سردار کعبہ کے دروازے پر سر رکھ کر کہتا ہے کہ اے اللہ
میں اس آدمی کی طرح تیرے دروازے پر آیا ہوں کہ جس کا کوئی سہارا نہ ہو، تنگ دست
ہو، جس کا کوئی مشکل کشا نہ ہو، جس کا کوئی حاجت روانہ ہو، تیرے دروازے پر آ کر اس

کا کام بن سکتا ہو۔

میں نے اپنی گردن تیرے در پر ڈال دی ہے۔ میرے آنسو تیرے دروازے پر بہہ رہے ہیں اور میں اپنے جسم کو تیری چوکھٹ پر رکھ رہا ہوں، اور اپنا ماتھا تیرے دروازے پر رگڑ کر کہتا ہوں کہ دنیا کا سب سے بڑا سردار تیرے دامن کو پکڑ کر کہتا ہے۔ اے اللہ! میری مشکل کشائی تیرے سوا کوئی پوری نہیں کر سکتا۔ میں تیرے صحابہ رضی اللہ عنہم کو تیرے دروازے پر لے آیا ہوں۔ ان کو کامیاب کر دے۔ یہ تیرے بندے ہیں، ناکام کر دے تیرے بندے ہیں۔

لیکن میں سفید داڑھی کے ساتھ تیری چوکھٹ پر صدا دیتا ہوں کہ اے اللہ تیرا محمد ﷺ تیرے دروازے پر رو رہا ہے، مجھے امید ہے کہ میرے لئے رحمت کے دروازے کھول دے گا۔ مسلمانو یہ دنیا کا سب سے بڑا سردار کعبہ میں رو رہا ہے۔

شفاعت سے محروم کون؟

حضور ﷺ کے فرمان پر غور کرو حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ جو آدمی مکے میں آیا اور مدینہ میں نہ آیا، وہ قیامت کے دن میری شفاعت سے محروم رہا۔ میرے بھائیو! حضور اکرم ﷺ کے روضہ پر جانا اور کعبہ میں جانا یہ بہت بڑا شرف ہے۔ میں نے دیکھا کہ بڑے بڑے لوگ اور روضاء کعبہ میں رو رہے ہیں وہاں تو ہر آدمی کے جسم پر دو ہی کپڑے ہیں، ایک اوپر کپڑا ہے ایک نیچے کپڑا ہے اور توحید کی صدا ہے۔

عبادات کا خلاصہ توحید ہے:

مسلمانو! عقیدے کو درست کرو۔

تو توحید کا اقرار کرتا ہے۔	جب آدمی حج پر جاتا ہے
تو توحید کا اقرار کرتا ہے۔	جب آدمی نماز پڑھتا ہے
تو توحید کا اقرار کرتا ہے۔	جب روزہ رکھتا ہے

جب زکوٰۃ دیتا ہے توحید کا اقرار کرتا ہے

..... سب سے بڑی بات

توحید کا اقرار ہے

دین کا اقرار ہے

شریعت کا اقرار ہے

میرے بھائیو! ۹ ذی الحج کو عصر کے بعد سے تکبیریں آپ نے پڑھنی ہیں۔ ہر فرض نماز کے بعد..... اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ اور ۱۲ ذی الحج عصر تک آپ نے پابندی کے ساتھ پڑھنی ہیں، تاکہ ان حاجیوں کے ساتھ آپ کی مشابہت ہو جائے، جو حج وہاں ہو رہا ہے۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اِنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝



واقعہ قربانی

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

وَقَالَ إِنِّي ذَاهِبٌ إِلَىٰ رَبِّي سَيَهْدِينِ ۚ رَبِّ هَبْ لِي مِنَ الصَّالِحِينَ ۚ فَبَشِّرْنَاهُ بِعِلْمٍ حَلِيمٍ ۚ فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يَبْنَئِي إِنِّي أَرَىٰ فِي الْمَنَامِ أَنِّي أَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرَىٰ ۚ قَالَ يَٰأَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِي إِن شَاءَ اللَّهُ مِنَ الصَّادِقِينَ ۚ فَلَمَّا أَسْلَمَا وَتَلَّاهُمَا لِلْجَبِينِ ۚ وَنَادَيْنَاهُ أَنْ يَا بُرْهِيمُ ۚ قَدْ صَدَّقَتِ الرُّعْيَا إِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ۚ إِنَّ هَذَا لَهُوَ الْبَلَاءُ الْمُبِينُ ۚ وَفَدَيْنَاهُ بِذِبْحٍ عَظِيمٍ ۚ

(پارہ ۲۳، سورۃ الصافات، آیت: ۹۹ تا ۱۰۷)

اللہ
عظیم

ترجمہ:

”اور بولا میں جاتا ہوں اپنے رب کی طرف وہ مجھ کو راہ دے گا۔“

اے رب بخش مجھ کو کوئی نیک بیٹا۔ خوش خبری دی ہم نے اس کو ایک لڑکے کو جو ہوگا تحمل والا، پھر جب پہنچا اس کے ساتھ دوڑنے دہا اے بیٹے میں دیکھتا ہوں خواب میں کہ تجھ کو ذبح کرتا ہوں، پھر دیکھ کہ تو یہاں دیکھتا ہے، بولا اے باپ کر ڈال جو تجھ کو حکم ہوتا ہے، تو مجھ کو پائے گا اگر اللہ نے چاہا سہارنے والا پھر جب دونوں نے حکم مانا اور پچھاڑا اس کو ماتھے کے بل، اور ہم نے اس کو پکارا یوں کہ اے ابراہیم تو نے سچ کر دکھایا خواب، ہم یوں دیتے ہیں بدلہ نیکی کرنے والوں کو، بیشک یہی ہے صریح جانچنا اور اس کا بدلہ دیا ہم نے ایک جانور ذبح کرنے کے واسطے بڑا۔“

تمہید:

قابل صد احترام بزرگو اور دوستو! آج عید الاضحیٰ کی مناسبت سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مشہور واقعہ بیان کیا جائے گا (ان شاء اللہ) حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ کے وہ جلیل القدر پیغمبر ہیں کہ جن پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے بڑے بڑے امتحان آئے، ابراہیم علیہ السلام وہ پیغمبر ہیں کہ جن کے چار بڑے امتحانوں کا ذکر قرآن میں ہے۔ چار امتحان کون کون سے تھے ان کے نام سن لیں اور پھر آخری چوتھے امتحان کا ذکر تفصیل کے ساتھ ہوگا، چونکہ عید الاضحیٰ کے ساتھ اس کی مناسبت ہے اور باقی امتحانوں کا ذکر بعد میں ہوگا۔

خلیل اللہ علیہ السلام کے امتحانات:

پہلا امتحان کیا تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ایک امتحان یہ لیا کہ ان کو حکم دیا کہ آگ میں چھلانگ لگاؤ تو پیغمبر نے یہ نہیں کہا کہ میں جل جاؤں گا۔ میرا جسم جل جائے گا۔ حکم اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوا اور انہوں نے آگ میں چھلانگ لگا دی۔ جس کا قرآن پاک میں ذکر ہے، قرآن نے یہ کہہ کر اس بات کا ذکر کیا..... قلنا یا نار کونی

بردا و سلاما علی ابراہیم ابراہیم علیہ السلام نے آگ میں چھلانگ لگائی اور ہم نے آگ کو ٹھنڈا کر دیا، یہ پہلا امتحان ہے۔

دوسرا امتحان کیا ہے؟ دوسرا امتحان یہ تھا کہ ابراہیم علیہ السلام کے گھر میں اولاد نہیں تھی۔ پیغمبر نے اللہ تعالیٰ سے رورود کر کہا کہ اے اللہ مجھے اولاد عطا کر، اپنی عمر ۸۷ سال تھی بیوی بھی بوڑھی تھی، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی کہ اے اللہ! میری جھولی کو اولاد سے بھر دے۔ اولاد کے خزانے تیرے سوا کسی کے پاس نہیں، آج کل تو ہمارے ہاں اولاد کے خزانے پیروں کے پاس بھی ہیں۔ لوگوں کے بقول، اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے پاس اولاد کے خزانے نہیں۔

دیکھیں حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کتنا بڑا حکیم ہے، ۱۰۰۰ سے زائد کتابیں لکھیں، ساری دنیا کو نسخے بتائے، لیکن اپنی کوئی نرینہ اولاد نہیں، ساری زندگی دنیا کو نصیحتیں کرتے رہے، لیکن اپنے گھر میں کوئی لڑکا پیدا نہ ہوا۔ یہ خزانے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے پاس نہیں۔

حضرت سلطان باہو رحمہ اللہ کے دربار پر جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ لے لکڑتے دے پتر اور وہاں دربار پر ایک بیری کا درخت ہے، میں بھی کئی دفعہ فاتحہ خوانی کیلئے جاتا رہتا ہوں، حضرت سلطان العارفین رحمہ اللہ نیک بزرگ گزرے ہیں، وہاں بیری کے نیچے عورتیں بیٹھی ہیں۔ جھولی میں بیر گرا تو کہتے ہیں کہ اب لڑکا مل گیا۔ لیکن سلطان باہو رحمہ اللہ کا اپنا لڑکا کوئی نہیں تھا، تو اولاد کے خزانے کس کے پاس ہیں؟ اللہ کے سوا کسی کے پاس نہیں ہیں۔ قرآن نے کہا یھب لمن یشاء انثیاً و یھب لمن یشاء الذکور جس کو چاہتا ہوں لڑکا دیتا ہوں جس کو چاہتا ہوں لڑکی دیتا ہوں، جس کو چاہتا ہوں دونوں دے دیتا ہوں جس کو چاہتا ہوں کچھ نہیں دیتا ہوں، یہ خزانے میرے پاس ہیں، میرے سوا کسی کے پاس نہیں ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے رورود کر بچہ مانگا، اللہ تعالیٰ نے بچے کی خوشخبری دے دی۔ جب جبرائیل امین علیہ السلام نے آکر کہا وبشره بغلام علیم نیک بچے کی

خوشخبری اللہ تعالیٰ دے رہا ہے تو ان کی بیوی دروازے کے پیچھے کھڑی تھی، پیغمبر نے کہا کہ بچے کی خوشخبری مل گئی۔ بیوی نے کہا کیسے ہوگا..... قرآن مجید نے ان لفظوں میں واقعہ بیان کیا..... فاقبلت امراتہ فی صرة..... بیوی دیوار کے پیچھے کھڑی ہے ہنسنے لگی..... ہنس کر کہتی ہے کیا ہوا ہے؟ میری عمر بڑی، تیری عمر ۸۷ سال، بچہ کیسے ہوگا؟ اسی وقت حضرت جبرائیل علیہ السلام دوبارہ آیا، آ کر کہا..... قالوا كذلك..... اسی طرح بچہ ہوگا۔ اگر حضرت آدم علیہ السلام کو بغیر ماں اور باپ کے پیدا کر سکتا ہوں تو بڑھاپے میں بھی تمہاری جھولیوں میں بچہ ڈال سکتا ہوں، یہ خزانے اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں، بچے کی خوشخبری مل گئی۔

اور جب بچہ چلنے کے قابل نہیں ہوا تو کہا کہ اس بچے کو جنگل میں چھوڑ آؤ۔ منیٰ میں، عرفات میں، صفا مروہ کی پہاڑیوں پر، جنگل میں، کون ہے وہاں، پانی نہیں، گھر نہیں، بیوی ہاجرہ علیہا السلام کو ساتھ لیکر چھوڑو، یہ ایک امتحان تھا، رورو کر بچہ مانگا اور جب بچہ پیدا ہوا حکم ہوا کہ جاؤ اس کو جا کر جنگل میں چھوڑ آؤ، یہ دوسرا امتحان ہے..... ربسی انهن اضللن کثیرا من الناس..... قرآن نے اس واقعہ کو بیان کیا ہے کہ بچہ کیسے جنگل میں آیا اور کس طرح سیدہ ہاجرہ علیہا السلام بچے کیلئے صفا مروہ پر چکر لگاتی ہے، یہ دوسرا امتحان ہے۔

تیسرا امتحان یہ ہے کہ بچہ تھوڑا سا بڑا ہوا کہ اللہ نے فرمایا کہ اس کے گلے پر چھری چلاؤ، یہ سب سے سخت امتحان تھا، بڑا امتحان تھا کہ اپنے حقیقی بیٹے کے گلے پر کون چھری چلاتا ہے، تو چھری چلانے کا حکم ہوا۔

اور چوتھا امتحان یہ کہ جاؤ میرا گھر خانہ کعبہ تعمیر کرو، تو قرآن نے چاروں امتحانوں کا تفصیل سے ذکر کیا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خدا سے بیٹا مانگا:

لیکن آج ہم صرف تیسرے امتحان کا ذکر کریں گے، تیسرے امتحان کو قرآن

نے ان لفظوں میں بیان کیا، قرآن پاک کہتا ہے کہ پیغمبر نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا..... و قال انسی ذاهب..... اے اللہ میں تیرے دروازے پر سر رکھنا چاہتا ہوں۔ تیرے دروازے پر رونا چاہتا ہوں۔ تیرے دروازے پر اشک بہانا چاہتا ہوں، تیرا لڑ پکڑنا چاہتا ہوں، تیرا دروازہ کھٹکھٹانا چاہتا ہوں..... ربی سیہدین..... مجھے صحیح راستہ دکھا دے۔

اور آگے کیا کہا..... رب ھب لی..... پیغمبر دعا کر رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے دروازے پر پیغمبر نے سر جھکایا ہوا ہے۔ سرفرش خاک پہ رکھا ہوا ہے، سفید داڑھی آنسوؤں سے تر ہے، بچے کی ضرورت ہے، اس سے پہلے حضرت نوح علیہ السلام گزر چکے ہیں، حضرت آدم علیہ السلام گزر چکے ہیں، حضرت شیث علیہ السلام گزر چکے ہیں، حضرت زکریا علیہ السلام گزر چکے ہیں، ان کے علاوہ اور پیغمبر بھی گزر چکے ہیں۔

اگر بچہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بندہ بھی دے سکتا تو آج پیغمبرؐ براہیم علیہ السلام کسی اور پیغمبر کی قبر پر جا کر کہتے، حضرت نوح علیہ السلام کی قبر پر جا کر کہتے بابا تو ہمارا پیشوا تھا، مجھے لڑکے کی ضرورت ہے، تو مجھے لڑکا عطا کر، بابا آدم علیہ السلام تو لڑکا عطا کر، تو میرا دادا ہے، میرا پردادا ہے، میں بوڑھا ہو گیا مجھے لڑکے کی ضرورت ہے۔

☆ ابراہیم علیہ السلام نہ نوح علیہ السلام کی قبر پر گئے

☆ ابراہیم علیہ السلام نہ آدم علیہ السلام کی قبر پر گئے

☆ ابراہیم علیہ السلام نہ شیث علیہ السلام کی قبر پر گئے

بلکہ پیغمبر نے آنے والی نسلوں کو یہ سبق سکھایا کہ تجھے بچے کی ضرورت ہے، تجھے بیٹے کی ضرورت ہے، تجھے بیٹی کی ضرورت ہے، تجھے کوئی دکھ ہے، کوئی کرب ہے، کوئی پریشانی ہے، تو ایک دروازہ خلاق عالم کا ہے کہ آسجدہ کر اور اس کے سامنے ہاتھ پھیلا، یہ سبق پیغمبر نے دیا۔

پیغمبر نے سبق کیسا دیا؟

کیا سبقت دیا؟ کہ اگر تیرے پاس اولاد نہ ہو تو کسی بندے سے نہ مانگ، خدا کا دروازہ کھٹکھٹا، کن لفظوں میں، جو لفظ پیغمبر نے بارگاہ خداوندی میں پیش کئے، اللہ نے وہ تمام لفظ ٹیپ کر کے قرآن میں محفوظ کر دیئے۔ اس کو قرآن میں محفوظ کیوں کیا، اللہ کو کیا ضرورت تھی ٹیپ سنانے کی۔ دیکھو ٹیپ کے الفاظ کیا ہیں؟ پیغمبر نے سجدے میں جا کر کیا کہا؟ کہاں کہا تھا؟ کس علاقے میں کہا تھا؟

کنعان کی بستی ہے، پیغمبر وہاں موجود ہے۔ اس بستی میں اللہ کا پیغمبر اللہ کی بارگاہ میں سر سجدے میں رکھ کر رو رہا ہے۔ وہ آہستہ روتا ہے کسی نے سنا نہیں ہے، کوئی جانتا نہیں، تو اور میں وہاں موجود نہیں، محمد رسول اللہ ﷺ وہاں موجود نہیں، اللہ تعالیٰ سے پیغمبر کلام کر رہا ہے، اللہ تعالیٰ کو وہ کلام اتنا پسند آیا کہ اس کلام کو اس کتاب میں اتار دیا کہ جو کتاب محمد رسول اللہ ﷺ پر آتی ہے، یہ کلام کیوں نازل کیا۔ یہ کلام کیوں محفوظ کیا۔ اللہ تعالیٰ کو پتہ تھا کہ امت محمدیہ میں ایسے جاہل آئیں گے کہ جو بچے لوگوں سے مانگیں گے جو بچے قبروں سے مانگیں گے اس وقت یہ قرآن سنایا جائے گا اولوگو! اگر پیغمبر بھی میرا در چھوڑ کر نہیں جاتے تو تمہیں بھی بچہ کوئی نہیں دے سکتا۔ یہ بیان کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ اللہ تعالیٰ قرآن کے ٹیپ میں وہ سارے الفاظ نقل کر رہا ہے کیوں؟ دیکھو!

فرمایا..... وقال انی فاهب الی ربی سیہدین..... مجھے میرا پروردگار ہی سب کچھ دے گا۔ میں اسی کے دروازے پر لوٹا ہوں۔ اسی کے دروازے پر روتا ہوں۔ اسی کے دروازے پر اٹک بیٹا ہوں۔ اسی کے دروازے پر سر رکھتا ہوں۔ وہ پیغمبر ابراہیم علیہ السلام جس کی پیدائش کہاں ہوئی، تھی جو پیغمبر کہاں پیدا ہوا تھا۔ اس کے گھر میں آیا، جس کا نام آزر تھا، جو بیت فروش اور بت ساز ہے، پیغمبر باپ کا راستہ اختیار نہیں کرتا۔ اپنے دادا کا راستہ اختیار نہیں کرتا، بلکہ اللہ تعالیٰ کا دروازہ کھٹکھٹا کر بتا دیا کہ بیٹا بھی وہی دیتا ہے، بیٹی بھی وہی دیتا ہے۔

یہ دعا پیغمبر نے مانگی ہے اور قرآن نے اس دعا کو محفوظ کر کے تجھے اور مجھے سبق دیا کہ قربانی تو میری سنت پر کرتے ہو، بچہ بچی مانگنا ہو تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو

چھوڑ دیتے ہو، وہ قبروں سے جا کر مانتے ہو، قربانی کیلئے کہتے ہو کہ یہ بکرہ ابراہیم علیہ السلام کی سنت کیلئے لایا ہوں۔

آؤ، یہ بھی تو ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے، یہ بھی تو قرآن نے واقعہ نقل کیا ہے، کوئی سسی پنوں کی کہانی تو نہیں بیان کی۔ کوئی شیریں فرہاد کا قصہ تو نہیں بیان کیا، کوئی عام تاریخی بات تو نہیں ہے یہ تو پیغمبر کا کلام اللہ نے قرآن میں نقل کیا ہے اور وہ الفاظ نقل کئے ہیں، شاید تیری سمجھ میں وہ الفاظ آجائیں۔

پیغمبر کے اسوہ کو اپناؤ:

قرآن کہتا ہے..... وقال انسى ذاهب الى ربي سيهدين..... میں اپنے رب کے راستے پر آیا ہوں، مجھے وہی سچا راستہ دکھائے گا۔

آگے فرمایا..... ربي هب لي من الصالحين..... اے اللہ! مجھے نیک بیٹا دے دے۔

پیروں کی قبروں سے جا کر بیٹے مانگنے والو، کچھ تو عقل کرو، یہ اہل سنت کا مذہب نہیں ہے۔ یہ مسلمانوں کا مذہب نہیں ہے، اہل سنت کا مذہب وہ ہے جس کو پیغمبر نے دنیا کے سامنے پیش کیا ہے۔

دیکھو نبی نے کیا کہا، پیغمبر نے کیا اسوہ دیا۔ اس پر غور کرو، قرآن بول کر کہتا ہے کہ نبی نے میرے دروازے پر رو کر کہا تھا..... رب هب لي من الصالحين..... اے اللہ مجھے نیک بیٹا دے دے۔

اولاد کے خزانے اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں:

اور جب نبی زور ہا تھا تو اسی وقت اللہ تعالیٰ نے جبرائیل سے کہا، جبرائیل جلدی کر اس پیغمبر کو میرا پیغام سنا دے..... وبشره بغلام عليم..... میں نے تجھے بیٹا دینے کا فیصلہ کر لیا ہے، بیٹا کیسے ہوگا؟

دوسری جگہ پر فرمایا کہ بیٹا ہوگا کیسے؟ ۸ سال تیری عمر ہے۔ پیغمبر نے جو کچھ

اللہ تعالیٰ کے سامنے کہا، قرآن نے وہ بھی نقل کیا۔ ۲۶ پارے کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے وہ الفاظ بھی نقل کئے، سورۃ ذاریات میں فرمایا..... فاوجس منهم خيفة قالوا لا تخف وبشروه بغلام عليم فاقبلت امراته..... عورت سرہانے کھڑی ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام سجدے میں رو رہا ہے، خاوند رو رہا ہے، بیوی رو کر کہتی ہے کہ کیسے بیٹا ہوگا..... فاقبلت امراته..... وہ دل میں خیال کرتا ہے..... فصکت وجهها..... اس کا چہرہ پریشان ہو گیا..... وقالت عجوز عقيم..... عورت بوڑھی ہے جس طرح بانجھ ہوتی ہے، عورتیں جواب دے جاتی ہیں اولاد کے قابل نہیں رہتیں۔

اللہ نے فرمایا کہ اے پیغمبر یہ تیرا کام نہیں، یہ میرا کام ہے، یہ خزانے تیرے نہیں میرے ہیں، یہ کارخانہ تیرا نہیں میرا ہے..... قالوا كذلك قال ربك انه هو الحكيم العليم..... اگر باقی پیغمبروں کو بڑھاپے میں نعمتیں دے سکتا ہوں، اگر زکریا علیہ السلام کو بڑھاپے کی عمر میں یحییٰ علیہ السلام دینے کا فیصلہ کیا اور آدم علیہ السلام کو بغیر ماں اور باپ کے پیدا کیا، تو آج بیٹا دینے کا فیصلہ بھی میں نے کیا ہے..... قال ربك انه هو الحكيم العليم..... میں حکمت والا ہوں، میں دانائی والا ہوں۔

اب فیصلہ ہونے کے بعد کچھ دن گزر گئے..... حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ہاں بچے کی ولادت ہوئی، جب بچہ چلنے پھرنے کے قابل ہوا تو ایک امتحان ہوا۔ جس کو سب سے بڑا امتحان کہا جاتا ہے۔ ان الفاظ پر غور کرو کہ جن کو اللہ نے قرآن میں نقل کیا ہے۔

پیغمبر کا خواب وحی ہوتا ہے:

قرآن مجید نے کہا..... فلما بلغ معه السعي..... جب بیٹا شعور کی عمر کو پہنچا، بیٹا تھوڑا سا بڑا ہوا۔ اس عمر میں بیٹا کتنا پیارا لگتا ہے، کتنا اچھا لگتا ہے۔ سات آٹھ سال کی عمر ہے۔ بیٹا پیارا لگنے لگا۔ جب باپ گھر میں آتا ہے تو بیٹا باپ کی جھولی میں آ کر بیٹھتا ہے، باپ کی تھکاوٹ دور ہو جاتی ہے۔ ۸ سال کی عمر ہے ساری زندگی تنہائیوں میں گزاری۔

اور جب یہ نعمت ملی، تو اس عمر میں پیغمبر کو خواب کیا آیا؟..... قال یبسی.....
 باپ نے بیٹے سے کہا، بیٹا اسماعیل علیہ السلام اور اسماعیل کا معنی ہوتا ہے خدا کی سنی ہوئی دعا،
 خدا کی سنی ہوئی دعا کے نتیجے میں پیدا ہوئے اس لئے ان کا نام ہی اسماعیل رکھا گیا۔
 تو پیغمبر نے کیا کہا؟ پیغمبر نے جو کچھ کہا، وہ بھی قرآن میں آ گیا..... قال
 یبسی انی اری فی المنام انی اذبحک فانظر ماذا تری..... پیغمبر نے کہا بیٹا میں نے
 خواب دیکھا کہ میرے ہاتھ میں چھری ہے اور تو نیچے لیٹا ہوا ہے اور میں تجھے ذبح کر رہا
 ہوں، حفیظ جالندھری نے یہی نقشہ کھینچا ہے۔

پدر بولا کہ بیٹا آج میں نے خواب دیکھا ہے
 کتاب زندگی کا اک نرالا باب دیکھا ہے
 یہ دیکھا ہے کہ میں خود آپ تجھ کو ذبح کرتا ہوں
 خدا کے نام سے تیرے لہو سے ہاتھ بھرتا ہوں
 باپ نے کہا کہ بیٹا میں نے خواب دیکھا ہے کہ میں تجھے ذبح کر رہا ہوں۔ وہ
 چھوٹا سا بچہ ہے جس کو ابھی نبوت نہیں ملی۔ وہ بچہ جس کو ابھی نبی نہیں بنایا گیا، وہ بچہ جو
 ابھی بلوغت کی عمر کو نہیں پہنچا۔

جب باپ نے کہا کہ بیٹا میں نے خواب دیکھا ہے کہ میں تیرے گلے پر چھری
 چلاتا ہوں تو بیٹے نے کہا..... قال یا بت افعل ماتؤمر ستجدنی ان شاء اللہ من
 الصابرین..... ابا جان جلدی کر، تیز ہو جا، چھری ہاتھ میں لے، مجھے زمین پر لٹا۔ میرے
 گلے پر چھری چلا۔ میرے گلے کو کاٹ دے۔ دیر کرے گا تو کہیں خدا کی فرمانبرداری میں
 دیر نہ ہو جائے۔

نبی کا خواب بھی وحی ہوتا ہے، پیغمبر کا خواب وحی ہوتا ہے، پیغمبر کو جب خواب
 آیا تو حقیقت میں وہ وحی تھی، اللہ تعالیٰ کے پیغمبر پر وحی اتری، تو بیٹے نے کہا ابا جان جلدی
 کر، دیر نہ کر۔

جب شیطان نے وسوسہ اندازی کی:

اب دیکھو پیغمبر اپنی بیوی سے کہتا ہے کہ اس بچے کو تیار کر، اب اس کو والدہ نے اچھے کپڑے پہنائے، خوبصورت لباس پہنایا، باپ نے چھری ہاتھ میں لی، بیٹا ساتھ لیا جو مقام منیٰ ہے جہاں لوگ قربانی کرتے ہیں یہی جگہ تھی پیغمبر وہاں پہنچے، بیٹے کو لیکر اور وہاں جا کر بیٹے کو زمین پر لٹا دیا اور جب بیٹے کو لٹا دیا، پتہ ہے کیا ہوا، اللہ کا سارا عرش ہل گیا، بیٹے کو زمین پر لٹایا۔

شیطان وسوسہ ڈالنے آیا، شیطان نے وسوسہ ڈالا، ایک خوبصورت انسان کی شکل میں آیا کہ اے ابراہیم علیہ السلام! خواب پر بھی کوئی پیاروں کی گردنیں جدا کرتے ہیں، بیٹوں کے گلوں کو کاٹتے ہیں، چھوڑ دے۔

پیغمبر نے کہا! کہ حکم اللہ تعالیٰ کا ہے میں نہیں چھوڑ سکتا اور جب شیطان وہاں سے مایوس ہوا تو مائی ہاجرہ علیہا السلام کے پاس گیا، اور جا کر کہنے لگا کہ تجھے پتہ ہے، تیرا بیٹا کہاں ہے؟ کہنے لگی کہ کسی رشتہ دار کے پاس گیا ہے، اچھے کپڑے پہنا کر میں نے بھیجا ہے۔

اس نے کہا کہ ایسا نہیں ہے۔ ابراہیم علیہ السلام کو خواب آیا ہے، کیا خواب آیا ہے؟ خواب یہ ہے کہ میں اسماعیل علیہ السلام کے گلے پر چھری چلا رہا ہوں اور وہ تیرے بچے پر چھری چلانے گیا ہے۔ تو بیوی نے پوچھا کہ یہ حکم کس کا ہے؟ تب شیطان نے کہا کہ حکم اللہ تعالیٰ کا ہے تو ہاجرہ علیہا السلام کہتی ہے کہ اگر حکم اللہ تعالیٰ کا ہے تو پھر مجھے بھی ساتھ لے چلنا، تا کہ جب چھری چلے تو میں اس کے بازو پکڑ لیتی، میں اس کے ہاتھوں کو پکڑ لیتی، اور دنیا کو بتا دیتی کہ اگر حکم خدا کا ہو تو بے شک بیٹا ہی کیوں نہ ہو، چھری چلانا ہمارا کام ہے، چھری سہنا بیٹے کا کام ہے۔

وہ بھی نبی کی بیوی تھی۔ مسلمانو! پیغمبر چھری چلانا چاہتے ہیں، بیٹا نیچے لیٹا ہوا ہے، جب چھری چلنے لگی، چھری چلاتے ہیں، چھری چلتی نہیں، پیغمبر چھری کو تیز کرتے

ہیں، پھر چلاتے ہیں، پھر چھری نہیں چلتی۔

اسماعیل نے کہا ابا جان میرے منہ کو نیچے کر دیں، سامنے منہ ہوگا، ایسا نہ ہو کہ میری آنکھیں آپ کی آنکھوں سے ٹکرا جائیں اور باپ کے دل میں بیٹے کی محبت غالب نہ آجائے، کہیں چھری چلانے میں تاخیر نہ ہو جائے، اس لئے چہرہ نیچے کر دو۔

مسلمانو! سراو پر کر لیا، منہ نیچے کر دیا اور باپ نے آنکھیں بند کر لیں، بیٹے نے آنکھیں بند کر لیں، پٹی باندھ لی کہ کہیں باپ اور بیٹے کی محبت ٹکرا نہ جائے، پٹی باندھ کر چھری چلانے لگے۔

اللہ تعالیٰ ہی مختار کل ہے:

اب تم مجھے فیصلہ کر کے بتاؤ کہ باپ بھی پیغمبر، بیٹا بھی پیغمبر، جس کے گلے پر چھری چلائی جا رہی ہے وہ بھی پیغمبر اور چھری چلانے والا بھی پیغمبر، خلیل بھی پیغمبر اسماعیل بھی پیغمبر، چھری چلانے والا بھی پیغمبر، چھری سہنے والا بھی پیغمبر۔

بتاؤ وہ قوم کون سی ہے کہ جس نے چھری چلنے نہیں دی؟ تم کہتے ہو کہ نبی مختار کل ہوتا ہے، ہر چیز کا اختیار ہوتا ہے۔ بتاؤ اب چھری کا اختیار کیوں نہیں ہے؟ اب چھری کا اختیار کس کے پاس تھا۔ ہر چیز کا اختیار کس کے پاس تھا، تم کہتے ہو کہ ہر چیز کا اختیار نبی کے پاس ہوتا ہے۔

اب بتاؤ کہ جو چھری چلانے والا ہے وہ بھی تو پیغمبر ہے جو چھری سہنے والا ہے وہ بھی تو پیغمبر ہے۔ جو چھری چلاتا ہے وہ بھی دل سے چاہتا ہے کہ چھری چلے جو چھری سہتا ہے وہ بھی دل سے چاہتا ہے کہ چھری چلے، اگر دل سے نہیں چاہتے تو امتحان کیسے ہوا؟ اگر اوپر اوپر سے چلاتا تھا تو پھر امتحان کیسا ہوا؟ پھر تو ڈرامہ ہوا اگر چاہتے دل سے تھے تو وہ طاقت بتاؤ کہ جس طاقت نے چھری چلنے نہیں دی۔

حکم اللہ تعالیٰ کا چلتا ہے:

قرآن کے الفاظ پر غور کر، فرمایا..... فلما اسلما و تله للجبین و نادینہ ان

یا ابراہیم قد صدقت الرؤیا انا كذلك نجزي المحسنين ان هذا لهو البلاء
المبین و فدیہ ہذبح عظیم و ترکنا علیہ فی الآخرین.....

مسلمانو دیکھو! اللہ تعالیٰ قرآن میں پورا نقشہ کھینچ رہا ہے۔ وہ پیغمبر بیٹے کو زمین پر لٹاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ بتاتا ہے کہ..... فلما اسلما..... دونوں نے میری بات کو مانا۔ اسلم کا معنی ماننا..... اسلما..... دونوں نے میری بات کو مان لیا..... و تله للجبین..... اور پیشانی کے بل نیچے لیٹ گئے اور آگے فرمایا..... و سادیہ..... اور جب باپ چھری چلانے لگا، بیٹا چھری سہنے لگا، چھری چلتی نہیں۔

مسلمانو..... کیا معلوم ہوا کہ چھری اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر نہیں چلتی، دریا بھی اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر نہیں چلتا، آگ بھی اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر نہیں چلتی، آگ بھی اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر نہیں جلاتی۔ اللہ تعالیٰ نے آگ کو حکم دیا تھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جلانا نہیں، ابراہیم علیہ السلام نہیں جلتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے پانی کو حکم دیا تھا کہ دریا کی موجوں میں موسیٰ کو بہانا نہیں، وہاں بھی پانی ٹھہر گیا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ چھری کا کام کاٹنا ہے، لیکن آج حکم ہے کہ تجھے کاٹنے کی اجازت نہیں، تجھے ٹکڑے کرنے کی اجازت نہیں۔

باپ چھری چلاتا ہے، بیٹے نے چھری سہی، اللہ نے چھری کو حکم دیا کہ تجھے چلنے کی اجازت نہیں، خلیل علیہ السلام چاہتا ہے چھری چلے، اسماعیل علیہ السلام چاہتا ہے چھری چلے، لیکن جلیل چاہتا ہے نہ چلے۔

پروردگار چاہتا ہے کہ چھری نہ چلے، چھری نہیں چلی، وہ چھری چلاتے تھے اور دل سے چاہتے تھے، ارادہ پکا تھا، اگر ان کو پتہ تھا کہ چھری نہیں چلے گی تو پھر امتحان کا مقصد پورا نہیں ہوتا، جب پتہ ہو کہ چھری نہیں چلے گی۔ تو نعوذ باللہ پھر یہ ڈرامے کی بات ہے۔

اور اگر نہیں پتہ تھا تو پھر اختیار نہیں ہے، معلوم ہوا کہ اختیار کے خزانے بھی

پروردگار کے پاس ہیں، اولاد کے خزانے بھی پروردگار کے پاس ہیں۔
پٹی بندھی ہے، بیٹے کی آنکھوں پر بھی اور باپ کے بھی۔ چھری چل رہی ہے،
چھری نے کاٹا نہیں تو اللہ نے قرآن پاک میں فرمایا کہ میں نے فوراً جبرائیل امین علیہ السلام
کو بھیجا۔

فرشتوں سے بہتر انسان:

اور یقیناً فرشتوں کی جماعت نے دیکھا ہے، آسمانوں کی مخلوقات نے دیکھا
ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فخر کیا ہوگا کہ فرشتہ تم کہتے تھے کہ آدم علیہ السلام سے ہم بہتر ہیں، اب بتاؤ
کہ حکم میرا آیا تو باپ نے اپنی پدری شفقت کو نہیں دیکھا، میرے حکم کو دیکھا، اب بتاؤ کہ
تم بہتر ہو یا انسان بہتر ہے۔

فرشتے حیران تھے۔ آسمان کی مخلوق حیران تھی کہ باپ چھری چلا رہا ہے، بیٹا
چھری سہہ رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا..... وَنَادَيْنَاهُ يَا اِبْرَاهِيمُ..... اے
ابراہیم..... قد صدقت الرؤيا..... تو نے میرا خواب سچ کر دکھایا، تو امتحان میں
کامیاب ہو گیا..... انا كذلك نجزي المحسنين..... ان هذا لهو البلاء
المبين..... بلبل عربی میں آزمائش کو کہتے ہیں۔ جتنے امتحان میں نے تیرے لئے، یہ سب
سے بڑا امتحان تھا، ابراہیم تو اس میں بھی کامیاب ہو گیا، اب یہ کہا کہ تو اس میں کامیاب
ہو گیا۔

ذبح عظیم:

اور آگے کیا کہا..... اور کامیابی کے طور پر آسمانوں سے دنبہ بھیج دیا جو اس
چھری کے نیچے آیا..... وَفَدَيْنَاهُ بِذَبْحٍ عَظِيمٍ..... جب دیکھا تو وہ دنبہ نیچے پڑا تھا اور
اس کے گلے پر چھری چلائی جا رہی ہے۔ اب وہی چھری چل رہی تھی، جو گردن پر نہیں
چلی تھی، جو اسماعیل علیہ السلام کے گلے پر نہیں چلی تھی، اب وہ دنبے کے گلے پر چل گئی ہے۔
معلوم ہوا کہ اس وقت چھری کو چلنے کا اختیار نہیں تھا۔ اب چھری کو چلنے کا

اختیار مل چکا تھا۔ جب باپ کے حکم پر بیٹے کو قربان کرنے کا انداز اختیار کر لیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تو کامیاب ہو گیا۔

اللہ تعالیٰ نے سہولت دے دی:

اب اگر اس وقت بیٹے کے گلے پر چھری چل جاتی، تو ہر امتی پر ایک ایک بیٹا قربان کرنے کا حکم ہوتا، یہ امت محمدیہ کو اللہ تعالیٰ نے سہولت دی کہ دے دے کو بھیج دیا اور جب اس دے کو ذبح کیا گیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے امت محمدیہ کے لوگو! یہ سنت ابراہیم علیہ السلام کی ہے، لیکن یہ مجھے اتنی پسند ہے کہ میں اس سنت کو امت محمدیہ پر فرض کر رہا ہوں۔

اے مکلی والے یہ عید قربان آئے تو تجھ پر بھی فرض ہے کہ اپنے باپ ابراہیم کی سنت پر عمل کر کے جانور قربان کیجے، تاکہ دنیا کو پتہ چلے کہ ابراہیم علیہ السلام کی اداؤں کو اللہ نے محفوظ کر دیا ہے..... وفدینہ بذبح عظیم..... اس فلسفے کو دیکھو، اس قربانی کو دیکھو، یہ قربانی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے۔

قربانی کا فلسفہ:

بعض لوگ کہتے ہیں کہ اتنے جانور قربان کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ ان جانوروں کے بدلہ میں یتیموں کو پیسہ دے دو، یتیموں کو پیسہ دے دو، یہ ٹھیک ہے؟ ان کو یہ نہیں پتہ کہ اس کا فلسفہ کیا ہے؟ اس کی حقیقت کیا ہے؟ اس کا مطلب کیا ہے؟ جانور کی قربانی کیوں کرائی جا رہی ہے؟ حقیقت میں یہ سنت ابراہیم علیہ السلام ہے، کہ ابراہیم علیہ السلام نے جس طرح بیٹے کے گلے پر چھری چلائی ہے اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے جانور دے دیا ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ تم جانور کے گلے پر چھری چلا کر سنت ابراہیم کو پورا کرو۔

قربانی کن پر فرض ہے:

اور میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ تم اپنی اولاد کو اور اپنے مال کو زیادہ پسند کرتے ہو یا میرے حکم کو زیادہ پسند کرتے ہو، یہ حکم ربانی ہے جس کو پورا کرنے کا حکم ہے۔

جس آدمی پر زکوٰۃ فرض ہے، اس پر قربانی فرض ہے، جس کے پاس ساڑھے سات تولے سونا یا ساڑھے باون تولے چاندی، اتنی مالیت ہو، یا اتنی مالیت کا کاروباری سامان موجود ہو تو اس پر قربانی فرض ہے، قربانی کے جانور خریدو۔

حضور ﷺ نے سواونٹ قربان کئے تھے۔ ایک سال، کیسے؟ حضور ﷺ کے سامنے خود بخود اونٹ آ کر لیٹ جاتا تھا یہ تو پیغمبر کی سنت ہے، مسلمانو، سنت ابراہیمی پر عمل کرو۔ گائے اور اونٹ کے اندر سات حصے ہوتے ہیں، اسی طرح بکرا، دنبہ اس کو قربان کرو۔

ریا مقصود نہ ہو:

ہمارے ہاں ایک بات عام طور پر پائی جاتی ہے کہ جب کوئی آدمی قربانی کے جانور خریدتا ہے، تو صرف ایک عمل سے ساری قربانی ضائع کر دیتا ہے کون سائل؟ عمل یہ ہوتا ہے کہ دکھلاوا مقصود ہوتا ہے، اتنا بڑا بکرا لائے ہیں، بہت بڑی گائے لائے ہیں، جو آدمی نیت میں ایسے کرے گا، اس کی قربانی کا کوئی فائدہ نہیں۔

قرآن پاک کہتا ہے..... لَنْ يَنَالَ اللَّهُ لِحُومَهَا وَلَا دِمَاءُهَا وَلَكِنْ يَنَالُهُ التَّقْوَىٰ مِنْكُمْ..... اللہ تعالیٰ کے پاس تمہارے جانور کا خون نہیں جائے گا اور نہ جانور کے بال جائیں گے..... بلکہ تمہارے دل میں جو تقویٰ ہے، وہی اللہ کے پاس جائے گا، اللہ تعالیٰ اس تقویٰ کو دیکھنا چاہتے ہیں کہ اس کے دل میں میرا کتنا خوف ہے، میرے ڈر کی وجہ سے یہ کیا کرنا چاہتا ہے؟

مسائل قربانی:

قربانی کے جانور خریدو، قربانی کرو اور جو سات حصے والی قربانی ہے اور جب قربانی کرے تو اس پر لازم ہے ہر آدمی کو حصہ برابر ملے۔ اور قربانی کے جانور کے تین حصے کرنے چاہئیں۔ ایک حصہ اپنے لئے اور ایک فقراء اور مساکین اپنے محلے کے وہ لوگ جنہوں نے قربانی نہیں کی ان کو اور اپنے دوست، رشتہ داروں کے لئے ایک حصہ،

یہ سنت رسول ﷺ ہے، اور حضور ﷺ کا حکم ہے۔

اور جس جانور کے اندر کوئی عیب ہو، جس عیب سے جانور کی قیمت کم ہو، اس کی قربانی جائز نہیں مثلاً ایک جانور کا سینگ نہیں ہے، اگر سینگ ہوتا تو وہ مہنگا ہوتا۔ اگر سینگ ٹوٹے ہوئے ہیں، یا سینگ بالکل نہیں ہیں تو وہ کم قیمت میں ملتا ہے، اس عیب کی وجہ سے قیمت کم ہو جائے اس جانور کی قربانی نہیں۔

قربانی کی کھال:

اسی طرح قربانی کی کھال ہے، کھال کیلئے یہ ہے کہ کوئی اس سے اپنے استعمال کیلئے مصلیٰ بنانا چاہتا ہے تو یہ جائز ہے، لیکن اگر قربانی کی کھال قصائی کو قربانی کرنے کے عوض میں دے تو اس کی قربانی غلط ہو جائے گی۔

اپنے ذاتی استعمال میں لاسکتا ہے، لیکن بہتر مصرف ہے کہ آپ قربانی کی کھال کیلئے اپنے محلے کی بیوہ عورت یتیم بچوں کا خیال رکھیں، اور یہ بھی بہتر ہے کہ آپ اپنے علاقے کے دینی مدارس کو قربانی کی کھال دیں، جہاں یتیم اور مسافر بچے زیر تعلیم ہوں۔

بکرے کیلئے ایک سال کا ہونا ضروری ہے اور گائے کیلئے دو سال کا ہونا ضروری ہے۔ قربانی کا جانور اتنا دبلا پتلا نہیں ہونا چاہئے کہ مرل ہو کہ جیسے آج کل ہوتا ہے کہ قربانی کیلئے مرل سا جانور خرید کر قربان کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے راستے میں آپ نے قربانی کرنی ہے تو اللہ تعالیٰ کے راستے میں صحیح مال دینا چاہئے، صحیح مال خیرات کرنا چاہئے۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ○



حضرت سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
وَأَنْفِقُوا مِنْ ثَمَارِ ذُنُوبِكُمْ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ
فَيَقُولَ رَبِّ لَوْلَا أَخَّرْتَنِي إِلَىٰ أَجَلٍ قَرِيبٍ فَأَصَّدَّقَ وَأَكُنْ
مِنَ الصَّالِحِينَ ۝ (پارہ ۲۸، سورۃ المنافقون، آیت: ۱۰)

ترجمہ:

”اور خرچ کرو کچھ ہمارا دیا ہوا۔ اس سے پہلے کہ آہنچے تم میں سے کسی کو موت، تب کہے اے رب کیوں نہ ڈھیل دی تو نے مجھ کو ایک تھوڑی سی مدت کہ میں خیرات کرتا اور ہو جاتا نیک لوگوں میں۔“

شعر:

رہے گا کوئی تیغ ستم کے یادگاروں میں
میرے لاشے کے ٹکڑے دفن کرنا سو مزاروں میں

تمہید:

میرے واجب الاحترام بزرگوار دوستو! شہید مدینہ حضرت سیدنا عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہ پر مصائب و مشکلات کے جس طرح پہاڑ توڑے گئے، وہ ایک ایسی داستان ہے کہ اگر اس کو لفظ بلفظ اسلامی تاریخ کے اوراق سے نقل کیا جائے تو آپ میں کوئی شخص ایسا نہیں ہے جسکی آنکھوں سے آنسو رواں نہ ہوں آج میں سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے فضائل اور مظلومانہ شہادت پر چند باتیں عرض کروں گا۔

لسان نبوت سے جنت کی خوشخبری:

میرے بھائیو! حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب بے انتہا اور لاتعداد ہیں۔ چند ایسی باتیں ہیں کہ جو کسی اور صحابی کے حصے میں نہیں آئیں، ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابہ رضی اللہ عنہم میں صرف عثمان غنی رضی اللہ عنہ ایک ہستی ہے کہ جس کا نام لے کر رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے گیارہ مرتبہ جنت کی بشارت دی۔

ایک آدمی کالج کے لڑکے سے صرف ایک مرتبہ کہے کہ تو فرسٹ آیا ہے تو اس پر اعتماد کرتے ہو۔

ایک آدمی کسی دکاندار سے کہے کہ تیری لاٹری نکل آئی ہے تو اس پر بھی اعتماد کرتے ہو۔

ایک آدمی کسی یونیورسٹی کے لڑکے سے کہے کہ تو نے سکا لرشپ حاصل کر لی ہے اس پر بھی اعتماد ہے، لیکن دنیا کا سب سے بڑا، سب سے سچا، سب سے برگزیدہ، سب سے بلند انسان ایک شخص کو گیارہ مرتبہ کہے کہ تو جنتی ہے، اس سے بڑی کیا فضیلت ہو سکتی ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس دن مدینہ میں فتنہ ہوگا، یہ شخص حق پر ہوگا، لوگوں نے دیکھا کہ وہ عثمان غنی رضی اللہ عنہ تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی میں تشریف فرما تھے صبح کا وقت تھا صحابہ رضی اللہ عنہم کی جماعت جمال جہاں آراء نبوت صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار کر رہی تھی، پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ اقدس پر بشارت اور خوشی تھی آپ نے اس موقع پر صحابہ رضی اللہ عنہم کو خطاب کرتے ہوئے

عین درمیان میں گفتگوروک کر کہا کہ تم میں سے کون ہے جو جتنی کا چہرہ دیکھنا چاہے؟
 سب صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا کہ ہم دیکھنا چاہتے ہیں، حضور ﷺ نے فرمایا کہ وہ
 آدمی ہے جس کے چہرے پر نقاب ہے، سارا مجمع اٹھ کر اس آدمی کے پیچھے بھاگا اور
 جب اس کے چہرے سے کپڑا ہٹایا تو وہ عثمان غنی رضی اللہ عنہ تھے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے بارے میں جتنی باتیں عرض کروں گا انشاء اللہ وہ
 ایسی ہوں گی کہ شاید پہلے آپ نے ان کو اس انداز میں نہیں سنا ہوگا۔

داماد رسول ﷺ:

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی حضور ﷺ سے سب سے قریبی رشتہ داری کیا ہے؟
 حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی رسول اللہ ﷺ سے کتنی رشتہ داریاں ہیں؟ اس پورے اجتماع
 سے اگر میں یہ سوال کروں تو شاید چند علماء کے سوا کوئی نہ بتا سکے کسی کو معلوم ہی نہیں
 سوائے ایک بات کے کہ رسول اللہ ﷺ کی دو بیٹیاں عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر میں تھیں اور کسی
 رشتہ داری کا پتہ ہی نہیں، حالانکہ آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ خونی رشتے جتنے بھی حضور ﷺ
 کے ساتھ تھے ان سب سے زیادہ رشتہ داری پیغمبر ﷺ کے ساتھ عثمان رضی اللہ عنہ کی تھی
 حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ پیغمبر کے اتنے قریبی رشتہ دار ہیں کہ.....

والد کی طرف سے علیحدہ رشتہ داری

والدہ کی طرف سے علیحدہ رشتہ داری

اولاد کی طرف سے علیحدہ رشتہ داری

پوتوں کی طرف سے علیحدہ رشتہ داری

نواسوں کی طرف سے علیحدہ رشتہ داری

اتنی رشتہ داریوں کے بعد کوئی گنجائش ہی نہیں ہے کہ کوئی اس مدینے کے مظلوم
 کو برا کہے، اگر ایک آدمی کو ایک دوسرا شخص گالی دے اور وہ آدمی یہ کہے کہ اس کو
 برا کیوں کہتے ہو یہ تو فلاں وزیر کا داماد ہے تو وہ ڈر جائے گا کہ یہ تو اس کا داماد ہے یہاں

پر بات صرف داماد کی ہوتی تو پھر ٹھیک تھا، ایک مشیر وزیر گورنر اور وزیر اعلیٰ کے داماد کی بہت بڑی بات سمجھی جاتی ہے، لیکن ایک شخص جس کے نکاح میں پیغمبر ﷺ کی دو بیٹیاں آئیں اور وہ بیٹیاں یکے بعد دیگرے آئیں، اور اپنی مرضی سے نہیں آئیں، ان کے لئے پیغام بھی عرش سے آیا، کیا یہ چھوٹی سی بات ہے؟

حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ جب سے یہ دنیا بنی ہے کوئی انسان ایسا پیدا نہیں ہوا کہ جس کے نکاح میں کسی پیغمبر ﷺ کی دو بیٹیاں آئی ہوں سوائے عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے!

والد کی طرف سے رشتہ داری:

میرے بھائیو! حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی رسول اللہ ﷺ سے چھ رشتہ داریاں ہیں، پہلی رشتہ داری یہ ہے کہ حضور ﷺ کی پانچویں پشت میں عبد مناف حضور اقدس ﷺ کے حقیقی پردادا ہیں گویا کہ یہ رسول اللہ ﷺ کی پانچویں دادا ہیں اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا نسب ایک ہے، یہ والد کی طرف سے رشتہ داری ہے۔ (طبقات ابن سعد)

والدہ کی طرف سے رشتہ داری:

والدہ کی طرف سے دیکھیں حضور ﷺ سرور کائنات کی ایک پھوپھی کا نام بیضاء بنت عبدالمطلب ہے، ان کی بیٹی کا نام ارویٰ ہے یہ ارویٰ عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی والدہ ہیں تو والدہ کی طرف سے گہری رشتہ داری ہے یا معمولی؟ (گہری) نسب کہاں لے جاؤ گے؟ حسب کہاں لے جاؤ گے؟ (طبقات ابن سعد جلد ۸، صفحہ ۴۲)

جس کی ماں بھی نبی ﷺ کے ساتھ چلے

جس کا باپ بھی نبی ﷺ کے ساتھ چلے

وہ نبی ﷺ کے گھر سے علیحدہ کیسے ہوا؟

ذوالنورین رضی اللہ عنہ کون؟:

باقی رشتہ داریاں یہ ہیں کہ پیغمبر ﷺ کی دو بیٹیاں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے

میرے بھائیو! حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا حضور ﷺ کی بڑی چیمتی بیٹی ہیں اور یہ وہ لڑکی ہے کہ رسول اللہ ﷺ غزوہ بدر میں تشریف لے گئے، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ بھی جانے لگے تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ عثمان غنی رضی اللہ عنہ تم نہ جاؤ میری بیٹی بیمار ہے تم اس کی تیمارداری کرو۔ تیمارداری تم کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہارا نام بھی بدر کے شرکاء میں لکھ دے گا۔

چنانچہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ بدر میں نہیں گئے اور حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی تیمارداری کرتے ہیں، جب جنگ بدر سے قاح کر حضور ﷺ لوٹے تو مدینہ میں پہلا قدم رکھتے ہی قاصد نے آکر کہا کہ آپ کی بیٹی رقیہ رضی اللہ عنہا فوت ہو گئی ہے، حضور ﷺ گھر نہیں گئے بلکہ سیدھے رقیہ رضی اللہ عنہا کی قبر پر تشریف لے گئے تو وہاں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ قبر پر مٹی ڈال رہے تھے نبوت نے ہاتھ اٹھائے اور فرمایا:

اے اللہ رقیہ رضی اللہ عنہا میری بڑی بیاری بیٹی تھی، یہ ایسی بیٹی تھی کہ جو راتوں کو تیرے دروازے پر بجدے کرتی تھی، میں محمد ﷺ دعا کرتا ہوں کہ ”اے اللہ! میں رقیہ رضی اللہ عنہا سے راضی ہوں تو بھی راضی ہو جا۔“

ام کلثوم رضی اللہ عنہا عثمان رضی اللہ عنہ کے نکاح میں:

کچھ دنوں بعد حضور اکرم ﷺ نے جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو غمگین دیکھا تو بلا کر کہا عثمان رضی اللہ عنہ پریشان کیوں ہو؟ جبرائیل علیہ السلام پاس آئے ہیں اور کہہ گئے ہیں کہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا بھی تیرے نکاح میں دے دوں، چنانچہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا بھی نکاح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ہوا۔

بہترین داماد و خسر:

حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا فوت ہو گئیں تو حضور ﷺ نے فرمایا عثمان رضی اللہ عنہ اگر میری چالیس بیٹیاں ہوتیں تو یاری باری سب فوت ہو جاتیں اور میں سب کا نکاح تیرے ساتھ کرتا جاتا اس لئے کہ —

مجھ سے بہتر داماد کوئی نہیں
مجھ سے بہتر خسر کوئی نہیں

داماد رسول ﷺ کی عزت کیلئے چل:

مسلمانو تم مجھے بتاؤ آج لوگ ہمیں کہتے ہیں کہ تم روافض کے خلاف بات کرتے ہو، تم ان پہ تنقید کرتے ہو تو اس سے حالات خراب ہوتے ہیں۔

سفید ریشو، مولوی، علماء کرام!

تم بتا دو کہ جن کے گھر میں تمہاری بیٹیاں ہیں، وہ شریف لوگ ہیں یا وہ بد معاش لوگ ہیں (شریف) ان کو تم شریف کہتے ہو۔

ایک آدمی کسی کو لڑکی دیتا ہے سارے لوگ کہتے ہیں کہ کس کو لڑکی دی ہے یہ تو چھابڑی لگاتا ہے، یہ تو ریڑھی لگاتا ہے تو وہ آگے سے جواب میں کہتا ہے کہ ریڑھی لگاتا اور بات ہے، لیکن شریف تو ہے، نیک تو ہے اچھا تو ہے، تیرا معیار یہ ٹھہرا کہ کوئی آدمی شریف ہو کوئی آدمی اچھا ہو تو اپنی عزت و آبرو اس کے حوالے کر دیتا ہے ایسی بیٹی اس کے نکاح میں دے دیتا ہے، تو تو اتنا سمجھدار ہے کہ لڑکی دینے سے پہلے اسکی شرافت کو دیکھتا ہے تو کیا تیرا پروردگار جو عالم الغیب ہے کیا وہ اتنا بھی نہیں جانتا کہ محمد ﷺ کی دو بیٹیوں کو خدا نے باری باری عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے نکاح میں دے دیا؟ آج عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو خمینی کہے کہ وہ بد قماش انسان تھا، تو مجھے فیصلہ کر کے بتا کہ تیری بیٹی شریف کے گھر میں آئے اور نبی ﷺ کی بیٹی بد قماش کے گھر میں کیسے آ سکتی ہے، جھگڑا میری ذات کا ہو تو مجھ پر تنقید کر، لیکن یہاں جھگڑا ذاتی نہیں بلکہ محمد ﷺ کی عزت کا ہے۔

پیغمبر ﷺ کی عزت کا سوال ہے

نبی ﷺ کی عزت کی بات ہے

بات عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی ہوتی تو کبھی آگے نہ بڑھتی بات تو محمد ﷺ کی ہے کہ جس کے لب ہلیں تو عرش ہلتا ہے۔

تقید کیسے چھوڑیں؟

تقیدہ کیسے چھوڑیں؟

خاندان نبوت کی عظمت کو بیان کرنا کیسے چھوڑیں؟

لیکن یہاں —

الاشیں اٹھتی رہیں۔۔۔۔۔ تقیدہ بیان ہوتا رہا۔

لوگ قبروں میں جاتے رہے۔۔۔۔۔ تقیدہ بیان ہوتا رہا۔

لوگ جھکڑیاں پیتے رہے۔۔۔۔۔ تقیدہ بیان ہوتا رہا۔

آنے والی تسلیوں میں تاریخ کا مورخ کبھی اس کو فراموش نہیں کر سکے گا کہ تین سو لاشیں اٹھانے کے بعد بھی سیاہ صحابہ وہیں کھڑی ہے جہاں جھنگوی رحمۃ اللہ علیہ نے کھڑا کیا تھا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی نبوت سے رشتہ داریاں:

میرے بھائیو! حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی حضور ﷺ کے ساتھ چار رشتہ داریاں ہو گئیں اور دو رشتہ داریاں اور ہیں۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ایک لڑکے کا نام عبداللہ بن عثمان ہے، اس عبداللہ کا نکاح حضور ﷺ کے نواسے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی لڑکی سکنہ سے ہوا۔ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی چھوٹی لڑکی قاطمہ رضی اللہ عنہا بنت حسین کے ساتھ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پوتے عبداللہ بن عمرو بن عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا نکاح ہوا۔

تو گویا کہ حضور ﷺ کی اپنی بیٹیاں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے گھر میں تھیں اور حضور ﷺ کے نواسے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی بیٹیاں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے گھر میں تھیں، یہ محبت کی دلیل ہے یا دشمنی کی؟ (محبت کی)

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی وجہ سے انعامات:

چھ رشتہ دار لوگوں کے علاوہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی وجہ سے امت کو پانچ انعام ملے یہ بڑے اختصار کے ساتھ میں آپ کے سامنے لانا چاہتا ہوں۔

پہلا انعام:

میرے بھائی! حضور ﷺ کو خواب آیا کہ میں عمرہ کرنے جا رہا ہوں۔ نبی کا خواب وحی ہوتا ہے، صبح کو حضور ﷺ نے سارا خواب بیان کیا تو ساڑھے چودہ سو صحابہ رضی اللہ عنہم وغیرہ حضور ﷺ کے ساتھ عمرہ کیلئے چل پڑے۔ اب حضور ﷺ مدینہ سے چلے اور مدینہ کے مقام پر حضور ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ ہم عمرہ کرنے آئے ہیں۔ مکہ کا سردار ابوسفیان ہے اس سے اجازت تو لے لیں عمرہ کرنا ہے لڑائی تو نہیں کرتی، حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں ایک آدمی کو بھیجتا چاہتا ہوں جو ابوسفیان سے اجازت مانگے تو آپ ﷺ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے فرمایا! تم جاؤ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہاتھ جوڑ کر عرض کیا کہ میں طبیعت کا سخت آدمی ہوں میرے ساتھ مکہ کے لوگوں کی بڑی لڑائیاں ہیں چھ سال ہو گئے ہیں یہاں آئے ہوئے میری تلخ اور سخت طبیعت کی وجہ سے میرا آدمی میرا مخالف ہے میں ایسا آدمی آپ کو بتاتا ہوں کہ جسے دشمن بھی کبھی برا نہیں کہتا آپ ﷺ اس کو سفیر بنادیں۔ اور وہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ہے۔

چنانچہ حضور ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے کہنے پر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو سفیر بنایا اور دو آدمی ان کے ساتھ بھیجے کہ جاؤ سردار مکہ سے اجازت مانگو یہ لوگ مکہ میں پہنچے تو ابوسفیان نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو دیکھتے ہی کہا کہ کیا چاہتے ہو؟ انہوں نے کہا کہ حضور ﷺ عمرہ کرنا چاہتے ہیں، ابوسفیان نے کہا کہ حضور ﷺ کو عمرہ کی اجازت نہیں۔ محمد ﷺ کے میں داخل نہیں ہو سکتے۔

ان کا داخلہ بند ہے

حالات خراب ہو سکتے ہیں

شہر میں جھگڑا ہو سکتا ہے

اس لئے ان کا داخلہ کے میں بند ہے، آپ کا داخلہ کھلا ہے، آپ طواف بھی کریں عمرہ بھی کریں، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں عمرہ نہیں کر

سکتا۔ بس اتنی بات کا جواب دیا تو انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو گرفتار کر لیا، پیچھے سے خبر مشہور ہو گئی کہ عثمان غنی رضی اللہ عنہ شہید کر دیئے گئے، حضور ﷺ نے فرمایا کہ میرا سفیر میرے بھیجنے پر شہید ہوا اس وقت آپ ﷺ حدیبیہ کے مقام پر ایک درخت کے نیچے بیٹھے اور ساڑھے چودہ سو صحابہ رضی اللہ عنہم کو بلا کر فرمایا کہ بری خبر پہنچی ہے کہ عثمان رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے، میں محمد ﷺ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا بدلہ لئے بغیر یہاں سے واپس نہیں جاؤں گا۔

بدلہ لیتے ہوئے تو آدمی شہید بھی ہو سکتا ہے لیکن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اتنا قیمتی انسان تھا کہ جس کیلئے پیغمبر ﷺ اپنے آپ کو شہید کرانے کیلئے تیار ہوئے۔

نبی ﷺ نے فرمایا کہ میں بدلہ لئے بغیر نہیں جاؤں گا

ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں بھی نہیں جاؤں گا

عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں بھی نہیں جاؤں گا

علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا میں بھی نہیں جاؤں گا

حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو جو بدلہ لینا چاہتا ہے، آؤ میرے پاس آؤ

حضور ﷺ نے یوں ہاتھ رکھا اس پر ساڑھے چودہ سو صحابہ رضی اللہ عنہم نے ہاتھ رکھا حضور ﷺ

کے ہاتھ پر بیعت کی، ہم عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا بدلہ لئے بغیر واپس نہیں جائیں گے۔

اس پر اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا:

”يد الله فوق ايديهم“

نیچے نبی ﷺ کا ہاتھ اوپر میرا (خدا) ہاتھ۔

اب آپ بتائیں کہ نیچے ہو نبی ﷺ کا ہاتھ اور اوپر اللہ کا ہاتھ تو کوئی چھڑا سکتا

ہے؟ (نہیں)

اب دیکھئے کہ بیعت کے دوران پتہ چل گیا کہ عثمان رضی اللہ عنہ شہید نہیں ہوئے

زندہ ہیں تو بیعت بند ہونی چاہئے تھی؟ (جی) لیکن اللہ تعالیٰ نے کہا کہ اے پیغمبر ﷺ

آپ کو بیعت بند کرنے کی اجازت نہیں، بیعت جاری رکھو کیونکہ اللہ تعالیٰ کو پتہ تھا کہ

عثمان غنی رضی اللہ عنہ آج اگر شہید نہیں ہوئے تو کل تو شہید ہوں گے، جب یہ شہید ہوں گے تو

اس وقت صحابہ رضی اللہ عنہم کی یہ بیعت بدلہ لینے کیلئے کام آئے گی۔

چنانچہ یہ جو جنگ جمل اور جنگ صفین ہوئی ہیں کس کا بدلہ لینے کیلئے، اس طرح جنگ نہیں ہوئی، ایک لاکھ چوالیس ہزار صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے کئی ہزار صحابہ رضی اللہ عنہم شہید ہوئے، کسی کا بدلہ لینے کیلئے اس طرح جنگیں نہیں ہوئیں، جس طرح عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا بدلہ لینے کیلئے جنگیں ہوئیں۔

اس لئے ان دو جنگوں میں وہ لوگ شامل تھے جو نبی ﷺ کے ہاتھ پر بدلہ کی بیعت کر چکے تھے، میں نے آپ کے سامنے حاصل پیش کیا اور اس پر غور کریں کہ رسول اللہ ﷺ صحابہ رضی اللہ عنہم کی بیعت عثمان رضی اللہ عنہ کی وجہ سے لے رہے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے قرآن کی یہ آیت اتاری:

لقد رضى الله عن المؤمنين اذ يبايعونك تحت

الشجرة

”پیغمبر کے ہاتھ پر جب صحابہ رضی اللہ عنہم درخت کے نیچے عثمان رضی اللہ عنہ کا بدلہ لینے کی بیعت کر رہے تھے تو اللہ تعالیٰ عرش پہ ان سے راضی ہو چکا تھا۔“

تو ساڑھے چودہ سو صحابہ رضی اللہ عنہم کو اللہ تعالیٰ نے جنت کا ٹکٹ عثمان رضی اللہ عنہ کی وجہ سے دیا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی جان اتنی قیمتی ہے کہ اس کا بدلہ لینے کیلئے جن لوگوں نے بیعت کی ہے، اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوا قرآن پاک میں ان کی جنت کا اعلان کر دیا۔ حالانکہ عثمان رضی اللہ عنہ ابھی شہید بھی نہیں ہوئے، صرف انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا بدلہ لینے کی نیت کی اور نبی ﷺ کے ہاتھ پر ہاتھ رکھا یہ پہلا انعام ہے۔

دوسرا انعام:

اور دوسرا انعام ”فانزل السكينة عليهم“ اللہ تعالیٰ نے ان پر سکون اتار دیا، ان کے دلوں سے کفر کا رعب بھی مٹا، عثمان رضی اللہ عنہ کی وجہ سے رضا مندی بھی ملی۔

تیسرا انعام:

اور آگے کیا فرمایا..... واصابهم فتحا قریبا..... علماء کہتے ہیں کہ اس سے مراد فتح مکہ ہے، تو اس بیعت کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے اعلان کیا کہ عنقریب مکہ فتح ہو کر آپ کے قدموں میں ڈال دیا جائے گا۔

چوتھا انعام:

اور چوتھا انعام یہ دیا..... وعدکم اللہ مغنم کثیرہ..... جنگ حنین میں جتنی غنیمتیں ہیں، ان کی خبر اللہ تعالیٰ نے قرآن میں اسی بیعت کے نتیجہ میں دی ہے کہ تم نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے محبت کی ہے، تو اللہ تعالیٰ مکے کو بھی تمہارے قدموں میں ڈالے گا۔

پہلا انعام رضا مندی کا
دوسرا انعام سکون کا
تیسرا انعام فتح مکہ
چوتھا انعام غزوہ حنین کے مال غنیمت

پانچواں انعام:

اور پانچواں انعام سنیں آخر میں قرآن نے کہا..... واخری لم تقدروا علیہا قدا حاط اللہ بہا..... آج اللہ تعالیٰ اعلان کر رہا ہے اے صحابیو آج تم اس بات پر قدرت نہیں رکھتے، اللہ تعالیٰ بہت جلد تمہیں اتنی قوت دے دے گا کہ تم قیصر و کسری کو ختم کر لو گے۔

..... واخری لم تقدروا علیہا.....

آج تم قدرت نہیں رکھتے ہو۔

..... قدا حاط اللہ بہا.....

لیکن عنقریب ایسا وقت آئے گا کہ قیصر بھی تمہارے قدموں میں ہوگا اور کسری

بھی تمہارے پاؤں کے نیچے ہوگا۔

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی وجہ سے.....:

عثمان رضی اللہ عنہ! میں تیری عظمت پر قربان جاؤں تیری وجہ سے.....

ساڑھے چودہ سو صحابہ رضی اللہ عنہم کو جنت بھی ملی

فتح مکہ کا پروانہ بھی ملے

غنیمت کے مال کا پروانہ بھی ملے

امت کے سکون کا اعلان بھی ہو

قیصر و کسری کی فتح کی خوشخبری ملے

لقد رضی اللہ عن المؤمنین اذ يبسا يعونك تحت

الشجرة

جاؤ اس آیت کی تفسیر پڑھو۔

قرآنی سیرت و کردار کا مالک انسان:

ایسا انسان جو عظمت کردار کا گوہر تابدار ہے، ایسا انسان جس کی عظمت رفعت

اور بلندی قرآن مجید سے ثابت ہے، حدیث سے ثابت ہے، جس کی جنت کا اعلان

قرآن سے ثابت ہے۔

باحیا عثمان رضی اللہ عنہ:

علماء کرام نے لکھا ہے ایسا آدمی بھی دنیا میں کوئی نہیں گزرا جس نے بیاسی سال عمر

پائی اور پوزی زندگی میں حیاء کا یہ عالم ہو کہ غسل خانے میں بھی کبھی کپڑے اتار کر غسل نہ کیا ہو۔

ساری زندگی ایک دن چھوڑ کر ایک دن روزہ رکھا، ہر جمعہ کو غلام آزاد کیا۔

مسجد نبوی کی توسیع:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری مسجد کی جگہ تنگ ہے، کوئی ہے تم میں جو یہ جگہ خرید

کر وقف کر دے، عثمان رضی اللہ عنہ کھڑے ہو گئے عرض کیا کتنی رقم؟ فرمایا نو ہزار درہم، عرض کیا یہ لے لو اور جگہ وسیع کر لو، مسجد نبوی کی جتنی جگہ ہے اس کا اکثر حصہ عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے نام ہے۔

بئر رومہ وقف:

حضور ﷺ نے فرمایا پیٹھے پانی کا کنواں خرید کر کون وقف کرے گا؟ عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کتنے پیسے چاہئیں؟ فرمایا آٹھ ہزار درہم، عرض کیا یہ لے لیں میں آپ کے قدموں پر قربان کرتا ہوں۔ (انساب الاشراف جلد ۲، صفحہ ۵۳۶، نزہۃ القانی جلد ۲، صفحہ ۶۳)

صدیقی سخاوت:

غزوہ تبوک میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے گھر کا سامان دے دیا اسی لئے شاعر کہتا ہے:

اصحاب پاک مصطفیٰ ﷺ کو حق نے کیا جگر دیا
بہر قوم بے دھڑک سب نے مال و زر دیا
کسی نے ثلث لا دیا کسی نے نصف گھر دیا
مگر عائشہؓ کے باپ نے دیا تو اس قدر دیا
خدا کے نام کے سوا جو کچھ تھا لا کے دھر دیا

عثمان رضی اللہ عنہ بازی لے گیا:

اس جنگ میں عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے آدھا سامان دیا۔ (ترغی جلد ۵)
حضور ﷺ نے چندہ مانگا تیس ہزار صحابہ رضی اللہ عنہم کا اڑھائی لاکھ رومیوں سے مقابلہ تھا، حضور ﷺ نے دیکھا کہ چندہ تو بہت تھوڑا ہے تو آپ نے اسٹیل اپیل کی کہ ہے کوئی تم میں جو اور چندہ دے، جب کوئی بھی نہ بولا، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے، عرض کیا کہ دو سواونٹ غلے سے لدے ہوئے میں دیتا ہوں، حضور ﷺ نے فرمایا کہ اب کوئی

اور بولے۔

کوئی بھی نہ بولا تو عثمان غنی رضی اللہ عنہ پھر کھڑے ہوئے اور عرض کیا کہ تین سو اونٹ اور دیتا ہوں، حضور ﷺ نے فرمایا کہ اب کوئی اور بولے، پھر بھی کوئی نہ بولا تو عثمان غنی رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے، عرض کیا کہ دو سو اور دیتا ہوں، چوتھی مرتبہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اب کوئی اور بولے۔

کوئی بھی نہ بولا تو عثمان غنی رضی اللہ عنہ چوتھی مرتبہ پھر کھڑے ہو گئے اور عرض کیا کہ دو سو اور دیتا ہوں تو سو اونٹ غلے کے ہو گئے۔

عثمان رضی اللہ عنہ پھر بازی لے گیا:

”البدایہ والنہایہ“ میں حافظ عماد الدین ابن کثیر نے لکھا حضور ﷺ نے فرمایا کہ اب اونٹوں کا وعدہ تم نے نہیں کرنا اور کوئی بولے کوئی بھی نہ بولا تو عثمان غنی رضی اللہ عنہ مجمع سے اٹھ کر گھر چلے گئے اور گھر سے ایک ہزار اشرفیاں لے کر آئے ان اشرفیوں کی مالیت ایک ہزار اونٹ کے برابر اور اشرفیاں علیحدہ، حدیث میں آتا ہے کہ حضور ﷺ مسجد نبوی کے صحن میں تشریف فرما تھے جب حضور ﷺ کے سامنے اشرفیاں آئیں تو آپ نے یوں جھولی کی اور عثمان رضی اللہ عنہ نے جھولی میں اشرفیاں ڈالیں حضور ﷺ نے جھولی کو نیچے رکھا اور اشرفیوں کو یوں ہاتھ میں پکڑا اور آپ اشرفیوں کو ہاتھ پر پلٹتے تھے اور ایک لفظ آپ نے کہا، یہ لفظ بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی کے لئے نہیں کہا پیغمبر ﷺ نے اشرفیوں کو اپنے ہاتھوں پر پلٹتے ہوئے فرمایا۔

..... ماضر عثمان ما عمل بعد الیوم

آج کے بعد عثمان رضی اللہ عنہ کوئی غلطی کرے گا تو خدا وہ غلطی بھی نیکی بنا کر لکھے گا، اس لئے کہ عثمان رضی اللہ عنہ نے مجھے خوش کر دیا، یہ الفاظ سوائے بدر کے شرکاء کے کسی کے لئے نہیں کہے گئے، بلکہ بدر کے شرکاء کے لئے ہے۔

”اعملوا ما شئتم فقد غفرت لکم“ (فتح الباری ج ۷، ص ۴۴)

لیکن نام لے کر کسی آدمی کو کہا گیا ہو وہ صرف عثمان رضی اللہ عنہ ہے، یہ ایسی فضیلت ہے جس کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا

ابن سبا کی سازش:

عبداللہ بن سبا نے ایسے انسان کی خلافت کے خلاف مصر میں پروپیگنڈہ شروع کیا، یہ وہ شخص ہے جس نے سب سے پہلے یہ نعرہ لگایا کہ خلافت علی رضی اللہ عنہ کا حق ہے یہ سلاہیودی تھا ٹھکنے قد کا تھا ایک آنکھ سے مرزا کا دیانی کی طرح تھا اور بڑا شرارتی تھا، مکہ اور مدینہ میں آیا۔ لیکن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کو سازشوں کی وجہ سے نکال دیا، شام میں چلا گیا، وہاں سے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے نکالا اس کے ساتھ دس آدمیوں کا ایک گروپ تھا، پھر وہ آیا، یہاں آ کر اس نے کہا کہ ہر نبی کا ایک وصی ہوتا ہے اور حضور ﷺ کا وصی حضرت علی رضی اللہ عنہ ہے، باقی حضرات ابو بکر رضی اللہ عنہ و حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ناجائز قبضہ کیا ہے، اس لئے اس سے خلافت چھڑاؤ ہم اس کو روافض مذہب کا بانی بھی اس لئے کہتے ہیں، وصی اس کو کہتے ہیں جس کے بارے میں وصیت کی جائے۔

میرے بھائیو! البتہ یہ میں لکھا ہے کہ اس نے سازشیں کر کے سات سو آدمی تیار کر لئے، وہ سات سو آدمی وہ وقت تلاش کرنے لگے کہ عثمان رضی اللہ عنہ کو کس وقت شہید کیا جاسکتا ہے، تو انہوں نے فیصلہ کیا کہ ذی قعد کے مہینے سے بہتر کوئی مہینہ نہیں کیونکہ اس وقت سارے مدینہ کے لوگ حج پر چلے جائیں گے تو ہم پیچھے سے جا کر قبضہ کر لیں گے، چنانچہ وہ سات سو آدمی ذی قعد کے پہلے ہفتے میں مصر سے چلے اور چند دن بعد مدینہ پہنچ گئے، جب وہ یہاں پہنچے تو اکثر صحابہ رضی اللہ عنہم حج پر جا چکے تھے، چند ایک وہاں موجود تھے، انہوں نے یہاں آ کر عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف پروپیگنڈہ شروع کر دیا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نعوذ باللہ وعدہ خلاف ہیں، اقرباء پرور ہیں، اس طرح کی باتیں کیں جن کا بعض روافض کی تاریخ کی کتابوں میں ذکر ہے، حالانکہ اقرباء پروری کی کوئی بات نہیں تھی، یہ ایک

پروپیگنڈہ تھا، جمعہ کی نماز کے لئے عثمان رضی اللہ عنہ مسجد میں تشریف لائے اور جب منبر پر کھڑے ہوئے تو باغی مسجد میں داخل ہو گئے اور ایک باغی مجمع میں سے کھڑا ہو گیا، اس نے کہا اے عثمان رضی اللہ عنہ خطبہ بند کر دو ہم تمہاری تقریر نہیں سننا چاہتے، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے خطبہ جاری رکھا، دوسرا کھڑا ہو گیا، تیسرا کھڑا ہو گیا، بالآخر ساڑھے سات سو آدمی کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے کہ اے عثمان رضی اللہ عنہ ہم تمہاری تقریر نہیں سننا چاہتے۔

حافظ عماد الدین ابن کثیر نے لکھا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو سازش کا علم ہو چکا تھا، اس لئے انہوں نے خطبہ جاری رکھا، ان باغیوں نے نیچے سے پتھر اٹھائے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے چہرے پر مارے، بیاسی سال کے بوڑھے کا کوئی جرم نہیں، صرف دشمن کا یہ مطالبہ کہ استعفیٰ دو تم خلافت کے اہل نہیں ہو، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے چہرے پر اتنے پتھر لگے اور اتنا خون بہا کہ وہ بے ہوش ہو کر نیچے گر گئے، باغی آگے بڑھے اور وہ لاشی جس پر وہ خطبہ دے رہے تھے وہ لاشی توڑ کر باہر پھینک دی، یہ وہی لاشی تھی جس پر آسرا گ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دیا کرتے تھے، حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اٹھا کر گھر لے گئے، جب ان کو ہوش آیا تو فرمایا کہ اہل مدینہ کا کیا حال ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ لوگ تمہارا حال پوچھتے آئے ہیں اور تم مدینے والوں کا حال پوچھتے ہو! حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میری بات چھوڑو، مدینے کی بات کرو، اگر میں اسی طرح دنیا سے چلا گیا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا جواب دوں گا، اس لئے کہ مدینہ میرا نہیں، بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ پر پابندیاں:

ایک دو دن گزرے، باغیوں نے اعلان کیا کہ کوئی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے گھر داخل نہیں ہو سکتا، عثمان رضی اللہ عنہ مسجد نبوی میں نہیں آ سکتے۔

نماز نہیں پڑھا سکتے

جمعہ کا خطبہ نہیں دے سکتے

گھر کا محاصرہ ہو گیا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس حضرت علی رضی اللہ عنہ گئے، حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ گئے، اور عرض کیا کہ امیر المومنین ہمیں اجازت دو ہم باغیوں کا مقابلہ کریں اور انہیں مدینہ سے نکالیں، انہوں نے آپ کے خلاف بغاوت کی ہے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے علی رضی اللہ عنہ! تمہیں میرے ساتھ محبت ہے یا باغیوں کے حملے سے زیادہ دشمنی ہے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھے آپ سے محبت ہے، تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا جس کو میرے ساتھ محبت ہے، وہ میری بات مانے اور چپ کر کے گھر بیٹھ جائے، زیادہ سے زیادہ یہ ہوگا کہ میں اس حملے میں شہید ہو جاؤں گا، میں اس کو برداشت کر سکتا ہوں، لیکن میں ایسا خلیفہ نہیں بننا چاہتا کہ جس کے دور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر میں مسلمانوں کا خون بہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ پریشان ہو گئے۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے امیر المومنین آپ ہمیں بے شک اجازت نہ دیں لیکن اتنی بات تو مانیں کہ ہم آپ کو مدینہ سے نکال کر ملک شام امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیں، یا مکہ بھیج دیں۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ دکھوں کی اس گھڑی میں، میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا شہر نہیں چھوڑ سکتا میں اگر مروں گا تو مدینہ کی گلیوں میں، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پڑوس میں مروں گا۔ (النبر اس صفحہ ۵۰۰)

زخمی عثمان رضی اللہ عنہ:

میرے بھائیو! کیا عجیب منظر ہوگا، عثمان رضی اللہ عنہ کا چہرہ زخمی تھا لہو بہہ رہا تھا۔ سارے صحابہ رضی اللہ عنہم روتے ہوئے واپس آ گئے کہ کتنا شدید حملہ ہوا، لیکن عثمان رضی اللہ عنہ اجازت نہیں دیتے کہ ہم باغیوں کا مقابلہ کریں، دس دن گزر گئے کوئی آدمی گھر میں پانی نہیں پہنچا سکا، کوئی روٹی نہیں پہنچا سکا، پندرہ دن گزر گئے۔

علی رضی اللہ عنہ کا سوال:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پوچھا امیر المومنین اتنی بھوک اور پیاس میں کیا کرتے

ہو؟ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اندر سے جواب دیا کہ اے علی رضی اللہ عنہ میری فکر نہ کرو بھوک لگتی ہے تو نماز پڑھتا ہوں، پیاس لگتی ہے تو قرآن پڑھتا ہوں۔

عثمان رضی اللہ عنہ کا ساقی کون؟

ایک دن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ علی رضی اللہ عنہ! اگر مجھے پانی پہنچا سکتے ہو تو پہنچاؤ، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پانی کا مشکیزہ کندھے پر رکھا، میں قربان جاؤں اس ساقی کے جو عثمان رضی اللہ عنہ کو پانی پلانے جارہا تھا، باغیوں نے اتنے تیر مارے کہ مشکیزے سے سارا پانی بہہ گیا۔

علی رضی اللہ عنہ کی پگڑی غنی رضی اللہ عنہ کی جھولی میں:

حافظ عماد الدین ابن کثیر نے لکھا ہے کہ عربوں میں جب کوئی آدمی لاچار ہو جاتا تھا تو وہ دوسرے کی جھولی میں اپنی پگڑی رکھ دیتا تھا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مکان کے پیچھے سے اپنی پگڑی اتار کر عثمان رضی اللہ عنہ کی جھولی میں پھینک دی کہ میں پانی نہیں لا سکا، میں اپنے سر کی عزت تیری جھولی میں ڈالتا ہوں۔

(سیرت ذوالنورین رضی اللہ عنہ صفحہ ۴۴۹ بحوالہ طبری)

باغیوں سے خطاب:

میرے بھائیو! تیس دن گزر گئے مدینے کا کیا حال ہوگا، باغیوں نے گھیراؤ کر رکھا ہے، صحابہ رضی اللہ عنہم گھروں میں رو رہے ہیں، عورتیں پریشان ہیں، مدینے کے مظلوم کے گھر کا گھیراؤ ہے، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ قرآن کی تلاوت میں مصروف ہیں، جب سینتیس دن گزر گئے، تو عثمان رضی اللہ عنہ مکان کی چھت پر چڑھ گئے اور باغیوں کو خطاب کر کے کہا:

او باغیو! تم مجھے پہچانتے ہو؟ جس نے مجھے نہیں پہچانا وہ بھی پہچانے میں عثمان غنی رضی اللہ عنہ ابن عفان ہوں، کیا میں وہ عثمان غنی رضی اللہ عنہ نہیں ہوں کہ جس کے نکاح

میں تمہارے رسول ﷺ نے دو بیٹیاں دی تھیں تم میرا خیال نہ کرو خیر علیہ السلام کی دامادی کا خیال کرو۔ میں تم سے بھیک نہیں مانگتا جس کو تم نے خرید کر میں نے وقف کیا ہے تم مجھے میرے خریدے ہوئے کو تم سے دو قطرے پانی پینے کی اجازت نہیں دیتے ہو، یہ مسجد کی جگہ میں نے خرید کر وقف کی تھی آج اسی مسجد میں تم مجھے دو رکعت پڑھنے کی اجازت نہیں دیتے ہو، یا غیوں نے کہا عثمان رضی اللہ عنہ تیری ساری باتیں بھیک ہیں لیکن خلافت سے استغنیٰ دے دو، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھے حضور ﷺ نے آخری وقت وصیت کی تھی کہ اے عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تجھے خلافت کی قمیض پہنائے گا باغی کہیں گے قمیض اتار دو، اگر یا غیوں کے کہنے پر تو نے خلافت سے استغنیٰ دے دیا اور خلافت چھوڑ دی تو قیامت کے دن توجہ کی خوشبو بھی نہیں پائے گا۔ اس لئے میں خلافت سے استغنیٰ نہیں دے سکتا۔

باغی کہنے لگے کہ تمہاری جتنی مرضی رشتہ داریاں ہوں، جتنی مرضی شرافت ہو، تمہاری خلافت چھڑائیں گے یا تمہیں ذبح کر ڈالیں گے۔
 دینے کا مظلوم پریشان ہو کر چھت سے نیچے اتر آیا اور قرآن کی تلاوت میں مصروف ہو گیا۔

نبی ﷺ کے نواسے عثمان رضی اللہ عنہ کے چوکیدار:

”البدایہ والنہایہ“ میں ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مکان کی چھت سے نیچے آئے، اس بات کی خبر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ملی تو انہوں نے فوراً حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حسین رضی اللہ عنہ کو بلایا اور کہا کہ مجھے خطرہ ہے کہ تمہارے چچا کو لوگ شہید نہ کر ڈالیں، جاؤ اپنے چچا کے دروازے کا پیرہ دو، حضرت حسن رضی اللہ عنہ و حضرت حسین رضی اللہ عنہ آئے اور عثمان رضی اللہ عنہ کے دروازے کا پیرہ دینے لگے محمد بن طلحہ رضی اللہ عنہ بھی پیرہ رہا ہوا، عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ بھی پیرہ رہا ہوا۔ چار پیرہ دروازے پر کھڑے ہو گئے۔

(خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم: از محسن الدین صفحہ ۱۸۵)

خواب میں زیارت پیغمبر ﷺ

میرے بھائیو! ایک دن گزر گیا، دوسرا دن گزرا، تیسری رات خواب میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ کی زیارت ہوئی تو حضور ﷺ نے فرمایا عثمان رضی اللہ عنہ چالیس دن سے جو روزہ تم نے رکھا ہوا ہے، آج حوض کوثر پر اس کی افطاری کا انتظام ہو چکا ہے۔ (سیرت ذوالنورین رضی اللہ عنہ صفحہ ۴۷۰ بحوالہ روضۃ الاحباب)

شہادت کی تیاری:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اٹھ بیٹھے اور فرمایا ناملہ رضی اللہ عنہا! میری شہادت کا وقت آ گیا ہے میرا پا جامہ دو، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے پا جامہ پہنا، حضرت ناملہ رضی اللہ عنہا رونے لگیں اور فرمایا امیر المومنین دشمن آپ کا کچھ نہیں بگاڑ سکا۔

فرمایا ابھی رسول اللہ ﷺ نے خواب میں شہادت کی بشارت دی ہے، آپ تہجد کی نماز پڑھ کر تلاوت میں مصروف ہو گئے، پھر صبح کی نماز ادا کی، جمعہ کا دن تھا، روزے کی نیت کر لی، صبح دس بجے کا وقت ہوگا، جب باغیوں کا ایک گروہ آیا، انہوں نے دروازہ کھولنا چاہا، حضرت حسن رضی اللہ عنہ و حسین رضی اللہ عنہ نے حراحت کی، باغی پیچھے سے دیوار پھلانگ کر اندر داخل ہو گئے، ایک باغی نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی داڑھی پکڑ لی، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اس کے چہرے کو دیکھا تو اس نے داڑھی چھوڑ دی۔

(خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم صفحہ ۱۸۶)

ظلم کی اخیر:

میرے بھائیو! بیای سال کا بوڑھا انسان ہے، چہرے سے نور چمک رہا ہے، اللہ تعالیٰ کے قرآن کی تلاوت میں مصروف ہے، جس نے ساری زندگی دشمن کو بھی گالی نہیں دی، جس نے ساری زندگی اپنے نوکر کو بھی اف نہیں کہا، لیکن ظلم کی انتہا دیکھو کہ اس باغی نے آگے بڑھ کر عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے چہرے پر تھوک دیا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ

قرآن پڑھتا رہا، وہ تھوکتا رہا جب وہ پیچھے ہٹا تو عمرو بن حنظل کے بڑھا، اس ملعون نے ایک لوہے کی لٹھا اٹھا کر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے سر پر ماری، سر سے خون کے فوارے جاری ہو گئے، خون کا پہلا قطرہ قرآن کی اس آیت پر گرا۔

”فسيكفيكمهم الله وهو السميع العليم“

سارا چہرہ خون آلود ہو گیا، ایک اور باغی سودان بن حمران آگے آیا اور اس نے خنجر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے سینے میں پیوست کرنا چاہا، حضرت نائلہ رضی اللہ عنہا آگے کھڑی ہو گئیں اور خنجر کو ہاتھ سے روکا جس کی وجہ سے حضرت نائلہ رضی اللہ عنہا کی انگلیاں کٹ کر زمین پہ گر گئیں۔ (سیرت ذوالنورین رضی اللہ عنہ: صفحہ ۴۸۵) جب نائلہ رضی اللہ عنہا کی کٹی انگلیاں دیکھیں تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو دفعہ ہوش آیا کہ میرے حرم پہ حملہ ہو چکا ہے، فرمایا اے اللہ! میری عزت کو بچانے والا تیرے سوا کوئی نہیں اور فرمایا!

اے اللہ اس کے ہاتھوں کو توڑ دے

اس کے پاؤں کو توڑ دے

اس کو جہنم میں ڈال دے

یہ بدعاء کی، کلمہ شہادت پڑھا اور جان جان جاناں کے سپرد کر دی۔ باغیوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی لاش اٹھا کر باہر مکان کے صحن میں کوڑا کرکٹ پر ڈال دیا، حضرت نائلہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے دیکھا کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا چہرہ خون آلود تھا، میں نے کپڑا تلاش کیا تو مجھے گھر کے صحن میں کپڑا نہ ملا سارے گھر کے سامان کو دشمن آگ لگا کر جا چکے تھے، میں نے سر سے دوپٹہ اتارا اور عثمان رضی اللہ عنہ کے چہرے پر ڈال دیا۔

مظلوم مدینہ کی مظلوم بیوی:

میرے بھائیو! کیا عجیب منظر ہو گا جس عورت کا خاوند فوت ہو جائے اس کا باپ آتا ہے، اس کا بھائی آتا ہے، وہ اس کے سر پر ہاتھ رکھتا ہے کہ تیرا سہاگ اجڑ گیا ہے تو کوئی بات نہیں آج کے بعد ہم تیرے وارث ہیں، لیکن سارا دن گزر گیا مدینہ سے

نانک کو تسلی دینے کے لئے کوئی نہیں آیا، مسجد نبویؐ سے اذان کی آواز بھی نہیں آئی۔ آج مسجد نبویؐ میں جو بھی نہیں ہوا۔ صحابہ جنہم گھروں میں رو رہے ہیں۔ اچانک ایک آدمی نے دروازہ توڑا، نانکہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ اس وقت میری پریشانی کی انتہا نہ رہی، جب اس آدمی نے آگے بڑھ کر عثمان رضی اللہ عنہ کے چہرے سے کپڑا ہٹایا اور نہروار طمانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے چہرے پر مار دیا۔

مسلمانو! ان کا یہ ظلم کائنات میں کسی کے ساتھ نہیں ہوا۔ جس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا:

”ما لضر عثمان ما عمل بعد اليوم“

آج کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ غلطی کرے گا تو اللہ تعالیٰ وہ غلطی بھی نہ کی بنا کر لکھے گا، اس کی قریاتوں کو کسی نے نہ دیکھا، لاش اس کی کوڑا کرکٹ پر پڑی رہی۔

ام المومنین کی دھمکی:

ایک دن اور گزر گیا، تین دن گئے، بے گور و کفن لاش پڑی ہے، حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا جو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی سگی بہن تھیں۔ رسول اللہ ﷺ کی بیوی تھیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی چچا زاد بہن تھیں، اس سے رہانہ گیا وہ روتی ہوئی مسجد نبویؐ کی بیڑیوں پر چڑھ گئیں اور کہلایا غیو آج تم نے عثمان رضی اللہ عنہ کا جنازہ نہ اٹھانے دیا تو میں سر سے دوپٹہ اتار کر مدینہ کی گلیوں میں آ جاؤں گی، میں خود جنازہ اٹھاؤں گی، میں دیکھوں گی کہ مظلوم کا جنازہ کون روکتا ہے؟

میرے بھائیو! جیسا تمہیں نے نبی ﷺ کی بیوی کی بات سنی تو لوگوں نے کہا کہ اگر نبی ﷺ کی بیوی یا ہر آئی تو کہیں آسمانوں سے پتھر نہ برسے، کہیں زمین نہ پھٹ جائے، اجازت دے دی گئی، یا تمہیں نے کہا حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا چار آدمی جنازہ اٹھا سکتے ہیں، رات کو اٹھائیں گے، مسلمانو! یہ کتنا عجیب منظر ہو گا کہ چار آدمیوں کو جنازہ کی اجازت ملی، حضرت حسن رضی اللہ عنہ، حضرت حسین رضی اللہ عنہ، حضرت محمد بن طلحہ رضی اللہ عنہ اور

حضرت علی رضی اللہ عنہ۔ نماز مغرب کے بعد جنازہ اٹھانے آئے، جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے چہرے سے کپڑا ہٹایا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی چھین نکل گئیں ان کی زبان سے بے ساختہ جو لفظ نکلا، حافظ عماد الدین نے نقل کیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے رو کر کہا کہ اے عثمان کیا تو وہ نہیں ہے جس نے میرا گھر آباد کیا تھا، جب فاطمہ رضی اللہ عنہا سے میری شادی کی بات تھی تو سارا خرچہ دینے والا تو تھا، میرے گھر کو آباد کرنے والا تو تھا، علی رضی اللہ عنہ روتے رہے، حسین رضی اللہ عنہ روتے رہے۔ نماز عشاء کے بعد جب جنازہ مدینہ کی گلیوں سے نکلا، جنازہ اس حالت میں کہ چار آدمی تھے۔

عاشق کا جنازہ ہے ذرا دھوم سے نکلے
یار کی گلیوں میں ذرا گھوم کے نکلے
چار آدمیوں نے جنازہ اٹھا رکھا ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا چراغ لے کر جنازے کے آگے چل رہی ہیں، انگلیاں کٹی ہوئی ہیں، چہرہ اور کرۂ خون آلود ہے۔
جنازے پر پتھروں کی بارش:

تیرا جنازہ گلی سے گزرے تو لوگ پھول برسائیں، عثمان رضی اللہ عنہ کا جنازہ اٹھا تو باغیوں نے مکانوں کی چھتوں سے پتھر مارے، باغیوں نے کہا کہ عثمان رضی اللہ عنہ کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہیں کر سکتے، رات کی تاریکی میں ”حش کوکب“ ایک جگہ دفن کیا گیا، لیکن جب صبح ہوئی تو معلوم ہوا کہ یہ جگہ توجت البقیع ہی کا ایک حصہ ہے، حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کے پاؤں میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی قبر بنی۔

قاتلین عثمان کا انجام:

میرے بھائیو! ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں ملک شام گیا، دمشق کی جامع مسجد سے نکلا، تو لوگوں کا مجمع دیکھا، لوگ اکٹھے ہیں، ایک آدمی درمیان میں لیٹا ہوا ہے اس کے پاؤں نہیں، ہاتھ نہیں۔ میں نے قریب ہو کر کہا کہ تو کون ہے؟ اس نے کہا ابو موسیٰ تم مجھے نہیں پہچانتے ہو، میں نے کہا کہ میں نہیں پہچانتا، اس نے کہا میں وہ سوداگر

بن حمران ہوں جس نے عثمان رضی اللہ عنہ کی بیوی کو خنجر مارا تھا، دیکھو عثمان رضی اللہ عنہ کی بدعا، مجھے لگی ہے۔

میرے ہاتھ پاؤں ٹوٹ گئے ہیں
صرف جہنم میں جانا باقی رہ گیا ہے

(خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم صفحہ ۱۸۷)

کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کا مرثیہ:

مسلمانو! کیا عجیب منظر ہوگا، کعب ابن مالک رضی اللہ عنہ نے ایک سو دس اشعار کا مرثیہ لکھا ہے، انہوں نے اپنے مرثیے میں کہا کہ اے کعب تو اپنے باپ مالک رضی اللہ عنہ کی موت پر روتا ہے، تو عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت پر کیوں نہیں روتا۔ جس کی شہادت سے پہاڑوں میں زلزلہ آیا، جس کی شہادت پر ساری کائنات روئی جس کا جنازہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضے کے قریب پہنچا، تو ہاتھ غیبی سے آواز آئی اے روضے میں سونے والے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اپنے روضے سے چہرہ اٹھا کر اپنے دوہرے داماد کو دیکھ لے جس کو تو نے دو بیٹیاں دی تھیں جس نے کنوئیں وقف کر دیئے تھے

جس نے ساری دولت تیرے قدموں پر لٹا دی تھی

جس نے تیرے قدموں میں اونٹوں کی قطاریں لگا دیں تھیں

حافظ عماد الدین نے نقل کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے رو کر کہا کہ اے عثمان

رضی اللہ عنہ! کیا تو وہ نہیں ہے جس نے میرا گھر آباد کیا تھا، جب فاطمہ رضی اللہ عنہا سے میری شادی کی

بات تھی تو سارا خرچہ دینے والا تو تھا، میرے گھر کو آباد کرنے والا تو تھا، علی رضی اللہ عنہ روتے

رہے، حسین رضی اللہ عنہ روتے رہے۔ نماز عشاء کے بعد جب جنازہ مدینہ کی گلیوں سے نکلا،

جنازہ اس حالت میں کہ چار آدمی تھے۔

مسلمانوں کا غم:

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ شام کی جامع مسجد میں، میں نے دیکھا کہ

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ خطبہ دے رہے ہیں، ان کے ایک ہاتھ میں حضرت نائلہ کی کٹی ہوئی انگلیاں ہیں اور ایک ہاتھ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا خون آلود کرتا ہے اور کہتے ہیں کہ شام کے لوگو تم یہاں سوئے بیٹھے ہو اور تمہارے خلیفہ کو مدینہ کی گلیوں میں لوگوں نے ذبح کر ڈالا ہے، ساٹھ ہزار آدمی دھاڑیں مار کر رو رہے تھے۔

سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کا خواب:

مسلمانو! ”البدایہ والنہایہ“ میں حافظ عماد الدین ابن کثیر نے ایک خواب لکھا ہے، جس دن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید ہوئے اس رات خواب میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے اپنے نانا کی زیارت کی، حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے خواب میں حضور ﷺ کو پریشان دیکھا، میں نے پوری زندگی نانا کو اتنا پریشان نہیں دیکھا، جتنا پریشان اس دن تھے، میں نے پوچھا نانا بڑے پریشان ہو تو میرے نانا نے اشارہ کر کے کہا کہ خاموش ہو جاؤ میں چپ کر گیا، میں کیا دیکھتا ہوں کہ رسول اللہ عرش الہی کا پایا پکڑ کر کھڑے ہیں اس کے بعد ابو بکر رضی اللہ عنہ آئے اور نبی ﷺ کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کھڑے ہو گئے، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ آئے اور وہ ابو بکر رضی اللہ عنہ کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کھڑے ہو گئے، اس کے بعد عثمان غنی رضی اللہ عنہ آئے اور ان کے ہاتھوں میں ان کا سر پکڑا ہوا ہے، ان کے جسم سے لہو بہہ رہا ہے اور پیغمبر ﷺ کے سامنے آ کر کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ! مدینہ کے لوگوں سے یہ پوچھ کر بتائیں کہ مجھے کس جرم میں ذبح کیا گیا ہے۔ میرا جرم تو بتاؤ جب یہ بات کی تو حضرت حسن رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اسی وقت عرش الہی چلنے لگا، عرش ہل رہا اور آسمان سے دو پرنا لے زمین کی طرف بہا دیئے گئے اور آواز آئی کہ اب قیامت تک مسلمان مسلمان کی گردن کا شمار ہے گا، یہ پہلا قتل تھا، جو اسلام کا دعویٰ کرنے والوں نے کیا۔

قاتل عثمان کا عبرتناک انجام:

عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ نے ایک بڑا عجیب واقعہ لکھا ہے کہ ایک آدمی خانہ

کعبہ کا طواف کر رہا تھا اور اس نے غلاف کعبہ پکڑ کر کہا کہ اے اللہ! مجھے معاف کر دے لیکن مجھے پتہ ہے کہ تو مجھے معاف نہیں کرے گا، عبد اللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک بزرگ نے دیکھا تو جا کر اس کا بازو پکڑ لیا کہ تو کیا کہتا ہے؟

اس نے کہا کہ میں چالیس سال سے رو رہا ہوں، کعبہ میں رو رہا ہوں، لیکن میری دعا قبول نہیں ہوتی۔ انہوں نے پوچھا کہ تو کون ہے؟

اس نے کہا میں وہ عمرو بن حق ہوں کہ جس نے عثمان رضی اللہ عنہ کے سر پر لوہے کی سلاخ ماری تھی۔ جس ہاتھ سے سلاخ ماری تھی، دیکھو یہ میرا ہاتھ لکڑی بن چکا ہے، چالیس سال سے رو رہا ہوں میری دعا کوئی نہیں سنتا، اس بزرگ نے پاؤں کا ٹھڈا مار کر کہا کہ حق ہو جاوے زمین پر تجھ سے برا کوئی نہیں۔

میرے بھائیو! ایسے مظلوم انسان کو کوئی آدمی برا کہے تو سپاہ صحابہ رضی اللہ عنہم کس طرح خاموش رہ سکتی ہے؟

وَآخِرُ دَعْوَانَا اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝

